

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام _____ فضائلِ جہاد
مصنف _____ امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب
اشاعت ۳۰ تا ۳۹۶۰۰
اشاعت ۳۱ (جدید) _____ رجب ۱۴۳۱ھ
تعداد _____ ۲۲۰۰
صفحات _____ ۸۸۰
قیمت _____ ۲۸۰ روپے/نٹ

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

مکتبہ البخیل دکان نمبر 5 دوسری منزل بھمان اللہ سینٹر، نزد تحصیل والی مسجد فیصل آباد 0321-7828028

مکتبہ الایمان دکان نمبر ۱۳۱، ندیم ٹریڈ سینٹر، محلہ جنگلی، عقب قصہ خوانی بازار پشاور 0321-9013592

رجسٹرڈ

رجحانی کتاب گھر دکان نمبر 2، نزد نور سبحانی مسجد، بسیلہ چوک کراچی 0321-2063739

مکتبہ عثمان علی، نزد بندھن شادی ہال، کوثر کالونی بہاولپور 0321-6837145

مکتبہ السلام، اعظم مارکیٹ کمیٹی چوک راولپنڈی 051-51118510

ادارہ اشاعت الخیر، حضوری باغ ملتان، فون 061-4514929

کشمیر نیوز ایجنسی، کوٹلی، آزاد کشمیر 05866042256

مکتبہ الحسن، اردو بازار لاہور 042-7241355



37-حق شریعت
اردو بازار لاہور

مکتبۃ ابن مبارک

اسٹاکسٹ

موبائل: 0321-4066827 فون: 042-7324844

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



تعارف

زیر نظر کتاب ”فضائل جہاد کامل“ عَلَّامَہ ابن النُّجَّاس شہیدؒ (متوفی ۸۱۳ھ) کی ایمان افروز اور مقبول کتاب ”مَشَارِعُ الْأَشْوَاقِ إِلَى مَصَارِعِ الْعُشَّاقِ وَمُيَسِّرُ الْغَوَامِلِ إِلَى دَارِ السَّلَامِ“ کی اُردو تلخیص و تشریح ہے۔

مَشَارِعُ الْأَشْوَاقِ کا جو نسخہ بندہ کے سامنے ہے، وہ دَارُ الْبَشَائِرِ الْإِسْلَامِيَّةِ بیروت نے ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء کو شائع کیا ہے، یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، دونوں جلدوں کے صفحات کی تعداد بارہ سو ستائیس ہے جن میں سے ایک ہزار پچیس صفحات پر کتاب کا اصل مواد ہے جبکہ باقی صفحات پر دیگر الحاقی مواد اور مختلف فہرستیں ہیں، یہ کتاب جامعہ اُمِّ الْقُرْیٰ مَکَہ مکرمہ کے دو ممتحنین شیخ محمد علی اور شیخ محمد خالد اسطنبولی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

بندہ کے پیش نظر اصل کتاب کی تلخیص و تشریح تھی، اس لئے بندہ نے اس کے حاشیہ کو موضوع بحث نہیں بنایا۔

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ (جو آٹھویں صدی کے اخیر اور نویں صدی کے آغاز کی مشہور علمی، روحانی اور جہادی شخصیت ہیں) نے اپنی اس کتاب کی ترتیب میں قرآن مجید کے علاوہ ایک سوا کتیس سے زائد کتب سے مدد لی ہے، ان تمام کتابوں کے حوالے آپ کو بکثرت ملیں گے۔

کتاب کی تلخیص و تشریح کا کام مؤرخہ ۱۲/ جُمَادِی الْأُولٰی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۴/ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعۃ المبارک شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس کا مُبَارَک اختتام مؤرخہ ۱۶/ جُمَادِی الثَّانِی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۸/ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات کو ہوا۔

کتاب کی تلخیص و تشریح کے دوران کہیں خالص ترجمے اور کہیں خالص تشریح کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر مفید تبدیلیاں اور اضافے بھی کئے گئے ہیں، بعض ضعیف

احادیث، مکتوبات اور دورِ حاضر کے اعتبار سے غیر اہم مباحث کو حذف کر دیا گیا ہے اور ہر باب کے آخر میں دعوتِ جہاد یا دعوتِ فکر کا بطورِ تعلیق اضافہ کیا گیا ہے، بندہ کی طرف سے کئے جانے والے اکثر اضافات کے اول اور آخر میں یہ نشان [] دیا گیا ہے، البتہ خاتمۃ الکتاب کے دونوں حصوں میں مُصنّف اور مُترجم کی عبارت کے درمیان امتیازی خط نہیں ہے، کیونکہ اس میں کافی تبدیلی کی گئی ہے۔

کتاب کے مُصنّف علامہ ابن النحاس ابو زکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہید نَوَّر اللہ مَرَقَدَہ ایک خوش نصیب عالم دین اور بزرگ تھے، انہوں نے مَشَارِعُ الْأَشْوَاق جیسی جامع اور مقبول کتاب لکھی، جس کی ہر سطر اپنے پڑھنے والے کے دل میں ایمان کی حلاوت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا کرتی ہے، یہ کتاب ایک طرف تو مُصنّف کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہے، جبکہ دوسری طرف مُصنّف خود بھی جانباز مجاہد تھے اور وہ صلیبوں کے خلاف مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے، چنانچہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھے ہوئے تمام فضائل کا خود کو مستحق ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مردِ حق کی شہادت کو بھی قبول فرمائے اور ان کی اس جذبات آفرین کتاب کو بھی، آمین۔

اس کتاب کی تلخیص و تشریح کے دوران عزیز القدر سلطان احمد میانا نے کتاب کے مُسَوِّدے کی ترتیب میں نہایت شغف اور جانفشانی سے تعاون کیا ہے، نیز عزیز القدر شاہد لطیف نے اپنی مخلصانہ خدمت اور محنت کے ذریعے کتاب کا کام کرنے میں سہولت پہنچائی، نیز عزیز القدر حافظ ناصر اکرام نے بھی حتی الوسع ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رستے میں قیدان تینوں نوجوانوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

امید ہے کہ قارئین کرام ہم سب کیلئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کامیابی اور سُرخ رُوئی کی دعاء فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قید دیگر تمام مجاہدین کیلئے بھی دعاء فرمائیں گے۔ تقریباً ساڑھے سات سال قبل بندہ نے فضائلِ جہاد کے عنوان سے کام شروع کیا تھا اور اس کتاب کا حصہ اول جس میں صحیح بخاری کی چالیس جہادی احادیث کی تشریح و توضیح کی گئی تھی،

بار بار شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت سے نوازا، بندہ کا ارادہ اس کتاب کو دس حصوں میں مکمل کرنے کا تھا مگر حصہ اول کے بعد کام رک گیا اور اس کتاب کو مکمل کرنے کی تمنا پوری نہ ہو سکی، مگر اب الحمد للہ زیر نظر کتاب نے کسی حد تک اس تمنا کو پورا کر دیا ہے اور اس کتاب میں وہ اکثر مواد موجود ہے جس کو فضائل جہاد کے دس حصوں میں پیش کرنے کا ارادہ تھا، چنانچہ اس کتاب کو اب ”فضائل جہاد کامل“ کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اور ”فضائل جہاد حصہ اول“ کو بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

اللہ ارحم الراحمین کا شکر ہے کہ اس نے اس دیرینہ ایمانی و قلبی تمنا کو پورا فرمایا
اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو آخرت میں مغفرت، نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو مسلمانوں کی بیداری اور مجاہدین کے جذبوں کی تازگی کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا۔

محمد غوث

۱۹ / جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۸ء یوم الاحد





نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْمِ

آٹا بعد ارات کے سوا دس بج چکے ہیں، مغرب کے بعد سے ہجری تاریخ بدل چکی ہے یعنی جُمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ کی دسویں تاریخ شروع ہو چکی ہے، مگر شمسی تاریخ ابھی تک نہیں بدلی، اس میں ابھی پونے دو گھنٹے باقی ہیں، یعنی ابھی تک ستمبر ۱۹۹۸ء کی پہلی تاریخ چل رہی ہے۔ میرے سامنے ایک کتاب کی فوٹو اسٹیٹ جلدیں رکھی ہوئی ہیں، یہ جہاد کی مشہور و مفید کتاب مَشَارِعُ الْأَشْوَاق کی دو جلدیں ہیں۔

کتاب کیا ہے؟ علم و معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ میرے پیر و مرشد مَرْوِی و محبوب حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مجھ ناچیز گناہگار پر بے پناہ شفقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تقریباً اڑھائی سال پہلے تہاڑ جیل میں یہ کتاب بھجوائی تھی۔ اس مبارک کتاب کے چند صفحات پڑھ کر فوراً ہی یہ خیال ذہن پر سوار ہو گیا کہ اس کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ یا کم از کم تلخیص ضرور ہونی چاہئے، کیونکہ اس کتاب میں تقریباً ان تمام شبہات کا جواب موجود ہے جو جہاد کے خلاف خصوصی طور پر برصغیر پاک و ہند میں پھیلائے گئے ہیں اور اب تک پھیلائے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف اس کتاب کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مُصَنِّف عَلَّامَہ ابوزکریا احمد بن ابی ایہیم بن محمد الدمشقی رَحْمَہُ اللہِ عَلَیْہِ المعروف عَلَّامَہ ابن النکاح اپنے وقت کے عظیم مجاہد تھے۔ ان کی پوری زندگی علم و جہاد کے گرد گھومتی ہے اور بالآخر انہیں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت کی عظیم نعمت بھی نصیب ہوئی۔ آپ خود سوچئے! اس طرح کے عالم باعمل مجاہد و شہید کے قلم سے نکلنے والی تحریر کس قدر پُر اثر ہوگی۔

حضرت مُصَنِّف شہید نے نہایت عرق ریزی اور جگر سوزی سے یہ کتاب مُرَتَّب فرمائی

ہے۔ یہ کتاب ایک طرف جہاد کے تقریباً تمام قابل ذکر پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، تو دوسری طرف اس میں نہایت درد کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کی حقیقت، عظمت اور ضرورت سمجھائی گئی ہے۔ گذشتہ اڑھائی سال میں میں نے جب بھی اس کتاب کے چند اوراق اپنے ہم قفس رفقاء کو سنائے تو انہوں نے بار بار ایک ہی سوال پوچھا کہ کیا اس کتاب کا اردو ترجمہ دستیاب نہیں ہے؟ اور ہر کسی نے یہ کہا کہ اگر یہ کتاب اردو میں دستیاب ہو جائے تو ہماری دعوت جہاد کو زبان نصیب ہو جائے گی اور ہمیں اپنے اہل خانہ کو کسی طرح کی مزید ترغیب و تسلی دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مگر مجھے نہ تو یہ معلوم تھا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہوا ہے یا نہیں اور نہ یہ معلوم تھا کہ کسی نے ابھی تک اس کا رخ کو شروع فرمایا ہے یا نہیں؟ زندگی کے دن رات جیل کی زنگ آلود سلاخوں کے پیچھے تیزی سے گزرتے گئے اور مجھے اس کتاب پر کام کرنے کا نہ ہی موقع ملا اور نہ فرصت۔ ابھی کچھ دن سے پھر یہ خیال مجھ پر مُسلط ہو گیا ہے کہ جہادی دعوت اور جہادی علم کا یہ عظیم خزانہ کسی نہ کسی شکل میں اردو خواں طبقے کے سامنے آنا چاہئے۔ چنانچہ فوراً اپنے اکابر سے استشارہ کیا تو یہی جواب ملا کہ اگر تم یہ کام کر دو تو بہت فائدہ ہوگا۔ اکابر کے اس حکم کے بعد اب میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور مجھے صرف یہی حرص ہے کہ جہاد کی مؤثر دعوت جلد سے جلد مسلمانوں تک پہنچ جائے اور اس مبارک کام کی بدولت مجھ گنہگار کی بخشش کا کچھ سامان ہو جائے۔ میں آج رات کام شروع کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھ گیا ہوں مگر ایک طرف تو میری جہالت میرے لئے ایک آڑ ہے، کیونکہ اس فصیح و بلیغ کتاب کی تلخیص و ترجمے کیلئے جس علمی استعداد کی ضرورت ہے وہ میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ ترجمہ تو کوئی خاص مشکل کام نہیں ہے مگر ایک باعمل شخص کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ کی ترجمانی کا حق ادا کرنا بے شک ایک مشکل کام ہے اور میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس میں آسانی کیلئے استعانت کرتا ہوں۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

دوسری طرف جیل کے وہ حالات ہیں جو ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ حالات کیا ہیں؟ اور

کیسے ہیں؟ نہ تو انہیں بیان کرنے کا کچھ فائدہ ہے اور نہ میری خواہش ہے کہ انہیں تفصیل سے بیان کروں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کی جاسکتی ہے کہ وہ ان حالات سے نجات عطاء فرمائے اور کھلی فضا میں اپنے دین کا کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

یہاں خطوط پر سخت قسم کی پابندی ہے، اپنے ان رشتہ داروں کے علاوہ، جن کے نام جیل حکام نے لکھ رکھے ہیں، کسی اور کو خط لکھنے کی اجازت نہیں ہے..... خط لکھ کر کھلے لفافے میں جیل حکام کے حوالے کیا جاتا ہے، وہ اسے پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد اگر مناسب سمجھتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں، ورنہ فائلوں میں محفوظ کر لیتے ہیں..... کسی بھی خط میں جہاد کا تذکرہ سب سے بڑا گناہ ہے، جس پر نہ صرف خط روک لیا جاتا ہے بلکہ لکھنے والے کی حتی الوسع زبانی یا جسمانی خاطر تواضع بھی کی جاتی ہے، یہی حال آنے والے خطوط کا ہے۔ جیل حکام کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجاہد قیدیوں کو دبا کر رکھیں اور انہیں ذہنی و جسمانی طور پر مفلوج کر دیں، معلوم نہیں ان دردناک حالات میں یہ کام پورا ہو سکے گا یا نہیں؟ مجھے تو بس اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے، اگر میرے برے اعمال آڑے نہ آئے تو انشاء اللہ وہ ضرور مدد فرمائے گا۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيرُ

اسی طرح کتابوں کی بھی سخت کمی ہے، لغت اور تفسیر و حدیث کی محض چند کتابیں دستیاب ہیں، چنانچہ ذہن میں بہت کچھ ہونے کے باوجود کتابوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے حوالے غیرہ لکھنے اور تفصیلات سمجھنے کے مواقع بے حد محدود ہیں۔ ان حالات میں ان دنوں کی قدر آتی ہے، جب بڑے بڑے کتب خانے دسترس میں تھے اور ہزاروں کتابوں تک بڑی سہولت سے رسائی تھی، مگر اب تو وہ مناظر محض افسانہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جیل میں ایسے چھوٹے بڑے واقعات روز مرہ کا معمول ہیں جو انسان کو یکسو نہیں رہنے دیتے، بلکہ مستقل ذہنی تشویش میں مبتلا رکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور رحمت لا محدود ہے، اب تک اس نے جس طرح دیکھیری فرمائی ہے، اگر اس کے کچھ واقعات لکھوں تو یقیناً ایک ایسی مفصل کتاب بن

سکتی ہے جسے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور قوت کا یقین ضرور حاصل ہو جائے گا، مگر ان واقعات کو فی الحال نہ لکھنا ہی مناسب بلکہ قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان کرشموں کا اثر ماضی میں وقتاً فوقتاً محبوب قارئین تک پہنچتا رہا ہے، وہ خود اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ دن پہلے پاکستان کی ایک جیل میں اسیر میرے ایک محترم و مکرم دوست کا اخبار میں مطبوعہ ایک خط نظر سے گزرا جس میں انہوں نے جیل میں میرے درس و تدریس کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ پاکستان کی جیل میں جو سختی کی جا رہی ہے وہ ہندوستان کی جیلوں میں نہیں ہے۔ یہ خط پڑھ کر میں نے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا جس نے واقعی مجھے جیل میں بے حد سہولتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سہولتیں جیل حکام کی طرف سے یا انڈیا حکومت کی طرف سے قطعاً نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے تو ہمیں تمام تر انسانی حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔ پانچ سال ہونے کو ہیں ابھی تک کسی کورٹ یا جج کی شکل نہیں دیکھی۔ رہائی اور ضمانت کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ابھی تک نہ تو چالان پیش ہوا ہے اور نہ فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ اپنے گھر والوں سے ملنے کی تو کیا بات، اسی جیل میں بند کشمیری مجاہدین اور مسلمانوں سے ملنے پر بھی پابندی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت پر لاکھوں بار قربان ہو جاؤں کہ اس نے اس کنوئیں میں بھی روح کی تسکین کے بے شمار ایسے اسباب عطا فرما رکھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے روانہ کوئی اور دے سکتا ہے اور نہ کوئی چھین سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخفی رحمت اس انداز سے برس رہی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دُور بینیں اور ریڈار انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ کاش! ہمارے اعمال اچھے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور زیادہ برستیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ ابھی تک دل میں جذبہ جہاد زندہ ہے اور الحمد للہ ہر آئے دن جہاد کی دعوت عام کرنے کا ولولہ بڑھتا جا رہا ہے۔

بلکہ ہر واقعہ اور ہر سانحہ یہی سبق سکھا رہا ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کیلئے بیدار کیا جائے، اسی میں بے شمار مسائل کا حل ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے جب ایک قیدی کے رونے اور چیخنے پکارنے

کی آوازیں آ رہی تھیں تو دل میں یہی خیال آ رہا تھا کہ ایک مشرک بچے کو آخر یہ ہمت کس طرح ہوگئی کہ اس نے اُمّتِ مُسَلّمہ کے ایک نوجوان کو ماں بہن کی گالیاں دیں، اگر آج اُمّتِ مُسَلّمہ زندہ ہوتی اور بیدار ہوتی تو یہ نوجوان اس ذہنی کُزب کا شکار نہ ہوتا، مگر یہ نوجوان چیختا رہا اور نامعلوم کتنے نوجوان بوڑھے اور بچے اسی طرح چیخ رہے ہوں گے، گمراہ رہے ہوں گے، مگر کون ان کی آواز سنے؟ کسی کو ہنسنے اور قہقہے لگانے سے فرصت ہو تو یہ تکلیف گوارا کرے..... ہم بحیثیت ایک اُمّتِ مُردہ ہو چکے ہیں، اسی لئے ہم میں سے کچھ چیخ رہے ہیں اور کچھ قہقہے لگا رہے ہیں، لیکن اگر یہی صورت حال رہی تو پھر قہقہے بھی چیخوں میں دب جائیں گے۔ رات کی تاریکی میں مظلوموں کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو آسمانی عذاب کو بلا رہے ہیں اور وہ عذاب اب پھیلتا جا رہا ہے، اس عذاب کا علاج صرف ایک ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

مسجدِ اقصیٰ اور بابرؒی مسجد کے بعد اب کعبۃ اللہ اور مسجدِ نبوی ﷺ کی گرم آہیں ہمیں بیدار کرنے کیلئے کافی ہیں، بابرؒی مسجد کا منبر گر چکا ہے، کاش! اُس کے بعد ہر مسجد کا منبر اپنے جگر کا خون آنکھوں اور زبان سے بہا کر ہر مسلمان کو مساجد کا محافظ بنا دیتا، مگر کسی جگہ مسجد کی کمیٹی اجازت نہیں دیتی تو کہیں خطیب خود اس درد سے محروم ہے، جو درد اس منبر پر بیٹھنے والے ہر فرد کیلئے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارے اکابر ہمیں رو رو کر، جھولیاں پھیلا کر گورے انگریز کی مکاری، گیتادی اور ناپاک عزائم بتاتے رہے، مگر ہم مسلم لیگ اور کانگریس کے نعروں میں الجھ کر اس دعوت سے بہرے بن گئے جس کے نتیجے میں آج گورے کافر نے حجازِ مُقَدّس پر قبضہ جمانے کیلئے وہ سب کچھ کر لیا ہے جو وہ حجاز کی محافظ غافل قوم کے خلاف کر سکتا تھا۔ آج ایک طرف تو حرم کی فضاؤں میں امریکی اور برطانوی طیاروں کی منحوس آواز گونج رہی ہے، جبکہ دوسری طرف حرم شریف کے منبر و محراب سے یہود و نصاریٰ کے خلاف تقریر تو درکنار بددعاء کرنے پر بھی پابندی ہے۔ آج ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر ہمارے اپنے بھائیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے..... ہمارے ہی ملکوں کی فضاؤں سے گزار کر دشمنوں کے میزائل ہمارے سینے پر داغے جاتے ہیں، مگر ہر طرف خاموشی ہے اور ہر طرف سناٹا۔ کیونکہ ہم بزدل ہو چکے ہیں، ہمیں

زندہ رہنے کا سلیقہ تک بھول چکا ہے، ہمیں تو بس خوبصورت گاڑی، مضبوط بنگلے، موبائل فون اور ٹھنڈے ایر کنڈیشنرز کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ پانے کے لئے ہمیں امریکہ کی غلامی کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہم جو کی روٹی کھا کر عزت سے جینا جانتے تو ہمارے ملکوں میں جو اور گندم وافر مقدار میں ہوتی ہے، اگر ہم بے غیرتی کے زرق برق لباس کی بجائے اون اور سوت کا باعزت لباس پہنتے تو اس کیلئے ہمیں نہ کہیں سے قرضہ لینے کی ضرورت ہے اور نہ کافروں کی استعمال شدہ مشینیں خریدنے کی۔ ہمارے نبی ﷺ کا لباس کیا تھا؟ آپ ﷺ کی خوراک کیا تھی؟ اگر کائنات کے سب سے حسین شخص آقائے دو جہان ﷺ سر میں تیل ڈال سکتے تھے تو آج طرح طرح کی کریموں کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ کیا ہم اپنے ملک میں پیدا ہونے والے پھلوں کا رس خود نکال کر نہیں پی سکتے؟ پھر ہمیں امریکی کوکا کولا اور پیپسی کی کیا ضرورت ہے؟ گھروں میں پڑا ہوا سونا اور ہیرے جواہرات کس کام کے ہیں؟ کیا ان کی وجہ سے ہمارے گھر چمکتے ہیں؟ یا ان کی بدولت ہم محفوظ رہتے ہیں؟ ایسا سونا کس کام کا، جس کے ہوتے ہوئے ہم اپنے خوبصورت بوسنیائی بھائیوں کو کفن تک نہ دے سکے۔ ایسے جواہرات کس کام کے، جن کے ہوتے ہوئے ہم ماضی میں اپنی افغان بہنوں کو قبر تک نہ دے سکے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کتنا سونا تھا؟

کیا اس سونے سے وہ اسلحہ نہیں خریدا جاسکتا جو حجاز کے ریگستانوں کو امریکی ابوجہل صفت فوجوں کا قبرستان بنا دے؟ بے شک خریدا جاسکتا ہے مگر یہ کام تو وہی کرے جسے اسلام سے محبت ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ سے جنت کا خریدار ہوگا اور جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی غیرت ہوگی، مگر ہم لوگ ابھی تک پورے مسلمان ہی نہیں ہوئے، بلکہ ہم تو ہندوؤں کی طرح صرف شادی کارڈوں پر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، آخر یہ کارڈ کس کام کے ہیں؟ جبکہ ہماری عصمتیں بازاروں میں نیلام ہو رہی ہیں، شادی پر لاکھوں روپے آخر کس غرض سے خرچ کئے جاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں ہے، ہمارے ہر طرف غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں، ہمیں ہر طرف سے سسکیاں اور آہیں سنائی دے رہی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں

نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے اور جنہوں نے ہمارے خون کو چوس کر نام نہاد ترقی حاصل کر رکھی ہے، وہ ہمارے دشمن ہیں، مگر ہم انہیں کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں لاکھوں روپے فیس جمع کرا کے اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ کیا ہم اتنے گرچکے ہیں کہ ہمیں روزی کے لئے اپنی زبان نہیں بلکہ دوسروں کی بولی سیکھنی پڑتی ہے؟ کبھی آپ نے اس مسئلے پر غور کیا؟ آخر یہ کون لوگ ہم پر مُسلط ہیں جو ہمیں اپنی زبان تک نہیں بولنے دیتے، یہ چاہیں تو صرف تین منٹ میں ایک قرارداد پاس کر کے انگریزی کو دھکے دے کر اپنے ملک سے باہر نکال دیں، مگر یہ خاندانی غلام ایسا نہیں کرتے، کیونکہ انہیں حکومت صرف اسی لئے ملی ہے تاکہ وہ ہمیں گوروں کا غلام بنائے رکھیں۔

اللہ کی قسم! ہم نے جہاد چھوڑ کر سوائے ذلت کے اور کچھ نہیں پایا۔ آج ہمیں ترقی کے نام پر بندروں کی طرح نچایا جا رہا ہے..... گورا ظالم ہم سے کروڑوں ڈالر لے کر ہمیں بلیڈ اور ریزر دیتا ہے تاکہ ہم اپنی شکل اس کی طرح بنانے کیلئے اپنا منہ رگڑیں..... گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں جوتے بھیجتا ہے تاکہ ہم اسی کے بنائے ہوئے جوتوں کو گلے کا ہار اور اپنی عزت کا تاج سمجھیں، حالانکہ ہم خود اپنے جوتے بنا سکتے ہیں..... گورا ظالم کروڑوں ڈالر لے کر ہمارے لئے پتلونیں، ٹائیاں اور جیکٹیں بھیجتا ہے تاکہ ہم اپنے فطری تشخص سے محروم رہیں..... گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں ایسی دوائیاں بھیجتا ہے جنہیں کھا کر دس مزید بیماریاں لگتی ہیں اور بالآخر ہم ان کے علاج کیلئے پھر گورے کے ملک جا پہنچتے ہیں، حالانکہ ہمارے نبی ﷺ کی سیرت میں اور ہمارے جنگلات کی بوٹیوں میں ہماری صحت کیلئے سب کچھ موجود ہے..... گورا ظالم کھربوں ڈالر لے کر ہمارے لئے گاڑیاں بھیجتا ہے تاکہ ہم گھوڑوں کی پیٹھ سے محروم رہیں اور نئے ماڈلوں کے چکر میں پڑ کر خود کوئی گاڑی نہ بنائیں..... گورا ظالم کیمرے، ٹی وی، ویڈیو اور کمپیوٹر کے ذریعے ہمارے ملکوں میں فحاشی سپلائی کرتا ہے اور اس کے بھی ہم سے اربوں ڈالر وصول کرتا ہے..... گورا ظالم ہماری عورتوں کیلئے فیشن اور بے حیائی کا سامان بھیج کر ہماری جیبوں سے کروڑوں ڈالر نکال لیتا ہے، مگر ہم بے وقوف جانوروں کی طرح اُس کے سامنے ناچتے ہیں، اُسے جھک کر سجدے کرتے ہیں اور اس جیسا بننے کیلئے ہر بے وقوفی کرتے ہیں۔ اگر میں

وہ طریقے لکھوں جنہیں اپنا کر گوروں نے آج عربوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور وہ ان کی دولت دونوں ہاتھوں سے لُٹ رہا ہے تو غم کی وجہ سے آپ کا کلیجہ منہ کو آ جائے گا، یہ سب کچھ میں نے یورپ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرا دل خون کے آنسو رویا۔

یاد رکھئے! ہمیں اپنی ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی ذرہ بھر ضرورت نہیں ہے، البتہ ان کھٹملوں اور پھسوروں کو زندہ رہنے کیلئے ہمارے خون کی ضرورت ہے۔ وہ صدیوں تک ہمیں جزیہ دے کر آپس میں لڑتے مرتے رہے، مگر پھر انہوں نے کچھ گریکھ لئے اور ہم اپنے راستے کو بھول گئے، ایک زمانے میں یورپ کی سلطنت کے ساٹھ شاہزادے سلطان بایزید یلدرم نے زندہ گرفتار کئے تھے اور پھر انہیں زندگی کی بھیک دے کر چھوڑ دیا تھا، مگر آج اسلامی دنیا امریکی میزائلوں کی زد میں ہے..... کل تک یورپ کی قومیں ہمارے جوتے صاف کرتی تھیں، مگر آج ہمارے حکمران ان کے تلوے چاٹ رہے ہیں اور ان کے بدبودار رخساروں پر ہمارے کسان کی خون پسینے کی کماٹی نچھاور کر رہے ہیں..... کل تک اہل یورپ ہمارے غلام تھے، مگر اب ہم نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور ہم ترقی کے جھوٹے فریب کا شکار ہو چکے ہیں۔ آج اگر ہمارے ملکوں کا سرمایہ یورپ جانا بند ہو جائے اور ہم یورپ اور امریکہ کی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں اور جوتے اور کپڑوں میں اپنی عزت ڈھونڈنے کی بجائے عزت کا فیصلہ میدانِ جنگ میں کریں، تو انشاء اللہ پھر یہی امریکہ اور یورپ اپنا وجود کھو بیٹھیں گے اور وہ ہماری غلامی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ممکن ہے آپ کو یہ سب کچھ ناممکن نظر آئے، مگر میں ہزار بار مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ ممکن ہے، ماضی کی رُوم وقارِ کی سلطنتیں آج کے امریکہ اور یورپ سے زیادہ طاقتور تھیں، مگر ان کا حشر کیا ہوا؟

آج کا یورپ اور امریکہ تو اندر سے دیمک خوردہ ہے، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائے اور ہر شخص جہاد کی تربیت حاصل کرے اور تمام مسلمان منظم ہو کر ایک امیر کی اطاعت میں جہاد کے لئے متحرک ہو جائیں اور اقوام متحدہ اور امریکہ کے احکامات کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کریں، اپنی زندگیوں کو سادہ بنائیں اور اپنے معاشرے کو

اسلامی بنائیں، امریکہ اور تمام اسلام دشمن طاقتوں کے ہر طرح کے سامان کا بائیکاٹ کریں، دوسروں کے سامان پر انحصار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ فطری اسباب اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اپنے اندر غیرت ایمانی کے جذبے کو جگائیں۔ جب تک اجتماعی طور پر کوئی ترتیب نہ بنے، ہر مسلمان انفرادی طور پر یہ سارے کام کرے اور یہ نیت رکھے کہ اگر مجھ اکیلے کو پوری دنیا کے کفر سے لکرانا پڑا تو میں اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ دوسروں کو دیکھنے کی بجائے ہر شخص اپنی ذمہ داری کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کسی کو دیکھنا ہو تو پھر طالبان کو دیکھے جو الحمد للہ اسلامی عظمت کا تابندہ نشان بن کر طلوع ہوئے ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کسی اور سے نہیں..... وہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں کسی اور کے سامنے نہیں..... وہ جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بالکل سچ ہے کہ اگر پوری دنیا تمہیں نفع پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر پوری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے کیلئے متحد ہو جائے تو صرف اتنا نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ تو جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر اقوام متحدہ اور امریکہ کے سامنے جھکنے کی کیا ضرورت ہے؟

یاد رکھئے! اسلام دنیا میں غالب ہونے کیلئے آیا ہے مگر ہماری بُزدلی، نفس پرستی اور ناجائز خواہشات نے آج کفر کو غالب کر رکھا ہے، یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے اور اس جرم کی تلافی صرف اور صرف جہاد کے ذریعہ سے کی جاسکتی ہے۔ اپنی مسلمان قوم کو یہی دعوت دینے اور یہی پیغام سمجھانے کیلئے میں نے زیرِ نظر کتاب کی تلخیص کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ اپنا خصوصی فضل فرما کر مجھے اس کارِ خیر کی توفیق عطاء فرمائے اور میرے سامنے جو رکاوٹیں سینہ تان کر کھڑی ہیں، انہیں دور فرمائے اور اس کاوش کو مسلمانوں کی بیداری اور میری بخشش کا ذریعہ بنائے۔ والسلام

وَصَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲/ ستمبر ۱۹۹۸ء بوقت ایک (۱) بجے شب





گُفارشے جہاد کا حکم اس کی فرضیت اُن
 لوگوں کیلئے سخت و عیدوں کا بیان
 جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کے مرجائیں
 فرض عین فرض کفائی



اُن لوگوں کیلئے بعض عیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں
 اس سے پہلوتی کریں یا بغیر جہاد کے مرجائیں
 اے مسلمان! تجھے کُن چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟



جہادِ اقامتِ توحید کا ذریعہ ہے

”یعنی اگر یہ ”سنت اللہ“ ہمیشہ سے نہ چلی آئی ہوتی کہ ظالموں، سرکشوں، زبردستوں کا زور، انسانوں ہی کے بعض گروہوں کے ہاتھ سے تڑوا دیا جاتا رہتا تو اب تک جو جو عمارتیں توحید کی مرکز رہی ہیں مثلاً مسجدیں جو اب بھی اسی غرض کے لیے ہیں اور اہل کتاب کی مذہبی عمارتیں، جو اپنے اپنے زمانہ میں یہ کام انجام دے چکی ہیں، سب ختم ہو گئی ہوتیں۔ گویا جہاد کی مشروعیت و مطلوبیت ”اقامتِ توحید“ ہی کی خاطر ہے۔“ (فتح الجواد، ۳/۱۹۳)

فرض کا وزن کم نہ کریں

فرض ایک بڑی اور بھاری چیز ہے اس کے ساتھ کفایہ کا لفظ لگنے سے اس کی اہمیت کم یا ہلکی نہیں ہو جاتی، بعض ناواقف لوگ فرض کفایہ کو سنت اور نفل سے بھی ہلکا سمجھتے ہیں لیکن فرض تو ایک قطعی اور لازمی حکم ہوتا ہے۔ (فتح الجواد، ۳/۱۳۹)

جہاد کے بغیر دین مکمل نہیں

جہاد کا مبارک عمل زندہ کیے بغیر اتباعِ رسول ﷺ کا دعویٰ مکمل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے خود بنفسِ نفیس جہاد کیا اور اپنے رفقاء کو جہاد کی ترغیب دی اور اپنی امت کے لئے جہاد کو جاری فرمایا۔ (فتح الجواد، ۲/۳۰۴)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ۱

گفارشے جہاد کا حکم اس کی فرضیت ان لوگوں کیلئے سخت و عمیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کے مر جائیں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں، پہلی فصل میں مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہ نے قرآن مجید کی سات آیات اور انتیس احادیث و آثار سے جہاد کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ
لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ: ۲۱۶)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار
ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ
تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی چیز کو
پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مُضِر ہو اور اللہ تعالیٰ
ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

②

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرہ: ۲۱۷)

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو اور سمجھ لو کہ بیشک
اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

③

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ
ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (البقرہ: ۲۵۱)

اور اگر اللہ تعالیٰ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے
دفع نہ کر دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پڑ ہو جاتی
لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر مہربان ہے۔
(کہ انہوں نے جہاد کا حکم نازل فرما کر فساد کے
خاتمے اور امن کے قیام کی صورت پیدا فرمادی۔)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۴۷

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ
وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ
وَاحْصُرُوهُمْ
وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ (التوبہ: ۵)

مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑو اور انہیں
گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۴۸

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ
مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا
الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ ذَاكِرُونَ (التوبہ: ۲۹)

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت
کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اُسے حرام
جانتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے
ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں
تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۴۹

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّهُدِمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتُ
وَمَسْجِدُ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا
وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (الحج: ۴۰)

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ
ہٹاتا تو تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور
مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ تعالیٰ کا
نام کثرت سے لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور
اس کی مدد کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا
بیشک اللہ تعالیٰ زبردست غالب ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ”شعب الایمان“ میں

ارشاد فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بات کھول کر سمجھادی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ [مجاہد]
مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ روکیں اور مسلمانوں کو اس بات کی قوت عطا نہ فرمائیں کہ وہ
مشرکوں اور کافروں سے مرکز اسلام کا دفاع کر سکیں اور کافروں کی طاقت کو توڑ سکیں اور ان کی قوت

کو پارہ پارہ کر سکیں تو شرک زمین پر چھا جائے گا اور دین تباہ و برباد ہو جائے گا۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ جہاد ہی دین کی بقا اور دینداروں کی اپنی عبادات میں آزادی کا واحد راستہ ہے، جب جہاد کا یہ مقام ہے تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ وہ ارکان ایمان میں سے ایک رکن ہو، مسلمانوں کو چاہئے کہ جس قدر ہو سکے اپنے اندر جہاد کرنے کا حد درجہ حرص پیدا کریں۔“ (کتاب المنہاج فی شعب الایمان، ص: ۴۶۶، ج: ۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۴

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ
الرِّقَابِ ۖ (محمد: ۴)

پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر میدان جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑانا لازم ہے۔

یہ چند آیات تو بطور نمونہ ہیں، ورنہ وہ آیات جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو مُشرکین اور اسلام دشمنوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے بہت زیادہ ہیں۔

[آئیے! اب اس موضوع پر کچھ احادیث شریفہ اور آثار کو پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں۔]

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا یرکبوا الخوفا کا اقرار نہ کر لیں، پھر جب وہ لا یرکبوا الخوفا کا اقرار کر لیں گے تو ان کے جان و مال سوائے شرعی حق کے ہم سے محفوظ ہو جائیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ، [وہ امیر] نیک ہو یا فاسق، نماز تم پر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے، وہ نیک ہو یا فاسق، اگرچہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں:-

① جو شخص ﷺ کا اقرار کرے، اُس سے [ہاتھ اور زبان کو] روکنا کہ ہم نہ تو کسی گناہ کی وجہ سے اُسے کافر قرار دیں اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اُسے اسلام سے خارج سمجھیں۔

② جہاد جاری رہے گا جب سے اللہ (ﷻ) نے مجھے مبعوث کیا ہے، یہاں تک کہ میری اُمت کے آخری لوگ دِجَال سے لڑیں گے، کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل اس جہاد کو نہیں روک سکے گا۔

③ تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابنُ النُّخَاصِیَّةِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ میں رَسُوْلُ اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے میرے سامنے یہ شرطیں رکھیں کہ تم اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ (ﷻ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور رَسُوْل ہیں، پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے اور رمضان کے روزے رکھو گے، زکوٰۃ دو گے، بیت اللہ شریف کا حج کرو گے اور اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرو گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! ان میں سے دو چیزوں [یعنی زکوٰۃ اور جہاد] کی میں طاقت نہیں رکھتا، زکوٰۃ کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ میرے پاس چند اونٹ ہیں جو میرے گھر والوں کے دودھ اور سواری کے کام آتے ہیں اور جہاد کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ لوگ کہتے ہیں جو شخص جہاد میں میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا تو وہ اللہ (ﷻ) کے غضب کو دعوت دے گا، میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدانِ جنگ میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا دل گھبرا جائے [اور میں بھاگ کھڑا ہوں]۔ ابنُ النُّخَاصِیَّةِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ [یہ بات سن کر] رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اُسے ہلایا اور فرمایا: نہ صدقہ دو گے، نہ جہاد کرو گے تو جنت میں کیسے داخل ہو گے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! میں آپ سے [ان تمام چیزوں پر] بیعت کرتا ہوں، پس آپ ﷺ نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمالیا۔ (المسند رک)

فائدہ:

یہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے "السُّنَنِ الْکُبْرٰی" میں بھی ذکر فرمائی ہے۔

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رَسُولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یَا رَسُولَ اللہ! گھوڑے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور اسلحہ رکھ دیا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ اب لڑائی [جہاد] ختم ہو چکی ہے۔ [یہ سن کر] رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ [جو جہاد ختم ہونے کا گمان کر رہے ہیں] جھوٹے ہیں، جہاد تو ابھی شروع ہوا ہے اور میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرتی رہے گی اور اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اللہ (ﷻ) ان کی خاطر کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کرے گا تاکہ ان کے ذریعے ان [مجاہدین] کو روزی دے، [یعنی اُمت کے یہ مجاہد لوگ کافروں سے لڑیں گے تو کفار کے اموال ان کے ہاتھ آئیں گے]، یہ [مجاہدین] قیامت تک جہاد کرتے رہیں گے اور گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک ہمیشہ کیلئے خیر رکھ دی گئی ہے [اور] جہاد بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ یاجوج ماجوج نکل آئیں۔ (رواہ النسائی شوبہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو! مشرکوں کے ساتھ، اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ (ابوداؤد، نسائی، حاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

الْإِسْتِغْثَاءُ [یعنی اپنی زبانوں سے جہاد کرو] کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کی ایسی مذمت کرو اور انہیں ایسی سخت باتیں سناؤ جو انہیں بُری لگیں اور انہیں ان باتوں کے سننے سے تکلیف ہو۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پُتِی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر [مسلمان] میت کی نماز جنازہ ادا کرو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔

(ابن ماجہ، ابن عساکر)

حضرت عَلِیُّ الرَضِیُّ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پُتِی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کے آٹھ حصے ہیں:- اسلام قبول کرنا ایک حصہ ہے، نماز ایک حصہ ہے، زکوٰۃ ایک حصہ ہے، حج ایک حصہ ہے، جہاد ایک حصہ ہے، رَمَضان کے روزے ایک حصہ ہے، امر بالمعروف ایک حصہ ہے، نہی عن المنکر ایک حصہ ہے اور محروم ہو گیا وہ شخص جس کے پاس [ان حصوں میں سے] کوئی حصہ بھی نہ ہو۔ (ابو یعلیٰ)

فائدہ:

یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت حارث اشعرنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ (ﷻ) نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کا حکم دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع فرمایا، [لوگ جمع ہو گئے اور ان سے] مسجد بھر گئی اور کچھ لوگ [باہر] اُونچی جگہوں پر بیٹھ گئے، تب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ (ﷻ) نے پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ میں [خود] ان پر عمل کروں اور تمہیں بھی اس نے ان باتوں پر عمل کا حکم فرمایا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ صرف اللہ (ﷻ) کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، بے شک اس شخص کی مثال جو اللہ (ﷻ) کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس شخص کی مانند ہے، جس نے خالص اپنے مال یعنی سونے چاندی سے ایک غلام خریدا اور اُسے کہا: یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کاروبار ہے، پس تم یہ کاروبار کرو اور اس کا نفع مجھے لا کر دو، پس وہ غلام کام تو کرتا ہے مگر اس کا نفع اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو دے دیتا ہے، پس تم میں سے کون شخص یہ بات پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ [جس طرح تم اپنے غلام کے بارے میں یہ پسند نہیں کرتے، اسی طرح اللہ (ﷻ) اپنے بندوں کے بارے میں یہ پسند نہیں فرماتا کہ وہ اللہ (ﷻ) کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں] اور اللہ (ﷻ) نے تمہیں نماز کا حکم فرمایا ہے، پس جب تم نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر توجہ نہ کیا کرو، کیونکہ جب تک بندہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتا، اللہ (ﷻ) بھی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اللہ (ﷻ) نے تمہیں روزے کا حکم دیا ہے، بے شک روزے دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں مُشک کی تھیلی لے کر بیٹھا ہو، چنانچہ وہ خوشبو سب کو اچھی لگتی ہے اور بے شک روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ (ﷻ) کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ (ﷻ) نے تمہیں صدقہ کرنے

کا حکم دیا ہے، بے شک صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جسے دشمن قید کر لیں اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر اُسے قتل کرنے کیلئے لے جائیں، تب وہ کہے کہ میں اپنا تھوڑا زیادہ تمام مال تمہیں بطور فدیہ دیتا ہوں، پس وہ مال دے کر اپنی جان چھڑا لے [اسی طرح صدقہ دینے والا شخص صدقہ دے کر عذاب الہی اور آفات سے خود کو بچا لیتا ہے] اور اللہ (ﷻ) نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ (ﷻ) کا ذکر کیا کرو، بے شک اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑ رہا ہو اور وہ کسی مضبوط قلعے میں پناہ لے کر اپنی جان دشمن سے بچا لے، اسی طرح بندہ صرف اللہ (ﷻ) کے ذکر کی بدولت ہی شیطان سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں [یعنی اپنی اُمت کو] پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں، ان باتوں کا حکم مجھے اللہ (ﷻ) نے دیا ہے:- ❶ [امیر کے حکم کو] سنا، ❷ [امیر کی] اطاعت کرنا، ❸ جہاد کرنا، ❹ ہجرت کرنا، ❺ [مسلمانوں کی] جماعت کو لازم پکڑنا، بے شک جو شخص ایک بالشت کے برابر جماعت سے الگ ہوا، اُس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکال دیا مگر یہ کہ وہ دوبارہ جماعت میں لوٹ آئے۔“

(ترمذی وقال حدیث حسن صحیح، نسائی (مختصراً) وابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی، البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہے اور جب تمہیں [امیر کی طرف سے] نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم [جہاد میں] نکل پڑو۔ (مسلم)

فائدہ:

یہی حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

عبد المؤمن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے عتبہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب پوچھا:

إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ [اگر تم جہاد میں نہیں نکلو گے تو اللہ (ﷻ) تمہیں دردناک عذاب

دے گا۔ التوبہ: ۳۹]

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے عرب کے قبائل میں سے ایک

قبیلے کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا تو انہوں نے سستی کی، پس اللہ (ﷻ) نے ان پر بطور عذاب کے بارش بند کر دی۔ (ابوداؤد، حاکم)

مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں: یہ اور اس سے پچھلی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس مسلمان کو جہاد میں نکلنے کا حکم امیر کی طرف سے دے دیا جائے اُس پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے اُس وقت جہاد فرض کفایہ ہو۔

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں جہاد کا ذکر فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

امام بیہقی رَحِمَہُ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد [عام حالات میں] فرض کفایہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس پر آپ ﷺ نے فرض نماز کو فضیلت دی، کیونکہ نماز فرض عین ہے۔ مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد [ہمیشہ فرض کفایہ نہیں رہتا، بلکہ] کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا۔

ناکدہ:

[قرآن مجید میں اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا (التوبہ: ۴۱)

اس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ جہاد میں نکل پڑو ہلکے اور بوجھل۔ ہلکے اور بوجھل یا خفیف و ثقیل سے کیا مراد ہے؟ مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہ نے اسی کی وضاحت کیلئے آگے کئی آثار پیش فرمائے ہیں اور اس آیت سے بھی جہاد کی فرضیت کو ثابت فرمایا ہے۔]

ابو رashed الحمرانی رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، وہ حصص [نامی شہر میں] کسی صراف کے چھوٹے صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے — اور جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ (ﷻ) نے آپ کو معذور قرار دے دیا ہے، [پھر آپ اس بڑھاپے میں جہاد کی مشقت میں خود کو کیوں ڈال رہے ہیں؟] حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقوں کے راز کھولنے والی سورۃ [یعنی سورۃ توبہ] مجھے نہیں بیٹھنے دیتی۔ [اس سورۃ میں] اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

اَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا [یعنی جس حال میں بھی ہو جہاد میں نکلو۔] (تفسیر ابن جریر طبری)
 حضرت ابو صالح رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت ”اَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا“ کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ بوڑھے ہو یا جوان [ہر حال میں جہاد میں نکلو۔] (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بھی ”خِفَافًا وَثِقَالًا“ کی یہی تفسیر فرماتے ہیں [یعنی ”خِفَافًا“ سے مراد جوانی ”ثِقَالًا“ سے مراد بڑھاپا۔] (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: چُست ہو یا غیر چُست [یعنی طبیعت ہشاش بشاش اور دل جہاد میں نکلنے پر راضی ہو تب بھی نکلو اور اگر طبیعت ہشاش بشاش نہ ہو اور دل نہ چاہے، تب بھی جہاد میں نکلو۔] (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابو العوام رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سال جہاد کا ناعہ فرمایا، پھر آپ نے یہ آیت ”اَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا“ پڑھی تو فوراً جہاد میں نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس آیت میں مجھے تو کوئی چھوٹ نظر نہیں آتی۔

حضرت حکم رحمہ اللہ اس آیت ”اَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا“ کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ مشغول ہو یا فارغ [یعنی اگر دینی یا دنیوی، ذہنی یا جسمانی طور پر مصروف ہو تب بھی جہاد میں نکلو اور اگر فارغ ہو تب بھی نکلو۔] (مصنف ابن ابی شیبہ)

مشغول اور فارغ کا ایک معنی یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جس شخص کے پاس ایسی چیزیں [باغات، تجارت وغیرہ] ہوں جنہیں چھوڑ کر جانا اُسے ناگوار گزرتا ہو، ایسا شخص مشغول ہے اور جس کے پاس ایسی چیزیں نہ ہوں وہ غیر مشغول ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خَفِيفٌ [ہلکے] سے مراد بہادر اور ثَقِيلٌ [بھاری] سے مراد بزدل ہے، [یعنی تم بزدل ہو یا بہادر ہر حال میں جہاد کیلئے نکل پڑو۔] (تفسیر ابن جریر طبری)

تفسیر قرطبی میں حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت [اَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا] کا درست مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا ہے، خواہ جہاد میں نکلنا ان کیلئے آسان ہو یا مشکل۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی ایک آنکھ کام نہیں کر رہی تھی، ان سے کہا گیا کہ آپ تو بیمار ہیں، [پس اس مجبوری و معذوری کی وجہ سے گھر میں بیٹھ رہیں]۔ یہ سن کر فرمانے لگے: ”اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری سب کو نکلنے کا حکم دیا ہے، اگر میرے لئے میدان میں جا کر لڑنا ممکن نہ بھی ہوا تو میں مجاہدین کی تعداد بڑھاؤں گا اور ان کے سامان کی بھی حفاظت کروں گا۔“

اسی طرح روایت ہے کہ شام کے غزوات میں ایک شخص نے ایک ایسے بزرگ کو میدانِ جنگ میں لڑتے دیکھا جن کی پٹلیں بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر گری ہوئی تھیں، اس شخص نے کہا: چچا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے، [پھر آپ اس بڑھاپے میں کیوں اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں]۔ یہ سن کر وہ فرمانے لگے: اے بھتیجے! ہم خفیف [ہلکے] ہوں یا ثقیل [بھاری] ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمرو بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ نے غزوۃ اُحُد کے دن فرمایا: میں نابینا آدمی ہوں، آپ لوگ لشکر کا جھنڈا مجھے دے دیں، کیونکہ اگر علمبردار [جھنڈے والا] پیچھے ہٹ جائے تو پورا لشکر شکست کھا جاتا ہے، مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کون مجھ پر وار کرنا چاہتا ہے، چنانچہ میں اپنی جگہ پر ڈٹا رہوں گا [اور کسی حملے کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا]۔ [یہ تو ان کا جذبہ تھا مگر] اس دن جھنڈا برداری کی سعادت حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ، عطیہ بن ابی عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفہ کی لڑائی کے دنوں میں حضرت ابنِ اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ [شوقِ جہاد میں] اپنی لمبی زہرہ کو لشکر کی صفوں کے درمیان گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت ”انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا“ پڑھی تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے اور ہم بوڑھے ہوں یا جوان ہمیں نکلنے کا حکم دیا ہے، تم میرا سامانِ جہاد تیار کرو۔ [ان کے عزم اور تیاری کو دیکھ

کر] ان کے بیٹے کہنے لگے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جہاد فرمایا ہے، اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔ [مگر وہ خود نکلے] پھر انہوں نے سمندری لڑائی میں حصہ لیا اور دوران جہاد جہاز ہی پر انتقال فرمایا، ان کے رفقاء نے کوئی جزیرہ ڈھونڈنا شروع کیا تا کہ انہیں دفن کر سکیں، تو انہیں سات دن بعد اس میں کامیابی ملی، [ان سات دنوں میں] حضرت ابوطالبہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک میں کوئی تغیر نہ آیا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت امام فتحاک رحمہ اللہ آیت ”کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ“ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جہاد کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ گراں گزری، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر و ثواب، ان کی فضیلت، شہادت کے بعد ان کی زندگی اور ان کیلئے [خاص] روزی کا بیان فرمایا تو پھر [اللہ تعالیٰ] کے وعدوں پر یقین رکھنے والوں نے جہاد پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دی، پس انہوں نے جہاد کو اپنا محبوب بنالیا اور اس میں انہیں خوب رغبت ہو گئی، یہاں تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں جانے کیلئے سواری مانگتے تھے، مگر جب اللہ تعالیٰ کے رسول ان کے لئے سواری نہ پاتے تو وہ روتے ہوئے واپس لوٹتے تھے، اس غم میں کہ ان کے پاس جہاد کیلئے خرچہ نہیں ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم لوگوں پر تین سفر لازم کر دیئے گئے ہیں:- حج، عمرہ اور جہاد۔

حضرت گھول رحمہ اللہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر دس قسمیں کھاتے اور فرماتے کہ جہاد تم پر فرض ہے پھر فرماتے کہ اگر تم چاہو تو میں مزید قسمیں بھی کھا سکتا ہوں۔

(مُصَنَّف عبد الرزاق)



فرض عین، فرض کفایہ

[اس فصل میں مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جہاد کب تک فرض کفایہ رہتا ہے اور کب فرض عین ہو جاتا ہے، اسی ضمن میں مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کفایہ اور فرض عین کا معنی بھی بیان فرمایا ہے اور جہاد کے حکم کے بارے میں مختلف فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال کو بھی جمع فرمادیا ہے۔

آئیے! اب ان اقوال اور مسائل کو ترتیب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ غور کرتے ہیں کہ ان اقوال و مسائل کی روشنی میں ہمارے زمانے میں جہاد کا کیا حکم ہے؟]

① تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے ملکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔ (الہدایہ، اعلاء السنن)

② حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور علاءہ ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ [جیسے حضرات تابعین] کے نزدیک جہاد ہر حال میں فرض عین ہے۔ [کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے، چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرض عین ہے، اسی لئے جہاد بھی فرض عین ہے۔ یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر یہ اور اس طرح کے اور کئی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرض عین ہونے پر پیش فرماتے ہیں۔]

③ فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کیلئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں رہتا، لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گنہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گنہگار ہوں گے، معذور بھی اور غیر معذور بھی۔

[حضرات حنفیہ رحمہ اللہ کے ہاں بھی یہی تفصیل ہے۔] (الہدایہ، اعلاء السنن)

۴۷ فرض کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے، مسلمانوں کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزاریں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو، البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے:-

مسلمانوں کی کمزوری، دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ [یعنی ان ضروریات اور اعذار کی وجہ سے فرض کفایہ جہاد کو مؤخر کیا جاسکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیاری کر سکیں، لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو پھر مؤخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا]، لیکن اگر تاخیر کیلئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا ناغہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اس بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الام، ص: ۱۶۸، ج: ۴)

۴۸ امام الحرمین رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۸ھ) ارشاد فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اُصولیین کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک قہری دعوت ہے [یعنی جہاد ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کا رفرما ہوتی ہے]، اس لئے جس قدر ممکن ہو اسے اداء کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں صرف مسلمان باقی رہیں اور ذمّی [یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں]۔ چنانچہ [فرض کفایہ کی ادائیگی کیلئے] سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، حضرات فقہاء کرام رحمہ اللہ نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور سے ہر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جاسکے۔ (روضۃ الطالبین، ص: ۲۰۹، ج: ۱)

۴۹ حنابلہ رحمہ اللہ میں سے صاحب المُنْفَعِی رحمہ اللہ [عَلَامَہ ابن قُدَامَہ رحمہ اللہ] فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا [یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا] فرض ہے اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا، کیونکہ جہاد

فرض کفایہ ہے [تو جب تک کفایت نہ ہو، اس کی فرضیت باقی رہے گی]، اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی، اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی، ص: ۳۳۸، ج: ۸)

② امام قرطبی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنان اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے، امام یا خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتمد کو بھیجے گا، پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنان اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور [دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں] ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک [ان سے لڑیں گے] کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں۔ (الجامع لاحکام القرآن، ص: ۱۵۲، ج: ۸)

③ جہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کر سکے، لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سردرد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو۔ یہ امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی [فقہ] کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، ص: ۳۳۷، ۳۳۸، ج: ۸)

[حضرات حنفیہ رحمہم کا بھی یہی مسلک ہے۔ (اعلاء السنن)]

④ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ [فرض کفایہ] جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے، ماں باپ کی غیر موجودگی میں دادا، دادی کا بھی یہی حکم ہے، بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی دادا، دادی سے اجازت ضروری ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، ص: ۳۵۸، ج: ۸)

⑤ [جہاد اگر فرض کفایہ ہو تو] اس آدمی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو؟ اس بارے میں فقہاء کرام رحمہم کے مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو بکر ابن المنذر رحمہ اللہ نے ”کتاب الأشراف“ میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے تو ایسے مقروض شخص کو جہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ نہ ہو۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رخصت دی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ مقروض آدمی کیلئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے، خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام، ص: ۱۶۳، ج: ۳)

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد جہاد میں نکلے تھے، حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

حضور اکرم ﷺ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدمی کیلئے جہاد منع نہیں ہے، بشرطیکہ اس نے ایسا ترکہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور انہوں نے ابن المنذر رحمہ اللہ کی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ بن خزام رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے دلیل پکڑی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، ص: ۲۶۰، ج: ۸) واللہ اعلم۔

امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اُسے جہاد سے نہیں روکا جائے گا، کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر مقروض تنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرض کی ادائیگی کیلئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجودہ مال میں سے قرض اداء کر سکے، تو ایسے مقروض کو جہاد میں نکلنے کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کیلئے نکلنا جائز نہیں ہوگا اور اگر قرض کی ادائیگی کیلئے کوئی وقت مقرر ہے تو پھر [اس وقت سے پہلے] مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا، یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (روضۃ الطالبین، ص: ۲۱۰، ج: ۱۰)

[حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کے ہاں جب جہاد فرض عین ہو تو مقروض کو قرض خواہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، بلا اجازت جاسکتا ہے۔

لیکن اگر جہاد فرض کفایہ ہو اور مقروض جہاد کا ارادہ کر لے اور قرض خواہ غائب ہو، تو پھر دو صورتیں ہیں:- ① اگر مقروض کے پاس قرض کی ادائیگی کی گنجائش ہے تو وصیت کر لے اور جہاد پر چلا جائے۔ ② قرض کی ادائیگی کی گنجائش نہ ہو تو بہتر ہے کہ ادائیگی کا کوئی ذریعہ تلاش

کر لے اور اگر اس صورت میں بغیر اجازت کے چلا گیا تو مکروہ ہے۔

اگر قرض خواہ نے اجازت دی لیکن قرضہ مُعَاف نہ کیا تو جہاد میں جانا درست ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ ڈھونڈ لے۔

اگر قرض کی ادائیگی کی کوئی مدت مُقَرَّر ہے اور ابھی باقی ہے اور مقروض مجاہد مدت سے پہلے لوٹنے کی تَوَقُّع رکھتا ہے تو پھر بھی قرض خواہ کی اجازت کے بغیر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (الفتاویٰ الہندیہ، ص: ۲۱۱، ج: ۲)

جہاد اگر فرض عین ہو جائے

❶ مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سارے مسائل اس وقت کے ہیں جب جہاد فرض رکفایہ ہو۔ لیکن اگر کافر ہمارے کسی شہر [یا علاقے] میں داخل ہو جائیں، یا اُس پر چڑھائی کر دیں، یا شہر کے دروازے کے باہر آ کر حملے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں اور اُن کی تعداد اُس علاقے کے مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی، بشرطیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو، یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو لڑائی کیلئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اُس شخص پر تنہا لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ مارا جائے گا، یہ مسئلہ ہر مسلمان کیلئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار، اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور [بچ کر] گرفتار بھی، تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیئے تو [غلیظ] ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے، اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے، کیونکہ جان بچانے کیلئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

[حضراتِ کُفَّیۃؒ کا مسلک فتاویٰ عالمگیری میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ:

عام مشائخ کے مسلک کے مطابق جہاد ہر حال میں فرض ہے، ہاں! نفیر عام سے قبل فرض کفایہ ہے اور نفیر عام کے بعد فرض عین۔ نفیر عام کا مطلب یہ ہے کہ کسی شہر والوں کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ دشمن تمہاری جان و اولاد اور تمہارے مال پر چڑھ دوڑا ہے، لہذا اس اطلاع سے ہر اُس شخص پر جہاد فرض عین ہو جائے گا جو جہاد کی قدرت رکھے، (یعنی دفاع فرض عین ہوگا) اور اگر اُس شہر والے دشمن کے مقابلے سے عاجز آگئے یا انہوں نے جہاد میں سستی دکھائی تو ساتھ والوں پر جہاد فرض عین ہو جائے گا اور اسی ترتیب سے فرض عین ہوتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا۔ (الفتاویٰ الہند، ص: ۲۱۱، ج: ۲) [عَلَّامَہ اَوْدَعِیؒ] [اَلْمَوَدَّعِیؒ] اپنی کتاب ”غُنْیَةُ الْمُحْتَاجِ“ میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر ابھی یا آئندہ بے حیائی کا ارتکاب کر سکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے، بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر [اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کیلئے جان کی قربانی دینی چاہئے] اور اگر جس علاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مقابلے پر نکل چکے ہوں جو مقابلے کیلئے کافی ہوں، تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مسافتِ سفر [یعنی اڑتالیس میل (۷۸ کلومیٹر) کی مسافت] پر ہوں، تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا جیسا کہ اس علاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔ عَلَّامَہ مَآوَدِیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے، اقدامی نہیں رہا، اس وجہ سے یہ ہر اُس شخص پر فرض ہوگا جو اس کی طاقت رکھتا ہو، [تاکہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دفاع کیا جاسکے جو کہ فرض ہے] اور جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے، مسافتِ سفر [اڑتالیس میل (۷۸ کلومیٹر)] کی دُوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اُس شہر کی طرف جہاد کیلئے روانہ ہو، اگرچہ وہ خود اس شہر

یا اس کے آس پاس کا رہنے والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کیلئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیت تو ساقط ہو جائے گی، لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجرِ عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافتِ سفر کے اندر رہنے والوں پر سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی، اگرچہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدانِ جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہوگا۔

۱۲ وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے، مسافتِ سفر [اڑتا لیس میل (۸ کلومیٹر)] سے زیادہ دور رہتے ہوں، تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مسافتِ سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہادُ الْأَقْرَبُ فالْأَقْرَبُ کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے، اس میں کسی مسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے، بلکہ قریب والوں پر، پھر ان کے بعد والوں پر، پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ یہ خبر آ جائے کہ کافروں کو شکست ہو گئی ہے اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ [حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (عالمگیری)]

۱۳ جو شخص لڑائی والے شہر سے مسافتِ سفر کے اندر ہوگا اس پر جہاد کی فرضیت کیلئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے، البتہ اگر مسافتِ سفر سے دُور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے، البتہ توشے کا ہونا جہاد کی فرضیت کیلئے شرط ہے، کوئی قریب ہو یا دُور۔

۱۴ اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور بیابانوں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ اِمَامُ الْحَرَمِیْنِ رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ دارُالاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا، [اس لئے

ان کو نکالنے کیلئے جہاد فرض عین ہوگا، لیکن خود امام الحرمین رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آبادی نہیں ہے، ان کیلئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین رحمہ اللہ کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دارالاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں؟ (روضۃ الطالبین، ص: ۲۱۶، ج: ۱۰) واللہ اعلم۔

۱۵ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آچکے ہوں، تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کیلئے باہر نکلیں [اور لڑتے رہیں] یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو جائے اور مرکز اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل و خوار ہو جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ص: ۱۵۱، ج: ۸)

یہی مطلب ہے علامہ بغوی رحمہ اللہ کے اس قول کا کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرض کفایہ رہتا ہے، [بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں]۔ (شرح السنہ، ص: ۳۷۴، ج: ۱۰)

یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

[مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:] اس باب کی مناسبت سے یہ چند مسائل میں نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں، ان مسائل کی تفصیلات کی اصل جگہ فقہ کی کتابیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

دعوت

[آپ نے جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے، یہی وہ بحث ہے جسے آڑ بنا کر آج بہت سے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں الجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، حالانکہ آپ نے خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے آسٹن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے! کہ کیا آج

مسلمان اُمن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ و پکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور عُقوبت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز اُمن میں نہیں ہیں، بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو سفاک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اُس وقت فرضِ کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے اندر ہوں، مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سریائی درندے ہوں یا اسرائیلی، ایتھوپیا کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دو بھر کر رکھا ہے، تو کیا اب بھی جہاد فرضِ کفایہ ہے؟ امریکی راکٹ اسلامی امارت پر گر رہے ہیں، برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدودِ حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے، کیا ان حالات میں بھی جہاد فرضِ کفایہ ہی رہے گا؟ اگر جہاد اب بھی فرضِ کفایہ ہے تو پھر فرضِ عین کب ہوگا؟ کیا اُس وقت جب اُمت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا؟ کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی خیر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ منورہ میں جشن منا رہے ہوں گے؟ کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریسٹورانوں میں پکا کر کھایا جائے گا؟ شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا، ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے، ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا، ہمارے بچوں کے سروں سے فٹ بال تک کھیلی جا چکی ہے، شعائرِ اسلام کو دنیا میں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے، چلے! تھوڑی دیر کیلئے آنکھیں بند کر کے اور دل تھام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے، تو ذرا بتائیے! کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے؟ فرضِ کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر کافروں کے ملک پر حملہ کریں، یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہو رہا ہے؟ فرضِ کفایہ میں تو

مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں، مگر آج خود ہم پر حملے کئے جا رہے ہیں، فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مسلح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، مگر آج تو ہمارے ملکوں میں ہماری نسلوں کو مرتد بنایا جا رہا ہے، فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو اسلام کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر امن سے رہو، مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی، معلوم ہوا کہ فرض کفایہ بھی اداء نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آج پوری اُمت ذلت و پستی کا شکار ہے اور کافروں میں اسے نوج نوج کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو! اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ، بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان موقوف ہے۔ تم اسے فرض عین سمجھو یا فرض کفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے، وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اُتر آئے ہیں، کل تک مسلمانوں کے پاس مرکزیت کا فقدان تھا مگر الحمد للہ آج افغانستان میں اسلامی امارت قائم ہو چکی ہے۔ لے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے، تمہاری غیرت کس طرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن علاقوں کو تمہارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا، وہ اب پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں، فضول لفظی بحثیں چھوڑو! زمین پر دیکھو! کُفر تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو! رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اُتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔

۱۔ افسوس کہ امریکہ اور اتحادی افواج نے افغانستان پر حملہ کر کے امارت اسلامیہ کو ختم کر دیا ہے، مگر امارت اسلامیہ کے مجاہدین گذشتہ آٹھ سالوں سے قابض افواج کے خلاف کامیاب جہاد کر رہے ہیں۔

فصل

اُن لوگوں کیلئے بعض عیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں اُس سے پہلوتی کریں یا بغیر جہاد کے مرجائیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں پسند کرتے ہو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَبِصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

(التوبہ: ۲۴)

اس آیت شریفہ میں ان لوگوں کیلئے کافی تنبیہ، ملامت اور دعوتِ خوف ہے، جو بے رغبتی یا اہل و مال میں گمن ہونے کی وجہ سے جہاد چھوڑ دیتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو گئے وہ لوگ جنہیں اپنے ماں باپ کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوچ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

إِنَّا قُلْنَا لِلْأَرْضِ أَنْزِلِي أَرْضِيَّتُمْ
بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَّاعٌ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝
إِلَّا تَتَذَكَّرُوا يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝
يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ
شَيْعًا ۝ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(التوبہ: ۳۸، ۳۹)

کرو تو زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم
آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش
ہو گئے ہو دنیا کی زندگی کا فائدہ تو
آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم
ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں
دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور تم
تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کرے گا اور تم
اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جہاد چھوڑنے پر سخت وعید اور جہاد سے
پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب کا بیان ہے، ”إِنَّا قُلْنَا لِلْأَرْضِ“ کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ
زمین پر زندگی کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے میں لگن ہو کر جہاد چھوڑ دیتے ہو، یا اس کا
مطلب یہ ہے کہ تمہیں زمین پر زندہ رہنے کا شوق جہاد سے دور رکھتا ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ جہاد سے ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اُسے چھوڑ دینا ہر مسلمان کے لئے حرام ہے،
اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا امیر کچھ خاص لوگوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دے
دے تو اطاعتِ امیر کی بنا پر ان لوگوں کے ذمے جہاد فرض عین ہو جائے گا، اگرچہ عمومی حالات
کے اعتبار سے وہ فرض نہ ہوا ہو، چنانچہ [اسی آیت کریمہ کے حکم کے مطابق] ان لوگوں کے
لئے ساقل یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[اللہ تعالیٰ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے منافقوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد

فرماتے ہیں:]

۳

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ | جو رِزْوَالُ اللہ کے تشریف لے جانے کے

رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ
جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝
فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا
كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝
فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ
فَأَسْتَأْذِنُواكَ لِمَخْرُوجٍ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا
مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا
إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَأَقْعُدُوا مَعَ الْخُلَفَاءِ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلَى
أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى
قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ۝

(التوبة: ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴)

بعد پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ رہنے
پر خوش ہوتے ہیں اور انہوں نے اس
بات کو ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور جانوں
سے اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کریں اور کہا
گرمی میں مت نکلو کہہ دو کہ جہنم کی آگ
کہیں زیادہ گرم ہے کاش یہ سمجھ سکتے۔ سو
وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں ان اعمال
کے بدلے جو کرتے رہے ہیں۔ سو اگر
تجھے اللہ ﷻ ان میں سے کسی فرقہ کی
طرف پھیر لے جائے پھر تجھ سے نکلنے کی
اجازت چاہیں تو کہہ دو کہ تم میرے ساتھ
کبھی بھی ہرگز نہ نکلو گے اور میرے ساتھ
ہو کر کسی دشمن سے نہ لڑو گے تمہیں پہلی
مرتبہ بیٹھنا پسند آیا سو پیچھے رہنے والوں
کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اور ان میں سے جو
مر جائے کسی پر کبھی نماز نہ پڑھ اور نہ اس
کی قبر پر کھڑا ہو بے شک انہوں نے
اللہ ﷻ اور اس کے رسول سے کفر کیا
اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

اے مسلمانو! اللہ ﷻ تم پر رحم کرے، ان آیات مبارکہ میں غور کرو کہ جہاد سے پیچھے رہ
جانے والوں اور اس میں جان و مال خرچ نہ کرنے والوں کیلئے کتنی سخت وعید، کتنی بڑی رسوائی
اور کتنا دردناک وبال ہے، یہ آیات اگرچہ کچھ خاص [مُنافق] لوگوں کے بارے میں نازل
ہوئی ہیں، لیکن ان میں ان تمام افراد کے لئے سخت تنبیہ اور وعید ہے جو ان مُنافقوں جیسے کام

کریں گے اور منافقوں کی طرح فرض جہاد سے پیچھے رہ جائیں گے، بس اسی سے اندازہ لگا لو کہ جہاد کا چھوڑنا کتنا بڑا کام ہے [کہ مسلمان کو منافقوں کی صف میں شامل کر دیتا ہے] اور اس پر کتنی سخت وعید ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم خرید و فروخت میں مشغول ہو جاؤ گے اور گائے کی دُم پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی سے دل لگا لو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللّٰہ (ﷻ) تم پر ذلت کو مسلط فرما دے گا اور اس وقت تک تم سے اس ذلت کو نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں لوٹ آؤ گے۔ (ابوداؤد)

مُصَنَّفٌ رَّحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب جہاد کو چھوڑ کر کھیتی باڑی اور اس طرح کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے تو ذلت اور پستی ان کا مُقَدَّر بن جائے گی اور وہ اس ذلت سے اسی وقت چھٹکارا پاسکیں گے جب کافروں سے جہاد کریں گے، ان سے نفرت اور سختی کا برتاؤ کریں گے، دین کو نافذ کریں گے، اسلام اور مسلمانوں کی نُصرت کریں گے اور اللّٰہ (ﷻ) کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر اور کافروں کو مغلوب کرنے کیلئے محنت کریں گے، [یاد رکھئے!] یہ سب کچھ ان کے ذمے [اللّٰہ (ﷻ) کی طرف سے] لازم ہے۔

اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ ”حَتّٰی تَزْجَعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ“ [یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ]، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دُنیا داری میں پڑ کر جہاد کو چھوڑ دینا دین اسلام کو چھوڑنا اور اس سے الگ ہونا ہے۔ اسی سے اندازہ لگائیے کہ ترک جہاد کتنا بڑا اور کھلا گناہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک بار جہاد کیا، اس نے اللّٰہ (ﷻ) کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا۔ (کہف: ۲۹)

[ترجمہ: پھر جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے بے شک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے پوچھا: یا رَسُولَ اللّٰہ! آپ سے یہ حدیث سننے

کے بعد اب کون جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جہاد چھوڑے گا جس پر اللہ (ﷻ) کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا اور اللہ (ﷻ) نے اس کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہوگا، یہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو جہاد کو نہیں مانتے ہوں گے، میرے رب نے یہ عہد کر رکھا ہے اور اس عہد کو وہ نہیں توڑے گا کہ ان منکرین جہاد میں سے جو بھی اس سے ملے گا وہ اُسے ایسا عذاب دے گا جو جہان والوں میں سے کسی اور کو نہیں دے گا۔ یہ حدیث ابنِ عساکر نے روایت کی ہے [اور یہ حدیث بہت ضعیف ہے]۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ایک سال بعد لوگوں کو خطبہ دیا، اس وقت آپ کا گلارونے کی وجہ سے رندا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے پچھلے سال اسی مہینے میں اسی منبر پر رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: جو قوم بھی جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، اللہ (ﷻ) اُسے ذلیل کر دیتا ہے اور جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہے، اللہ (ﷻ) اس پر عمومی عذاب مُسلط فرما دیتا ہے۔ (شفاء الصدور) [یہ حدیث بھی ضعیف ہے]۔

اسی روایت کو طبرانی نے اچھی سند کے ساتھ مختصر روایت کیا ہے، اس میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ (ﷻ) اس پر عمومی عذاب کو مُسلط فرما دیتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کی، تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان فرمائی، جس میں یہ الفاظ بھی تھے:

”جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں، اللہ (ﷻ) اُن پر فقر [یعنی دوسروں کی محتاجی] کو مُسلط فرما دیتے ہیں۔“

اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ جہاد نہیں کرتے مگر پھر بھی وہ اغنیاء ہیں [یعنی کسی کے محتاج نہیں ہیں]۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے، اصل غنی تو وہ ہے جس کا دل غنی ہو، جیسا کہ حدیث صحیح میں

آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے پرواہی (اور وسعت) زیادہ مال و اسباب کی بدولت نہیں ہے، بلکہ اصل بے پرواہی تو دل کی بے پرواہی ہے [کہ دل میں محتاجی اور لالچ نہ ہو]۔“

آج ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ جہاد چھوڑ کر اور مالِ غنیمت سے محروم ہو کر وہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محتاجی، حرص اور بخل کے امراض ڈال دیئے ہیں، چنانچہ وہ اپنے مال کے واجب حقوق [زکوٰۃ وغیرہ تک] اداء نہیں کرتے، بلکہ مختلف طریقوں سے حرام کھاتے ہیں، جیسا کہ ناجائز ٹیکس [رشوت] وغیرہ اور دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ مال بھی ان کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور حرص و لالچ نے انہیں ذلیل و رُسا کر رکھا ہے، اگر تم ان کے حالات پر غور کرو تو ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ طرح طرح کی ذلتوں کا شکار ہیں اور وہ زیادہ پانے کی لالچ اور نقصان سے بچنے کیلئے معلوم نہیں کس کس کے سامنے جھکتے ہیں اور کس کس کی بندگی کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ غنی ہوتے تو انہیں کسی کے آگے جھکنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ یہ لوگ ظاہری طور پر اگرچہ مالدار نظر آتے ہیں، مگر حقیقت میں یہ فقیر اور محتاج ہیں، ظاہری طور پر یہ لوگ مُعزّز ہیں، مگر ذلت ان کے دل و دماغ پر مُسلّط ہو چکی ہے، جبکہ وہ شخص جو اپنی روزی تلوار [مالِ غنیمت] کے ذریعے حاصل کرتا ہے، اُسے اس طرح کی ذلت یا پریشانیوں کا بالکل سامنا نہیں ہوتا، کیونکہ اُسے جو کچھ ملتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا [اسی لئے وہ ہر کسی سے آزاد رہتا ہے] اور پھر چونکہ مالِ غنیمت بغیر شُبہ کے خالص حلال مال ہے اس لئے اُسے استعمال کرنے سے دل میں نُور پیدا ہوتا ہے اور لالچ، حرص، بخل وغیرہ جیسے اندھیرے خود بخود مٹ جاتے ہیں، چنانچہ مجاہد اگرچہ ظاہری طور پر غریب و فقیر نظر آتا ہے مگر اس کا دل غنی ہوتا ہے، اس کے اوپر اگرچہ مسکینی کی چھاپ نظر آتی ہے، لیکن اس کا دل عزت و عظمت کا ڈھنی ہوتا ہے۔

یہ تو مجاہد کا حال ہوا، لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو مُشبّہ طریقوں سے مال کماتے ہیں اور اپنی لالچی طبیعت کی وجہ سے مخلوق کے محتاج ہوتے ہیں، وہ ظاہری طور پر مُعزّز نظر آتے، ہیں مگر

طرح طرح کی ذلتیں ان کے دلوں پر پراجمان ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیگا تو اللہ (ﷻ) اُسے ذلیل کر دے گا اور مصیبتیں اُس پر چڑھ دوڑیں گی اور پستی اُس پر چھا جائے گی اور وہ مشقت کی تکلیف میں ڈالا جائے گا اور اپنا حق لینے [یعنی انصاف] سے محروم کر دیا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد ہمیشہ بیٹھا [پسندیدہ] اور تروتازہ رہے گا، جب تک آسمان سے بارش برسی رہے گی اور لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا، جب ان میں سے کچھ قرآن پڑھنے والے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے، پس جو شخص اس زمانے کو پائے [تو یاد رکھے کہ] وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب جہاد کا زمانہ نہیں رہا؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ لوگ یہ بات کہیں گے جن پر اللہ (ﷻ) کی بھی لعنت ہوگی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی۔ (شفاء الصدور)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک گناہگار آدمی کے گناہ اُسے جہاد سے اسی طرح روکے رکھتے ہیں جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو۔ (شفاء الصدور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق ابھرا، تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مبرا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (خود بھی) جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی، تو اللہ (ﷻ) قیامت سے پہلے اُسے کسی مصیبت

میں مُبتلا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

مُتَحَوِّلٌ (موقوفاً) روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر [یعنی خاندان] میں سے کوئی بھی جہاد میں نہ نکلے اور نہ وہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کریں اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں، تو اللہ (تعالیٰ) مرنے سے پہلے ان کو کسی سخت مصیبت میں مُبتلا فرمادیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

فائدہ:

عَلَّامہ قُرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر سارے لوگ جہاد سے عمومی طور پر غفلت کر رہے ہوں تو اس وقت [ان وعیدوں سے بچنے کیلئے اور جہاد کے فریضے کو اداء کرنے کیلئے اکیلا آدمی کیا کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُس اکیلے آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی ایک مسلمان قیدی کا فدیہ دیکر اُسے کافروں سے چھڑالے، اس طرح اُس نے اُس سے زیادہ کام کیا جتنا وہ اور لوگوں کے ساتھ مل کر کر سکتا تھا، کیونکہ اگر کئی لوگ مل کر اُس قیدی کو چھڑاتے تو سب کے ذمے تھوڑا تھوڑا مال آتا، مگر اب اس شخص نے اکیلے وہ سارا مال اداء کیا [اور خوب اجر کمایا]، اسی طرح اُسے چاہئے کہ اگر ممکن ہو تو اکیلا نکل کر لڑے، یا پھر کسی مجاہد کو سامانِ جہاد اور خرچہ وغیرہ فراہم کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن)



فصل

اے مسلمان! تجھے کس چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟

اے جہاد کے فریضے کو چھوڑنے والے! اے توفیق اور حق کے راستوں سے ہٹنے والے! تو کن محرومیوں میں جاگرا ہے اور کس قدر حق سے دور جا پڑا ہے، کاش! تو بھی بہادروں کے ساتھ معرکوں میں حصہ لیتا، تو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و مال لٹاتا، مگر تجھے اس سعادت سے روک رکھا ہے یا تو لمبی اُمیدوں نے..... یا موت کے خوف نے..... یا تجھ پر اپنے محبوب مال اور خاندان کی جدائی شاق ہے..... یا تیرے لئے اپنے بیٹوں، خادموں اور اہل خاندان کے جھرمٹ سے نکلنا مشکل ہے۔ اے جہاد سے محروم رہنے والے! یا تو تیری محرومی کا سبب تیرا کوئی پیارا بھائی یا محبوب دوست ہے..... یا پھر تو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے میں ایسا لگ گیا ہے کہ جہاد تجھے یاد ہی نہیں رہا..... یا تو اپنی خوبصورت اور باوقار بیوی کی وجہ سے رُکا ہوا ہے..... یا تیری عزت اور تیرا منصب تیرے پاؤں کی بیڑی بنا ہوا ہے..... یا تو اپنی خوبصورت کوٹھی اور سائے دار باغات میں مست ہو چکا ہے..... یا پھر شاہانہ لباس اور لذیذ کھانے تجھے جہاد میں نہیں نکلنے دیتے، ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ ایسا نہیں جو تجھے تیرے رب سے دور کر دے اور اگر ان چیزوں نے تجھے تیرے رب سے دُور کر رکھا ہے تو یہ تیرے لئے اچھی بات نہیں ہے۔ کیا تو نے اپنے رب کا یہ فرمان نہیں سنا؟

①

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گُوج کرو تو زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دُنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو دُنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَثَأَقِلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاءُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ (توبہ: ۳۸)

تنبیہ: غور سے سنو! ان ناقابل تردید دلائل کو، جو میں تمہیں بتا رہا ہوں اور غور کرو! ان واضح دلیلوں پر جو میں تمہیں سنارہا ہوں، تب تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تمہیں جہاد سے روکنے والی سوائے تمہاری محرومی اور بد نصیبی کے اور کوئی چیز نہیں ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے کا سبب نفس اور شیطان کے ہوا اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تو جہاد سے اس لئے دور ہے کہ تو نے لمبی لمبی اُمیدیں باندھ رکھی ہیں اور اچانک موت سے ڈرتا ہے، تو تو ایسی چیز سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے تو کبھی نہیں بچ سکتا اور تو ایسے راستے [یعنی موت] سے ڈر رہا ہے جس پر تو نے ایک دن چلنا ہی ہے۔ اللہ کی قسم! میدانوں میں آگے بڑھ کر لڑنے سے عمر کم نہیں ہوتی اور نہ جہاد چھوڑنے سے عمر بڑھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَبِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ • (الاعراف: ۳۴)

اور ہر ایک گروہ کے لیے ایک ميعاد مُعَيَّن ہے پھر جب وہ ميعاد ختم ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

۳

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ • (النافاتون: ۱۱)

اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ہرگز مُہلت نہیں دیگا جب اس کی اُجل آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

۴

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ • (العنکبوت: ۵۷)

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے۔

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! یاد رکھ، موت کی ایک خاص سختی ہوتی ہے اور رُوح نکلنے کا وقت بہت سخت ہے، لیکن تم اُسے ابھی نہیں سمجھتے اور قبر میں عذاب بھی ہوتا ہے اور اس عذاب سے صرف نیک لوگ محفوظ رہتے ہیں، قبر میں دو سخت فرشتے سوال بھی کریں گے [تب کیا ہوگا؟] اے قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:

۵

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ
 زندگی میں سچی بات پر ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔
 (ابراہیم: ۲۷)

پھر اس خوفناک منظر کے بعد خوش قسمت لوگ ہمیشہ کی نعمتوں اور بدنصیب لوگ سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے، مگر شہید کے لئے امن ہی امن ہے اور اُسے مذکورہ بالا خطرناک حالات میں سے کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔
 حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل کے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا چونٹی بھرنے کا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اے مسلمان بھائی! اب کوئی چیز ہے جو تجھے اس سعادت کو حاصل کرنے سے روک رہی ہے؟ جسے پانے کے بعد تو عذابِ قبر سے بھی بچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی کامیاب ہو کر بہترین ٹھکانا پائے گا اور قبر کے سوال سے بھی محفوظ رہے گا اور اس کے بعد کی شدت اور ہولناکیوں سے بھی تیری حفاظت رہے گی، کیونکہ شہداء تو زندہ ہوتے ہیں، اپنے رب کی طرف سے ملنے والی روزی کھاتے پیتے ہیں، نہ انہیں کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ غم، وہ تو ان نعمتوں پر خوشیاں مناتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں، ان کی رُوئیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں سے کھاتے پیتے ہیں۔ دیکھو! کتنا بڑا فرق ہے شہادت کی عزت والی موت اور بستر کی دردناک موت کے درمیان.....

اگر تم یہ کہتے ہو کہ میرا خاندان اور میرا مال، میرے بچے اور میرے عیال مجھے جہاد سے روک رہے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ واضح فرمان سن لو:

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا ذُلْفَىٰ - (سبا: ۳۷)
 اور تمہارے مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کر دے۔

اور یہ فرمان بھی تمہارے سامنے رہنا چاہئے:

ذُئِنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِن
 لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا

ہوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرَ الْمُقَنْطَرَةَ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلَ الْمُسَوَّمَةَ وَالْأَنْعَامَ وَالْخَزَائِنَ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۳﴾ (آل عمران: ۱۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۸

جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے۔ جیسے بارش کی حالت کہ اسکی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو اسے زرد شدہ دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اسکی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے۔

اعْلَمُوا اَنَّهَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا نَعِبٌ وَلَهُمْ وَّرِيْنَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَنْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِىْهُ فَتَرٰهُ مُضْفَرًا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَّفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعٌ الْغٰوِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ (الحمدید: ۲۰)

حدیث شریف میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ (ترمذی)

اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جنت کی تم میں سے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح و شام کا لگانا، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، سے بہتر ہے اور جنت کی عورت کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

[اے جہاد چھوڑنے والے!] کیا تجھے اس عظیم الشان بادشاہت [جو تجھے جنت میں ملے گی،] سے وہی رشتے دار روک رہے ہیں جو کچھ عرصہ بعد مرجائیں گے..... یا آپس کے

اختلافات میں پڑ کر جدا جدا ہو جائیں گے..... یا انہیں زمانے کے مصائب بکھیر دیں گے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھ! کہ جب تو ان رشتے داروں کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا تو وہ تیرے مخالف ہو جاتے ہیں اور جب تیرے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ تجھے چھوڑ دیتے ہیں اور حالات کے تھپڑے ان کے دل سے تیری محبت کو نکال دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسروں کی طرح تیرے رشتے دار بھی قیامت کے دن تجھ سے بھاگتے پھر رہے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوگی کہ وہ اپنے سارے گناہ اور بوجھ تیرے سر ڈال کر خود نجات پا جائے، [تو کیا یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تو نے ان رشتے داروں کی خاطر جہاد چھوڑ کر محرومی کو گلے لگا رکھا ہے؟]

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مال کی محبت تجھے آڑے آرہی ہے جس کے ہوتے ہوئے سب تیرے ہوتے ہیں اور اگر وہ تیرے پاس نہ ہو تو بہت سے اپنے بھی جدا ہو جاتے ہیں؟ ہاں! وہی مال جس کے بارے میں تجھ سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ یہ کہاں سے کمایا تھا؟ اور کہاں خرچ کیا تھا؟ وہی قیامت کا دن جس میں خوف کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، اس دن مجرموں کی شناخت ہو جائے گی اور انہیں چوٹی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔ ہاں! وہی قیامت کا دن جس میں مالدار لوگوں سے ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا، جبکہ فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو کر مزے اڑائیں گے، مگر اے مالدار! اس دن تو اپنے مال کی وجہ سے روک لیا جائے گا اور تیرے لئے خطرہ ہوگا کہ کہیں تو جہنم کے داروغے ”مالک“ کے حوالے نہ کر دیا جائے۔

اے مسلمان! کیا تو اس مال کی جدائی گوارا نہیں کرتا جو اگر تیرے پاس تھوڑا ہو تو تیری فکریں اور تکلیفیں کم ہو جاتی ہیں اور اگر وہ زیادہ ہو تو وہ تجھے سرکش بنا دیتا ہے اور اگر تو مر جائے تو یہ مال تیرے پیچھے تیری رسوائی کا ذریعہ بنتا ہے؟ آج اگر تو دنیا کے دھوکے میں آ کر اسی پر جھکا ہوا ہے، تو یاد رکھ! تو نے ایک نہ ایک دن اسے چھوڑنا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں دنیا کی پوری حقیقت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینے کی وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر لے آئے، اس (کوڑے کے ڈھیر) میں مردہ انسانوں کی کھوپڑیاں، انسانی غلاظتیں، پُرانے چیتھڑے اور مردہ جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ سر (کسی زمانے میں) انہیں چیزوں کا حرص رکھتے تھے جن کا حرص تم رکھتے ہو اور ان سروں میں وہ ساری اُمیدیں [اور اُمنگلیں] روشن تھیں جو آج تم نے لگا رکھی ہیں، مگر آج یہ سر بغیر کھال کے ہڈیاں ہیں، پھر کچھ عرصے بعد یہ گل کر خاک ہو جائیں گی اور یہ غلاظتیں ان کے رنگا رنگ کھانے ہیں جنہیں انہوں نے جہاں سے ہوسکا کمایا، پھر ان کھانوں کو اپنے پیٹ میں ڈال دیا اور وہ اس شکل میں ہو گئے کہ اب لوگ ان سے دور بھاگتے ہیں اور یہ بوسیدہ چیتھڑے ان کے زیب و زینت والے عمدہ لباس تھے، مگر آج ہوائیں انہیں اُڑاتی پھر رہی ہیں اور یہ ہڈیاں اُن کے وہ جانور تھے جن پر وہ ملکوں اور شہروں میں گھومتے پھرتے تھے، پس جو دنیا پر رونا چاہے اُسے چاہئے کہ روئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم برابر روتے رہے یہاں تک کہ ہمارا رونا شدت پکڑ گیا۔ (احیاء علوم الدین)

اور اگر تو اپنے پیارے بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو کر [جہاد سے دُور ہے] تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد رکھ:

۹

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (التغابن: ۱۵) آزمائش ہیں اور اولاد تمہارے لئے مَحْضُ
 اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ہر بیٹے پر اس کے ماں باپ، بھائی اور چچا سے زیادہ شفیق ہے۔ تم بتاؤ! جب یہ بچہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں تھا تو وہاں اس کی پرورش تم کر رہے تھے یا اللہ تعالیٰ؟ ذرا سوچو! کیا تمہارا وہی بیٹا تمہیں آج جنت کی نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے قُرب سے دُور کر رہا ہے جو اگر چھوٹا ہو تو تم اس کے بارے میں پریشان رہتے ہو، جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو تم اس کے غم میں مبتلا ہوتے ہو، اگر وہ صحت مند ہوتا ہے تو تمہیں اس

کا خدشہ لگا رہتا ہے، اگر وہ بیمار ہو جائے تو تمہارا دل صدمے میں مبتلا ہو جاتا ہے، تم اگر اُسے تنبیہ کرتے ہو تو وہ غصے ہوتا ہے اور بدکتا ہے، اگر تم اُسے نصیحت کرتے ہو تو پریشان اور غمگین ہو جاتا ہے، اور تو اور تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا بھی لگا رہتا ہے کہ دوسروں کے لڑکوں کی طرح وہ بھی تمہارا مکمل نافرمان نہ ہو جائے؟ تم میدانِ جنگ میں آگے بڑھنا چاہو تو بیٹے کی یاد تمہیں بزدل بنا دیتی ہے، اگر تم سخاوت کرنا چاہو تو اس کی فکر تمہیں بخیل بنا دیتی ہے اور اگر تم دنیا سے بے رغبت ہونا چاہو تو وہ تمہیں دنیا داری میں لگا دیتا ہے، اس کی وجہ سے تمہارے اُوپر بڑی آزمائشیں آتی ہیں جبکہ تم اسے ایک احسان شمار کرتے ہو، اس کی وجہ سے تم پر مصیبتیں آتی ہیں جبکہ تم اسے بھی نعمت سمجھتے ہو، تم خود کو غم میں ڈال کر اُسے خوش رکھتے ہو اور اپنا گھانا کر کے اُسے نفع پہنچاتے ہو اور اپنی جیب ہلکی کر کے اس کی جیب بھرتے ہو اور اس کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے ہو اور اس کی وجہ سے تنگی میں پڑے رہتے ہو۔ اے [غافل] مسلمان! اپنے بیٹے کی فکر اپنے دل سے نکال کر اُسے اُس کے سپرد کر دے جس نے تجھے بھی پیدا کیا اور اُسے بھی، اور اپنے پیچھے اس کی روزی کے بارے میں اُس پر بھروسہ کر جو اس کا بھی رازق ہے اور تمہارا بھی، آج اگر تم نے اے اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا تو مرنے کے بعد تو تم اُسے کچھ بھی نہیں دے سکتے، تب بھی وہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہوگا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (المائدہ: ۱۸)

اللہ کی قسم! تم نہ تو اپنے نفع، نقصان اور زندگی، موت کے مالک ہو اور نہ اس کے، تم تو اس کی عمر اور روزی میں تھوڑا سا اضافہ بھی نہیں کر سکتے، تمہیں جب اچانک موت اپنا لقمہ بنالے گی تو تم اپنی قبر میں جالیٹو گے اور اپنے اعمال میں گرفتار ہو جاؤ گے اور تمہارا پیارا بیٹا تمہارے بعد یتیم ہو جائے گا اور تمہارے وہ وارث جو زندگی میں تمہارے دوست رہے ہوں یا دشمن، تمہارا سارا مال تقسیم کر لیں گے اور تمہارے اہل و عیال بکھر جائیں گے، تب تم کہو گے، ہائے کاش! میں بھی شہداء کے ساتھ ہوتا اور بڑی کامیابی پاتا۔ تب تجھ سے کہا جائے گا کہ وہ کامیابی تو بہت دُور ہو گئی اور تو ان سعادتوں سے محروم ہو کر بڑی حسرتوں میں جا پڑا اور اب تو اپنی نیکیوں اور

گناہوں کے ساتھ تنہا ہو گیا۔

اے غافل مسلمان! ذرا غور سے سن، اللہ تعالیٰ تجھے ان دھوکوں سے نکالنے کیلئے جن میں تو

پڑا ہوا ہے کیا تنبیہ فرما رہے ہیں:

۱۰

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے
ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا
اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا
اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر دنیا کی زندگی تمہیں
دھوکا میں نہ ڈال دے اور نہ دعا باز تمہیں
اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں رکھے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ
وَاحْشُوا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ
وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَارٌ عَنْ
وَالِدِهِ إِنَّا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَلَا
تُغْنِيكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا
يُغْنِيكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ (لقمان: ۳۲)

یادرکھ! تیرا بیٹا اگر خوش بختوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اور اسے جنت میں عنقریب
اکٹھا فرمادیں گے اور اگر وہ بد بخت ہے تو ابھی سے یاد رکھ! کہ جنت والے جہنم والوں کے
ساتھ اور خیر والے شر والوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہوتے۔

ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھے شہادت کا رتبہ عطا فرمائیں تو قیامت کے دن تو اس کی شفاعت
کر سکے گا اور تیری آج کی اس سے جدائی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔

اے مسلمان! اس چیز کی اپنے اندر حرص پیدا کر اور اس میں خوب محنت کر جو تجھے عذاب
سے بچا سکے، ورنہ کل تو یہ حال ہوگا کہ:

۱۱

جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی
ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے
بیٹوں سے۔ ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس
کو اوروں کی طرف سے بے پروا کر دے گی۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ
وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ
أَمْرٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ
(عس: ۳۳ تا ۳۷)

بے شک یہ بالکل واضح بیان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔
[اے جہاد سے غفلت کرنے والے!] اگر تجھے اپنے کسی بھائی یا قریبی دوست یا محبوب
رشتے دار کی جدائی گوارا نہیں ہے تو پھر تو خود کو قیامت کا یہ سچا منظر یاد دلا:

﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ (الزخرف: ۶۷) | اس دن دوست بھی آپس میں دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار لوگ۔

اگر تیری دوستی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو پھر تم دونوں جنت کے اونچے مقامات پر اکٹھے ہو جاؤ گے، ہاں! ان نعمتوں میں جو ہمیشہ رہنے والی ہوں گی اور اگر یہ دوستی اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہے تو پھر اس دن سے پہلے اس دوستی کو توڑ دو جس دن ہر شخص کا حشر اس کے یاروں کے ساتھ ہوگا۔ قیامت کے دن تو ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو تمہیں فائدہ پہنچائے گا اور اگر وہ خود بد بخت ہے تو پھر تمہیں بھی نقصان پہنچائے گا اور یہ بات بھی یاد رکھو! کہ اس دنیا کے اکثر دوست ظالم اور بے وفائے ہیں اور مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اس وقت تک دوست ہیں جب تک تم خوش حال اور مالدار ہو اور اگر تم تنگ دستی کا شکار ہوئے تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور امتحان کے وقت تم سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیں گے، اگر تمہیں ان باتوں میں شک ہے تو کڑے امتحان کے بعد تمہیں ان پر ضرور یقین آ جائے گا، ہاں! اگر اس برے ماحول میں بھی تمہیں اتفاقاً کوئی مخلص دوست مل گیا ہے جو وفا کا پکا اور دوستی کا سچا ہے تو پھر تمہیں آج کی جدائی پر غم نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تم جیسوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گراں ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَيْظٍ﴾ | اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے سب بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر آنے سامنے بیٹھنے والے ہوں گے۔

پس ایسے قریبی دوست تمہارے لئے جہاد کے راستے میں زکاوت نہیں بنے چاہئیں، کیونکہ ممکن ہے کہ تم دونوں جلد جدا ہو جاؤ، تب تم دوست سے بھی محروم ہو جاؤ گے اور جہاد کے اجرِ عظیم سے بھی اور اونچے درجات تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں گے، تب تم پچھتاؤ گے مگر یہ پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے

محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ کا ارشاد گراں ہے: دنیا میں جتنا رہ لو، تمہیں ایک دن مرنے سے اور جس سے چاہو محبت کرو، بے شک تم نے اس سے جدا ہونا ہے اور جو چاہو عمل کرو، تم نے اس کا بدلہ پانا ہے۔ (نبیؐ)

ان مختصر سے الفاظ پر غور کرو! جن میں موت، دوستوں سے جدائی اور ہر عمل پر بدلے کا تذکرہ ہے، کیا اس تنبیہ کے بعد بھی کسی تنبیہ کی ضرورت ہے؟

[اے جہاد سے دور بھاگنے والے!] کیا تجھے تیرا عہدہ، تیرا منصب اور تیری عزت جہاد میں نہیں نکلنے دیتی، ہائے کاش! تو غور کرتا کہ یہ منصب کسی ایسے شخص سے چھین کر تجھے ملا ہے جو اس کی محبت میں گرفتار تھا اور یہ عہدہ تیرے لئے کسی ایسے شخص نے خالی کیا ہے جو کل تک اس پر بہت خوش تھا۔ یاد رکھ! اس عہدے اور منصب نے جس طرح تجھ سے پہلے والوں کے ساتھ وفا نہیں کی، تجھ سے بھی نہیں کرے گا اور بالآخر تجھے پریشانی اور محرومی کا تلخ احساس دیکر چھوڑ دے گا، تیرے لئے آج کی اس معمولی سی عزت اور مقام کو چھوڑنا مشکل ہے اور اس کی وجہ سے تو کتنے بڑے مقام سے محروم ہو رہا ہے۔ یاد رکھ! وہ آخری آدمی جو جنت میں داخل کیا جائے گا، اُسے دنیا کے بڑے بادشاہوں سے بڑھ کر بادشاہت اور اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی، یہ تو ادنیٰ جنتی کا حال ہے، ذرا سوچو! کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا کیا مقام ہوگا؟ مگر آج تو اس عہدے اور مقام کی خاطر مر رہا ہے جو تجھے ہمیشہ تھکاوٹ اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور جس کا انجام بہت بُرا ہے اور اس کی وجہ سے تیرے دشمنوں اور حاسدوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ان کے دلوں میں تیری دشمنی پل رہی ہے اور جب یہ منصب تجھ سے چھین جائے گا تو تیرے دشمن تجھ پر قہقہے لگائیں گے اور تیرے نوکر، خادم تجھ سے رُخ موڑ جائیں گے اور تیرے پاؤں چومنے والے تیری شکل دیکھنا گوارا نہیں کریں گے اور تو غم کے اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت میں ایک مُعزّز فرشتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لے کر آئے گا جس میں لکھا ہوگا کہ یہ فرمان اُس زندہ کی طرف سے ہے جس پر موت آنے والی نہیں، اُس زندہ کی طرف جس پر اب موت نہیں آئے گی۔ اے میرے بندے! میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں

کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے، اب میں تمہیں بھی ایسا بنارہا ہوں کہ تم جس چیز سے کہو گے کہ ہو جا، وہ ہو جائے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے ادنیٰ جنتی وہ ہوگا جس کے سامنے پندرہ ہزار خادم [حکم بجالانے کے لئے] کھڑے رہیں گے اور ان میں ہر خادم کے تاج کا ادنیٰ موتی ایسا ہوگا جس کی روشنی سے مشرق و مغرب منور ہو جائیں گے۔

ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہوگا جس کے پاس اسی ۸۰ ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے قیمتی موتیوں، زُمرّد اور یاقوت کا اتنا بڑا محل بنایا جائے گا جو جاپیہ [شام] سے صُغاء [یمن] تک ہوگا [یعنی ان دو علاقوں کے درمیان جنتی مسافت ہے اس کا ایک محل اتنا بڑا ہوگا]۔ (ترمذی)

ذرا غور سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی سنو:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ
مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلَمٌ عَلٰٓيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبٰى الدَّارِ ۝
(الرعد: ۲۳، ۲۴)

اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے، پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

اللہ کی قسم! یہ وہ نعمتیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہیں اور عمل کرنے والوں کو ان کے لئے بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہئے۔

[اے جہاد سے منہ موڑنے والے!] کیا تجھے تیرا خوبصورت محل، اس کے سائے دار باغیچے، اس کی عالیشان عمارت، اس میں موجود نوکر، خادم اور اس کی آرائشیں جہاد سے روکے ہوئی ہیں؟ ہائے کاش! تو غور کرتا کہ یہ تو کئی، پتھر، گارے، لوہے، لکڑی اور بانسوں کا بنا ہوا ایسا گھر ہے جس کی اگر ہر روز صفائی نہ کی جائے تو اس میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جاتا ہے، اگر اس میں روشنی نہ جلائی جائے تو وہ سخت تاریک ہو جاتا ہے، اگر اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ گر جاتا ہے اور اگر دیکھ بھال کی بھی جائے تو ایک نہ ایک دن اس نے ویرانے میں تبدیل ہو جاتا ہے، تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ محل مٹی ہو جائے گا، اس کے رہنے والے بکھر جائیں گے اور اس

کے آثار تک مٹ جائیں گے اور اس کا نام تک بھلا دیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا: تم جو عمارتیں بناؤ گے، وہ ایک دن ویران ہو جائیں گی اور جو بچے جنو گے، وہ ایک دن مرجائیں گے۔ (بیہقی)

ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر دن یہ آواز لگاتا ہے! تم بچے جنتے ہو مرنے کے لیے اور عمارتیں بناتے ہو ویران ہونے کے لیے۔ (بیہقی)

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! آج تمہارے لئے موقع ہے کہ اپنے اس تباہ ویران ہو جانے والے محل کے بدلے [جنت میں] ایسے اُونچے محلّات لے لو جن کی تابندگی ہمیشہ کے لئے ہوگی اور جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں پھلوں کی شاخیں جھکی ہوئی ہوں گی اور جن کی خوشیاں ہمیشہ دوبالا ہوتی رہیں گی، یہ محلّات سونے چاندی کی اینٹوں کے ہوں گے، ان میں رہنے والوں کو نہ کبھی تھکاوٹ پہنچے گی، نہ کوئی اور مصیبت، اور ان کی مٹی مُشک کی ہوگی اور ان کے کنکر موتی اور جواہرات کے ہوں گے، ان میں جو نہریں بہتی ہیں وہ دودھ، شہد اور کوثر کی ہوں گی، یہ محلّات کہیں تو ستر میل لمبے موتیوں کو اندر سے تراش کر بنائے جائیں گے اور کہیں یہ سبز اور چمکدار زُمرّد کے ہوں گے اور کہیں سرخ یا قوت کے، ایمان والوں کے لئے ان محلّات کے ہر حصے میں ایسی حوریں اور خادم ہوں گے جو دوسرے حصے کی حوروں اور خادموں کو دوری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکیں گے، وہاں کے بستر ریشم کے بنے ہوئے ہوں گے اور دو بستروں کے درمیان کی بلندی چالیس سال کی مسافت کی ہوگی، وہاں نہ تو نیند آئے گی نہ اُونگھ، بلکہ اہل جنت ان بستروں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہوں گے، وہاں ہر وقت دستر خواں بچے رہیں گے اور ایسے تازہ پھلوں سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی جو نہ ختم ہونے والے ہوں گے اور نہ ضائع ہونے والے، وہ جو پھل چاہیں گے وہی کھائیں گے اور پسندیدہ پرندوں کے گوشت سے ان کی خاطر تواضع کی جائے گی۔

جہاں تک ان کے مشروبات کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد گراں ہے:

۱۵

ان کو خالص شراب مہر لگی ہوئی پلائی جائے گی۔
اس کی مہر مُشک کی ہوگی اور رغبت کرنے والوں
کو اس کی رغبت کرنی چاہئے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝
خِتْمُهُ مُسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ (المطففين: ۲۵، ۲۶)

وہاں نہ کسی کو قضاے حاجت کی ضرورت ہوگی نہ پیشاب کی، وہ نہ تھوکیں گے اور نہ ناک
سے رینٹھ نکالیں گے، وہ جو کچھ کھائیں گے اس کا اثر ان کی کھال پر ظاہر ہوگا، جی ہاں! ایسا
پسینہ جو موتیوں کی شکل میں مُشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور پھر ان کے پیٹ پہلے جیسے ہو جائیں
گے، [یعنی پسینہ آتے ہی کھانا ہضم ہو جائے گا]۔

وہاں کے خادم ایسے ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گراں ہے:

۱۶

جب تو ان کو دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ وہ
بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب تو وہاں
دیکھے گا تو نعمت اور بڑی سلطنت دیکھے گا۔ ان
پر باریک سبز اور موٹے ریشم کے لباس ہوں
گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں
گے اور انہیں ان کا رب پاک شراب پلائے
گا۔ بے شک یہ تمہارے (نیک اعمال کا) بدلہ
ہے اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

اِذَا رَاٰیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا
مَّنْشُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاٰیْتَ ثَمَّ رَاٰیْتَ نَعِيْمًا
وَمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عَلَيْهِمْ ثِيَابُ
سُنْدُسٍ خُضْرٍ وَّاَسْتَبْرَقٍ وَوُحِلُوْا
اَسَاوِرٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَسَقَمُ رَبُّهُمْ
شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ
جَزَاءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝
(الدھر: ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲)

یہ جنت کی وہ نعمتیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں آ گیا ہے، ورنہ وہاں تو ایسی
نعمتیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل پر ان کا
خیال گزرا ہے۔ (بخاری)

اگر تم پوچھو کہ اہل جنت کتنے عرصے تک ان عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے

رہیں گے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی نہیں مریں گے، ایسے جوان رہیں گے جن پر بڑھا پانہیں آئے گا، نہ تو کبھی بیمار ہوں گے نہ غمگین، ہمیشہ خوش رہیں گے اور ان نعمتوں کے چھن جانے یا ختم ہو جانے کے خوف سے محفوظ رہیں گے۔

۱۲

دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحْيَتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَأَخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ • (یونس: ۱۰)

اس جگہ ان کی دعا یہ ہوگی کہ اے اللہ تعالیٰ! تیری ذات پاک ہے اور وہاں ان کا باہمی تحفہ سلام ہوگا اور ان کی دعا کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

اب تم خود ہی انصاف کرو کہ تمہیں جنت کی یہ عظیم الشان بادشاہت چاہئے..... یا دنیا کا جلد فنا ہونے والا محل..... اور غور کرو! کہ اگر تم شہید ہو کر اس دنیاوی محل کو چھوڑ گئے تو تمہیں آگے کیا کچھ ملے گا۔

۱۸

وَلَا يَنْتَبِعُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ • (فاطر: ۱۳) | اور تمہیں خبر رکھنے والی طرح کوئی نہیں بتائے گا۔ [اے جہاد سے محروم رہنے والے!] اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں ابھی اپنی اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگا ہوا ہوں [کہ جب میری اصلاح ہو جائے گی تو جہاد میں جاؤں گا]، تو یہ بھی ایک خطرناک دھوکہ ہے اور خواہ مخواہ کی اُمید ہے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت نہیں ملتا۔

۱۶

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ • إِنَّ الشَّيْطَانَ نَكَمٌ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ • (فاطر: ۲۰۵)

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ باز دھوکا نہ دے۔ بیشک شیطان تو تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنی جماعت کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں۔

تمہارا یہ عُذر [کہ میں اپنی اصلاح میں مصروف ہوں،] ہرگز اولیاء اللہ صالحین کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ محض ایک شیطانی جال ہے، کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے بڑے تابعین رضی اللہ عنہم تجھ سے زیادہ عبادت اور قُرب الہی کے طالب نہیں تھے؟ لیکن اگر وہ بھی تیری طرح جہاد کو ٹالتے رہتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے بڑے کارنامے سرانجام نہ دے سکتے اور نہ مشرکوں اور کافروں سے جہاد کر کے اتنے شہروں اور علاقوں کو فتح کرتے۔

اے فتنے میں پڑے ہوئے انسان! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

۲۰

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (توبہ: ۴۱)

تم ہلکے ہو یا بوجھل نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عقل اور سمجھ دی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کر:

۲۱

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (النساء: ۹۵)

اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں رہ کر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (ترمذی)

اے دھوکہ میں پڑے ہوئے انسان! یاد رکھ کہ مجاہد کی نیند قیام اللیل سے اور ہمیشہ کے روزے رکھنے سے افضل ہے۔ ان فضائل کا بیان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آگے آئے گا۔

آج تو جن اعمال میں لگا ہوا ہے کیا تجھے یقین ہے کہ یہ سب اعمال قبول ہو رہے ہیں؟ کیا تیرے سامنے قیامت کا ہولناک منظر نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! تو نہیں جانتا کہ تیرے یہ اعمال تیری بخشش کا ذریعہ بنیں گے یا ہلاکت کا۔

۲۲

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ (النمل: ۲۵)

اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔

وَلَسِنْ مُتَمَّ اَوْ قَبْلَتُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ تم سب مُتَحَشِّرُونَ ۝ (آل عمران: ۱۵۸) اللّٰہُ تَعَالٰی ہی کے ہاں جمع کیے جاؤ گے۔

اے جہاد سے غافل انسان! کیا تیری خوبصورت بیوی، اس کے ساتھ تیری محبت اور اس کے ساتھ رہنے کی تیری چاہت نے تجھے جہاد سے محروم کر رکھا ہے؟ ذرا بتا! کیا تیری بیوی دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے؟ کیا وہ پہلے ایک گندی منی کا قطرہ نہیں تھی؟ کیا وہ آخر میں ایک مُردہ لاش نہیں بن جائے گی؟ کیا وہ اپنے پیٹ میں غلاظت لئے نہیں پھرتی؟ اس کا حیض تجھے کتنا عرصہ اس سے دُور رکھتا ہے اور اسکی نافرمانی اس کی فرمانبرداری سے زیادہ ہوتی ہے، اگر وہ کچھ دن مُرمہ نہ لگائے تو اس کی آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں، اگر وہ زیب و زینت نہ کرے تو اس کے عیب ظاہر ہو جاتے ہیں، اگر وہ کنگھانہ کرے تو اس کے بال پراگندہ ہو جاتے ہیں، اگر وہ صفائی نہ کرے تو میلی کچیلی ہو جاتی ہے، اگر وہ پاکی حاصل نہ کرے تو بدبودار ہو جاتی ہے، وہ زیادہ بیمار رہنے والی اور بہت تنگ کرنے والی ہے، جب اس کی عمر بڑھ جاتی ہے تو وہ کسی کام کی نہیں رہتی اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو بستر سے لگ جاتی ہے، تو اگر ساری زندگی اس پر احسان کرے تو غصے کے وقت وہ ان سب کو بھلا دیتی ہے، جیسا کہ.....

حُضُورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان عورتوں کے ساتھ پوری زندگی احسان کرتے رہو، پھر اگر وہ تمہاری طرف سے تھوڑی سی تکلیف پاتی ہیں، تو کہتی ہیں کہ میں نے تو کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں پائی۔ (بخاری)

تجھے ہمیشہ اس کی جدائی کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور تو اس کی سرکشی سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے..... اس کی محبت تجھے طرح طرح کی مصیبتوں، تھکاؤوں اور پریشانیوں میں ڈالتی ہے..... وہ تجھے اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش پوری کرنے کے لئے ہلاکت میں ڈالنے سے دریغ نہیں کرتی..... وہ تجھ سے اس وقت تک محبت کرتی ہے جب تک اس کا مقصد تجھ سے پورا ہوتا رہتا ہے اور جب ایسا نہ ہو تو وہ تجھ سے رُخ پھیر لیتی ہے اور تیرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈنے لگتی ہے..... اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ تم اس سے تبھی فائدہ اٹھا سکتے ہو جب اسکے ٹیڑھے پن کو برداشت

کرو..... کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایسی عورت کی محبت تھے اس راستے سے ہٹا رہی ہے جس میں تھے ایسی حوروں سے وصال نصیب ہوگا جو نور سے پیدا ہوئی ہیں اور جنت کے محلات میں پئی بڑھی ہیں، اللہ کی قسم! ابھی شہید کا خون خشک نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ان گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حورِ عینا کو پالیتا ہے، جن کا حسن مثالی ہے، وہ پاک دامن کنواری ہیں ایسے موتی کی طرح جنہیں نہ کسی انسان نے چھوا ہے، نہ کسی جن نے..... ان کی باتیں شیریں ہیں..... ان کا قد خوبصورت اور ان کے بال حسین ہیں..... وہ بڑی قدر و قیمت والی ہیں..... ان کا برتن پاک ہے..... ان کی شکل و صورت بے حد حسین ہے اور ان کے اخلاق بہت پیارے ہیں..... ان کے زیور چمکدار اور کپڑے بہت اعلیٰ ہیں..... وہ محبت کرنے والی ہیں اور ان میں تنگ کرنے کا مادہ ہی نہیں..... وہ تیرے سوا کسی پر نظر ڈالنے والی نہیں ہیں..... وہ تجھ سے محبت کرنے والی اور تیری ہر خواہش کو پورا کرنے والی ہیں..... اگر ان میں سے کسی کا ناخن دُنیا میں ظاہر ہو جائے تو چودھویں رات کا چاند اپنی روشنی کھودے..... وہ اگر رات کے وقت اپنا کنگن دُنیا پر کھول دیں تو دُنیا بھر سے اندھیرا بھاگ جائے..... اگر وہ اپنی کلائی دُنیا پر ظاہر کر دیں تو پوری مخلوق ان کے عشق میں مبتلا ہو جائے..... اگر وہ آسمان و زمین کے درمیان جھانک کر دیکھ لیں تو ان دونوں کے درمیان خوشبو ہی خوشبو پھیل جائے..... اگر وہ کڑوے سمندر میں تھوک دیں تو وہ میٹھا ہو جائے..... تو جب بھی انہیں دیکھے گا تیری نظروں میں ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا۔ کیا کسی عقلمند سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسی حسین مخلوق کے بارے میں سنے اور پھر گھر بیٹھا رہے؟

اے جہاد سے غافل انسان! یہ بھی تو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لے کہ تیری اپنی دنیاوی بیوی سے جدائی یقینی ہے، بلکہ یوں سمجھ کہ یہ جدائی ہو چکی ہے، [کیونکہ موت کا وقت مُقرر ہے]، اگر وہ نیک عورت ہے تو جنت جیسی خوبصورت جگہ پر تم ضرور جمع ہو جاؤ گے، وہاں تم اُسے حورِ عین سے بھی زیادہ خوبصورت پاؤ گے اور اس میں سے وہ عادتیں اور چیزیں زائل ہو چکی ہوں گے جو تمہیں ناپسند ہیں، وہاں اس کا حسن و جمال دیکھنے لائق ہوگا اور وہ پاک دامن کنواری اور حیض و نفاس سے پاک، کالی آنکھوں والی اور سدا بہار حسن والی ہوگی، اس کا تمام

ٹریڈ ہاپن ختم ہو جائے گا اور اس کا نور اور جمال بڑھ جائے گا اور وہ حسن و جمال اور نور میں خورِ عین سے بھی بڑھ کر ہوگی۔

اس لئے تم آج اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسے چھوڑ کر جہاد میں نکل پڑو، اللہ تعالیٰ وہ تمہیں بہترین شکل میں لوٹا دیگا، بشرطیکہ وہ جنت کی مستحق ہوئی۔

آخری بات یہ ہے کہ [اے مسلمان بھائیو!] تمہیں جہاد سے دنیا کی کوئی بھی چیز غافل نہ کرنے پائے، یہ دنیا رہنے کی یا آپس میں ملنے اور کچھ جمع کرنے کی جگہ نہیں ہے، یہاں جو آج ہنستا ہے اُسے کل رونا پڑتا ہے، یہاں کی خوشیوں کے پیچھے غم چھپے ہوئے ہیں، یہ دنیا بے وفائی، مصیبتوں اور تھکاؤٹوں کا گھر ہے، جو اُسے پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے دھوکے اور جال میں پھنس جاتا ہے اور دنیا کی مصیبتیں اُس پر چھا جاتی ہیں اور پھر وہ پچھتااتا ہے اور آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون برساتا ہے۔

[اے مسلمانو!] اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے کہ دنیا کی گرفت تم پر مضبوط ہو جائے خود کو اس کی قید سے چھڑا لو اور توفیق اور سعادت مندی کے راستے [جہاد فی سبیل اللہ] کو اختیار کرو، کیا پتہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی عظیم نعمت عطاء فرمادے۔ کوشش کرو کہ کوئی بھی چیز تمہارے لئے اس راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔ یاد رکھو! عقلمند اور سیدھے راستے پر چلنے والا اور مضبوط عزم والا شخص وہی ہے جسے جہاد میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا ہو، لیکن جو سستی اور دنیا کے دھوکے میں غرق ہو جاتا ہے، اس کے قدم جہاد سے ہٹ جاتے ہیں اور وہ پچھتااتا ہے مگر اُس کا پچھتاانا اُسے کچھ کام نہیں آتا اور جب شہداء جنت کے اونچے بالا خانوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ پیچھے حسرت اور افسوس کے ہاتھ ملتا رہتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي | اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ

السَّبِيلُ (الاحزاب: ۴) بتاتا ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (آل عمران: ۱۷۳)

دعوت

[آپ نے آٹھویں صدی ہجری کے ایک ایسے عظیم شخص کی دعوتِ جہاد سنی جو خود ایک بڑے عالم اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے اور نویں ہجری کے شروع میں وہ مسلمانوں کے ایک لشکر کی کمان کرتے ہوئے میدانِ جہاد میں شہید ہوئے، علم و عمل کے اس پیکر کے دل سے نکلی ہوئی دعوت نے یقیناً آپ کے دل و دماغ پر دستک دی ہوگی اور آپ کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے جھنجھوڑا ہوگا۔ مُصَنَّف کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ بیوی بچوں سے محبت نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے کہ رشتے دار اور دوست احباب ہمیشہ بے وفا ہوتے ہیں، البتہ مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ حقیقی مسلمان وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال و جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور اس راستے میں کسی بھی چیز کو آڑ نہیں بننے دیتا، چونکہ عام طور پر بیوی بچے اور مکان و دکان اور دنیا میں رہنے اور عہدے پانے کا شوق ہی جہاد کے راستے میں رُکاوٹ بنتا ہے، اس لئے انہوں نے ان تمام چیزوں کی وہ حقیقت بھی بیان فرمادی ہے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور انسان زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی غلامی چھوڑ کر ان چیزوں کی غلامی کرتے کرتے مَر جاتا ہے اور دنیا میں بھی گھانا پاتا ہے اور آخرت کے لئے بھی کچھ نہیں کماتا۔ یہ بات یقینی ہے اور تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں کہ مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہمارے زمانے سے بہت بہتر تھا، اُس زمانے میں بھی اگرچہ مختلف مسلمان حکمران ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان تھے، مگر پھر بھی عمومی حالات اتنے دردناک نہ تھے جتنے آج ہیں، اُس زمانے میں مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کا اقتدار تھا، مسلمان حکمران دُنیا کے اکثر کُفار سے جزیہ وصول کر رہے تھے، کسی نہ کسی درجے میں بلکہ آج کے اعتبار سے تو بہت اچھے درجے میں اسلام بھی نافذ تھا اور دنیا میں کہیں پر بھی مسلمان

مظلوم و مجبور نہیں تھے، گویا کہ وہ ایسا دور تھا جب جہاد عام طور پر فرضِ کفایہ کے درجے میں رہتا ہے، ایسے حالات میں عام طور پر لوگوں کے جہاد میں نکلنے کی دو ہی وجہیں ہوتی تھیں، ایک تو اسلام کو دنیا کے آخری کونے تک نافذ کرنے کا عزم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُوچے مراتب حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ، اور دوسرا اپنے گناہوں کو بخشوانے اور جہاد کے ذریعے اپنی برائیوں کو معاف کرانے اور جنت پانے کا جذبہ۔ مگر اب جبکہ پندرہویں صدی ہجری کے بھی اٹھارہ سال گزر چکے ہیں، حالات بہت زیادہ بدلے ہوئے ہیں، آج ہر طرف اسلام بے کس، بے سہارا اور مسلمان ہر طرف مظلوم و مجبور نظر آ رہے ہیں، دُنیا میں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومتیں ہیں وہاں بھی اسلام پر دردناک مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور نام کے مسلمان حکمران منافقین سے بدتر کردار اپنا کر سیکولر ازم کا راگ الاپ رہے ہیں۔ مکہ، مدینہ اور حجاز کے زمینی خزانوں کی دولت یہود و نصاریٰ کی چاپلوسی میں قربان کی جا رہی ہے اور اب ان مُقدس مقامات کو کافروں کے ہاتھوں پر غلام بنایا جا رہا ہے، ترکوں جیسی اسلام کی خادم قوم کے حکمرانوں نے مسلمانوں کی بیٹی کے سر سے دُوپٹہ تک چھین لیا ہے اور وہ ترکی کو یورپ جیسا بیت الخلاء بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، مسجد اقصیٰ اپنی غلامی اور مظلومیت کے پچاس سالوں کا مسلسل حساب مانگ رہی ہے، مگر اُسے کہیں سے کوئی جواب سنائی نہیں دے رہا۔ افغانستان، وسط ایشیاء، بوسنیا، کوسووا اور فلسطین کی زمین اُن لاشوں پر سے پردہ اُٹھا رہی ہے جو اُمّتِ مسلمہ کی غفلت کی وجہ سے کفن اور نمازِ جنازہ کو ترستی ترستی اب ہڈیوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں، وہ پکار پکار کر اپنے لہو کا حساب مانگ رہی ہیں۔ سلمانِ رُشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے دریدہ دہن قلمکار حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما اور اسلام پر اپنے گندے ذہن کے چھینٹے پھینک کر بھی آزاد پھر رہے ہیں، جبکہ ناموسِ رسالت کے محافظ اپنے پاک نبی ﷺ کی بے حرمتی کا بدلہ لینے سے بھی قاصر ہیں، حالانکہ ان کی تعداد اب ڈیڑھ ارب کے

قریب ہے، اور تو اور مسلمان اپنے ملکوں میں بھی کافروں کی غلامی کرنے اور ان کے بوٹ صاف کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ کی قسم! اُمّتِ مسلمہ آج ان دردناک حالات سے گزر رہی ہے جنہیں سوچ کر دماغ پھٹنے لگتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے، آج چاروں طرف سے اسلام پر حملے ہیں، جبکہ اسلام کے محافظ مسلمان اندرونی اور بیرونی طور پر غلامی و درغلامی کے رسوں میں جکڑے ہوئے بے بسی کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔

آج اگر اعمال کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارا زمانہ مُصِیْفٌ عَسَلِیہ کے زمانے کی بنسبت بہت زیادہ انحطاط کا شکار ہے اور ہر طرف گناہ ہی گناہ پھیلے ہوئے ہیں، آج جو انسان بچنا بھی چاہتا ہے وہ بھی نہیں بچ سکتا، إِلَّا مَنْ دَحِمَهُ اللہُ۔ سود جیسی لعنت آج ہمارے معاشرے میں خون کی طرح دوڑ رہی ہے، اگر سارے گناہوں کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو ہماری تباہی کے لئے صرف یہی سود کا گناہ ہی کافی ہے۔ فحاشی اور عریانی کا سیلاب آج عزتوں، حرمتوں اور انسانی قدروں کو بہا کر لے جا رہا ہے اور یورپ کے ننگے شکاری اس سیلاب کا رخ ہماری طرف پوری طرح موڑ چکے ہیں، یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ آج ہم اپنے اصل راستے سے ہٹ چکے ہیں، ہم اپنی طاقت اور قوت کھو چکے ہیں، آج ہم خود اپنے فیصلے نہیں کرتے بلکہ ہمارے فیصلے ہمارے دشمن کرتے ہیں اور ہم ان کے ہاتھوں میں محض ایک کھلونے کی طرح بن کر رہ گئے ہیں، ایسے وقت میں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف لوٹنا ہمارے لئے کتنا ضروری ہے یہ بات ہمیں آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے، بشرطیکہ ہم دل کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کریں اور اخلاص کے ساتھ قرآن مجید میں اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کریں۔

آج عرب و عجم کے مسلمانوں کی آزادی کا واحد راستہ جہاد ہے..... آج مسجد اقصیٰ کی خلاصی کا واحد راستہ جہاد ہے..... آج اسلام کو نافذ کرنے کا واحد راستہ جہاد ہے۔

کل تک ہمارے لئے جہاد کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے تھے، تاکہ ہم اپنی چھنی ہوئی عزت و عظمت کو واپس نہ لیں سکیں، مگر آج انْحَضِ لِلّٰہِ لاکھوں شہداء نے اپنا قیمتی خون پیش کر کے مسلمانوں کے لئے جہاد کے بند راستے کھول دیئے ہیں اور پہلی مرتبہ ایک مجاہد حکمران ”ملا محمد عمر مجاہد“ نے دُنیا کے پورے نظام کو مُسْتَرَد کر کے اسلام کا ڈنکا بجا دیا ہے۔

آج کے ان حالات میں جہاد ہمارے لئے سانس لینے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یاد رکھئے! جہاد اور صرف جہاد ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اور ہماری بخشش کا بھی ذریعہ ہے، مگر اس کے لئے تھوڑی سی ہمت اور مردانہ عزم کی ضرورت ہے۔ شکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا راستہ دکھا دیا ہے، اب دیر مت کیجئے، کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، پھر نہ اُن پر زمین روتی ہے اور نہ آسمان۔]





الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَداناَ لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لَكَ شَاكِرِيْنَ

جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کی بیان میں



ایمان، فرض، نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے



جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے



ایمان لانا، جہاد کرنا اور حج، دیگر تمام اعمال، افضل ہیں



جہاد اذان دینے سے افضل ہے



حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے بھی جہاد افضل ہے



جہاد تمام اعمال سے افضل ہے



جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے



مجاہد لوگوں میں سے افضل انسان ہے



جہاد خلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے



مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور
اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے

مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

روزے نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا شخص
مجاہد کے مقام کے دیوئے حصے کو بھی نہیں پاسکتا

مجاہد کیلئے جنت کے سو درجے

اس امت کی ہر بات اس کی سیاست جہاد فی سبیل اللہ ہے

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بندہ ہے

مجاہد کیلئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ مجاہد کو مصیبت کی جگہ اکیلا نہیں چھوڑے

جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل



جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کے بیان میں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں [ابتداء میں اس باب کی مناسبت سے کچھ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیے۔]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں برابر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھا دیا ہے اگرچہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۖ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ دَرَجَتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

(النساء: ۹۵، ۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب رہے تو اُسے ہم بڑا ثواب دیں گے۔

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (النساء: ۷۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۳

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۖ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

(التوبہ: ۲۰، ۲۱، ۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کیلئے بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ انہیں ان کا رب اپنی طرف سے مہربانی اور رضا مندی اور باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں انہیں ہمیشہ کا آرام ہوگا۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۴

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقَاتِلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۖ فَاسْتَبْشِرُوا ۖ بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنت ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ پس جو سودا تم نے اس سے کیا ہے، اس سے خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۵

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْلِصْكُمْ مِنْ أَيْدِي أَعْدَائِكُمْ ۖ

(محمد: ۷)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔

اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

۶

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَزَاقُوا وَ
جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ • (الحجرات: ۱۵)

بیشک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ ﷻ اور اس
کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے شک نہ
کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ ﷻ کی
راہ میں جہاد کیا، وہی سچے (مسلمان) ہیں۔

اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ
أَدْرَأَكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ
عَذَابِ أَلِيمٍ • تَوَاصَوْا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَ تَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ • يَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ مَسْكِنٍ
طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكِ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ • وَأُخْرَىٰ يُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ
اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَ بُشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ •
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ
اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ
الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَّا
طَافِقَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَ كَفَرَتْ

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت
بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات
دے؟ تم اللہ ﷻ اور اس کے رسول پر ایمان
لاؤ اور تم اللہ ﷻ کی راہ میں اپنے مالوں
اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے
بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے
تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنتوں میں
داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی
ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے
کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے اور
دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ ﷻ کی
طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان
والوں کو خوشخبری دے دے۔ اے ایمان والو!
اللہ ﷻ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن
مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ ﷻ کی راہ
میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا: ہم

طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ
 عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝
 (الصف: ۱۳ تا ۱۰)

اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، پھر ایک گروہ بنی
 اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا،
 پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر
 غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں آیات بہت زیادہ ہیں اور جہاد کے فضائل
 بے شمار ہیں، اب میں مختلف فصلوں میں جس قدر آسان ہوا، ان فضائل کو بیان کرتا ہوں۔



۱۔ آیات جہاد کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے! ”فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد“ جس میں تقریباً آٹھ
 سو پینسٹھ (۸۶۵) آیات کے مضامین اور اشارات جہاد بیان کئے گئے۔

فصل

ایمان فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ پھر میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے؟] ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے؟] ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری، مسلم)

اسی طرح حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ نے اس میں جہاد کا تذکرہ فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! فرض نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں چہرہ تھکانے اور پاؤں خاک آلود کرنے جیسا کوئی عمل نہیں ہے جس سے جنت کے درجات کو حاصل کیا جاسکے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ نماز کے بعد جہاد ہی کو سب سے افضل عمل سمجھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ)



فصل

جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (عَالَمُ) اور اس کے رَسُول (ﷺ) پر ایمان لانا۔ سوال کیا گیا کہ اسکے بعد کونسا عمل [سب سے افضل ہے؟] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (عَالَمُ) کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا کہ اسکے بعد کونسا عمل [سب سے افضل ہے؟] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ:

اس حدیث شریف میں جہاد کو دیگر تمام اعمال [مثلاً فرض نماز اور والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک وغیرہ] سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے، یہ دراصل اس وقت ہے جب جہاد فرض عین ہو جائے، جبکہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ اس شخص کے لئے جہاد سب سے افضل عمل ہے جس کے والدین نہ ہوں یا انہوں نے اُسے جہاد میں جانے کی اجازت دے دی ہو۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ وَخَدَّہُ پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا، پھر حج مبرور مشرق و مغرب کے درمیان کے تمام اعمال سے افضل ہے۔ (مسند احمد)

یعنی ایمان اور جہاد کے علاوہ باقی تمام اعمال سے حج افضل ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُولُ اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (عَالَمُ) پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر پوچھا: کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مالک کو پسند ہو اور اس کی قیمت زیادہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ (تعالیٰ) پر ایمان لانا اعمال میں سے سب سے افضل عمل ہے۔ [یہ سکر] ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ (تعالیٰ) کے راستے [جہاد] میں مارا گیا تو کیا میرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں [تمہارے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے]۔ (مسلم)



فصل

ایمان لانا، جہاد کرنا اور حج دیگر تمام اعمال افضل ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو، ایسا جہاد جس میں مالِ غنیمت کی چوری نہ ہو اور حج مبرور اللہ (ﷻ) کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل عمل ہیں۔ (موارد الظمآن)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اعمال میں سے سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) پر ایمان لانا، اس کے راستے میں جہاد کرنا اور حج مبرور۔ جب وہ شخص واپس لوٹنے لگے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ آسان اعمال یہ ہیں کہ کھانا کھانا، نرم گفتگو کرنا، نرم برتاؤ کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ پھر جب وہ شخص واپس لوٹنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ آسان بات یہ ہے کہ اللہ (ﷻ) تمہارے لئے جس چیز کا فیصلہ فرمادے تو تم اس پر اللہ (ﷻ) سے شکوہ نہ کرو، [بلکہ اللہ (ﷻ) کی ہر تقدیر پر خوش رہو]۔ (مسند احمد)



فصل

جہاد اذان دینے میں افضل ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اذان دیتے تھے، پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی اذان دی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ نے اذان دینا چھوڑ دی [اور جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بلال! کیا وجہ ہے کہ آپ نے اب اذان چھوڑ دی؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال تک اذان دی، پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال تک اذان دی، کیونکہ انہوں نے مجھے آزاد کرایا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اعمال میں جہاد سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ (ابویعلیٰ، ابن ابی شیبہ)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی میں اذان ترک فرمادی اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے اور انہوں نے مذکورہ بالا حدیث کو بطور دلیل کے پیش فرمایا۔

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان ترک فرما کر مدینہ منورہ سے ملک شام جہاد کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہیں آپ کا ۲۶ ہجری میں انتقال ہوا، دمشق میں باب کینان نامی جگہ پر مدفون ہوئے۔ یہ واقعہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ حلب میں ہے۔ واللہ اعلم۔



فصل

محتاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے سے بھی جہاد افضل ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص کہنے لگے: میں تو اسلام لانے کے بعد سب اعمال کی بنسبت محتاج کرام کو پانی پلانا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ایک دوسرے صاحب کہنے لگے: میں تو اسلام کے بعد دوسرے اعمال کی بنسبت مسجد حرام کو آباد رکھنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ایک اور صاحب نے کہا: (تم دونوں کی بات درست نہیں ہے) بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ان سب اعمال سے زیادہ افضل ہے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔ [یہ گفتگو جاری تھی کہ] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو تنبیہ فرمائی کہ آج جمعہ کا دن ہے، آپ لوگ منبر رسول ﷺ کے پاس اپنی آوازوں کو بلند نہ کریں، البتہ جمعہ کی نماز کے بعد میں تمہارے اس مسئلے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کروں گا۔ اس قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

أَجْعَلُكُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّهِ وَعِمَارَةَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (التوبة: ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا آباد کرنا اس کے برابر کر دیا جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

(صحیح مسلم)

[یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ محتاج کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے تمام اعمال سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔]



فصل

جہاد تمام اعمال افضل ہے

حضرت حُظَلَّةُ الْكَاتِبِ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر عمل جہاد ہے۔ (ابن عساکر)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت بِلَالُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ [رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے انتقال کے بعد] حضرت ابوبکر رَضِيَ اللہُ عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے: اے رَسُوْلُ اللہ (صلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے خلیفہ! میں نے رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا ہے کہ مومن کے اعمال میں سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اب مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا۔ یہ سن کر صَدِیقُ الْکَبِیْرُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: اے بِلَال! میں تمہیں اللہ (تَعَالٰی) کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میری حرمت اور حق کا خیال رکھو، میں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت قریب ہے، [یعنی مجھے اس وقت آپ جیسے رُفقاء کی ضرورت ہے]۔ یہ سن کر حضرت بِلَالُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے مدینہ منورہ میں قیام کرنا قبول فرمایا، پھر جب حضرت ابوبکر رَضِيَ اللہُ عَنْہُ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عُمَرُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے بھی حضرت بِلَالُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ سے وہی گفتگو فرمائی جو حضرت ابوبکر رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے فرمائی تھی، مگر حضرت بِلَالُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے انکار فرمادیا، اس پر حضرت عُمَرُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: اے بِلَال! پھر میں کسے آپ کی جگہ مقرر کروں؟ حضرت بِلَالُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: سَعْدُ (رَضِيَ اللہُ عَنْہُ) کو، کیونکہ وہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں مسجدِ قبا کے مُؤَدِّن رہ چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت عُمَرُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے اذان کا عمل حضرت سَعْدُ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ اور ان کی اولاد کے سپرد فرمادیا۔ (طبرانی)

حضرت عُمَرُ بْنُ عَبَّسَہ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! اسلام کیا ہے؟ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ (تَعَالٰی) کا فرمانبردار بن جائے اور مسلمان تیری زبان اور تیرے ہاتھ سے محفوظ ہو جائیں۔ انہوں نے دریافت کیا: کون سا اسلام افضل ہے؟ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ایمان لانا [یعنی یقین رکھنا]۔ انہوں نے پوچھا کہ

ایمان کیا ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ (ﷻ) پر، اس کے ملائکہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین رکھو۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سا ایمان افضل ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہجرت۔ انہوں نے پوچھا کہ ہجرت کیا ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہجرت یہ ہے کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو۔ انہوں نے پوچھا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد۔ انہوں نے پوچھا کہ جہاد کیا ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد یہ ہے کہ جب تمہارا کفار سے سامنا ہو تو تم ان سے لڑو۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ مجاہد کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں اور اُس کا خون بہا دیا جائے۔ [یعنی وہ بھی شہید ہو جائے اور اُس کی سواری بھی کام آجائے]۔ (مسند احمد)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ جہاد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تم اللہ (ﷻ) کے راستے میں لڑو اور نہ تو بزدلی دکھاؤ اور نہ مالِ غنیمت میں چوری کرو۔ (نبیعی، فی شعب الایمان)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو کس طرح سے اسلام کے نچوڑ کے نچوڑ کا نچوڑ بتایا اور پھر جہاد کا نچوڑ آپ ﷺ نے شہادت کو قرار دیا اور اسے جہاد کی افضل ترین قسم قرار دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! ہم [عورتیں] جہاد کو تمام اعمال سے افضل سمجھتی ہیں، تو کیا ہم جہاد میں نہ نکلیں؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حجِ مبرور ہے۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! میں تو قرآن مجید میں جہاد سے زیادہ افضل عمل اور کوئی نہیں پاتی، تو ہم آپ کے ساتھ نکل کر جہاد نہ کیا کریں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حجِ مبرور ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (نسائی)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتی ہیں کہ حج ہر کمزور کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

[ان چند روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں خواتین اسلام عموماً اور ازواجِ مطہرات اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن خصوصاً یہ سمجھتی تھیں کہ جہاد تمام اعمال سے زیادہ افضل ہے، چنانچہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت بھی مانگتی تھیں، جس پر انہیں بتایا گیا کہ تمہارے لئے حج افضل ترین جہاد ہے، مگر خاص مواقع پر خاص کاموں کے لئے خواتین کو جہاد میں شریک کیا گیا، جس کے واقعات آگے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے اس زمانے کی مسلمان خواتین بھی اپنے اندر ایسا ہی جذبہ جہاد پیدا کریں اور اپنے خاوندوں، بھائیوں اور بیٹوں کو ترغیب دیکر میدان میں نکالیں اور اجرِ عظیم کی مستحق بنیں۔]

ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں نے امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ سے اس وقت حاضری کی اجازت مانگی جب وہ سخت بیمار تھے، جب یہ لوگ حاضر ہوئے تو امیر المؤمنین نے کہا: تم لوگ میرے پاس اس وقت آئے ہو جب میں دُنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جارہا ہوں، میں نے اپنے اعمال پر غور کیا تو مجھے [بخشش کے لئے] سب سے زیادہ اُمید والا اپنا عمل وہ جنگ نظر آتی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑی، اس وقت جب میرے پاس یہ چیزیں [حکومت وغیرہ] نہیں تھیں۔ [میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ] تم لوگ ہم حکمرانوں کے دروازوں کے چکر کاٹنے سے خود کو بچاؤ۔ (ابن عساکر)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ علماء تابعین میں سے تھے، جب ان کی عمر سولہ سال تھی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ کا گورنر بنایا تھا، اس وقت انہوں نے ایک سمندری جہاد کی قیادت کی تھی۔

محمد بن فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا، تو ان سے پوچھا کہ آپ نے [مرنے کے بعد] کس عمل کو سب سے زیادہ

افضل پایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہی عمل جس میں میں مصروف رہا۔ میں نے پوچھا: کیا جہاد اور رباط کو؟ فرمانے لگے ہاں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشش ہی بخشش عطا فرمائی ہے۔

فضل بن زیاد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جہاد کا تذکرہ آیا تو آپ روتے ہوئے فرماتے تھے کہ نیکوں میں جہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ کسی اور نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دشمن کے ساتھ لڑنے کے برابر کوئی عمل نہیں ہے، جہاد میں لکنا ہی سب سے افضل عمل ہے، وہ لوگ جو دشمنوں سے لڑتے ہیں وہی اسلام اور اس کی عزت کے محافظ ہیں، تو ایسے لوگوں سے زیادہ افضل عمل کس کا ہو سکتا ہے جو دوسروں کے امن کی خاطر خود خوف کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی رونقوں [اور لذتوں] کو قربان کرتے ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ)



وَتَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ
وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الف: ۱۰، ۱۱)

لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں
اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے
بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

[یعنی ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل اور بہترین تجارت ہے، مگر
جہاد کا یہ حکم [بعض لوگوں پر گراں گزرا، تو اسی سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں:

۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ
مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ
أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا
كَانَ هُمْ بُنْيَانًا مَرْصُومًا (الف: ۲، ۳، ۴)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو
اس کو کرو نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند
کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے
ہیں گویا وہ سیدہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

[یعنی یہ بات سمجھادی گئی کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس محبوب عمل کی تلاش میں تھے
وہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔]



فصل

مجاہد کو کون بین سب سے افضل انسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ (النساء: ۹۵، ۹۶)

اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: [اے اللہ کے رسول!] لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہو۔ انہوں نے پوچھا: [اس کے بعد] پھر کون سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو کسی گھائی میں الگ تھلگ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (بخاری، مسلم)

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہو گیا کہ جہاد خلوت اور تنہائی میں عبادت سے زیادہ افضل ہے، اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

۲

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۝ (نساء: ۹۵)

مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں برابر نہیں ہیں۔

اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے، یہ بلندی وہی شخص پائے گا جو مسلمانوں میں سب سے افضل ہوگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)



فصل

جہادِ غلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے

پیچھے بخاری شریف کے حوالے سے حدیث شریف گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے مجاہد کو سب سے افضل قرار دیا ہے اور عبادت کے لئے غلوت اختیار کرنے والے کا تذکرہ اس کے بعد فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، کیا میں تمہیں اس کے بعد بہترین شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص جو اپنی بکریاں لے کر لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہو، نماز قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور بغیر شرک کے اللہ (ﷻ) کی عبادت کرتا ہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک ایسی گھاٹی پر سے گزرے جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا چشمہ تھا، وہ فرمانے لگے کہ اگر میں لوگوں سے سکنا رہ کش ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں [تو کتنا اچھا رہے گا]، پھر فرمانے لگے کہ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا، جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں، چنانچہ انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرو، اس لئے کہ تم میں سے ایک شخص کا اللہ (ﷻ) کے راستے [جہاد] میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ (ﷻ) تمہاری مغفرت فرمادے اور تمہیں جنت میں داخل فرمادے؟ اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرو، جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں اتنی دیر قتال کرے جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دوبارہ دودھ آ جاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ (ترمذی)

فائدہ:

اس حدیث شریف میں ”فُؤَاقِ نَاقَةٍ“ کے الفاظ آئے ہیں۔ ”فُؤَاقِ“ کے معنی یہ ہیں کہ اُونٹنی کا تھوڑا سا دودھ نکال کر کچھ وقفہ کیا جاتا ہے اور اس کے بچے کو اسپر چھوڑا جاتا ہے تاکہ دودھ تھنوں میں آجائے، یہ بہت معمولی سا وقفہ ہوتا ہے، [پس جو شخص اتنی دیر بھی کافر سے لڑے گا، حدیث شریف کی بشارت کے مطابق اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی]۔ بعض علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ ”فُؤَاقِ“ سے مراد وہ وقفہ ہے جو دودھ نکالتے وقت ہاتھ کے کھولنے اور بانے کے درمیان ہوتا ہے۔ بہر حال اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ جہاد میں نکلنا اور جہاد میں لگے رہنا، عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کا مقام ہے کہ ایک صحابی جو حقیقت میں اپنی خلوت اور عبادت کا حق اداء کر سکتے تھے اور ان کی روزی بھی بالکل حلال تھی، جب انہیں رسول اکرم ﷺ نے جہاد چھوڑ کر عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی، تو ہم جیسے لوگوں کے لئے جہاد چھوڑنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ہمارے اعمال بھی کمزور اور ناقابل اعتبار ہیں اور ہمارے گناہ بے شمار ہیں اور ہمارے اعضاء نافرمان اور ہمارا نفس ہم پر غالب ہے، ہماری روزی مشکوک اور ہماری نیتیں اخلاص سے عاری ہیں۔

یاد رکھئے! وہ شخص خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ جہاد کی توفیق عطاء فرمائے اور جہاد کو اس کے لئے آسان فرمادے اور وہ شخص بدنصیب ہے جو دنیا کی محبت اور موت کے ڈر سے جہاد چھوڑ کر گھائے اور نقصان میں پڑ جائے۔

حضرت عسّ بن عسّ بن سلامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پُنی کریم ﷺ کسی سفر میں تھے کہ آپ نے اپنے رفقاء میں سے ایک شخص کو نہ پایا، [جب انہیں ڈھونڈ کر لایا گیا تو] وہ کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی پہاڑی پر خلوت اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ پُنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہ کرو اور نہ کوئی اور تم میں سے ایسا کرے، اسلام کے معرکوں میں سے کسی معرکہ میں تمہارا ایک گھڑی ڈٹ کر لڑنا، تنہائی میں چالیس سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (بیہقی)

محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۷۷ھ میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طرسوں [کے محاذ پر] کچھ اشعار لکھوائے اور مجھے حکم دیا کہ میں یہ اشعار مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ اشعار یہ ہیں:

يَا عَابِدَ الْمُحَرَّمِينَ لَوْ أَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
اے حرمین شریفین کے عابد! اگر آپ ہم تو آپ جان لیں گے کہ آپ تو عبادت کے مجاہدین کو دیکھ لیں، ساتھ کھیل رہے ہیں۔

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ
فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ
اگر آپ کے آنسو آپ کے رخساروں کو تر کرتے ہیں، تو ہماری گردنیں ہمارے خون سے رنگین ہوتی ہیں۔

أَوْ كَانَ يَتَعَبُ حَيْلُهُ فِي بَاطِلٍ
فَيُؤَلِّتُنَا يَوْمَ انْكَرِيهِةٍ تَتَعَبُ
اور لوگوں کے گھوڑے فضول کاموں میں تھکتے ہیں، مگر ہمارے گھوڑے تو حملے کے دن تھکتے ہیں۔
رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَابِرُونَ
غَبْرُوزِ عَفْرَانَ كِي خُشْبُو آف كُومُبَارَكْ هُو، جَبَكْ
ہماری خوشبو تو غبرو اور عفران کی خوشبو آپ کو مبارک ہو، جبکہ

وَلَقَدْ آتَانَا مِنْ مَّقَالِ نَبِيِّنَا
قَوْلٌ صَحِيحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ
ہم آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان سناتے ہیں، ایسا فرمان جو بلاشبہ درست اور سچا ہے۔

لَا يَسْتَوِي عُبَارُ حَيْلٍ اِلَّاهِ فِي
جَمْعٍ نَهِيَسْ هُوَسْكَتْ، اَللّٰهُ تَعَالٰی كِي رَاسْتِ كِي مَسْكَتْ
اور جہنم کی بھڑکتی آگ کسی شخص کی ناک میں۔

هَذَا كِتَابُ اَللّٰهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا
لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَا يَكْذِبُ
یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے درمیان اعلان فرما رہی ہے کہ
شہید مردہ نہیں ہوتا، یہ فرمان بلاشبہ سچا ہے۔

محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دیا، انہوں

نے جب پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا: اَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ [عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبَارَكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ] نے بالکل سچی بات فرمائی اور مجھے نصیحت کی ہے۔

اس بارے میں کچھ احادیث انشاء اللہ اگلی فصل میں بھی آئیں گی۔

[حضرت عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبَارَكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے ان اشعار میں مجاہد کی فضیلت کو قرآن و سنت کے دلائل سے بیان فرمایا ہے کہ مجاہد کی زندگی اور مجاہد کی موت دونوں ایک عابد کی زندگی اور موت سے افضل ہیں۔ حضرت فَضِيلُ بْنُ عِيَاضٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جو بہت بڑے مُحَدِّث اور عابد و زاہد تھے اور دن رات کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں عبادت کرتے تھے، انہوں نے حضرت عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبَارَكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے دلائل اور موقف کو تسلیم فرمایا اور غصے میں آنے کی بجائے ان کا شکریہ ادا کیا اور خط لانے والے کو بطور انعام ایک ایسی حدیث لکھوائی جس میں مجاہد کی فضیلت کا بیان ہے۔]



فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سے سب سے بہتر مقام والا شخص کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رکھے، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے اور کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو اس کے بعد [کے مقام پر] ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی گھاٹی میں مقیم ہو اور نماز قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچتا ہو۔ [پھر آپ ﷺ نے فرمایا:] کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بُرا شخص کون ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بُرا شخص وہ ہے جو اللہ (ﷻ) کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن اُسے دیا نہیں جاتا، [یعنی اس نے اللہ (ﷻ) کا نام بھی استعمال کیا اور کچھ پایا بھی نہیں]۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، ترمذی، نسائی، ابن حبان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک والے سال لوگوں کو خطبہ دیا، اس وقت آپ ﷺ ایک کھجور کے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے [دوران خطبہ] ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں اچھا شخص کون ہے اور بُرا شخص کون؟ بلاشبہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل جہاد میں مرتے دم تک لگا رہے اور لوگوں میں بُرا اور فاسق شخص وہ ہے جو قرآن مجید

پڑھتا ہے، مگر گناہوں میں سے کسی گناہ سے باز نہیں آتا۔ (نسائی، بیہقی)

ایک روایت میں ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کو تکلیف پہنچانے سے بچو، کیونکہ اللہ (ﷻ) مجاہد کو تکلیف پہنچانے پر اسی طرح غصے ہوتا ہے جس طرح رسولوں اور نبیوں کو تکلیف پہنچانے پر اور اللہ (ﷻ) مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتا ہے جس طرح رسولوں اور نبیوں کی دعاؤں کو، اور سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے کسی ایسے شخص پر، جو اللہ (ﷻ) کے نزدیک مجاہد سے زیادہ مُعَزَّز ہو، [یعنی روئے زمین پر مجاہد سے زیادہ اللہ (ﷻ) کے نزدیک کوئی شخص مُعَزَّز نہیں ہے]۔ (شفاء الصدور، ابن عساکر)



فصل

مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مال دار شخص تھا، اس نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقام کو پہنچ سکوں۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا: چھ ہزار دینار۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سارا مال بھی اللہ (ﷻ) کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے، تب بھی تو مجاہد کے جوتے کے تسمے کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ (کتاب السنن لسعد بن منصور)

ایک اور شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل [کے مقام] تک پہنچ سکوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو رات کو قیام کرے اور دن کو روزے رکھے، تب بھی تو مجاہد کی نیند کے مقام کو نہیں پاسکتا۔ (کتاب السنن لسعد بن منصور)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مُرْسَل ہے، مگر ابن عساکرؒ نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے پتی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دوسرے لوگ جہاد کر رہے ہیں جب کہ مجھے کسی چیز [یعنی عذر] نے روک رکھا ہے، آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جسے اداء کر کے میں بھی ان جہاد کرنے والوں کے مقام کو پالوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم رات بھر قیام کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں مشقت کے ساتھ یہ کر لوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دن کو روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا پوری رات نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا، ان [مجاہدین] میں سے کسی کے سونے جیسا ہے۔ (مُصَنِّف ابن ابی شیبہ عن مکحولؒ مرسل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: کیا تم اس بات کی قوت رکھتے ہو کہ پوری زندگی نماز پڑھتے رہو اور نہ تھکو، روزے رکھتے رہو اور ناغہ نہ کرو؟ لوگوں نے جواب دیا: اے ابو ہریرہ! اس بات کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجاہد کا نیند کرنا اس سے بھی افضل ہے۔
(کتاب الجہاد لابن مبارک)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن قرینے اور اگلی حدیث سے اس کے مرفوع ہونے کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[غور کیجئے!] جب مجاہدین میں سے سونے والوں کا یہ مقام ہے، تو ان میں سے راتوں کو قیام کرنے والے کا مقام کیا ہوگا.....؟ جب ان کے غافل کا یہ رتبہ ہے تو ان کے عامل کا رتبہ کیا ہوگا.....؟ جب ان کے جوتے کے تسمے کی یہ قدر و قیمت ہے تو ان کے بڑے اعمال کا اجر کتنا ہوگا.....؟ بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا کھلم کھلا فضل ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے محنتی لوگوں کو کمر کس لینی چاہئے اور مست اور عاجز لوگوں کو اس سے محرومی پر رونا چاہئے اور جہاد کے سوا دوسرے کاموں میں اپنی عمر ضائع کرنے والوں کو غمگین ہونا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال
اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون جہاد کرتا ہے..... رات کو قیام، دن کو روزے اور خشوع سے رکوع، سجدے کرنے والے جیسی ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت اپنے استاذ عمر بن سعید بن سنان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اسی سال تک جہاد اور میدان جہاد کی پہرے داری اس حال میں فرمائی کہ رات کو قیام فرماتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔

یہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں

جہاد کرنے والے کی مثال اس نمازی اور روزے دار جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ (ﷻ) اس مجاہد کو اجر یا غنیمت دیکر واپس لوٹا دے..... یا اُسے موت دیکر جنت میں داخل فرما دے۔ (موارد التمان)

سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک بار سونا، ایسے سترج کرنے سے افضل ہے جن کے پیچھے ستر عمرے ہوں۔ (شفاء الصدور)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے میں کھانے والا، غیر جہاد میں پوری زندگی روزے رکھنے والے جیسا ہے۔ (شفاء الصدور)



فصل

روزے نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا شخص مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پاسکتا

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت عُنّیٰ کریم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا شوہر جہاد میں چلا گیا ہے، میں نماز اور دوسری عبادات میں اس کی پیروی کرتی تھی، آپ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو میں ان کے آنے تک کرتی رہوں اور اس عمل کے ذریعے میں ان کے مقام کو پالوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایسی استطاعت رکھتی ہو کہ مستقل نوافل پڑھتی رہو اور روزے رکھتی رہو اور بغیر تھکے [اور وقفہ کئے] اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کرتی رہو؟ وہ خاتون کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! اس کی تو میں طاقت نہیں رکھتی۔ اس پر حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں اس کی طاقت دے بھی دی جائے، تب بھی تم اس کے عمل [جہاد] کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ (مسند احمد)



فصل

مجاہد پیکلے جنت کے سودرجات

اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ (النساء: ۹۵، ۹۶)

اور اللہ ﷻ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجرِ عظیم میں زیادہ کیا ہے۔ ان کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ ﷻ مُعَاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پٹی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) پر ایمان لایا اور اس نے نماز کو قائم رکھا، زکوٰۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے، تو اللہ (ﷻ) پر لازم ہے [یعنی اس نے خود اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ] وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ اس شخص نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے پیدائشی وطن میں ٹھہرا رہا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتانہ دیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) نے جنت میں اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے سودر جے تیار فرمائے ہیں، ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں اور جب تم نے اللہ (ﷻ) سے مانگنا ہو تو فردوس مانگا کرو، کیونکہ وہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اسی سے جنت کی نہریں چھوٹی ہیں اور اس کے اوپر اللہ (ﷻ) کا عرش ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ (ﷻ) کو رب، اسلام کو سچا دین اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی رہا تو جنت اس کے لئے واجب ہوگئی، یہ بات حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو بھلی لگی تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے

رَسُول! یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ وہی بات دہرائی اور پھر ارشاد فرمایا: ایک اور عمل ایسا ہے جس کے کرنے پر اللہ (تعالیٰ) اپنے بندے کو سودر جے عطاء فرماتے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُول! کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ (صحیح مسلم)



فصل

اس اُمت کی رہبانیت اور اس کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے

وہ ایمان والے جن کی جان و مال کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

الَّذِينَ يَبُوءُونَ الْقَيْدُونَ الْمُحْمِلُونَ | توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، شکر کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔
(التوبہ: ۱۱۲)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت [و نصیحت] فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرنے [یعنی تقویٰ اختیار کرنے] کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ پورے دین کا سر [یعنی اصل] ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ (تعالیٰ) کے ذکر کو لازم پکڑو، بے شک یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں ذخیرہ بنے گا۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ دل کو مردہ اور چہرے کو بے نور کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ یہ میری اُمت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ بیٹھا کرو۔ میں عرض کیا: مجھے کچھ اور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے [مال و صحت میں] نیچے والے کو دیکھو اور اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو۔ (احمد، طبرانی، ابن حبان، حاکم، موارد الطمان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت [و نصیحت] فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ کو مضبوط پکڑو، کیونکہ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے اور جہاد کو لازم

پکڑو، کیونکہ وہ مسلمانوں کی رہبانیت ہے اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اللہ کی پابندی کرو۔ بے شک وہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان پر تذکرے کا سبب ہے اور اپنی زبان کو خیر کی بات کے علاوہ خاموش رکھو، کیونکہ اس کے ذریعے سے تم شیطان پر غالب رہو گے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیکی کا بتلانے والا نیکی کرنے والے جیسا ہے اور ہر اُمت کے لئے ایک رہبانیت ہے اور میری اُمت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اے میرے پروردگار! میری اُمت کے لئے صبح کے وقت میں برکت عطاء فرما۔ (ابن عساکر)

جہاد اس اُمت کی رہبانیت کس طرح ہے؟

[اس بارے میں مُصَنِّف رحمہ اللہ نے کئی نفس اقوال نقل فرمائے ہیں، ذیل میں ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔]

① امام ابو عبد اللہ الحکیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی رہبانیت یہ تھی کہ وہ دُنیا کے تمام مشاغل چھوڑ کر خلوت اختیار کرتے تھے، یعنی اپنے نفس کو دنیوی مشاغل سے فارغ کرنے کو رہبانیت سمجھتے تھے، جبکہ مجاہد تو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے، اس طرح سے دنیوی مشاغل تو کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شہید ہو کر دنیا تک کو چھوڑ دیتا ہے، تو اس سے بڑھ کر رہبانیت کیا ہو سکتی ہے؟

اسی طرح عیسائیوں کے راہب یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی دور دراز کی خانقاہوں میں اس لئے خلوت اختیار کرتے ہیں تاکہ ان سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، حالانکہ اہل باطل کو ان کے باطل نظریات پر چھوڑ دینا انہیں بڑی ایذا پہنچاتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے، تو اگر رہبانیت کا معنی لوگوں سے ایذا دور کرنا ہے، تو پھر جہاد ہی اصل رہبانیت ہے، کیونکہ اس کے ذریعے سے کافروں کو کفر سے، مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے اور مجاہدین کو آخرت کے عذاب سے نجات ملتی ہے۔

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہب کو راہب اس لئے کہتے ہیں وہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے ڈرتا ہے، [راہب عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے ڈرنے والا] اور ان راہبوں میں سے یہ نیت [کہ میں کسی کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچاؤں] بہت تھوڑے سے افراد کی ہوتی ہے، اس لئے اپنے نفس سرکش کی حقیقت کو سمجھنا، ان میں سے انہیں کا ملین کے لئے ممکن ہوتا ہے جو تنہائی اور مجاہدات کی بدولت اپنے باطن کی اصلاح کر لیتے ہیں، تب انہیں یہ سوجھتا ہے کہ لوگوں کے درمیان رہنے کی صورت میں ان کے نفس کے شر سے لوگ نہیں بچ سکیں گے، چنانچہ وہ اپنے آپ کو خانقاہوں اور گرجوں میں اسی طرح قید کر لیتے ہیں جس طرح پاگل کتے کو باندھا جاتا ہے، چونکہ اصل راہب یہی لوگ ہوتے ہیں، اس لئے آج ہزار راہبوں میں کوئی ایک آدھ اصلی راہب ملتا ہے۔

[جبکہ مجاہد اصل راہب ہے، کیونکہ اس کے جہاد کی برکت سے لوگ طرح طرح کے ظلم اور ایذا سے نجات پاتے ہیں اور ہر طرح کے ظالمانہ قوانین سے انہیں چھٹکارا ملتا ہے اور کفر و شرک کی غلاظتوں سے وہ محفوظ رہتے ہیں۔]

❶ راہب کے لفظ کا استعمال اکثر اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو کسی اور سے ڈرتا ہو، چنانچہ راہب کو راہب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ ﷻ سے ڈر کر اس کی عبادت میں خوب محنت کرتا ہے اور مخلوق سے ڈرتا ہے کہ وہ اُسے کہیں اللہ ﷻ غافل نہ کر دے اور کہیں مخلوق سے تعلق اللہ ﷻ کی ناراضی اور اس کے در سے دھتکارے جانے کا سبب نہ بن جائے، چنانچہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اور اس کا یہ کام رہبانیت کہلاتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے بھی مجاہد اصلی راہب ہے، کیونکہ وہ اللہ ﷻ سے ڈر کر اس کو راضی کرنے کے لئے جان و مال ہتھیلی پر رکھ کر نکلتا ہے اور اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں اللہ ﷻ کی زمین پر کافر غالب نہ آجائیں، چنانچہ وہ ان کے خلاف ڈٹ کر لڑتا ہے، اسی لئے اس کے عمل یعنی جہاد کو حدیث شریف میں رہبانیت قرار دیا گیا ہے۔

❷ رہبانیت یہ ہوتی ہے کہ کوئی آدمی اللہ ﷻ کے عذاب اور اس کی پکڑ کے ڈر سے

مخلوق سے سارے تعلقات توڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جائے اور اپنے نفس کو ہر طرح کی شہوتوں، لذتوں اور مرغوب چیزوں سے دور رکھے اور اسے طرح طرح کی مشقتوں میں ڈال کر مجاہدے کرائے..... اس اعتبار سے بھی جہاد اصل رہبانیت ہے، کیونکہ اس میں بھی نفس کو طرح طرح کی سخت تکلیفوں میں ڈالا جاتا ہے، اُسے قربان کیا جاتا ہے اور اپنی جان بغیر کسی مال منول کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے جو رہبانیت کا اصل مقصود ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رہبانیت میں تو صرف نفس پر ان چیزوں کا بوجھ ڈالا جاتا ہے جو اس پر شاق گزرتی ہیں، لیکن جہاد میں تو خود نفس کو ہی قربان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مال کو بھی قربان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی قربانی بہت ہی مشکل اور شاق عمل ہے۔

ذرا غور کیجئے! راہب اور مجاہد میں کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک طرف ایک شخص زندہ رہتے ہوئے کچھ چیزیں چھوڑ دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو فنا کرنے کے لئے سخت محنت کر رہا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فنا ہونے والا ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی یہ نصیب فرما۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سیاحت کا ذکر کیا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں اس کے بدلے جہاد فی سبیل اللہ اور ہر بلند جگہ پر تکبیر کا عمل عطاء فرما دیا ہے۔ (یہ حدیث مرسل ہے۔) (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنا میری اُمت کی سیاحت ہے۔ (ابوداؤد، السنن الکبریٰ، المسند رک)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیاحت زمین میں گھومنے پھرنے، عبرت کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کرنے اور ناپسندیدہ لوگوں سے راہ فرار اختیار کرنے کا نام ہے، جبکہ جہاد کو

سیاحت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے دُنیا سے فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کی طرف چلتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے، اس لئے وہ اپنی جان پر انصاف کی نظر ڈالتا ہے اور اُسے اُس کے خریدنے والے [یعنی اللہ تعالیٰ] کے سپرد کرنے کے لئے دُنیا کو چھوڑنے کا عزم کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے! کتنا بڑا فرق ہے، ان دو شخصوں کے درمیان جن میں سے ایک تو اپنے نفس کی تفریح کے لئے گھوم پھر رہا ہے، جبکہ دوسرا اس نفس کو قربان کرنے کے لئے محنت کر رہا ہے، یقیناً یہی شخص حقیقی سیاح ہے اور یہی وہ کامیاب تاجر ہے جو بہت بڑا نفع کماتا ہے۔
[کیونکہ وہ اپنی حقیر سی جان اللہ تعالیٰ کو دیکر اس کی رضا، جنت اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے، حالانکہ یہ جان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی ہے اور موت کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔]



فصل

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بلندی ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں کسی کام کی اصل [یعنی اس کا سر]، اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پورے کام [یعنی دین] کا سر [یعنی اصل] اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ (المسند، مسند احمد، ترمذی) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس بلندی کو وہی پائے گا جو ان میں سب سے افضل ہوگا۔ (الطبرانی)

مُصَنِّفِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اسلام کو دین کا سر قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ اسلام کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، جس طرح کہ کوئی جسم بغیر سر کے زندہ نہیں رہتا۔ نماز کو دین کے خیمے کے ستون سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ جس طرح پورے خیمے میں پہلے ستون گاڑا جاتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا، اسی طرح اگر ستون قائم رہے تو خیمہ قائم رہتا ہے، ورنہ گر جاتا ہے، یہی حال نماز کا ہے اگر نماز کو قائم رکھا جائے تو دین قائم رہتا ہے، ورنہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے، اسی طرح خیمہ گرمی، سردی سے اُسی وقت بچاتا ہے جب اس کا ستون قائم ہو، یہی حال نماز کا بھی ہے کہ کسی کے اسلام کے سچا ہونے اور اسلام کی وجہ سے اس کے خون کے محفوظ ہونے کی نشانی نماز ہے۔

مُحَمَّدٌ رَکَرَمُ اللہُ عَنْہُ نے جہاد کو اُونٹ کے کوہان کی بلندی سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ اُونٹ میں کوہان ہی اعضاء میں سب سے اُونچا ہوتا ہے۔ یہی حال جہاد کا بھی ہے کہ اسلام کے اعمال میں سے کوئی عمل بھی جہاد کے برابر نہیں ہے، بلکہ جہاد سب سے بلند اور افضل عمل ہے، [جیسا

کہ مضبوط دلائل سے بیان کیا جا چکا ہے، یہاں تک کہ جب رُؤلُ اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد کے برابر کون سا عمل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہے۔ (اہلبی)

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس حدیث شریف میں دین کو اُونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ جس طرح اُونٹ پر بیٹھ کر انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح مومن دین کے ذریعے جنت تک پہنچتا ہے۔ پھر اسلام [یعنی کلمہ پڑھنے کو] اُونٹ کے سر سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح سے اُونٹ کے سر کو چھونا یا دیکھنا آسان ہوتا ہے، اسی طرح کلمہ پڑھنا بھی سب کے لئے ممکن ہے۔ پھر جہاد کو اُونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی گئی، کیونکہ کوہان تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو لوگوں میں زیادہ لمبا یا زیادہ مالدار ہو، پس اسی طرح جہاد تک بھی ایمان والوں میں سے صرف وہی پہنچ سکتے ہیں جو ان میں افضل ہوں، جیسا کہ حدیث شریف میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو اُونٹ کی کوہان سے اس لئے تشبیہ دی ہو کہ جو شخص کوہان پر چڑھ جائے تو پورا اُونٹ اور اس کے تمام اعضاء اس کے نیچے آ جاتے ہیں، اسی طرح جو شخص جہاد کرتا ہے وہ بھی اسلام کے تمام اعمال کی فضیلت کو پالیتا ہے، کیونکہ مجاہد کا نیند کرنا، سفر کرنا، مال خرچ کرنا، تھکنا، خوف محسوس کرنا، پیاسا ہونا، بھوکا رہنا سب اجر ہی اجر ہے، بلکہ اس کی ایک ایک حرکت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (واللہ اعلم)



فصل

مجاہد کیلئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝
(عنکبوت: ۶۹) اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

حضرت سُفیان بن عُیَیْنہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کا آپس میں اختلاف ہو چکا ہے، تو تم مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر چلے جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: ”لَنَهْدِيَنَّهُمْ“ کہ ہم انہیں ضرور ہدایت عطا فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لئے یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ اُسے یا تو جنت میں داخل فرمائے گا، یا اجر یا غنیمت دیکر واپس اس کے گھر لوٹائے گا، بشرطیکہ وہ مجاہد اپنے گھر سے [خالص] اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے اور اسکے وعدوں کی تصدیق کے لئے نکلا ہو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت أَبُو مَالِکِ اشْعَرِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے جہاد کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ضمانت دے دی ہے کہ یا تو اُسے جنت میں داخل کرے گا، اگر وہ کسی بھی طرح مر گیا یا پھر اُسے اپنی ضمانت میں چلاتا رہے گا، خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے یہاں تک کہ اُسے غنیمت یا اجر کے ساتھ صحیح سالم اس کے گھر لوٹا دے گا۔ (ابن عساکر)

اس طرح کی احادیث میں اجر یا غنیمت میں ”یا“ کے لفظ سے یہ وہم نہیں ہونا چاہئے کہ جس آدمی کو مال غنیمت مل گیا اُسے اجر نہیں ملے گا، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو خالص اجر

کے ساتھ مجاہد کو واپس لوٹائے گا، یا کچھ اجر اور کچھ غنیمت دیکر لوٹائے گا۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جسے مال غنیمت مل جاتا ہے وہ اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں لے لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لازم فرمائی ہے، پہلا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا ہو۔ دوسرا وہ مکاتب [غلام] جو مال اداء کر کے آزادی چاہتا ہو۔ تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہو۔ (مُصَنَّف عبد الرزاق، ترمذی، ابن حبان)

اس حدیث شریف میں مجاہد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا تذکرہ ہے، یہ مدد ہر وقت رہتی ہے، مجاہد زندہ ہو یا شہید ہو چکا ہو، ذیل میں اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ [یہ واقعہ بخاری شریف میں تفصیل کے ساتھ ہے جبکہ یہاں مُصَنَّف نے اسے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔]

مجاہد کے مال میں برکت کا عجیب و غریب واقعہ

حضرت عبد اللہ بن زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب [میرے والد] حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ جنگِ جمل کے دن [میدان میں] کھڑے ہو گئے، تو انہوں نے مجھے بلایا، تو میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، انہوں نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! آج [کی لڑائی] کے دن یا تو ظالم قتل ہوگا یا مظلوم اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا؟ اے بیٹے! میرا مال بیچ کر قرضہ اداء کرنا، پھر اگر قرضہ اداء کرنے کے بعد مال میں سے کچھ بچ رہے تو اس کا تیسرا حصہ تمہارے بیٹوں کے لئے ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے قرضے کی ادائیگی کی تاکید کرتے رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے! اگر تم قرضے کی ادائیگی میں کہیں عاجز آ جاؤ [اور مشکل میں پڑ جاؤ] تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبد اللہ بن زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا تھا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کیا ہے، [کیونکہ عربی زبان میں مولیٰ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔] یہاں تک کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟

فرمایا: اللہ (ﷻ) میرا مولیٰ ہے۔ ابن زبیرؓ کہتے کہ اللہ کی قسم! ان کے قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی، تو میں پکارا اٹھا کہ اے زبیرؓ کے مولیٰ! زبیرؓ کا قرضہ ادا فرما دے، تو اللہ (ﷻ) ضرور کوئی صورت پیدا فرمادیتے۔ پس حضرت زبیرؓ شہید ہو گئے، انہوں نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، البتہ دو زمینیں چھوڑیں جن میں سے ایک غابہ کی زمین تھی اور گیارہ مکان مدینہ میں، دو بصرہ میں، ایک مکان کوفہ میں اور ایک مضر میں تھا۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کا یہ قرضہ [کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ] اس لئے تھا کہ جب کوئی آدمی ان کے پاس کوئی مال امانت رکھتا تھا تو حضرت زبیرؓ فرمادیتے یہ امانت نہیں ہے، بلکہ میرے ذمہ قرضہ ہے، تاکہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان ادا کر سکو۔ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نہ کبھی حکومت کا کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کبھی خراجی زمین گروی رکھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ آمدنی تھا مگر یہ کہ وہ بنی کریمؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے رہے، [بس اسی جہاد کا مال غنیمت ان کے پاس تھا]۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضے کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ روپے بنتا تھا، [اسی دوران] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے حضرت حکیم بن حزامؓ ملے اور فرمانے لگے: اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے قرضے کی صحیح رقم ان سے چھپالی، [کیونکہ کچھ قرضہ ادا ہو چکا تھا]۔ میں نے کہا: ایک لاکھ روپے قرضہ ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہاری ساری جائیداد بھی اتنے قرضہ کی ادائیگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے کہا: اگر وہ قرضہ بائیس لاکھ روپے ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں تم لوگ اسکی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی، حضرت ابن زبیرؓ نے اُسے سولہ لاکھ میں بیچ دیا اور اعلان فرمادیا کہ جس شخص کا حضرت زبیرؓ پر قرضہ ہو وہ غابہ کی زمین پر آ کر ہم سے وصول کرے۔

[اسی طرح سارا قرضہ اداء ہوتا گیا] جب حضرت ابن زُبَیْر رضی اللہ عنہ قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبد اللہ بن زُبَیْر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک میراث تقسیم نہیں کروں گا، جب تک حج کے موقع پر چار سال تک اعلان نہ کر دوں کہ جس کا حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ پر قرضہ ہو، آکر ہم سے وصول کر لے، چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے، چار سال گزرنے کے بعد آپ نے میراث تقسیم کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں قرضے سے باقی بچے ہوئے مال کا ایک تہائی وصیت پوری کرنے کے لئے نکال لیا گیا، [پھر باقی مال کا آٹھواں حصہ چار بیویوں کو دیا گیا تو ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ روپے ملے، [یعنی] ان کا کل متروکہ مال پانچ کروڑ روپے سے زائد بنا۔ واللہ اعلم۔ (بخاری مختصراً)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج یا عمرہ کیا، پھر اُسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اُسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور جس نے جہاد کیا، پھر اُسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ (ابن عساکر)



فصل

اللہ تعالیٰ مجاہد کو مصیبت کی جگہ کیلئے نہیں چھوڑتے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنا کر قریش کے ایک قافلے سے لڑنے کے لئے بھیجا اور ہمیں ایک تھمیل کھجور بطور توشے کے عنایت فرمائی، کیونکہ آپ ﷺ کے پاس ہمیں دینے کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اُسے چھوٹے بچوں کی طرح چوس لیتے تھے اور اوپر سے پانی پی لیتے تھے اور یہی ہماری سارے دن کی غذا ہوتی تھی اور ہم اپنی لائٹیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ لیتے تھے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، یہاں تک کہ ہم ساحل سمندر تک پہنچ گئے، اچانک سمندر نے [اللہ تعالیٰ کے حکم سے] ایک بڑے ٹیلے جیسی غبر نامی مچھلی ساحل پر ہمارے لئے پھینک دی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو مُردار ہے، پھر فرمایا: نہیں نہیں، ہم تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں بھیجے ہوئے لوگ ہیں، اس وقت تم لوگ مجبوری کی حالت میں ہو، اس لئے اس مچھلی کو کھاؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک اس میں سے کھاتے رہے، [ہم نے اس میں سے اس قدر کھایا] کہ ہم موٹے [تازے] ہو گئے، ہم لوگ اسکی آنکھ کے اندر سے مکے بھر کر تیل نکالتے تھے اور اس کے گوشت میں سے بیل کے برابر کھڑا کاٹتے تھے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لیکر اس کی آنکھ کے اندر بٹھا دیئے اور اس کی ایک پُلی کو کھڑا کیا، پھر سب سے اُونچے اُونٹ پر ایک آدمی بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا اور ہم نے اسکا گوشت اُبال کر اپنے ساتھ بھی رکھ لیا، پھر جب ہم مدینہ مُتوّرہ پہنچے تو ہم نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ روزی تھی جو اللہ (تعالیٰ) نے خاص تمہارے لئے بھیجی تھی، کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ نہیں ہے جسے ہم تناول کریں؟ ہم نے وہ گوشت

رَسُولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اُس میں سے تناول فرمایا۔ (صحیح مسلم)

عبداللہ بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد قُضِطْنِیْنِہ کے دوران ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور موجوں نے ہمیں ایک جزیرے پر ڈال دیا، ہم پانچ یا چھ آدمی تھے، اللہ تعالیٰ نے وہاں ہمارے لئے ہماری تعداد کے برابر ایسے پتے اگا دیئے جنہیں ہم چوستے تھے تو ہمارے پیٹ بھر جاتے تھے اور ہم سیراب ہو جاتے تھے، جب شام ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ نئے پتے پیدا فرما دیتا، یہاں تک کہ ہمیں سواری مل گئی اور ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (ابن عساکر)

چونکہ مجاہدین اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتے ہیں، اس لئے مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نصرت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خلافِ عادت دعاؤں کو بھی قبول فرما لیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالیٰ کے راستے کا مجاہد اور حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں وہ جو دعاء کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

[یہ حدیث اور بھی کئی کتابوں میں مختلف طریقوں سے آئی ہے، مگر ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے :- والد کی دعاء، مظلوم کی دعاء اور مسافر کی دعاء۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عام مسافر کی دعاء بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، تو پھر مجاہد کے سفر اور اس کی دعاء کے کیا کہنے؟ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتا ہے جس طرح اپنے پیغمبروں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین کا اعزاز اور مقام بہت بلند ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں

جہاد کرنے والوں کو تکلیف پہنچانے سے بچو، کیونکہ اللہ (ﷻ) جس طرح سے پیغمبروں کو تکلیف پہنچانے والوں سے ناراض ہوتا ہے، اسی طرح مجاہدین کو تکلیف پہنچانے والوں سے بھی ناراض ہوتا ہے اور مجاہدین کی دعائیں اسی طرح قبول فرماتا ہے جس طرح پیغمبروں کی دعائیں۔ (ابن عساکر) **أَبُو بَرٍّ خُذِّي جُودَ اللَّهِ** فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے [جہاد میں شرکت کے لئے] آ رہے تھے کہ راستے میں ان کا گدھا مر گیا، انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعاء کی، اے میرے پروردگار! میں تو دُھینے [نامی مقام] سے محض تیری رضا کی خاطر جہاد کرنے کے لئے نکلا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مُردوں کو زندہ فرمائیں گے اور قبروں سے مُردوں کو اُٹھائیں گے، آج کے دن آپ مجھے کسی اور کا احسان مند نہ بنائیے، میں آپ سے دعاء کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ فرما دیجئے۔ ابھی وہ دعاء کر رہے تھے کہ ان کا گدھا کان ہلاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ (الرسالة القشیریہ)

امام بیہقی **رحمۃ اللہ علیہ** نے بھی یہی قصہ سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اس میں اس شخص کا نام **نُبَاتَةُ** بن یزید **رحمۃ اللہ علیہ** بتایا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ قصہ حضرت **عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ** کے زمانے کا ہے۔ **أَبُو عُبَيْدٍ الْبُسْرِيُّ** **رحمۃ اللہ علیہ** کا ایسا ہی واقعہ ہے کہ وہ ایک بار جہاد کے لئے نکلے، دورانِ جہاد ان کا گھوڑا مر گیا، انہوں نے دُعا کی کہ **يَا اللَّهُ!** یہ گھوڑا مجھے عاریتاً واپس عطاء فرما دیجئے، تاکہ میں [اپنے علاقے] بُسْرٰی تک واپس جاسکوں، چنانچہ گھوڑا زندہ ہو گیا اور بُسْرٰی پہنچ کر وہ دوبارہ مر گیا۔ ایک صحابی **رضی اللہ عنہ** فرماتے ہیں کہ [اسلام لانے سے پہلے] میں **رَسُولُ اللَّهِ ﷺ** کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ اس گھر میں ایک عورت رہتی تھی، وہ ایک بار مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نکلی اور پیچھے بکری کے بارہ بچے اور کپڑا منبنے والی ایک کونج چھوڑ گئی، جب وہ واپس آئی تو اس نے بکری کا ایک بچہ اور کونج کو گم پایا، اس نے اللہ (ﷻ) سے عرض کیا: اے میرے رب! آپ نے جہاد میں نکلنے والوں کی حفاظت کی ضمانت لی ہے، جبکہ میرا ایک بکری کا بچہ اور ایک کونج گم ہو گئے ہیں، آپ مجھے یہ دونوں چیزیں واپس کرا دیجئے، [وہ اسی طرح شدت سے دُعا کرتی رہی، چنانچہ اس کی دُعا قبول ہو گئی]، اسے گم شدہ چیزیں واپس مل گئیں۔ پھر **رَسُولُ اللَّهِ ﷺ**

نے فرمایا: آؤ اگر تم چاہو تو یہ واقعہ خود اس عورت سے پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا: نہیں اللہ کے رسولؐ میں تو آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ (مسند احمد)

حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جہاد کے لئے نکلے، ان میں محمد بن مُنکدر رضی اللہ عنہ بھی تھے، گرمی کا موسم تھا، ایک شخص ان مجاہدین میں سے کہنے لگا: میرا دل چاہتا ہے کہ تازہ پنیر کھانے کو ملے۔ محمد بن مُنکدر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہ قادر ہے، وہ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ یہ سن کر مجاہدین دعاء کرنے لگے، ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے ایک سلی ہوئی ٹوکری دیکھی، جب اُسے کھولا، تو اس میں تازہ پنیر تھا، یہ دیکھ کر بعض مجاہدین نے کہا: کاش! ہمارے پاس شہد بھی ہوتا۔ محمد بن مُنکدر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں پنیر عطاء فرمایا ہے، وہ شہد دینے پر بھی قادر ہے، تم سارے اسی سے دعاء کرو۔ چنانچہ مجاہدین شہد کے لئے دعاء کرنے لگے، ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے راستے میں شہد کے مشکیزے پائے، سب نے اُتر کر خوب شہد اور پنیر کھایا اور سوار ہو کر منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (کتاب مجاہد الدعوة لابن ابی الدنیا)

سُلطان نُور الدین زنگی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”الْإِبْتِهَادُ فِي فَضْلِ الْجِهَادِ“ میں اپنا یہ قصہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بار ہم رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے نکلے، ہمارے رہنما نے بتایا کہ یہاں ایک وادی ہے جس میں بہت زیادہ شہد پایا جاتا ہے۔ یہ سن کر ہم ادھر روانہ ہوئے اور ہم نے ایک آدمی کو اس وادی میں اُتار دیا، تا کہ وہ ہمارے لئے برتنوں میں شہد بھرے، اسی دوران رومیوں کا لشکر آ گیا اور ہم ان کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے اور اس آدمی کو وہیں بھول کر واپس چلے گئے، پھر جب اگلے سال ہم جہاد کے لئے نکلے، تو پھر اس وادی پر پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ آدمی زندہ ہے، ہم نے اس سے حال احوال پوچھا، تو وہ کہنے لگا: مجھے جب پیاس لگتی تھی تو میں شہد پی لیتا تھا اور جب بھوک لگتی تھی تو شہد کھا لیتا تھا۔ سُلطانؒ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ وہ آدمی شیشے کی طرح ہو گیا ہے اور اس کی کھال اتنی شفاف ہو گئی تھی کہ وہ جو کچھ کھاتا تھا وہ باہر سے نظر آتا تھا۔

فصل

جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے ہجرت کی، تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اُسے ایک گھر جنت کے اطراف میں اور ایک گھر جنت کے وسط میں عطاء فرماؤں گا اور جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے جہاد کیا، تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اُسے ایک گھر جنت کے اطراف میں ایک گھر جنت کے وسط میں اور ایک گھر جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں عطاء فرماؤں گا اور جس شخص نے یہ اعمال کر لئے، اس نے ہر خیر کو پالیا اور ہر شر سے بچ گیا، اب وہ جہاں چاہے مرے [یعنی اس کی کامیابی یقینی ہے]۔ (نسائی، مستدرک)

ابو بکر بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعرى رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا، جب وہ دشمن کے آگے سامنے تھے، آپ فرما رہے تھے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک جنت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں۔ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: اے ابو موسیٰ! کیا آپ نے یہ حدیث خود رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پس وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف گئے اور انہیں فرمایا کہ میں تمہیں [الوداعی] سلام کہتا ہوں، پھر انہوں نے اپنی تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور نگلی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

علامہ تقی الدین ابن تقی العین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تلوار کو کام [یعنی جہاد] میں استعمال کرنے سے جنت ملتی ہے، چونکہ ہر چیز کے ساتھ اس کا سایہ لازمی ہوتا ہے، اس لئے تلوار کے سائے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار اٹھاتا ہے، یا جب دشمن کی تلوار اس پر اٹھتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں تلوار کا سایہ اس پر پڑتا ہے۔ بس حدیث

شریف میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جسے یہ سایہ نصیب ہو گیا گویا وہ جنت کے دروازے تک پہنچ گیا، اب اگر وہ ابھی شہید ہو گیا تو فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا اور اگر بعد میں مرا تو اُس وقت جنت میں پہنچ جائے گا، یعنی حقیقت میں جنت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا: اٹھو! اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میری اُمت کی کون سی جماعت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی؟ میں نے عرض کیا: اللہ (ﷻ) اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ [اللہ (ﷻ) کے راستے کے] مُہاجرین ہوں گے جو قیامت کے دن جنت کے دروازے پر پہنچ کر اندر جانے کی اجازت مانگیں گے، جنت کا نگران [فرشتہ] پوچھے گا: کیا تم لوگوں کا حساب کتاب ہو گیا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو اللہ (ﷻ) کے راستے میں اپنی تلواریں اپنی گردنوں سے لٹکائے پھرتے تھے، ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ (دوسرے) لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں مزے اُڑائیں گے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) قیامت کے دن جنت کو طلب فرمائے گا، وہ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ حاضر ہو جائے گی، پھر اللہ (ﷻ) فرمائیں گے: کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں ایذا نہیں دی گئیں اور میری راہ میں جہاد کیا؟ [پھر انہیں فرمائیں گے:] جنت میں داخل ہو جاؤ، چنانچہ وہ [یعنی مجاہدین] بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ [اُس وقت] فرشتے آئیں گے اور اللہ (ﷻ) سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم صبح شام تیری پاکی اور تقدیس بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر بھی ترجیح عطاء فرمائی؟ اللہ (ﷻ) فرمائیں

گے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میری راہ میں ایذا کیں دی گئیں۔ [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان [مجاہدین] پر داخل ہو کر کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔ (احمد و بزاز باسناد صحیح)

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ (ﷻ) کسی بندے کو دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت بھی جہاد کی توفیق عطاء فرمادیتے ہیں، تو پھر اُسے جہنم سے نجات کا پروانہ دیئے بغیر گھر لوٹانے سے حیا فرماتے ہیں۔ (مرسل شفاء الصدور)

عطاء الخراسانیؒ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک دن گزارتا ہے تو اللہ (ﷻ) اُسے پیچھے رہ جانے والے ہر مؤمن و کافر، چھوٹے و بڑے، مرد اور عورت کے عوض ایک ایک قیراط اجر عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

مُحْمُوْلُ عِوَالِہِ بیان کرتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو، صحت پاؤ گے۔ یہ حدیث مُرْسَل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کیا کرو، کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس کے ذریعے اللہ (ﷻ) فکر اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، مسند احمد)

رَسُوْلُ اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ (ﷻ) پانچ طرح کے لوگوں پر فخر فرماتے ہیں:- ① مجاہدین، ② فقراء، ③ تواضع کرنے والا نوجوان، ④ غریبوں کو زیادہ دینے اور احسان نہ جتانے والے مالدار، ⑤ خلوت میں اللہ (ﷻ) کے خوف سے رونے والا۔

رَسُوْلُ اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: فرض حج کے بعد ایک بار جہاد کرنا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر و قال احادیث غریبہ)

رَسُوْلُ اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: میری اُمت میں سے کچھ لوگ رضا کارانہ طور پر بغیر اُجرت اور بغیر روزی کے جہاد کریں گے، ان لوگوں کو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور حدیث موقوف)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے اوپر کے حصے سے زیورات نکلیں گے اور اس کے نچلے حصے سے سونے کا گھوڑا، موتیوں اور یاقوت سے مُرَصَّع زین اور لگام کے ساتھ نکلے گا، وہ نہ تولید کرے گا نہ پیشاب، اُس کا ہر قدم تا حدِ نظر پڑتا ہوگا، اہل جنت اس گھوڑے پر بیٹھ کر جہاں چاہیں گے اُڑتے پھریں گے۔ تب نیچے درجے والے جنتی عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تیرے ان بندوں کو یہ اعزاز کس عمل کی بدولت ملا ہے؟ تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ راتوں کو نماز پڑھتے تھے جبکہ تم سوئے رہتے تھے، یہ لوگ روزے رکھتے تھے جبکہ تم کھاتے پیتے تھے، یہ لوگ خرچ کرتے تھے جبکہ تم بخل کرتے تھے، یہ لوگ [اللہ تعالیٰ کے راستے میں] لڑتے تھے جبکہ تم بزدلی کرتے تھے۔ (کتاب التہجد لابن ابی الدیاء)

سُلَیْمَان بن اَبَان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رَسُوْلُ اللہ ﷺ غزوہٴ بدر کے لئے روانہ ہوئے، تو حضرت سَعْد بن خَنِیمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت خَنِیمہ رضی اللہ عنہ دونوں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ جب پئی کریم ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا، تو آپ نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ان دونوں نے قرعہ اندازی کی، جس میں قرعہ حضرت سَعْد رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ ان کے والد نے کہا: میرے پیارے بیٹے! تم اپنے اوپر مجھے ترجیح دو۔ حضرت سَعْد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے ابا جان! یہ جنت کا راستہ ہے، اگر اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں ضرور آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتا۔ حضرت سَعْد رضی اللہ عنہ اس غزوے میں پئی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے اور شہید ہوئے، جبکہ اگلے سال اُحُد کی لڑائی میں ان کے والد حضرت خَنِیمہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عمرو بن جُمُوح رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور و معروف ہے، جو بوڑھے اور پاؤں سے لنگڑے تھے، انہوں نے غزوہٴ بدر میں نکلنے کی کوشش کی مگر اجازت نہیں ملی، پھر غزوہٴ اُحُد میں اپنے بیٹوں کے روکنے اور معذور ہونے کے باوجود نکلے اور نکلنے کے وقت یہ دعاء بھی فرمائی کہ اے اللہ! مجھے ناکام کر کے واپس گھر نہ لوٹانا۔ انہوں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ کی

بشارت کے بعد قسم کھائی کہ میں آج ضرور اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چلوں پھروں گا۔ چنانچہ اسی دن شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انہیں ان کے لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت ابوالمزذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پٹی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے، آپ اس پر نماز جنازہ ادا فرمادیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ شخص تو فاسق تھا، آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئے۔ پہلے والے شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب میں نے ایک مرتبہ جہاد میں [آپ کے ہمراہ] رات بھر پہرہ دیا تھا، وہ شخص بھی پہرہ دینے والوں میں سے تھا۔ [یہ سن کر] آپ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی، پھر اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، یہاں تک کہ جب اس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر تین مٹھیاں ڈالیں اور پھر فرمایا: لوگ تجھے بُرا کہہ رہے ہیں، جبکہ میں تیری اچھائی کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ کس وجہ سے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوڑ دو، اے عمر! جس شخص نے بھی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا، جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ (مجمع الروائد، طبرانی)

غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا: بروہو! اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے [یعنی وہ بہت زیادہ بڑی ہے]۔ یہ سن کر حضرت عمیر بن حنم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! آسمان وزمین جتنی بڑی جنت؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ [خوشی سے کہنے لگے:] بخ بخ [یعنی واہ واہ]۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ بخ بخ [یعنی واہ واہ] کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جنتی ہونے کی اُمید میں یہ کہہ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے [بشارت دیتے ہوئے] فرمایا: تم یقیناً جنتی ہو۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے پیام میں سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے، پھر انہوں

نے فرمایا کہ اگر میں کھجوریں کھانے کی دیر زندہ رہا تو [جنت پہنچنے میں] بہت دیر ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور پھر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ) (مسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یہ آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا خوف پہنچا تھا۔ [یہ سن کر] مجاہدین [جنت میں داخلے کے لئے] کھڑے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ اور کوئی نہیں ہوگا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

علی بن بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ قیامت کے دن حساب دے رہے ہوں گے، جبکہ مجاہد آپس میں حلقے لگا کر [اپنے] جہاد کے تذکرے کر رہے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں پر کالی رات کی طرح رفتے چھا جائیں گے، ان فتنوں سے سب زیادہ بچنے والا وہ شخص ہوگا جو کسی پہاڑ کی چوٹی [یاد امن میں] اپنے ریوڑ سے حاصل شدہ روزی کھاتا ہوگا..... یا وہ شخص جو راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے [جہاد میں مصروف] ہوگا اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والی روزی کھاتا ہوگا۔ (المسند رک صحیح الاسناد)

نکھول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے اس اُمت کی روزی گھوڑوں کے سمنوں اور نیزوں کی نوک میں رکھی ہے، جب تک وہ کھیتی باڑی میں نہیں لگیں گے، جب وہ کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو وہ دوسرے [عام] لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مرسلًا)

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مرسلًا)

خالد بن دُرَیک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن یزید رحمہ اللہ کے سامنے مصیبتوں [اور آفات] کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: جب تک تم اس دشمن سے جس سے جہاد کا حکم اللہ (تعالیٰ) نے دیا ہے جہاد کرتے رہو گے اور حدود اللہ کے معاملات اپنے محکمانوں کے پاس لے

جاتے رہو گے، تاکہ وہ کتاب اللہ کے مطابق ان کا فیصلہ کریں اور جب تک تم بیت اللہ کا حج کرتے رہو گے، اس وقت تک تمہیں آفات سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(الاربعمین فی فضل الجہاد لحافظ ابی الحسن المرادی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بوڑھے شخص لٹھی لٹکتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور اور طاقت کم ہو چکی ہے، مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں اللہ (ﷻ) کا قرب پاسکوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو۔ (ابن عدی، ابن عساکر)

[زیادہ بوڑھے آدمی پر جہاد فرض نہیں ہے، لیکن اگر وہ حسب استطاعت جہاد کے کسی شعبے میں کام کرے اور جان قربان کرنے کے جذبے سے سرشار رہے، تو یقیناً وہ اللہ (ﷻ) کا قرب اور بے شمار اجر و ثواب پائے گا۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں وہ اپنے خالق [یعنی اللہ (ﷻ)] کے لئے اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے، تو اس کے گناہ اس طرح بھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے۔ (ابن عساکر)

حضرت سبیر بن فارک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان آدمی کے اسلام قبول کرنے کے راستے میں بیٹھتا ہے اور اُسے کہتا ہے: کیا تو اسلام قبول کر رہا ہے؟ کیا تو اپنے سابقہ دین اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ وہ آدمی شیطان کی بات کو نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو اُس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ تو پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے اور اُسے کہتا ہے: کیا تو ہجرت کر رہا ہے؟ کیا تو اپنا گھر، اپنی زمین اور اپنا سائبان چھوڑ کر جا رہا ہے؟ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے۔ تب شیطان اُس کے جہاد کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے اور کہتا ہے یہ تو جہاد کر رہا ہے؟ جہاد تو نفس اور مال کو مشقت میں ڈالنا ہے، دیکھ! اگر تو لڑا، تو تو مارا جائے گا، تب

تیری بیوی سے کوئی اور شادی کر لے گا اور تیرا مال پیچھے والوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایسا کیا، پھر وہ مر گیا، تو اللہ (تعالیٰ) نے اپنے ذمے یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اسی طرح اگر وہ ڈوب کر مرا، یا جانور سے گر کر مرا، ہر حال میں اللہ (تعالیٰ) نے اس کے لئے جنت کی ضمانت دی ہے۔ (مسند احمد، نسائی، ابن حبان)

پہنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک کافروں سے جہاد ہوتا رہے گا، ہجرت بند نہیں ہوگی۔ (مسند بزار، مسند صحیح)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجاہد کو ہجرت کا اجر بھی ملتا ہے، اگرچہ وہ اپنے شہر میں ہی کیوں نہ لڑ رہا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر [دُنیا میں] تین چیزیں مجھے نصیب نہ ہوں تو میں مَر جانے کو پسند کرتا ہوں: ❶ جہاد میں چلنا، ❷ اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مٹی پر سجدے کرنا، ❸ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا، جو اچھی باتوں کو اس طرح اُچک لیتے ہیں، جس طرح عُمہ کھجور کو اُچک لیا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: وہ رات جس میں مجھے میری محبوب دُہن دی جائے، یا اس میں مجھے بیٹے کی خوشخبری دی جائے، مجھے اُس سخت سردی اور بارش والی رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے جس میں صبح دشمن پر حملے کا انتظار کر رہا ہوں۔ اے لوگو! جہاد کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی بار جہاد فی سبیل اللہ کی مشغولیت نے مجھے قرآن مجید [کی زیارت و تلاوت] سے روک رکھا۔

دُعوت

[جہاد کے یہ تمام فضائل جو اس باب میں ہم نے پڑھے ہیں ان کی اصل

پُکار اور پیغام تو یہی ہے کہ مسلمان بڑھ چڑھ کر جہاد میں حصہ لیں اور ان

عظیم الشان فضائل کو حاصل کریں اور جہاد کے اصل مقام کو پہچان کر اپنی زندگیوں میں جہاد کو وہ حق دیں جس کا وہ مستحق ہے۔ اس دعوت کے علاوہ ان فضائل میں مزید تین سبق اور ہیں۔

① ان فضائل میں پہلا سبق ان گناہگاروں کے لئے ہے جو اپنی زندگی کا بہت ساقمیتی وقت گناہوں اور غلاظتوں میں ضائع کر چکے ہیں، ان مسلمانوں کے دل میں بھی ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ فکر ضرور پیدا ہوتی ہوگی کہ ہماری زندگی کا قیمتی وقت تباہ و برباد ہو چکا ہے اور ہم نے اب تک اللہ ﷻ کو راضی کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا اور ان کے دل میں بھی یہ شوق ابھرتا ہوگا کہ ہم بھی نیک اور صالح مسلمانوں کی طرح اللہ ﷻ کا قرب اور اس کی محبت اور جنت کے اعلیٰ مقامات حاصل کریں، مگر وہ سوچتے ہوں گے کہ اب تو ہماری تھوڑی سی زندگی باقی ہے، اگر ہم اس میں عبادت کر بھی لیں تو دوسرے مسلمانوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح بڑا ماحول بھی اُن کی جان نہیں چھوڑتا ہوگا۔ یقیناً ان فضائل کو پڑھ کر ایسے مسلمانوں کو روشنی اور اُمید کی کرن اور نجات اور ترقی کا راستہ ضرور نظر آ گیا ہوگا اور انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر ہم فوراً کمر باندھ کر اللہ ﷻ کی رضا کے لئے جہاد میں نکل کھڑے ہوں تو ہمیں فرشتوں جیسا پاکیزہ اور اللہ ﷻ کی محبت سے بھرا ہوا ماحول نصیب ہو جائے گا اور ہمارا ایک دن دوسرے لوگوں کی سالہا سال کی عبادت سے زیادہ افضل اور ہماری نیند دوسروں کی پوری رات جاگنے اور مسلسل روزے رکھنے سے افضل ہوگی اور اگر ہم نے چند لمحے دشمن کے ساتھ لڑ لیا تو جنت ہمارے لئے واجب ہو جائے گی اور ہم قبر کی ہولناکیوں اور آخرت کے خوف سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر ہم زندہ رہے تو اللہ ﷻ کے ضمان اور ذمہ داری میں ہوں گے اور اگر شہادت نصیب ہوگئی تو پھر ایسی لطف بھری زندگی کا آغاز ہو جائے گا جس میں مزے ہی مزے ہیں اور وہ زندگی ایسی ہے

جس میں انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی کے مزے اور ناز لُٹتا ہے۔ جب یہ سب کچھ معلوم ہو گیا، تو اب دیر کس بات کی، فوری طور پر گناہوں کی زندگی چھوڑیے، سامان باندھئے اور جہاد کی حسین راہوں پر نکل پڑیے۔

۲ دوسرا سبق ان فضائل میں ان مسلمانوں کے لئے ہے جو اپنی ظاہری نیکیوں، نقلی عبادات اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی وجہ سے جہاد اور مجاہدین کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے ہیں، ان کے حقیقی مقام کو نہیں پہچانتے اور جہاد اور مجاہدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عبادات اور اپنی دینی خدمات پر فخر کرنے کی بجائے صرف ایک بار اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان فضائل کو غور سے پڑھیں اور پھر اپنے طرز عمل پر غور کریں۔ یقیناً انہیں اپنے سابقہ طرز عمل پر شرم آئے گی اور وہ جہاد کو حقیر سمجھنے کے گناہ سے توبہ استغفار کر لیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوافل پڑھنا، دین کی خدمت کرنا، علمی کتابیں لکھنا اور دین کو پڑھنا پڑھانا یہ سب دین کے اہم شعبے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض تو بنیادی حیثیت کے حامل ہیں، لیکن اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ہے تو پھر فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے دین کے محافظ فریضے اور مجاہدین سے ضرور محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں ان پر بھی یقین ہوگا اور حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کے جو مقامات بتائے ہیں انہیں بھی وہ تسلیم کرتے ہوں گے، دین نام ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا۔

خود حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں جہاد اور مجاہدین کی جو اہمیت اور فضیلت تھی وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے، یہ حضرات اس قدر بلند درجات کے حامل ہونے کے باوجود مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کو سعادت سمجھتے تھے اور مجاہدین سے دعائیں کرواتے تھے۔ اسی سے

معلوم ہوا کہ اصل دیندار وہ ہوتا ہے جسے دین کے ہر شعبے اور ہر کام سے محبت ہوتی ہے اور وہ دین کے ایک ایک حکم کو اہمیت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جہاد تو دین کا بلند ترین مقام اور اہم ترین شعبہ اور اسلامی فرائض میں سے ایک فرض ہے، چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی کے دل میں ایمان ہو اور جہاد کی محبت نہ ہو، اگر خدا نخواستہ کوئی مسلمان اس مرض میں مبتلا ہے کہ اُس کے دل میں جہاد کی محبت نہیں ہے، تو اُسے فوراً توبہ استغفار کر کے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے اور آخرت میں اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے، کیونکہ ایسا شخص قرآن مجید کی سینکڑوں آیات، حضور اکرم ﷺ کی ہزاروں احادیث، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زندگی بھر کے عمل سے نفرت اور بے رغبتی رکھتا ہے جو کہ نہایت خطرناک بات ہے۔

اس لئے اے معزز مسلمانو! مجاہدین کی غلطیاں دیکھ کر، یا اپنی عبادت اور علم کے دھوکے میں پڑ کر، یا جہاد اکبر، جہاد اصغر جیسی باتوں میں الجھ کر، یا فرض عین، فرض کفایہ کے مسئلے میں پڑ کر خدا نخواستہ جہاد کی توہین نہ کر بیٹھنا۔ یاد رکھئے! جہاد سے محبت ایمان کی نشانی ہے، اگر اپنے ایمان کی حفاظت مقصود ہے، تو تاویلوں اور جھوٹی مثالوں کا سہارا لے کر جہاد کو کم اہم نہ سمجھئے، ورنہ قیامت کا دن زیادہ دور نہیں ہے۔

❶ ان فضائل میں تیسرا سبق خود مجاہدین کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے کس قدر محبت فرماتے ہیں اور انہیں کتنے بڑے بڑے انعامات اور مقامات عطاء فرماتے ہیں، یہ سب کچھ دیکھ کر ایک مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جانا چاہئے اور اُسے اللہ تعالیٰ سے بہت شرم کرنی چاہئے اور اُسے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے احساسِ تشکر سے جھکے رہنا چاہئے۔

اے مجاہدو! اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارا محتاج ہے اور نہ تمہارے جہاد کا، اس نے ہی اپنے فضل و کرم سے تمہیں جہاد کی توفیق عطاء فرمائی ہے اور وہی تمہارے جہاد پر

تمہیں بے پناہ اجر عطاء فرماتا ہے، اور تو اور اس نے تمہاری نیند اور تمہارے گھوڑے کی ریند تک کو قیمتی بنا دیا ہے، تو پھر تم کس طرح سے گوارا کر سکتے ہو کہ ایسے محبت کرنے والے رب کی نافرمانی کرو اور اس کے کسی حکم کو پس پشت ڈالو۔ ان فضائل کو پڑھنے کے بعد تمہیں یہ عزم کر لینا چاہئے کہ یا اللہ! آپ نے ہماری حقیر سی محنت پر ہمیں اتنا کچھ عطاء فرمانے کا وعدہ کیا ہے، ہم بھی یہ وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ جہاد کے راستے کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ آپ کی کوئی اور نافرمانی کریں گے، ہم آپ کا شکر اداء کرنے کے لئے راتوں کو بھی جاگ جاگ کر سجدے کریں گے اور دن کو بھی آپ کی محبت میں بھوکے پیاسے پھریں گے، ہماری زبانیں ہر وقت آپ کا نام لیتی رہیں گی اور آپ کے کلام کو پڑھتی رہیں گی اور ہمارے دل آپ کی عظمت سے ایسے سرشار ہوں گے کہ آپ کے علاوہ کسی پر ہماری نظر سوال تک نہیں پڑے گی، آپ نے جب ہمیں اتنا نوازا، تو اب ہم آپ کو ناراض کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، ہم صرف آپ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں، آپ ہی سے مانگتے ہیں، آپ ہی کے سامنے جھکتے ہیں اور انشاء اللہ ہم پوری دُنیا کو آپ کے سامنے جھکائیں گے اور خود آپ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکیں گے۔]





يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اسْتَعِينُوا
بِالصَّبْرِ
وَالصَّلَاةِ
الْإِيمَانِ وَالْوَلَاةِ

صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ (سورة البقرة آیت ۱۵۲)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



چٹا دکی حج پیر ضلیٰ تلمبائی



جہاد بیت اللہ کی خدمت سے افضل

مساجد کی آبادی حتیٰ کہ مسجد حرام کعبہ شریف کی آبادی اور خدمت بھی جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہے..... دراصل حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر و خدمت کرنا ایسے اعمال ہیں جن میں بے حد روحانی کشش ہے، اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان انہیں میں مشغول ہو کر جہاد سے منہ موڑ لیں..... یہ کام بھی مسلمانوں نے خود ہی کرنے ہیں مگر ساتھ ساتھ انہوں نے فریضہ جہاد کو بھی زندہ رکھنا ہے اور جہاد ان کاموں سے افضل ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۴۳۳)



جہاد کی حج پر فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کونسا [عمل افضل ہے؟] آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ [پھر] پوچھا گیا کہ اس کے بعد کونسا [عمل افضل ہے؟] آپ نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔ (بخاری، مسلم) اسی طرح پہلے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت بھی بیان کی جا چکی ہے، ان دونوں روایات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ جہاد کا رتبہ حج سے بڑھ کر ہے۔ (واللہ اعلم) آدم بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے [جہاد] کا ایک سفر پچاس حج کرنے سے افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس موقوف روایت کی سند [امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق] صحیح ہے اور اس طرح کی فضیلت کوئی صحابی اپنی طرف سے بیان نہیں فرما سکتے، اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: تم لوگ حج کیا کرو، کیونکہ وہ نیک عمل ہے [اور] اللہ (ﷻ) نے اس کا حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔ (یہ روایت بھی موقوف ہے۔) (مُصَنَّف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد لابن مبارک)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھے شخص سے ستر گنا زیادہ اجر ملتا ہے، جبکہ حاجی کو مجاہد سے آدھا اور عمرہ کرنے والے کو حاجی سے آدھا اجر ملتا ہے۔ (شفاء الصدور)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ عام طور پر جہاد حج سے افضل عمل ہے، لیکن اگر جہاد

فرض کفایہ ہو تو اس صورت میں فرض حج جہاد سے افضل ہوگا، لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو وہ فرض حج سے افضل ہے۔ [یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو حج کرنے کی استطاعت نصیب ہو تو زندگی میں ایک بار حج کرنا اس پر فرض ہوتا ہے، یہی فرض حج کہلاتا ہے، جن احادیث میں حج کو جہاد سے افضل بتایا گیا ہے ان میں فرض حج مراد ہے اور جہاد سے مراد فرض کفایہ جہاد ہے۔]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج اداء نہ کیا ہو، اس کا ایک حج کرنا [جہاد کی] دس جنگوں میں حصہ لینے سے افضل ہے اور جس نے حج اداء کر لیا ہو، اس کا ایک لڑائی میں حصہ لینا دس حج کرنے سے افضل ہے۔ (الطبرانی، المسند رک صحیح علی شرط البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رَسُولُ اللہ ﷺ سے حج کے لئے اجازت مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی، تو رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کر چکا ہو، اس کا ایک بار جہاد میں حصہ لینا چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔ (مراسل ابی داؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرض حج اداء کرنے کے بعد اللہ (ﷻ) کے راستے کی ایک جنگ میں حصہ لینا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر)

مُصَنِّفِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ احادیث میں اجر کے بارے میں جو اختلاف نظر آ رہا ہے تو دو طریقے سے حل کیا جاسکتا ہے۔ پہلا یہ کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہو اسی کا اعتبار کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ مجاہدین کو ان کی ثنیت اور حُسنِ عمل کے اعتبار سے اجر ملتا ہے۔ چنانچہ کسی کا ایک بار جہاد کرنا، دس حج کرنے سے افضل ہے، تو کسی کا جہاد چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔ [علیٰ ہذا القیاس]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالات کے اعتبار سے اجر میں کمی یا زیادتی ہوتی ہو، یعنی جن حالات میں جہاد کی ضرورت بڑھ جاتی ہے، ان میں اس کا اجر بھی بڑھ جاتا ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

ضرار بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طویل عرصے تک جہاد کرتا رہا [اور محاذوں

پر مقیم رہا، اچانک میرے دل میں حج اور بیت اللہ میں قیام کا شوق ابھرا، تو میں نے حج کے ارادے سے سامان وغیرہ باندھ لیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے آیا، جب میں اسحاق بن ابی فزؤہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے لگا، تو انہوں نے پوچھا: اے ضرار! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: حج کا۔ انہوں نے فرمایا: کیا جہاد کے بارے میں تمہارا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: ہرگز نہیں، لیکن میں طویل عرصے سے محاذ پر ہوں اور اب میرے دل میں حج کی محبت پیدا ہو گئی ہے، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بیت اللہ شریف کے پاس قیام کروں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: اے ضرار! تم یہ نہ دیکھو کہ تمہیں کس عمل سے محبت ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے محبت فرماتا ہے، اے ضرار! کیا تم نہیں جانتے کہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا حج صرف ایک بار فرمایا، مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک جہاد میں لگے رہے، اے ضرار بن عمرو! اگر تم نے حج کر بھی لیا تو تمہیں صرف اپنے حج اور عمرے کا اجر ملے گا، لیکن اگر تم اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے جہاد اور پہرے داری میں لگے رہے، تو تمہیں ان لاکھوں لوگوں کے حج اور عمرے کا اجر ملے گا، جو حج اور عمرہ اداء کریں گے اور تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد میں اجر ملے گا، کیونکہ جس نے بعد میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مدد و نصرت کی، اُسے پہلے اور بعد والے تمام مسلمانوں کی نصرت کا اجر ملے گا اور تجھے دُنیا کے آغاز سے قیامت تک پیدا ہونے والے مشرکوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا، کیونکہ جس نے بعد والے مشرکوں سے جہاد کیا، اُسے پہلے اور بعد والے تمام مشرکوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا اور تجھے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی تعداد میں نیکیاں ملیں گی، کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے نور کے محافظ ہو اور اس لئے جہاد کرتے ہو، تا کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے نور کو نہ بُجھا سکے۔

ضرار بن عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ علماء اور مجاہدین سے بڑھ کر کوئی بھی درجہ نبوت کے قریب نہیں ہے؟ ضرار بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا: اے اسحق! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: علماء کرام تو اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ

اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو جو حضرات انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر نافذ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتے ہیں اور مجاہدین اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اس عقیدہ توحید کو جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، مجھے نہیں دیتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر کو ذلیل و خوار کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ حضرت ضرار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ [یہ مؤثر بیان سن کر] میں نے حج کا ارادہ منسوخ کر دیا اور محاذوں پر ڈٹا رہا..... اور پھر وہیں حضرت ضرار رحمہ اللہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

دعوت

[اس ایمان افروز واقعے پر غور فرمائیے اور اس کے ایک ایک لفظ کو بار بار پڑھئے، اس میں تو ایک مجاہد کے وقتی طور پر جہاد سے رخصت ہو کر حج پر جانے (کے ارادے) کا ذکر ہے، جبکہ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی جہاد میں نہیں گزارا اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کی منی کے چند ذرات نصیب ہوئے ہیں، مگر انہوں نے چھوٹے چھوٹے سطحی کاموں کو دین سمجھ رکھا ہے اور وہ اپنی ساری زندگی اسی میں کھپا دیتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے سارے کام اہم ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے چھوڑنے کی ترغیب یا دعوت دی جاسکے، مگر ان تمام کاموں کے ساتھ ساتھ جہاد میں بھی شرکت کی جاسکتی ہے جو کہ پورے دین کا محافظ اور پورے دین کا خلاصہ ہے۔ آج اگر مسلمان اپنے وقت کو قیمتی بنائیں اور سال میں کم از کم چار مہینے جہاد کے لئے وقف کر دیں تو پوری دنیا کا نقشہ بدلا جاسکتا ہے اور کافروں سے اپنے خون کا حساب چکایا جاسکتا ہے، اگر چار مہینے جہاد کے لئے فارغ کرنا شروع میں مشکل ہو تو کم از کم دو مہینے کا عرصہ جہاد کی محنت کے لئے ضرور دینا چاہئے، اگر مسلمانوں نے یہ ترتیب بنالی تو اپنی زندگیوں میں اور اپنے معاشرے میں عجیب

و غریب تبدیلی محسوس کریں گے اور ان کے دوسرے دینی کاموں میں بھی بے حد برکت ہوگی اور ان کی صحتیں قابلِ رشک اور دل بادشاہوں سے زیادہ غنی ہو جائیں گے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کی بدولت ایمان کی خلاوت نصیب ہوگی اور گناہوں سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

اس وقت چونکہ عالمی سطح پر جہاد شروع ہو چکا ہے، اس لئے جہاد کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے کثیر تعداد میں مجاہدین کی ضرورت ہے اور اس عظیم عالمی تحریک میں ہر طرح کی دینی اور دنیوی صلاحیت رکھنے والے شخص کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرے۔ چونکہ آج ہم چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ہمارا ہر فرد کافروں کے نشانے پر ہے، اس لئے مسلمانوں پر فرض عین ہو چکا ہے کہ وہ کافروں کی طاقت کو توڑیں، تاکہ اسلامی مقصدات اور مسلمانوں کا ہر فرد کافروں سے محفوظ ہو جائے۔

یاد رکھئے! جہاد کے فضائل کی ان احادیث میں یہ واضح پیغام موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے بے انتہا محبت فرماتا ہے، اسی لئے تو ان کی ایک ایک لڑائی پر سو سو حج کرنے کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے ان پیارے مجاہدین کو میدانِ جہاد میں اکیلا چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کی مدد کے لئے کائنات کی ہر چیز کو مُخَّر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ مجاہدین کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں کمزور اور بے بس نظر آتی ہیں، کیونکہ آج تک دنیا میں کوئی بھی ایسی طاقت وجود میں نہیں آئی، جو اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر سکے اور میدانِ جنگ میں تو اللہ تعالیٰ خود کافروں کو شکست دیتا ہے۔

اے عظمتِ رفتہ کے متلاشیو! آج کافروں نے اپنی طاقت کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے کہ نعوذ باللہ کئی مسلمان بھی امریکہ اور دوسری نام نہاد طاقتوں کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگ گئے ہیں اور کئی مسلمان یہ بھی سوچتے ہیں کہ اب قیامت

تک ان کا مقابلہ کرنا مسلمانوں کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ کے بندو! ایسی باتوں کا وہم اور خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دو، بلکہ جب دُنیا بھر کے ذرائعِ ابلاغ ان کافر ملکوں کی طاقت کا شور مچائیں، تو تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قوت مسلمانوں کو بتایا کرو اور مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں کو یاد کیا کرو، اللہ کی قسم! کافروں کی یہ ساری طاقت مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان اور یقین کے ساتھ ڈٹے رہے تو غلبہ تمہارا ہوگا اور فتح تمہارے قدم چومے گی۔]



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



دعوتِ جہاد کی فضیلت



جہاد کی دعوت

آپ کی دعوت جہاد میں ایسی تاثیر تھی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے چھلکنے لگے۔ نئی نویلی دلہن کو چھوڑ دینا، ماں باپ کی محبت کو چھوڑ دینا، حتیٰ کہ مدینہ منورہ اور سب سے بڑھ کر خود حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر جہاد میں نکلنا ان کے لئے آسان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے انہیں جہاد کی دعوت دی تو وہ ایسے نکلے کہ پھر لوٹ کر آنے کا خیال ان کے دلوں میں باقی نہیں رہا اور وہ نکلنے چلے گئے، نکلنے چلے گئے اور ان کے اس جہاد کے ساتھ دین اسلام بھی پورے عالم میں پھیل گیا۔ جہاد کی تحریض کا یہ حکم آج بھی قرآن پاک کی آیت ہے۔ اُمتِ مسلمہ کے علماء، اولیاء اور خواص کے ذمہ لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتال فی سبیل اللہ کی مضبوط، مؤثر اور مسلسل دعوت دیں۔ (فتح الجواد: ۱/۴۱۴)

قیام جہاد دعوت جہاد سے

جہاد قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ اسلام کی بقاء کے لئے جہاد ضروری ہے، جہاد کو جاری رکھنے کا نسخہ یہ سمجھایا گیا کہ اے نبی! آپ ایمان والوں کو قتال پر ابھاریے یعنی جہاد کو قائم رکھنے کے لئے جہاد کی بھرپور اور مضبوط دعوت دی جائے۔ (فتح الجواد: ۲/۳۱۵)

خاتم النبیین ﷺ کے دو کام

خاتم النبیین ﷺ کو یہ دو کام دیئے گئے ❶ خود قتال کریں۔ ❷ لوگوں کو قتال کی دعوت دیں آپ ﷺ کے ورثاء علماء کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان دونوں کاموں کو زندہ رکھیں اور ان میں خوب محنت کریں۔ (فتح الجواد: ۱/۴۰۹)

باب ۲

دعوتِ جہاد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا (النساء: ۸۴)

اور مسلمانوں کو تاکید کر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی بند کر دے اور اللہ تعالیٰ لڑائی میں بہت ہی سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ (الأنفال: ۲۵)

اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے، اس لیے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ تَوَمَّنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الصف: ۱۰، ۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

[یہ تین آیات بطور مثال کے ذکر کی گئی ہیں، ورنہ] وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو جہاد کا شوق اور جذبہ دلایا ہے، بہت زیادہ ہیں۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی جنت کا قصد کرنے والا ہے؟ بے شک جنت کے ہم پلہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! جنت ایک چمکتا نور اور لہلہاتا گلدستہ ہے، اس میں مضبوط محل، بہتی ہوئی نہریں، پکے ہوئے پھل، حسین و جمیل بیویاں اور بے شمار زیور ہیں۔ وہ ہمیشگی اور سلامتی کا گھر، پھلوں والی سبز جگہ اور عیش و عشرت کا بلند اور بے حد خوبصورت مقام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم جنت کا قصد کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم انشاء اللہ کہو۔ ہم نے کہا: انشاء اللہ، اس کے بعد آپ ﷺ نے جہاد کا تذکرہ فرمایا اور اس کی خوب ترغیب دی۔ (ابن ماجہ، بزاز، ابن حبان)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے [دُنیا میں] جہاد کی دعوت اور ترغیب دی ہوگی، وہ چُپکے سے جنت میں داخل ہو جائے گا، جبکہ لوگ حساب کی سختی میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ (شفاء الصدور مرسل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے [کسی مسلمان] بھائی کو جہاد کی ترغیب دی، اُسے اُس [مجاہد] جیسا اجر ملے گا اور اُسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور موقوف)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد پر اُبھارنے اور ترغیب دینے کا الہی دستور بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے، قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر یہ مضمون موجود ہے..... اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی احادیث بھی اس کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں اور ہماری یہ کتاب اوّل سے آخر تک جہاد کی دعوت اور ترغیب کے مضامین ہی پر مشتمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین، تبع تابعین اور ہمارے تمام اسلاف رحمہم لوگوں کو جہاد کی ترغیب بڑی شدت سے دیتے رہے، اس بارے میں ان حضرات سے جو منقول ہے اس

کو شمار کرنا بھی ایک ناممکن کام ہے۔

اے مسلمان! تیرے لئے تو اس بارے میں صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث کافی ہے جس میں پئی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی نیکی کی دعوت دے گا، اس کو نیکی کرنے والے جتنا اجر ملے گا۔ (مسلم)

غزوہ ہند کے دن پئی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کا خوب شوق دلایا اور پھر ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! آج کے دن جو شخص ثابت قدمی کے ساتھ اللہ (ﷻ) سے اجر کی امید رکھتے ہوئے، پیٹھ پھیرے بغیر، آگے بڑھ کر لڑے گا، اللہ (ﷻ) اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ جو کھجوریں کھا رہے تھے، فرمانے لگے: نَخْبُ [یعنی واہ واہ] میرے اور جنت کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ یہ [مشرک] مجھے قتل کر دیں، یہ کہہ کر انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لے کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس وقت وہ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ ہے:

اللہ (ﷻ) کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو، مگر تقویٰ، عمل اور جہاد پر ثابت قدمی کا توشہ ضرور اپنے ہمراہ لے لو اور ہر توشہ فنا ہونے والا ہے، مگر تقویٰ، نیکی اور ہدایت کا توشہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ (شفاء الصدور، صحیح مسلم میں کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے۔)

عَلَّامَہ ذَہَبیؒ تاریخ الاسلام میں حکایت کرتے ہیں کہ عَلَّامَہ ابْنُ الْجَوَزیؒ ۶۰۷ھ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کو جہاد کی دعوت و ترغیب دے رہے تھے، خود عَلَّامَہ ابْنُ الْجَوَزیؒ فرماتے ہیں کہ اس دن مسجد میں تیس ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا اور ایسے جوش اور ولولے والا دن دمشق میں نہ اس سے پہلے دیکھا گیا نہ بعد میں۔ ابو قُدَّامَہؒ کا وہ واقعہ جس میں ایک عورت نے انہیں اپنے بالوں کی چوٹیاں کاٹ کر دی تھیں، تاکہ وہ جہاد میں اُسے اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، بھی مجھے معلوم تھا اور خود میرے پاس ایسے بالوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی، میں نے اُن بالوں سے مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے تین سو رسیاں بنالی تھیں، اس دن مجمع کے سامنے وہ رسیاں لائی گئیں، تو لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دھاڑیں مار مار کر

رونے لگے اور اپنے بال کاٹ کاٹ کر ریاں بنانے لگے، جذبات کا ایسا طوفان برپا تھا کہ گویا قیامت کا منظر ہے، جب میں نے تشکیل شروع کی تو میرے ساتھ لشکر میں بے شمار لوگ شامل ہو گئے، صرف ایک چھوٹے سے گاؤں میں سے تین سو آدمی اسلحہ سمیت نکلے، یہ سارا لشکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد کی نیت سے دمشق سے نکلا، ان دنوں انگریزوں کی طرف سے حملے کا خطرہ رہتا تھا، ہمارا لشکر جب نابلس پہنچا، تو امیر المؤمنین سے ہماری ملاقات ہوئی، وہ ہمارا لشکر دیکھ کر خوش ہوئے، جب ہم نابلس کی جامع مسجد پہنچے تو میں نے بالوں کی وہ ریاں امیر المؤمنین کو دکھائیں، وہ ان رسیوں کو چہرے پر رکھ کر رونے لگے۔ اس کے بعد ہم نے انگریزوں کے ایک شہر پر حملہ کیا اور پورے شہر کو تباہ و برباد کر دیا، بہت سے انگریز ہمارے ہاتھوں مارے گئے اور بہت سے ہم نے گرفتار کر لئے اور ہم صحیح سالم واپس آ گئے۔

اسی بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا کا واقعہ بھی لکھا ہے، یہ صحابیہ خاتون بہت اچھی شاعرہ تھیں، وہ قادسیہ کی جنگ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ نکلیں اور جنگ کے دوران اپنے فصیح و بلیغ کلام کے ذریعے اپنے بیٹوں کو دشمنوں سے لڑنے پر ابھارتی رہیں اور انہیں جنت کی یاد دلاتی رہیں، چنانچہ ان چاروں نوجوانوں نے اس دن شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور وہ چاروں شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاتون کو ان کے چاروں [شہید] بیٹوں کا وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔ (تجريد اسماء الصحابة)

ہم اس باب کو [ایک قابل رشک خاتون] اُمّ ابزاجیم الحاشمیہ رحمہ اللہ کی مشہور حکایت پر ختم کر رہے ہیں:

بصرہ میں کچھ عبادت گزار بیبیاں تھیں، جن میں سے ایک کا نام اُمّ ابزاجیم الحاشمیہ رحمہ اللہ تھا، انہیں دنوں دشمنوں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کر دیا، اس حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی، [ایک عالم دین بزرگ] عَبْدُالْوَلَد بن زید بصری رحمہ اللہ نے لوگوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے تقریر کے دوران حور عین کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے اوصاف بیان فرمائے اور پھر ان کی شان میں چند اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

وہ نوجوان لڑکیاں ہیں..... ناز و نخرے میں پٹی ہوئیں..... خوبصورت چال چلنے والی..... ان سے وہ سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے جس کی چاہت کی جائے..... وہ حُسن و پاکیزگی سے بنی ہیں اور ہر تمنا اور خواہش ان سے پوری کی جاسکتی ہے..... وہ خوبصورت جسم والی، کالی آنکھوں والی ہیں اور مُشک کی خوشبو ان کے رُخساروں سے چھلکتی ہے..... ان کے چہروں پر خوشی کی چمک اور ناز و نعمت کی دمک رقصاں رہتی ہے..... جب نرکسی باغوں میں پیالوں کا دور چل رہا ہوگا اور وہاں کی ہوا میں خوشبو مہک رہی ہوگی، تب وہ اپنے پیغام دینے والے [خاوندوں] کو اپنی خوبصورت آواز میں کہتی ہیں اور ان کی آواز میں ایسی عجب بھری ہوتی ہے جو سچی اور دل کو خوش کرنے والی ہے، اے میرے محبوب! میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چاہتی اور جب تمہاری دنیا سے جدائی ہوگی تب ہمارے ملاپ کا آغاز ہوگا، تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو منزل کے قریب پہنچ کر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اے محبوب! مجھے غافل لوگ پیغام نکاح نہیں دے سکتے، مجھے تو وہ لوگ پیغام دیتے ہیں جو ﷺ کے سامنے گڑگڑانے والے ہوتے ہیں۔

یہ اشعار سن کر مجمع [شوقِ آخرت میں] بے قرار ہو گیا اور وہ خاتون اچانک کھڑی ہو گئیں اور کہنے لگیں: اے اَبُو عُبَیْد! [یہ شیخ عَبْدُ الْوَاحِد کی کُنیت ہے۔] کیا تم میرے بیٹے اَبْرَارِہِم کو نہیں جانتے؟ بقرہ کے بڑے بڑے مالدار لوگوں نے اس کے لئے اپنی لڑکیوں کے پیغام بھیجے، مگر میں نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا، لیکن آج آپ نے جس لڑکی [یعنی حُورِ عین] کا تذکرہ کیا وہ مجھے پسند آئی ہے اور میں اُسے اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں، مہربانی کر کے آپ دوبارہ اس کی خوبیاں اور اس کا حُسن و جمال بیان فرمائیں۔ یہ سن کر شیخ عَبْدُ الْوَاحِد رَحِمَہُ اللہ نے پھر حُورِ عین کی خوبیاں بیان فرمائیں اور یہ اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

ان کے چہرے کے نور سے اصلی نور پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشبودار بدن سے گلنے والی ہوا عطر کے مقابلے میں فخر کرتی ہے..... اگر وہ پتھروں اور کنکریوں پر اپنا جوتا رکھ دیں تو بارش کے بغیر مشرق و مغرب سرسبز و شاداب ہو جائیں..... اگر تم ان کی کمر کو گزہ لگانا چاہو تو زریحان کی سبز پتوں والی ڈالی کی طرح تم آسانی سے گزہ لگا لو گے..... اگر وہ اپنا میٹھا لعاب سَمُنْدَر میں ڈال

دیں تو زمین کے لوگ ان سُنَمَدروں کو مزے سے پی جائیں..... قریب ہے کے آنکھ کی جھپک ان کے نازک رُخساروں کو زخمی کر دے اور دل کے خیالات ان کی پیشانی پر پڑھ جائیں۔

یہ اشعار سن کر لوگوں کا شوق اور بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی اور خاتون دوبارہ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں: مجھے یہ لڑکی پسند آئی ہے، میں دس ہزار دینار مہر دے کر اُسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں، اے شیخ عَبْدُالْوَاحِد! میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نکاح کر دیجئے، وہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ نکلے گا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اُسے شہادت نصیب فرمادے اور قیامت کے دن میری اور اپنے والد کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔ شیخ عَبْدُالْوَاحِد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ اے خاتون! اگر آپ نے اپنے بیٹے کو جہاد میں بھیج دیا تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گا اور آپ اور اس کا والد بھی بڑی کامیابی پائیں گے۔ پھر اس خاتون نے اپنے بیٹے کو آواز دی: بیٹا! اِزْہِیْم! آواز سن کر مجمع میں سے ایک نوجوان تیزی سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: امی جان! میں حاضر ہوں۔ خاتون نے کہا: اے بیٹے! کیا تو اس لڑکی [یعنی خورِ عین] کو اس شرط پر بیوی بنانے کے لئے تیار ہے کہ تو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرے گا اور گناہوں میں واپس نہیں لوٹے گا؟ نوجوان کہنے لگا: امی جان، اللہ کی قسم! میں بخوشی اس شادی پر راضی ہوں..... یہ سُن کر وہ خاتون کہنے لگیں: اے میرے پروردگار! تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے اس شرط پر کر دی ہے کہ میرا بیٹا اپنی جان تیری راہ میں قربان کرے گا اور گناہوں کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا، اے ارحم الراحمین! میری طرف سے اسے قبول فرما لیجئے۔

اس کے بعد وہ خاتون گھر گئیں اور دس ہزار دینار لا کر شیخ عَبْدُالْوَاحِد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو دیئے اور فرمانے لگیں: یہ اس لڑکی کا مہر ہے، آپ اپنے لئے اور دوسرے مجاہدین کے لئے اس سے سامان جہاد خریدیں۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے غمہ گھوڑا خریدا اور بہترین اسلحہ اسے دیا۔ پھر جب شیخ عَبْدُالْوَاحِد اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے، تو اِزْہِیْم بھی دوڑتا ہوا ساتھ نکلا اور قرآن مجید کے قاری اس کے ارد گرد یہ آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان اور مال کو جنت کے بدلے خریدا ہے۔

وہ خاتون بھی لشکر کو رخصت کرنے کے لئے نکلیں، جب وہ واپس ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک کفن اور خوشبودی اور فرمایا: اے پیارے بیٹے! جب دشمن سے مقابلے کے لئے نکلتا تو یہ کفن باندھ لینا اور خوشبو لگا لینا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہوئے کوئی کوتاہی مت کرنا، پھر انہوں نے اُسے سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا: پیارے بیٹے! میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہم دونوں کو قیامت کے میدان ہی میں ملائے۔

عَبْدُ الْوَاحِدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب ہم محاذ پر پہنچ گئے اور جنگ کا اعلان ہو گیا، تو کچھ لوگ آگے لڑنے کے لئے نکلے، ان میں ابْرَہِیم سب سے آگے تھا، اس نے بہت سے دشمنوں کو قتل کیا، مگر پھر دشمنوں نے اُسے گھیر کر شہید کر دیا۔ جب ہم بھڑہ کی طرف واپس آنے لگے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابْرَہِیم کی والدہ کو اس کے بیٹے کی شہادت کی خبر نہ کرنا، کہیں ایسا نہ ہو وہ غم میں اپنا اجر ضائع کر بیٹھے۔ جب ہم بھڑہ پہنچ گئے تو لوگ آ کر ہم سے ملنے لگے، ان لوگوں میں ابْرَہِیم کی والدہ بھی تھیں، انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا فرمانے لگیں: اے اَبُو عَبِید! اگر اللہ تعالیٰ نے میرا ہدیہ قبول کر لیا ہے تو میں خوشی مناؤں، اور اگر واپس لوٹا دیا ہے تو مجھ سے تعزیت کی جائے۔ میں نے کہا: واللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا ہے اور تمہارا بیٹا حقیقی زندگی پا کر شہداء کے ساتھ کھاپی رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شکر اداء کرتی ہوئی سجدے میں گر گئیں اور کہنے لگیں: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میری قربانی کو قبول فرمایا، اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ اگلے دن وہ پھر مسجد میں آ گئیں اور سلام کر کے کہنے لگیں: مُبارک ہو، اے اَبُو عَبِید! رات خواب میں میں نے اپنے بیٹے کو ایک خوبصورت باغ میں ایک سبز محل میں دیکھا، وہ موتیوں کی مسہری پر تاج پہنے بیٹھا مجھے کہہ رہا تھا: مُبارک ہو، امی جان! آپ کا دیا ہوا مہر قبول کر لیا گیا اور دِلہن کی رخصتی ہو گئی۔

دعوت

[یہ سچا واقعہ ماضی کی ایک مسلمان ماں کا ہے اور یہ واقعہ ہمیں بتا رہا ہے کہ

اگر کل ایسی مائیں موجود تھیں تو آج بھی اُمّتِ مُسلمہ بانجھ نہیں ہو گئی، بلکہ آج بھی

ایسی مائیں موجود ہیں جو اَبْرَہِیْم کی والدہ کی طرح اپنے بیٹوں کا نکاح حُورِ عین سے کرانا چاہتی ہیں اور اپنے لئے اللہ ﷻ کی محبت اور جنّت کے باغات کی طلب گار ہیں، اگر کل کی اس ماں کی گود میں اَبْرَہِیْم جیسا ایک بیٹا تھا تو آج کی ماں کی گود بھی خالی نہیں ہے، آج کی مائیں بھی کئی کئی بیٹے پال رہی ہیں، کل کی وہ ماں اگر دس ہزار سونے کے دینار دیکر اپنے بیٹے کو عزّت و عظمت کی راہوں پر چلا رہی تھی تو آج کی ماں کے پاس بھی سونے کی کمی نہیں ہے، البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی ماں کو جہاد کی حقیقت سمجھائی جائے، آج کی ماں کو بھی آخرت کی فکر دلائی جائے، آج کی ماں میں بھی غیرتِ ایمانی کو بیدار کیا جائے۔ اللہ کی قسم! اگر آج بھی شیخ عَبْدُ الْوَّاحِد رحمہ اللہ کی طرح کوئی عملی مجاہد اور عالمِ دین مسجدوں اور محلوں میں جا کر مسلمانوں کو دردِ دل کے ساتھ جہاد کی دعوت دے تو ہماری ہر گلی سے اَبْرَہِیْم کی والدہ جیسی خواتین اپنے اَبْرَہِیْم جیسے جوان بیٹوں کو سونے چاندی کی لڑیوں میں تول کر اس دعوت دینے والے کے حوالے کریں گی اور اللہ ﷻ سے کہیں گی: اے میرے پروردگار! گواہ رہنا، میں نے اپنے بیٹے کی شادی حُورِ عین سے کر دی ہے اور اے مجاہد! میرے جوان بیٹے اور میرے زیورات لیکر اگر تم مسجد اقصیٰ کو آزادی دلا سکتے ہو، اگر میرے بیٹے ذبح ہونے سے بابرِی مسجد دوبارہ تعمیر ہو سکتی ہے، اگر میرے تختِ جگر کے ٹکڑے ہونے سے اسلام دنیا میں نافذ ہو سکتا ہے اور میرے نبی (ﷺ) کی حرمت کی حفاظت ہو سکتی ہے، اگر میرے بیٹے کے کٹ جانے سے کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کو آزادی مل سکتی ہے، تو پھر میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جاؤ، میں نے اسے اللہ ﷻ کے حوالے کر دیا ہے، میں نے اسے اسلام کی عظمت کے لئے وقف کر دیا ہے، مجھے اب اس کی زندگی کی نہیں بلکہ اسلام کی فتح کی خبر سنانا اور میرے بیٹے کو میرے پاس زندہ واپس نہ لانا، میں اب اس سے آخرت کے میدان میں ملنا چاہتی ہوں۔

اے مسلمانو! ہماری مائیں کل بھی عظیم تھیں، آج بھی عظیم ہیں، مگر آج ہم نے انہیں جہاد کا سبق سنایا ہی نہیں، ورنہ وہ ماضی کی ماں سے ایک قدم آگے تو بڑھ جائیں گی پیچھے نہیں ہٹیں گی، مگر دعوت جہاد اب پھسکی پڑ چکی ہے، منبر و محراب کی گرج دھیمی ہو چکی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دعوت کو ایک رسم نہیں، ذمہ داری سمجھ کر اداء کیا جائے، اسے ایک پیشہ نہیں، بلکہ عبادت کی شان سے اداء کیا جائے اور وہ لوگ دعوت دینے کے لئے آگے بڑھیں جن کی بات سنی اور سمجھی جاتی ہے اور وہ خود بھی جہاد کی لذت سے آشنا اور شوق شہادت سے سرشار ہوں اور اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد پیدا کریں۔

یاد رکھئے! جہاد کی دعوت دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے، اس لئے اسے نہ تو غیر اہم سمجھیں اور نہ اس میں سستی کریں۔ جہاد کی دعوت دینا ہمارا کام ہے جبکہ اس دعوت کو مؤثر بنانا اور دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور یہ بات سچ ہے کہ جہاد کی دعوت مسلمانوں پر بہت جلد اثر کرتی ہے اور اخلاص کے ساتھ دی گئی یہ دعوت سورج کی شعاعوں کی طرح حیرت ناک انداز سے ہر طرف پھیل جاتی ہے، اس باب میں بیان کئے گئے فضائل کو پڑھنے کے بعد جہاد کی دعوت دینے کا عزم کر لیجئے اور اتنی دعوت دیجئے کہ جہاد آپ کی اور آپ جہاد کی پہچان بن جائیں اور ایسے درد سے دعوت دینے کا عزم کر لیجئے کہ کلیجے ہل جائیں اور جما ہوا خون دوبارہ جسم میں دوڑنے لگے اور ایسی مضبوط دعوت دیجئے کہ سرد جذبات میں حرارت پیدا ہو جائے اور ایسے اخلاص سے دعوت دیجئے کہ تشنّع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہ رہے، یہ دعوت بچوں کو بھی سکھائیے، تاکہ وہ بھی اسے آگے بڑھا سکیں، آج کئی عرب ممالک میں معصوم بچے جمعہ کے دن نماز کے بعد کھڑے ہو کر جہاد کی ایسی مؤثر دعوت دیتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور وہ مجاہدین کی مالی امداد کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔

دعوت کا یہ سلیقہ عورتوں کو بھی سکھائیے، کیونکہ اگر ان میں یہ خیر پھیل گئی، تو پھر پورا معاشرہ اس سے متاثر ہو گا۔ جہاد کی دعوت دینے میں بڑے مجمع یا مروّجہ رُسومات کا خیال تک دل میں نہ آنے دیجئے، سننے والے ایک دو ہوں یا لاکھوں، لاوڈ اسپیکر مہیا ہو یا نہ ہو، لوگ رغبت سے سُنیں یا بے رغبتی سے، دعوت دینے کے لئے جہاز یا ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر جانا پڑے یا پیدل، ہر موقع پر والہانہ انداز میں اخلاص کے ساتھ ڈٹ کر دعوت دیجئے اور مسلمانوں کے ایک ایک فرد کو بیدار کر دیجئے۔

ایک زمانے میں عیسائیوں کو شکست کا سامنا تھا، تو ان کا ایک نیم برہنہ پادری گدھے پر صلیب رکھ کر نکلتا تھا اور اس نے پوری عیسائی دنیا کو متحد کر لیا تھا۔ جب ایک باطل پرست عیسائی ایسا کر سکتا ہے تو کیا آج کے اس دور میں جبکہ مسلمانوں کو سانس سے زیادہ جہاد کی ضرورت ہے، مسلمانوں کے باعمل مؤثر افراد ہاتھوں میں قرآن مجید لے کر پوری اُمتِ مسلمہ کو جگانے کے لئے نہیں نکل سکتے؟

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ہم سب کو دعوتِ جہاد اور عملی جہاد کی توفیقِ مَرَحْمَت فرمائے۔ آمین]



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



چہاڑا کی طرف سبقت کی فضیلت کا بیان



سبقت لے جانے والے کامیاب

ہر نیکی کی ابتداء مشکل ہوتی ہے، اور جو لوگ اس تکلیف کی حالت میں حق کے لیے سرفروشی کرتے ہیں، وہ ہر جگہ مُعَزَّز و محترم ہوتے ہیں، لہذا اس رازِ فطرت کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اور اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی خاص گروہ کی تعیین مراد نہیں۔ گو شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جنہوں نے بَيْعَتِ رِضْوَان میں شرکت کی تھی، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بیٹ المقدس اور بیٹ اللہ دونوں جانب نماز پڑھی، مگر ہماری رائے میں یہ آیت نہ صرف مہاجرین و انصار پر مشتمل ہے بلکہ اس میں قیامت تک کے مسلمان آجاتے ہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ان مہاجرین کے نقش قدم پر چلیں۔ (فتح الجواد، ۳/۸۶)

جہاد میں سبقت

دور نبوت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی فرد بھی سوائے ان معذور افراد کے میدانِ جنگ سے باہر نظر نہیں آتا تھا اور ان معذور افراد میں بھی بہت سے ایسے مبارک اشخاص ملتے ہیں جنہوں نے باوجود عذر کے عزیمت پر عمل کیا اور میدانوں میں نکلے، مرد تو مرد خواتین بھی میدانِ جہاد میں نظر آتی تھیں۔

اس مبارک دور میں میدانِ جہاد سے پیچھے رہ جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اور دینی و دنیوی خسارہ سمجھا جاتا تھا، اس لئے ہر فرد میدان کی طرف سبقت کرتا تھا۔ (فتح الجواد، ۲/۲۸۲)

جہاد کی طرف سبقت کی تفصیلات کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَ
جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَ
الْأَرْضِ ۝ (الحید: ۲۱)

اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲

وَالشَّاقُونَ الْأَوَّلُونَ مِّنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ: ۱۰۰)

اور جو سابق اور مقدم ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے ان کیلئے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۳

وَالشَّاقُونَ الشَّاقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ
الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝
(الباقہ: ۱۰، ۱۱، ۱۲)

اور سب سے اول ایمان لانے والے، سب سے اول داخل ہونے والے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ نعمت کے باغات میں ہوں گے۔

عثمان بن ابی سؤدہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”الشَّاقُونَ الشَّاقُونَ“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں سے پہلے جہاد اور نماز کے لئے نکلتے ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق رجلہ رجال الصحیح)
عثمان بن ابی سؤدہ رضی اللہ عنہ حضرات تابعین کے ائمہ اور مجاہدین میں سے ہیں اور ان کا یہ

مُثَوِّلہ مشہور ہے کہ میں ایک لاکھ [سونے کے] دیناروں کے عوض بھی ایک سال جہاد سے ناغے کو پسند نہیں کرتا۔ (تہذیب الکمال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے رات کے وقت مجاہدین کے ایک دستے کو روانگی کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: یا رَسُوْلُ اللہ! کیا ہم رات ہی کو نکلیں یا صبح تک ٹھہرنے کی اجازت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے باغات میں رات گزارو؟ (المسند رک، السنن الکبریٰ بیہقی)

حَسَن بن اَبی النَحْسَنِ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا، اس میں حضرت مُعَاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ بھی تھے، سارا لشکر صبح کے وقت روانہ ہو گیا، حضرت مُعَاذ رضی اللہ عنہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے رُک گئے، جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: جاؤ! فوراً اپنے لشکر میں شامل ہو جاؤ، تمہارے ساتھی تم سے جنت جانے میں ایک ماہ کی سبقت لے گئے۔ حضرت مُعَاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھوں گا اور آپ سے دعائیں لوں گا، اس طرح سے میں اپنے ساتھیوں پر [اجر و فضیلت میں] سبقت لے جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تیرے ساتھی تجھ سے سبقت لے گئے، جاؤ! ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شام اللہ (ﷻ) کے راستے میں لگا دینا، دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اسی طرح ایک صبح اللہ (ﷻ) کے راستے میں لگا دینا، دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔ (السنن سعید بن منصور)

مُسْنَدِ اَحمَد میں یہ روایت اس طرح سے ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے حضرت مُعَاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے؟ انہوں نے عرض کیا: وہ مجھ سے ایک صبح کی سبقت لے گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرق و مغرب کے درمیان جتنا فاصلہ ہے، اس سے بھی زیادہ فضیلت انہوں نے تجھ پر پالی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عُبَیْدُ اللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے حضرت عُبَیْدُ اللہ بن

رَوَاحَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ کو جہاد کے لئے ایک لشکر میں روانہ فرمایا، یہ روانگی جمعہ کے دن تھی، چنانچہ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت عَبْد اللہ بن رَوَاحَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے کہا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے لشکر سے جا ملوں گا، چنانچہ وہ رک گئے، جب رَسُوْلُ اللہ ﷺ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھا، تو ارشاد فرمایا: اگر تم زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالو، تب بھی اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پاسکتے۔ (ترمذی)

رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جلد بازی نہ کرنا ہر چیز میں بہتر ہے، سوائے تین چیزوں کے [کہ ان میں عجلت و جلدی بہتر ہے] :- ❶ جب جہاد کے لئے پکارا جائے تو تم سب سے پہلے نکلنے والے بنو، ❷ جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم سب سے پہلے نکلو، ❸ جب جنازہ آجائے تو اس میں جلدی کرو۔ ان تین کے علاوہ باقی کاموں میں جلد بازی نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار دہرائی۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کا ایسا جذبہ اور ولولہ عطا فرمائے کہ ہمارے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جہاد میں نکلنا، بلکہ سبقت کرنا آسان ہو جائے، آمین۔

حضرات صحابہ کرام رَضِيَ اللہُ عَنْہُمْ کے لئے سب کچھ چھوڑنا آسان ہو گیا تھا، لیکن حضور اکرم ﷺ کی جدائی انہیں گوارا نہیں تھی، کیونکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی محبت اور اطاعت میں سب کچھ قربان کر دیا تھا اور انہیں حضور اکرم ﷺ سے اس قدر سچا عشق تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف چلائے جانے والے تیروں کو اپنے سینے اور ہاتھوں سے روکتے تھے اور آپ ﷺ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، مگر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو انہیں جہاد کی خاطر آپ ﷺ کی جدائی بھی سہی پڑی، بہت ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرام رَضِيَ اللہُ عَنْہُمْ کے لئے یہ امتحان بہت مشکل ثابت ہوتا، کیونکہ وہ تو رات کے وقت جب آقا ﷺ سے جدا ہوتے تھے تو انہیں صرف صبح کا انتظار ہوتا تھا کہ کب صبح ہو اور ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں

حاضر ہو کر نظروں اور دلوں کی پیاس بجھائیں، مگر حضور اکرم ﷺ نے جب ان کے سامنے جہاد کی حقیقت اور اہمیت بیان فرمائی تو ان کے لئے یہ امتحان بھی آسان ہو گیا اور انہوں نے جہاد کی خاطر حضور اکرم ﷺ کی جدائی کو بھی برداشت کیا، ایک بار نہیں بار بار انہیں یہ جدائی برداشت کرنی پڑی، اس دوران اگر کوئی صحابی عشق و محبت سے مغلوب ہو کر حضور اکرم ﷺ کی صحبت کے لئے چند لمحے مزید حاصل کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں تنبیہ فرماتے۔

مذکورہ بالا واقعات میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ہے، انہیں مؤمنہ کی طرف روانگی سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی باتوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں شہید ہو جائیں گے، چنانچہ وہ اپنی زندگی کا آخری جمعہ حضور اکرم ﷺ کی معیت میں اداء کرنے کے لئے لشکر سے پیچھے رہ گئے اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے لشکر سے جا ملیں گے، مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور صبح روانہ ہونے والے لشکر کی فضیلت بیان فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کی انہی تعلیمات اور ترغیب کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور جہاد سے بڑھ کر کوئی چیز انہیں مرغوب و محبوب نہیں تھی۔

آج بھی اگر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر یقین کریں تو وہ بھی جذبہ جہاد کی نعمت سے سرشار ہو سکتے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جمادی الاولیٰ ص ۱۰۱
لکھنؤ کی فضا میں



سات اسباق

- ۱ جہاد کیلئے تربیت اور تیاری ضروری ہے۔
- ۲ حُبِ دنیا اور نفس پرستی جہاد کے لئے زہرِ قاتل ہے۔
- ۳ نفسانی خواہشات کو دبا کر مقصد کی خاطر تکلیف برداشت کرنے والے مجاہدین کامیاب ہوتے ہیں۔
- ۴ فتح قلت و کثرت سے نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ملتی ہے۔
- ۵ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق شہادت یعنی جان قربان کرنے کا جذبہ اور شوق شہادت مجاہدین کو بہت طاقتور بنادیتا ہے۔
- ۶ امیر لشکر کو چاہیے کہ جنگ سے پہلے چھاننی کرے اور ان لوگوں کو نکال دے جو عین جنگ کے وقت بددلی پھیلا سکتے ہوں اور کچھ ایسے لوگ مقرر کرے جو سفر جنگ کے دوران اور عین جنگ کے وقت لشکر کا حوصلہ، ہمت اور شوق شہادت بڑھاتے رہیں۔
- ۷ جب اہل ایمان جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو راستے میں بہت سے پرکشش فتنے آتے ہیں، مجاہدین کو چاہیے کہ ان بیٹھے دریاؤں میں منہ نہ ماریں اور منزل کی طرف بڑھتے رہیں۔ (فتح الجواد: ۱۰۰/۱)



باب ۱

جہاد میں ایک صبح اور ایک شام کا نیک فیصلہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمُ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ • (التوبہ: ۱۲۱)

اور جو وہ تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کیلئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح کے وقت یا شام کے وقت نکلنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی مقدار یا اس کی چابک کی مقدار کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی ایک عورت زمین والوں پر جھانک کر دیکھ لے تو جنت اور زمین کے درمیان کو روشنی اور اپنی خوشبو سے بھر دے اور اس کا دوپٹہ دنیا اور اس کے اندر کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

[مُصَنِّفُ رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فرماتے ہیں:] "لَعَذْوَةٌ" کا معنی ایک بار جانا اور "لَرَوْحَةٌ" کا معنی ایک بار لوٹنا۔ عَلَّامَةُ نَوَوِي رَحِمَهُ اللہُ شَرْحِ مُسْلِم میں فرماتے ہیں کہ صبح سے زوال تک چلنے کو "عَذْوَةٌ" اور زوال سے آخر دن تک چلنے کو "رَوْحَةٌ" کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اتنی دیر جہاد میں رہا، اُسے یہ ثواب ملے گا اور اُسے دورانِ جہاد گزرنے والی ہر صبح ہر شام کا یہی اجر ملے گا حتیٰ کہ راستے میں گزرنے والی صبح شام کا بھی یہی اجر ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی انسان ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں کا مالک بن جائے، تب بھی مجاہد کی ایک صبح یا شام کا اجر و ثواب اس سے بہتر ہے، کیونکہ دنیا کی نعمتیں

تو بہر حال فانی ہیں۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو دنیا کا تمام مال واسباب دے دیا جائے اور وہ یہ سارا مال اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کر دے، تب بھی وہ مجاہد کی ایک صبح یا ایک شام جیسا اجر و ثواب نہیں پاسکتا۔ (شرح نووی علی مسلم)

[مجاہد کی صبح اور شام کی فضیلت کے بارے میں احادیث بخاری، مسلم اور دوسری کتب میں بکثرت موجود ہیں۔]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے یا حج میں تلبیہ پڑھتے ہوئے شام کرتا ہے، تو سورج اس کے گناہوں سمیت غروب ہوتا ہے، [یعنی اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں]۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے لئے ذمہ دار ہوں جو میرے راستے میں مجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکلے کہ میں یا تو اُسے جنت میں داخل کروں گا، یا اُسے اپنے گھر اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا۔ [حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:] قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہوگا وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی حالت میں حاضر ہوگا کہ اس کے خون کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر کچھ مسلمانوں پر شاق نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سرئیہ سے پیچھے نہ رہتا، [بلکہ ہر بار خود جہاد کے لئے نکلتا، لیکن میں] غریب [مسلمانوں کے لئے سواری نہیں پاتا] کہ انہیں ہر بار ساتھ لے جا سکوں [اور وہ خود بھی اس کی وسعت نہیں رکھتے اور انہیں میرے جہاد میں جانے کے بعد] پیچھے رہ جانا بہت گراں گزرتا ہے، [اس لئے ان کی خاطر کبھی کبھار میں خود رُک جاتا ہوں اور لشکر روانہ کر دیتا ہوں]۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ

کی جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں لڑتا ہوا شہید کر دیا جاؤں، پھر [دوبارہ زندگی پا کر] لڑوں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر لڑوں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (مسلم)

بخاری شریف میں حدیث کے آخری الفاظ اس طرح ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ (ﷻ) کے راستے میں شہید کیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مجاہد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس کے گھر کے دروازے پر پُل کی طرح بنا دیئے جاتے ہیں، جب وہ اس پُل کو پار کر لیتا ہے، [یعنی گھر کے دروازے سے نکل جاتا ہے] تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، یہاں تک کہ چھپر کے پر کے برابر بھی باقی نہیں رہتے اور اللہ (ﷻ) اس کے لئے چار چیزوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔

- ① وہ [یعنی اللہ (ﷻ)] اس کے پیچھے اس کے گھر اور مال کی دیکھ بھال فرمائے گا۔
 - ② اُسے جس طرح سے بھی موت آئے گی، اللہ (ﷻ) اُسے جنت میں داخل کرے گا۔
 - ③ اگر اُسے واپس لوٹایا تو اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم لوٹائے گا۔
 - ④ سورج کے غروب ہوتے ہی اُس کے گناہ بھی بخشے جائیں گے۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)
- حضرت عَبْدُ اللہ بن رَوَاحَہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کہ قبضے میں میری جان ہے! اگر تم زمین کا سارا مال و اسباب خرچ کر ڈالو، تب بھی اپنے [صبح روانہ ہونے والے] ساتھیوں کی ایک صبح جتنا اجر نہیں پاسکتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس روایت سے بھی مجاہد کی صبح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ایک صبح یا ایک شام اللہ (ﷻ) کے راستے میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدان جنگ کی صف میں کھڑا ہونا کسی شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک صبح یا ایک شام اللہ (ﷻ) کے راستے میں گزارنا اپنے گھر میں ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (کتاب الترغیب لحافظ ابی حفص وابن عساکر)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعاء کرتے ہوئے سنا، اے اللہ! میں آپ سے جنت کے اونچے درجات کا سوال کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: دعاء کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں یہاں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ [جنت کے اونچے درجات] کس کے لئے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے لئے ہیں جو اپنی صبح یا شام اللہ (ﷻ) کے راستے میں گزارتے ہیں۔ (شفاء الصدور حدیث مرسل)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد سے لوٹنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد، حاکم)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کو سفر جہاد سے واپسی پر بھی روانگی جیسا اجر ملتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے دوران مجاہد جس قدر اپنے گھر والوں سے دور ہوتا جاتا ہے، اُسی قدر وہ اللہ (ﷻ) کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

اس روایت کی تائید ابن عساکر کی اس روایت سے ہوتی ہے، جس میں ابوفوزہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ موسم گرما کا لشکر جہاد کے لئے روانہ ہوا، تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی باوجود بیماری کے لشکر کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ خرنشا [نامی مقام] میں مرنا میرے نزدیک دمشق میں مرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دؤمہ [نامی مقام] میں مرنا مجھے خرنشا میں مرنے سے زیادہ محبوب ہے، اسی طرح سفر جہاد میں جس قدر آگے بڑھ کر اور اپنے وطن سے دُور جا کر مروں، [وہ مجھے زیادہ محبوب ہے]۔ یہ لشکر چلتا رہا، یہاں تک کہ جب حمص [نامی مقام] پر پہنچا، تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ ہم نے انہیں حمص ہی میں زیتون

کے درختوں کے درمیان دفن کر دیا مگر لشکر [جہاد کرتے ہوئے] آگے بڑھتا رہا اور تب واپس لوٹا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔

ایسا ہی واقعہ عبداللہ بن مخیریز رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت مخیریز رضی اللہ عنہ [ابن جنادہ بن وہب الجبلی] کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ لشکر میں بیمار ہو گئے، تو مجھے فرمانے لگے: اے بیٹے! مجھے اٹھا کر کسی نہ کسی طرح رومیوں کی سر زمین تک لے چلو، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے وہیں پر موت آئے۔ چنانچہ میں انہیں اٹھا کر چلتا رہا، یہاں تک کہ حمص میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو مجھے فکر ہوئی کہ جنازہ کون پڑھے گا، اچانک میں نے صفوں کی صفیں ان کا جنازہ پڑھتے دیکھیں جنہیں میں پہچانتا تک نہیں تھا۔

عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قادسیہ کی لڑائی کے دن ایک مجاہد کی آنتیں [کٹ کر] بکھری پڑی تھیں، ایک اور مجاہد ان کے پاس سے گزرے، تو زخمی مجاہد نے کہا: مجھے اپنے ساتھ چٹالو، شاید میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دونیزوں کی مقدار اور آگے بڑھ سکوں۔ چنانچہ پھر وہ ان کے ساتھ چٹ کر ایک دونیزے کی مقدار آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

ابوطبیبان الکوئی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی لڑائی سے واپس آنے والے مجاہدین نے مجھے بتایا کہ جب ہم جنگ ختم کر چکے تھے اور دشمن ہمیں دیکھ رہا تھا، اس وقت حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا، انہوں نے لشکر والوں سے فرمایا: جب میرا انتقال ہو جائے، تو تم دشمن کی طرف سوار ہو کر بڑھنا، پھر جہاں تمہیں دشمن روک دے اور آگے نہ بڑھنے دے تو وہاں قبر کھود کر مجھے دفن کر دینا، پھر گھوڑے اور آدمی دوڑا کر قبر کو برابر کر دینا، تاکہ وہ پہچانی نہ جاسکے۔ (سیر اعلام النبلاء)

سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کی سر زمین میں (دوران جہاد) بسر نامی گرم پانی کے چشمے پر انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

زمانہ خلافت میں پیش آیا۔ انہوں نے انتقال سے پہلے (امیر لشکر) بُسر بن اَرْطَاة رَضِیَ اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ اس لشکر میں جتنے مسلمانوں کا انتقال ہوا ہے، آپ مجھے ان کا امیر بنادیتے اور مجھے ایک جھنڈا بھی دے دیتے اور مجھے دشمن کے دُور دراز علاقے میں دفن کیجئے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن ان [شہداء] کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ (ابن عساکر)

دعوت

[سبحان اللہ! ان حضرات کے کیا عظیم جذبات تھے، دراصل یہ حضرات جہاد کی عظمت اور حقیقت کو پہچانتے تھے اور ان کے پیش نظر صرف آخرت کی زندگی تھی اور وہ جانتے تھے کہ آخرت کی زندگی میں جہاد کے صبح و شام کس قدر فائدہ دینے والے ہیں، چنانچہ وہ جہاد میں گزاری ہوئی ہزاروں محسین اور شامیں اپنے ساتھ لے کر اس دُنیا سے چلے گئے اور کامیاب ہو گئے۔

آج ہمیں بھی غور کرنا چاہئے کہ ہمارے دامن میں کتنی صبح اور کتنی شامیں ایسی ہیں جو ہم نے جہاد میں گزاری ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین]



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار اور
اس راستے میں چلنے کی فضیلت



انسان کی کمزوری

انسان کی کمزوری اس دنیا میں رہنے کا جذبہ ہے اس کمزوری میں بے شمار کمزوریاں چھپی ہوئی ہیں۔ (فتح الجواد: ۱۰۲/۱)

چار اسباق

- ۱ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنا چاہیے۔
- ۲ جنگ شروع کرنے سے پہلے دعاء کرنی چاہیے۔
- ۳ جب دشمن سامنے آئے تو اسکی طاقت سے مرعوب ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طاقت پر نظر رکھ کر اس کے سامنے آہ و زاری اور دعا کرنی چاہیے۔
- ۴ جہادی تربیت میں تین باتوں کو مد نظر رکھا جائے:
 - الف) ہمت کیسے بلند ہو، تاکہ ثابت قلبی نصیب رہے۔
 - ب) بہادری کیسے پیدا ہو، تاکہ ثابت قدمی حاصل ہو۔
 - ج) ایسی نیت اور ایسے اعمال کا التزام ہو جن سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے۔ (فتح الجواد: ۱۰۲/۱)



باب ۷

اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

حضرت ابو نعیم جن کا نام عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن جَبْرِ طی اللہ ہے، فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دونوں قدم اللہ (ﷻ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (ﷻ) اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ (بخاری)

[یہ حدیث شریف اسی مفہوم کے ساتھ حدیث کی مختلف کتابوں میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، مُصَنِّفِ طی اللہ نے ان میں سے کئی روایات ذکر فرمائی ہیں، ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا ایک روایت کو ذکر کیا ہے۔]

حضرت أَبُو دُرْدَاء طی اللہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کسی بندے کے پیٹ میں اپنے راستے [جہاد] کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں فرمائے گا اور جس شخص کے پاؤں اللہ (ﷻ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (ﷻ) قیامت کے دن جہنم کو اس سے تیز رفتار گھڑ سوار کے ایک ہزار سال تک دوڑنے کی مسافت جتنا دُور فرمائے گا اور جس شخص کو اللہ (ﷻ) کے راستے میں کوئی زخم لگے گا، اللہ (ﷻ) اس پر شہداء کی مہر لگا دیں گے اور اسکے لئے قیامت کے دن ایک [خاص] نُور ہوگا، اس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی، اسی کے ذریعے اؤلین اور آخرین اُسے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے اور جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں اتنی دیر لڑا جتنی دیر میں اُونٹنی کے تھنوں میں دودھ واپس آ جاتا ہے، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (مسند احمد)

عَمْرُو بن قَنِس الکَلْبَدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے جہاد سے واپسی پر میں حضرت أَبُو دُرْدَاء طی اللہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جمع ہو جاؤ۔ [جب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا:] میں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ (ﷻ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ (ﷻ) اس کے پورے جسم کو آگ پر حرام فرمادے گا۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

گرمیوں کے جہاد سے مراد رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی لڑائی ہے، چونکہ مسلمان سردیوں کی شدت اور برف باری کی وجہ سے رومیوں کے ساتھ گرمیوں میں جہاد کے لئے نکلتے تھے، اس لئے اس لڑائی کا نام ”صائفہ“ یعنی گرمیوں کی جنگ پڑ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاؤں ج میں، جہاد میں، یا اسلامی سرحدوں یا لشکروں کی پہرے داری میں غبار آلود ہوئے، اللہ (ﷻ) اس کے خون اور گوشت کو آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔

(ابن عساکر، کتاب الاجتہاد فی فضل الجہاد سلطان نور الدین زنگی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [جنت کی] خوشخبری ہے اس بندے کے لئے، جو پراگندہ بال اور غبار آلود قدموں کے ساتھ اللہ (ﷻ) کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے خوف سے رویا، وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے، [یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا محال ہے، اسی طرح اس شخص کا جہنم میں داخلہ بھی] اور کسی مسلمان کی ناک میں اللہ (ﷻ) کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی بھی جمع نہیں ہوگا۔ (ترمذی، نسائی، المسند رک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان مرد کے دل میں نجل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اور نہ کسی مسلمان کے پیٹ میں اللہ (ﷻ) کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع ہو سکتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو کسی نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ اللہ (ﷻ) نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ (ﷻ)

نے مجھے بخش دیا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا: کیا آپ کی بخشش اس علم کی بدولت ہوئی ہے جو آپ نے لوگوں میں پھیلا یا ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے کا جو غبار میرے حلق میں گیا تھا، اس کی وجہ سے میری بخشش ہوئی۔

ابو المصیح المخرائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا لشکر حضرت مالک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں کی طرف جارہا تھا۔ امیر لشکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ اپنے خچر سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے جارہے ہیں، حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے، اس پر سوار ہو جائیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی سواری کو راحت دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے مستغنی ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں قدم اللہ تعالیٰ کے راستے میں عمار آلود ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ وہاں سے چل کر ایسی جگہ آئے جہاں سے ان کی آواز پورا لشکر سن سکتا تھا، انہوں نے وہاں سے بلند آواز میں [لوگوں کو سنانے کے لئے] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پھر فرمایا: اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے، آپ اس پر سوار ہو جائیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر لشکر پورے لشکر کو [غبار کی فضیلت والی] حدیث سنوانا چاہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا جواب دیا اور حدیث شریف بھی سنائی۔ لوگوں نے جب یہ حدیث سنی تو سوار یوں سے گود کر اتر گئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو کبھی اتنا پیدل چلتے ہوئی نہیں دیکھا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے قدم دن کی ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کے راستے میں عمار آلود ہوئے تو وہ دونوں قدم آگ پر حرام ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

ربیع بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [ایک لشکر لے کر] تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک قریشی نوجوان کو راستے سے ہٹ کر چلتے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا یہ

فُلاں نو جوان نہیں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، یہ وہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں غبار کو پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس غبار سے نہ بچو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تو جنت کا عطر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، مراسیل ابی داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک شام اللہ (ﷻ) کے راستے میں چلا تو اُسے قیامت کے دن اتنا مشک ملے گا، جتنا اُسے [اس راستے کا] غبار پہنچے گا۔ (الطبرانی)

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے کے غبار سے بچنے کے لئے ڈھانٹا [یعنی منہ پر کپڑا] نہ باندھو، کیونکہ اللہ (ﷻ) کے راستے کا غبار تو جنت کے مشک کی خوشبو ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے کا غبار قیامت کے دن چہروں کو منور [سفید اور چمکدار] بنانے کا ذریعہ ہوگا۔ (ابن عساکر)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ چہرے چمکدار، ہنستے، خوشیاں منانے والے ہوں گے اور کچھ چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے، جن پر ذلت اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، تو جو شخص دُنیا میں اللہ (ﷻ) کے راستے کا غبار اپنے چہرے پر لے گا وہ قیامت کے دن کے غبار سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اللہ (ﷻ) اس کے چہرے پر سفیدی، چمک اور خوشی کے آثار بھی عطا فرمادے گا، بیشک اللہ (ﷻ) بڑے فضل والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سفر میں اپنی سواری سے اتر کر [اپنی باری میں] پیدل چلے گا، اُسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور)

[سفر جہاد میں بعض اوقات سواریاں کم ہوتی ہیں اور مجاہدین زیادہ، تب مجاہدین باری

باری سوار ہوتے ہیں اور باری باری پیدل چلتے ہیں، مذکورہ بالا حدیث میں اسی کی فضیلت کا بیان ہے۔]

قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامانِ جہاد دیتا رکرو، میں اب گھر میں ایک رات بھی نہیں رکوں گا، کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آسمان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اُسے کھٹکھٹایا، وہاں سے پوچھا گیا: کون؟ میں نے کہا: سالم بن عبد اللہ۔ وہاں سے جواب ملا: یہ دروازہ ایسے شخص کے لئے کس طرح سے کھولا جائے جس کے پاؤں جہاد میں کسی دن یا رات میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ میں [سواری کے] حصہ دار تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آتی، تو وہ دونوں حضرات عرض کرتے: یا رسول اللہ! ہم آپ کے حصے کا پیدل چل لیں گے، [آپ سواری پر تشریف رکھیں]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ میں تم دونوں کی نسبت اجر و ثواب کمانے سے زیادہ مستغنی ہوں۔ (المسند رک)

مُصَنِّف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چند باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ سمجھائی گئی ہیں:-

- ① اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیدل چلنا اجر و ثواب کا باعث ہے۔
- ② امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی راحت کے لئے خصوصی مراعات حاصل نہ کرے، بلکہ اپنے مامورین کے ساتھ ہر طرح کی تکلیف و مشقت میں برابر کا شریک رہے۔
- ③ مرؤت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شریک سفر و فقاء کے درمیان اپنے لئے کوئی خصوصی فائدہ حاصل نہ کرے۔

- ۴ رُفقاء کو چاہئے کہ اپنے سے افضل افراد کے لئے ایثار و قربانی کا معاملہ کریں [جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی پیش کش سے معلوم ہوتا ہے]۔
- ۵ پٹی کریم ﷺ تمام مخلوق سے افضل ترین ہونے کے باوجود تواضع کو پسند فرماتے تھے۔

دعوت

[ایک مسلمان کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ اُسے قیامت کے دن جہنم کی آگ اور اس کے خوفناک دھوئیں سے نجات مل جائے۔ ہم نے اس باب میں جتنی بھی احادیث اور روایات پڑھی ہیں، یہ سب ہمارے ہی لئے ہیں۔ آج اگر مسلمان ان احادیث پر یقین نہیں کریں گے اور نجات کے ان راستوں کو اختیار نہیں کریں گے، تو کل کوئی پوچھ سکتا ہے کہ آخر یہ فضائل کس کے لئے بیان کئے گئے ہیں؟ اللہ ﷻ کے راستے کا غبار ہر اس آدمی کو آسانی سے نصیب ہو سکتا ہے جو جہاد کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ بظاہر آسان اور سستی نظر آنے والی یہ نعمت کتنی بڑی ہے کہ اس کی بدولت قیامت کے دن کے غبار اور گرمی سے نجات ملے گی اور جہنم کی آگ حرام ہو جائے گی۔ اگر مسلمان تھوڑا سا غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ﷻ کے راستے کے اسی غبار میں ان کی عظمت رفتہ کے قابلِ رشک مینار چھپے ہوئے ہیں اور اسی مٹی میں ان کی عزت اور نجات کے راز پوشیدہ ہیں، ہمارے اسلاف اسی مٹی کو پھانکتے رہے، اسی میں جیتے رہے اور اسی میں مرتے رہے اور دُنیا اُن کے قدموں پر گرتی رہی اور بادشاہتیں اُن کی چوکھٹوں پر جزیے دیکر زندگی کے سانس لیتی رہیں۔ اسلاف میں سے ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جو اللہ ﷻ کے راستے کی مٹی اپنے کپڑوں پر سے جمع کرتے رہے اور بالآخر وہی مٹی ان کی قبر بنی، یقیناً انہیں اسی مٹی میں بہت کچھ نظر آ رہا تھا اور انہوں نے اس مٹی کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت و منزلت کو پہچان لیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس مٹی کو بھی پا لیا اور اس مٹی کے اندر چھپے ہوئے دنیوی

اور آخر دی خزانے بھی لوٹ لئے، مگر آج ہم اس مبارک غبار سے محروم ہو کر ذلت کی مٹی چاٹ رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کے قدموں میں گر کر روزی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کرو اور پھر اُسے پانے کے لئے خوب محنت کرو، تمہیں ان شاء اللہ وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی تمہیں اس دنیا میں اور پھر مرنے کے بعد ضرورت ہے۔ یاد رکھو! اگر تمہارے قدم اس غبار کو پانے میں کامیاب ہو گئے، تو یقین کرو! دنیا کا کفر تمہارے انہیں قدموں کے نیچے دم توڑے گا۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے راستے کے غبار کی حقیقت سمجھا دے اور اس غبار کا کچھ حصہ عطاء فرما کر اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے اُمّتِ مسلمہ کا مقدّر بنا دے اور جہنم کی آگ کو ہم سب پر حرام فرما دے۔ (آمین)





وَتَعَاوَنُوا عَلَى
الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ

اور (دیکھو) نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے
کی مدد کیا کرو۔ (سُورَةُ الْمَائِدَةِ آيَةُ ٢)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



بحری شہزاد کی فضیلت کا بیان
مجاہد کے سمنہ کی طرف دیکھنے اور تبکیر کہنے کی فضیلت



شکست کے بعد ابھرنے کا نسخہ

شکست کے بعد جماعت کو سنبھلنے اور ابھرنے کا نسخہ بتایا جا رہا ہے، جس کا ایک اہم جزو یہ ہے کہ جماعت صحابہ کے تمام افراد پی کریم ﷺ سے کوئی بدظنی اور بدگمانی نہ رکھیں اور نہ منافقین کی باتوں میں آکر ان کے دلوں میں آپ کا احترام اور ادب کمزور ہو۔ شکست کے بعد عمومی طور پر یہ فتنہ بھی آتا ہے کہ امام کے خلاف آوازیں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اگر جماعت کے لوگ اس کا اثر لے لیں تو جماعت کی قوت اور شوکت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا رعب ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتح الجواد: ۱/۳۰۲)

شکست کے بعد جماعت کو تازہ دم بنانے کا نسخہ

شکست کے بعد جماعت کی تازہ اور مضبوط تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ غلطی آئندہ نہ ہو جسکی وجہ سے شکست ہوئی ہے تو جماعت کی تربیت کا نصاب ایک بار پھر یاد دلایا گیا ہے وہ نصاب یہ ہے۔

① تلاوت قرآن پاک

② تزکیہ نفس

③ تعلیم کتاب اللہ

④ تعلیم حکمت۔

(فتح الجواد: ۱/۳۱۰)



بحری جہاد کی اہمیت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت اُمّ حَرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر جایا کرتے تھے، وہ آپ کو کھلایا پلایا کرتی تھیں، [حضرت اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی رضاعی خالہ ہونے کی وجہ سے محرم تھیں]۔ حضرت اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے، تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور پھر آپ ﷺ کے سرمبارک کی صفائی کرنے لگیں، رسول اللہ ﷺ کو نیند آ گئی، پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری اُمت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سُنَدَر میں اس طرح سے سوار ہو کر جہاد کریں گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں۔ اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دعاء فرمادیجئے کہ اللہ (تعالیٰ) مجھے بھی اُن میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعاء فرمادی، پھر آپ نے سرمبارک رکھا اور سو گئے، پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ تو اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس [چیز کی خوشی] نے آپ کو ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے پہلے جیسی بات فرمائی کہ مجھے میری اُمت کے کچھ لوگ سُنَدَر میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لئے دعاء فرمادیجئے کہ اللہ (تعالیٰ) مجھے ان میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پہلے [لشکر] والوں میں سے ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا بحری جہاد میں تشریف لے گئیں، مگر سُنَدَر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر کر انتقال فرما گئیں۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے اس پہلے لشکر (والوں) کے لئے جنت واجب ہو گئی جو سُنَدَر میں جہاد کریں گے۔ حضرت اُمّ حَرام رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! [کیا] میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [ہاں] تم ان میں سے ہو؟ وہ فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے اس لشکر کے لئے مغفرت ہے جو قیصر [رُوم] کے شہر پر حملہ آور ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! [کیا] میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ (بخاری)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سَمْنَدَر میں سب سے پہلے جہاد کا آغاز حضرت مُعَاوِیَہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عُثْمَانِ غَمَی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فرمایا۔ یہی عَلَّامَہ فَرِیَابِی رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیق ہے اور حضرت عُبَادَہ بن صَامِت رضی اللہ عنہ قُبْرُص میں جہاد کے لئے مامور ہوئے تو ان کی اہلیہ حضرت اُمّ حَرَام رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئیں، وہاں پر وہ اپنے خچر سے گر کر انتقال فرما گئیں۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قُبْرُص کے لوگ ان کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعاء کیا کرتے تھے۔ پھر امیر المؤمنین سُلَیْمَان بن عَبْدِ الْمَلِک رحمہ اللہ نے حضرت مُسْلِمَہ بن عَبْدِ الْمَلِک رحمہ اللہ کو قُسْطَنْطِیْنِہ پر حملے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے ایک بہت بڑا بَرِی اور بَحْرِی لشکر تیار فرمایا، اہل شام اور اہل جَزِیرہ میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کا بَرِی لشکر ساتھ ہوا، جبکہ مِصر اور مغرب والوں نے ایک ہزار کشتیوں کا بَحْرِی بیڑہ عُمَر بن مُبَیْزَہ رحمہ اللہ کی کمان میں روانہ کیا۔ مُسْلِمَہ بن عَبْدِ الْمَلِک رحمہ اللہ کی قیادت میں اس لشکر نے قُسْطَنْطِیْنِہ کا تیس ماہ تک محاصرہ کیا، یہاں تک کہ اہل لشکر بھوک سے تنگ آ کر مُردار اور ناپاک چیزیں کھانے پر مجبور ہو گئے، حالانکہ مجاہدین کی چھاؤنی میں گندم کے ڈھیر پہاڑ کی طرح بلند تھے، مگر انہیں اس لئے رکھ دیا گیا تھا تا کہ رومی خوفزدہ رہیں اور یہ سمجھیں کہ اسلامی لشکر کے پاس وافر مقدار میں سامان خورد و نوش موجود ہے، جب حضرت عُمَر بن عَبْدِ الْعَزِیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی۔ [یعنی اس حملے میں قُسْطَنْطِیْنِہ فتح نہیں ہوا، اس کی فتح بہت عرصے کے بعد ہوئی۔]

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ خشکی پر جہاد کرنے کی نسبت سَمْنَدَر میں جہاد کرنے کے زیادہ فضائل ہیں، ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سَمْنَدَر کی ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ایک حج جس نے حج [فرض] اداء نہ کیا ہو، [جہاد کی] دس لڑائیوں سے بہتر ہے اور اس شخص کا ایک لڑائی میں حصہ لینا جس نے حج [فرض] اداء کر لیا ہو، دس حج کرنے سے بہتر ہے اور سمنڈر کی ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے اور جس نے سمنڈر کو عبور کیا، گویا کہ اس نے تمام وادیوں کو عبور کر لیا [یعنی تمام وادیاں عبور کرنے کا اجر پالیا] اور سمنڈر میں [جہاد کے دوران] قے کرنے والا [اجر میں] خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔
(مجمع الزوائد، السنن الکبریٰ، المسند رک)

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمنڈر میں جسے چکر اور قے آجائے اُسے ایک شہید کا اجر ملتا ہے اور جو اس میں ڈوب جائے اُسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میں مرد ہوتی تو پھر صرف سمنڈر ہی میں جہاد کرتی رہتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جسے سمنڈر میں قے آجائے [وہ اجر و ثواب میں] خشکی پر اپنے خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ (کتاب السنن)

سمنڈری جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں شہید ہونے والے بڑی جہاد کے شہداء سے افضل ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سمنڈر میں چکر اور قے آنے پر بڑی شہید کے برابر اجر ملتا ہے تو پھر سمنڈر میں شہید ہونے والے کا کیا ہی اُونچا مقام ہوگا؟

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمنڈر کے شہداء اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک خشکی کے شہداء سے زیادہ افضل ہیں۔
(الطہرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

حضرت کعبہ الأخبار رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: سمنڈر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر کئی فضیلتیں حاصل ہیں:-

❶ جب وہ اپنا پاؤں سمنڈر میں [کسی سواری پر] اللہ (تعالیٰ) سے اجر کی اُمید میں رکھتا ہے تو

اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر اگر وہ قتل کر دیا جاتا ہے یا دُوب جاتا ہے تو اُسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔

۲ اور جب وہ سُنْمَدْر میں سوار ہوتا ہے تو اُس وقت سے لے کر کوٹنے تک اُسے گردن کوٹانے والے خون میں لت پت شہید کا اجر ملتا رہتا ہے۔

۳ اور سُنْمَدْر کا ایک دن خشکی کے ایک مہینے سے اور اس کا ایک مہینہ خشکی کے ایک سال سے [اجر میں بہتر ہے]۔ (کتاب السنن در جالہ رجال الصحیح)

سُنْمَدْری جہاد میں شرکت کرنے والے کے لئے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ بعض روایات میں اُسے فنی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے والوں جیسا بتایا گیا ہے۔

حضرت وَاِجلہ بن اَسْعَد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے ساتھ جہاد کرنے سے محروم رہا، اُسے چاہئے کہ سُنْمَدْر میں جہاد کرے۔

(الطبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد)

رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سُنْمَدْر میں ایک بار جہاد کرنا، میرے ساتھ پچاس بار جہاد کرنے جیسا ہے اور جس نے سُنْمَدْر میں جہاد کیا، پھر واپس اس [سُنْمَدْری جہاد] کی طرف لوٹ کر آیا، وہ اللہ (ﷻ) اور اس کے رَسُوْل (ﷺ) کی پکار پر لبیک کہنے والے جیسا ہے۔ (ابن عساکر و ہذا مرسل غریب)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سُنْمَدْر میں اللہ (ﷻ) کے راستے کی ایک لڑائی میں حصہ لیا..... اور اللہ (ﷻ) بہتر جانتا ہے کہ کون اُسکے راستے میں ہے..... تو اُس نے اللہ (ﷻ) کی فرمانبرداری کا حق ادا کر دیا اور اُس نے جنت کو ہر طریقے سے پالیا اور جہنم سے ہر طریقے سے بچ گیا۔ (ابن عساکر)

سُنْمَدْر میں جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ روایات میں آیا ہے: سُنْمَدْر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خشکی میں جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھنے والے پر حاصل ہے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سَمْنَدَر میں جہاد کرنے والے کو خشکی پر جہاد کرنے والے پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی خشکی میں جہاد کرنے والے کو اپنے اہل و مال میں بیٹھنے والے پر۔ (الطبرانی فی الکبیر)

سَمْنَدَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کی فضیلت اور مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو خود قبض فرماتا ہے، جبکہ دوسرے شہداء کی ارواح ملک الموت قبض کرتے ہیں۔

حضرت ابُو اَمامَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ (تعالیٰ) نے رُوحوں کو قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے کو مقرر فرمایا ہے، مگر سَمْنَدَر کے شہداء کی ارواح کو وہ خود قبض فرماتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) خشکی پر شہید ہونے والے مجاہد کے سارے گناہ بخش دیتا ہے سوائے قرض کے، جبکہ سَمْنَدَر کے شہید کے قرضے سمیت سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، ضعیف)

سَمْنَدَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کے ایک دن کا اجر خشکی پر جہاد کرنے والوں کے ایک مہینے کے اجر جیسا ہے۔ اس بارے میں حضرت کُعب رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے ساتھ [مل کر] جہاد نہ کیا ہو، اُسے چاہئے کہ سَمْنَدَر میں جہاد کرے، بیشک سَمْنَدَر کے ایک دن کا اجر خشکی کے ایک ماہ کے اجر جیسا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

سَمْنَدَر میں جہاد کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل شہداء وہ ہیں جن کی سواریاں سَمْنَدَر میں اُلٹ جاتی ہیں اور وہ ڈوب جاتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت اُمّ حَرَام رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سَمْنَدَر میں ڈوبنے والے کو دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ)

کے نزدیک بہترین شہداء اَصْحَابُ الْاُكُفِّ ہیں۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رُؤُل! اَصْحَابُ الْاُكُفِّ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی سواریاں سُمُنْدَر میں اُن پر اُلٹ جاتی ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

سُمُنْدَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ کا کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

رُؤُلُ اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے [خواب میں] اپنی اُمت کے کچھ لوگوں کو سُمُنْدَر میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا، ان لوگوں کو قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ غم میں نہیں ڈالے گی۔ (شفاء الصدور، ابن ماجہ)

ایک صحیح حدیث سے جو آگے آنے والی ہے، ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جہاد میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کرے گا، اُسے قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے امن نصیب ہو جائے گا، چونکہ سُمُنْدَر کا غازی زیادہ افضل ہے، اس لئے وہ اس فضیلت کا زیادہ مستحق ہے۔

سُمُنْدَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ ہے کہ روایات کے مطابق انہیں ہر دو موجدوں پر اللہ ﷻ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کرنے کا اجر ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رُؤُلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سُمُنْدَر میں جہاد کیلئے سوار ہوا، اُسے ہر دو موجدوں کے درمیان اتنا اجر ملے گا گویا کہ اس نے اللہ ﷻ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کر لی ہو۔ (شفاء الصدور)

سُمُنْدَر میں جہاد کرنے والوں کی ایک اور فضیلت کا بیان ذیل کی روایت میں ہے۔
حضرت کعبُ الْأَخْبَارِ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنا ایک قدم [جہاد کے لئے] نکستی میں رکھتا ہے تو اس کے سارے گناہ اس کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور وہ اس طرح [پاک] ہو جاتا ہے جیسے پیدا ہوتے وقت [گناہوں سے] پاک تھا اور سُمُنْدَر میں جسے چکر اور قے آئے، وہ دورانِ جہاد خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے اور اس میں صبر کرنے والا اس بادشاہ کی طرح ہے جس کے سر پر تاج ہو۔ (کتاب السنن لسعد بن منصور باسناد جید موقوف)

حیُّ الْمُعَاذِرِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ اِسْکَنْدَرِیہ کے مینار کے پاس بیٹھے تھے، اس وقت [مجاہدین کی] کچھ کشتیاں دشمن کی طرف روانہ ہوئیں۔ حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: اے مُسْلِمَہ! ان لوگوں کے گناہ کہاں ہیں؟ مُسْلِمَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کیا: ان کے گناہ انہیں کی گردنوں پر ہیں۔ حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان کے گناہ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں سوائے قرض کے۔ (الاوسط لامام ابی بکر بن المذَرَّہ)

حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اللہ (ﷻ) سُمْنَدَر کے مجاہدین پر چند مقامات پر [خوشی اور رضا سے] ہنستا ہے:-

❶ جب وہ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر کشتی میں آ کر بیٹھتا ہے، ❷ جب اُسے کشتی میں چکر آتے ہیں، ❸ جب وہ مُخْشَک کی طرف آتا ہے اور مُخْشَک کو دیکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ موقوفاً بآساناد جید)

سُمْنَدَر کے جہاد کی ایک اور فضیلت کا بیان اس حدیث میں ہے جس میں رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سُمْنَدَر کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے کہ وہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ شہد پي رہا ہے اور مُخْشَک کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے چوٹی نے کاٹا ہو۔ (شفاء الصدور)

یحییٰ بن سَعِید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ سُمْنَدَر کا شہید اپنے ستر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا، یہاں تک کہ اس کے پڑوسی رقیامت کے دن آپس میں جھگڑیں گے اور ان میں سے ہر ایک زیادہ قریبی پڑوسی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ (شفاء الصدور)

حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سُمْنَدَر میں جہاد کرنا اللہ (ﷻ) کے راستے میں مقبول سونے کا ڈھیر خرچ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، مصنف ابن ابی شیبہ)

خِیْمَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ طَرَابُلُس میں عاصم نامی ایک شخص رہتے تھے، اُن کے انتقال

کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو اُن کا حال پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور بلند جنتوں میں ہوں۔ میں نے پوچھا: کس عمل کی بدولت؟ فرمایا: سُنْمَدَر میں زیادہ جہاد کی وجہ سے۔

قاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا یقین اور توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر بڑھ جائے اور اس کا دل گواہی دینے لگے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی بے وقعتی اس کے سامنے آجائے، تو اُسے چاہئے کہ سُنْمَدَر میں [جہاد کے لئے] سوار ہو۔

عَلَّامَہ ابْنُ قَدَّامَہ حَنْبَلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سُنْمَدَر میں جہاد کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ سُنْمَدَری سفر خطرات اور مشقتوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس میں جہاد کرنے والے کو دشمن کے علاوہ سُنْمَدَر میں ڈوبنے کا بھی خطرہ رہتا ہے اور وہ جنگ سے اکیلا بھاگ بھی نہیں سکتا۔ (المغنی لابن قدامہ)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں سُنْمَدَری جہاد کی فضیلت کے بیان کے بعد اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سُنْمَدَر میں سکون کی حالت میں جہاد اور حج کے لئے سفر جائز ہے، لیکن اگر سُنْمَدَر میں طوفان ہو اور سلامتی کا امکان نہ ہو تو پھر یہ سفر جائز نہیں رہتا۔

أَبُو عَمْرَانَ الْجَوْنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم قَارِس میں تھے اور زُبَیْر بن عَبْدِ اللہ رحمہ اللہ ہمارے امیر تھے، انہوں نے ایک شخص کو ایسی چھت پر [سوئے ہوئے] دیکھا جس کے ارد گرد کوئی دیوار نہیں تھی۔ انہوں نے مجھے فرمایا: کیا آپ نے اس بارے میں کوئی روایت سنی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ رُؤُوسُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے کسی ایسی چھت پر رات گزاری جس پر کوئی دیوار یا آڑ نہ ہو تو میں ایسے شخص سے بَرِّئُ الذَّمَّہ ہوں اور جو شخص سُنْمَدَر میں طوفان کے وقت سوار ہوا تو میں اس سے بَرِّئُ الذَّمَّہ ہوں۔ (رواہ احمد بنی المسد مرفوعاً وموقوفاً)



فصل

مجاہد کے سمندر کی طرف دیکھنے اور تکبیر کہنے کی فضیلت

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سمندر میں اجر کی امید اور نیت کے ساتھ مسلمانوں کے دفاع کے لیے [سواری پر] بیٹھا، تو اللہ (ﷻ) سمندر کے ہر قطرے کے بدلے اسے ایک نیکی عطاء فرماتے ہیں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح سویرے خیبر پر حملہ کیا اور وہ لوگ [اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے] کدالیں لے کر نکل رہے تھے، جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، تو دوڑتے ہوئے اپنے قلعوں میں چلے گئے اور کہنے لگے: محمد (ﷺ) اور ان کا لشکر آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سرمبارک اٹھایا اور آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا: خیبر تباہ و برباد ہو گیا ہے، بے شک جب ہم کسی قوم پر چڑھائی کرتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہو جاتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آوازوں پر اللہ (ﷻ) فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں: ❶ اذان، ❷ جہاد میں تکبیر [یعنی اللہ اکبر] کہنا، ❸ حج کے [تلبیہ] [لیک کہنے میں] آواز کو بلند کرنا۔ (ابن عساکر)

حکایت:

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر پر سے گزرے اس قبر والے پر عذاب ہو رہا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اتنا سخت عذاب دیکھا تو انہیں ترس آیا، اسی دوران اچانک اس قبر پر رحمت نازل ہونے لگی اور قبر نور سے بھر گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قبر والے سے فرمایا کہ تو اللہ (ﷻ) کے حکم سے زندہ ہو جا۔ چنانچہ وہ زندہ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے ماجرا پوچھا۔ تو وہ کہنے لگا: میرا ایک بھائی اللہ (ﷻ) کے راستے میں پہرے داری میں مصروف ہے، اس نے میری طرف سے [جہاد میں] ایک بار اللہ اکبر کہا، تو اللہ (ﷻ) نے

مجھے بخش دیا اور عذاب سے نکال دیا۔

حکایت:

أَبُو قَلَابَه رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا تھا، جو گناہ گار تھا، ایک بار وہ بیمار ہو گیا تو اس نے مجھے رات کو ملاقات کے لئے بلوایا۔ میں جب اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ دو کالے فرشتے اس کے قریب آچکے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے إِنْ أَلِلْتُهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ پڑھی اور کہا: میرا بھتیجا تباہ ہو گیا۔ اچانک دو سفید فرشتوں نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم اس [مریض] کے پاس جاؤ۔ جب وہ فرشتہ اُترا، تو کالے فرشتے ایک طرف ہٹ گئے۔ اُس سفید فرشتے نے آ کر پہلے اُس کا منہ سونگھا اور کہنے لگا: میں اس میں ذکر اللہ نہیں پاتا، پھر پیٹ سونگھا اور کہنے لگا: میں اس میں روزے نہیں پاتا، پھر اس کے دونوں پاؤں سونگھے اور کہنے لگا: میں اس میں نماز نہیں پاتا، پھر وہ مایوس لوثا اور اس کی زبان کو سونگھا اور کہنے لگا: اللہ اکبر! میں نے اس کی زبان میں پایا ہے کہ اس نے اَنَّا كَلِمَةٍ مِّنْ رَبِّهِ رِضَاً لِّكَ لِيُجَاهِدَ فِي سَبِيلِكَ بَارِئُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہنے والے فرشتے نے اس کی رُوح نکالی اور گھر میں مُشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ (ابو عبد الرحمن السلمیٰ فی کتاب الحقائق فی الرقائق)

فائدہ:

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے لئے سَمْنَدُز میں ڈوبنے سے امان یہ ہے کہ وہ یہ [آیات] پڑھ لیا کریں:

① بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسَهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ • (حود: ۴۱)

② وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيٰتٌ بِّیْمِيْنِهِ ۗ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ • (الزمر: ۶۷)

دعوت

[حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سَمْنَدُز کی لڑائیوں کی پیشین گوئی اور سَمْنَدُز کی جہاد کی فضیلت

اس وقت بیان فرمائی تھی جب مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور پوری دنیا کے سمنڈر کافروں کے قبضے میں تھے، لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کے ان مبارک فرامین کو اپنے سینوں میں بسالیا تھا، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانے میں مسلمان غازیوں نے سمنڈروں پر گند ڈالی اور پھر سمنڈر بھی ان کے قدموں تلے سمٹتے چلے گئے اور سمنڈروں کے شور پر تکبیر کے نعرے غالب آنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کو معلوم تھا کہ سمنڈروں پر قبضہ کئے بغیر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند نہیں کیا جاسکتا اور نہ سمنڈروں میں امن قائم کئے بغیر انسانیت کو وافر روزی مل سکتی ہے اور نہ سمنڈری خزانوں کے بغیر کوئی مضبوط اور عالمگیر حکومت چل سکتی ہے، ان تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے سمنڈری جہاد کے اس قدر فضائل بیان فرمائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اسلاف اُمت نے ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے ایسی زبردست قربانیاں دیں اور ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ سمنڈر کا سینہ ان کے لئے کھلتا چلا گیا اور سمنڈر نے اپنے خزانے ان کے قدموں پر ڈال دیئے اور اللہ تعالیٰ کے ان بندوں نے زمین کی طرح سمنڈروں میں بھی امن قائم کیا اور وہ تمام فضائل بھی ان کا مقتدر بنے جو حضور اکرم ﷺ نے سمنڈر کے غازیوں کے لئے بیان فرمائے ہیں، مگر پھر جب مسلمانوں سے خلافت کا تاج چھین لیا گیا اور بد اعمالیوں اور دشمنوں کی سازشوں نے مسلمانوں کو جہاد سے محروم کر دیا اور مسلمان ایک اُمت کی طرح رہنے کی بجائے قوموں، قبیلوں اور زبانوں میں بٹ کر رہ گئے تو خشکی کی طرح سمنڈر سے بھی ان کا رعب اور دبدبہ اٹھ گیا، چنانچہ آج دنیا کے تمام گرم سمنڈر امریکی، برطانوی، فرانسیسی، اسرائیلی، بحری بیڑوں اور آبدوزوں کی دسترس میں ہیں، سمنڈر کا جو علاقہ مسلمانوں کے پاس ہے وہ بھی محفوظ نہیں ہے، بلکہ اس کے سینے پر صلیب کا خنجر گاڑا جا چکا ہے، سمنڈری جہاد کے فضائل تو مسلمانوں کی کتابوں میں ہیں مگر آج سمنڈر پر قبضہ ان کے دشمنوں کا ہے، امریکی جہاز ان سمنڈروں میں نہایت امن

کے ساتھ بدامنی پھیلاتے پھر رہے ہیں اور جب چاہتے ہیں، افغانستان، سوڈان، عراق اور مسلمانوں کے دوسرے علاقوں پر میزائل داغنے ہیں اور اب انہیں یہ خطرہ نہیں ہے کہ محمد شاہ فاتح کی طرح کوئی مسلمان خشکی پر اپنا بحری بیڑہ چلاتا ہوا سمنڈروں میں اترے گا اور قسطنطنین کی باقیات کو ان سمنڈروں میں غرق کر دے گا، کیونکہ محمد شاہ فاتح تو انتقال کر چکے ہیں اور اب مسلمانوں کا اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسلام کو جانتے ہیں اور نہ جہاد کو پہچانتے ہیں، وہ راتوں کو ٹھپ ٹھپ اللہ تعالیٰ کی بجائے کافروں کو سجدے کرتے ہیں اور سمنڈر میں جہاد تو درکنار یہ حکمران مسلمانوں کے سمنڈر کافروں کو بیچتے جارہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آج بھی حضور اکرم ﷺ کے بیان فرمودہ سمنڈری جہاد کے فضائل مسلمانوں کو ترقی، نجات اور کامیابی کا راستہ بتا رہے ہیں، آج اگرچہ سمنڈر میں جہاد ہمارے لئے کافی مشکل ہو چکا ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ جہاد آسان کب تھا؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو صحراؤں کے باسی تھے، مگر وہ ان فضائل اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مبارک باتوں پر یقین کرتے ہوئے سمنڈروں میں کود پڑے تو آسمان سے فوراً نصرت نازل ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری دنیا کے بحر و بر پر چھا گئے، آج اگر سمنڈروں میں بڑے بڑے بحری بیڑے پھر رہے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی رومیوں کے بحری بیڑے اس وقت کے لحاظ سے چھوٹے اور کمزور نہیں تھے، آج بارود کے اس دور میں مسلمانوں کے لئے جہاد کی زیادہ سہولت موجود ہے، کیونکہ آج سمنڈر میں چلنے والا ہر بحری بیڑہ، بحری جہاز اور آبدوزیں اپنا تباہی کا سامان اپنے اوپر لا کر نکلتی ہیں، بس ضرورت تو جانبازی اور سرفروشی کی ہے، آج مسلمانوں کو سمنڈر کی کالی، نیلی خوفناک لہروں سے ڈرنے کی بجائے سمنڈر میں شہادت کی لذت کو سوچنا چاہئے، کیونکہ ہم نے پڑھ لیا ہے کہ سمنڈر میں شہید ہونے والے کو روح نکلتے وقت ایسا مزہ آتا ہے جیسے ٹھنڈے پانی میں شہد گھول کر پینے کا۔

اے حرم پاک کی حرمت کے محافظو! اے مدینہ منورہ کے میناروں سے عشق کا
 دعوے کرنے والو! اے حجرِ اسود اور گنبد خضراء پر مر مٹنے والو! آج حجاز کے سمنڈروں کو
 پھر مجاہدین کی ضرورت ہے، ایسے مجاہدین کی، جو ان سمنڈروں کو دشمنوں کی ناپاک
 طاقت اور ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سمنڈر اور خشکی پر اپنے
 پیارے دین کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین]





اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



پہلادین غریب کر کے فضائل نمایاں
اپنے مجاہد ساتھیوں پر غریب کر کے فضائل



انفاق کی برکت

مال کی محبت دل سے نکلے گی تو جہاد میں جانا آسان ہوگا اور مال جیب سے نکلے گا تو جہاد لڑنا آسان ہوگا، اس کے برعکس اگر دل میں مال کی محبت بھری رہی تو بزدلی پیدا ہوگی، تب دشمن غالب آ جائیگے اور اگر مسلمان مال جمع کرتے رہے اور جہاد میں لڑنے والے اللہ تعالیٰ کے شیر اسباب کو ترستے رہے تو پوری امتِ مسلمہ کو نقصان پہنچے گا۔ (فتح الجواد: ۱/۳۹)

جذبہ جہاد کیسے پیدا ہو؟

جہاد کا جذبہ اور صبر کی صفت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل مال کی محبت سے محفوظ ہو اور مال کی محبت کم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے۔ (فتح الجواد: ۱/۶۰)



باب ۹

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (البقرہ: ۲۴۵) دے پھر اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا چڑھا کر بدلہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرہ: ۲۶۱)

ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اگائے سات بالیس، ہر بال میں سو سودا نے اور اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۶۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ الی آخرہ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے میرے رب! میری اُمت کے لئے اور زیادہ عطا فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے میرے رب! میری اُمت کے لئے اور زیادہ عطا فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: ۱۰)

بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔ (موارد الخیر، بتاقتی فی الشعب)

حضرت خُزَیم بن قَاتِک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تَعَالٰی) کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ [اللہ (تَعَالٰی) کے ہاں] سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن حبان صحیح الاسناد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے [شبِ معراج] میں ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کا ہر قدم تاحِ نظر پڑتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، جبرائیل علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلے جیسی ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ اللہ (تَعَالٰی) کے راستے کے مجاہد ہیں، ان کی نیکیاں سات سو گنا بڑھادی جاتی ہیں۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ (سبا: ۳۹)

ترجمہ: اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرتے ہو سو وہی اس کا عوض دیتا ہے اور وہ سب سے

بہتر روزی دینے والا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک ایسی قوم پر سے ہوا، جن کے سر بڑے بڑے پتھروں سے کُچلے جا رہے تھے، ان کے سر جب بھی کُچلے جاتے وہ پھر پہلے جیسے ہو جاتے تھے اور یہ صورتِ حال بغیر وقفے کے جاری تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بھاری ہو جاتے تھے، [یعنی یہ لوگ نماز میں غفلت کرتے تھے]۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے آگے پیچھے زمین کے ٹکڑے تھے اور وہ جہنم کے انگاروں، پتھروں، کانٹے دار درختوں اور زقوم کے درمیان جانوروں کی طرح چرائے جا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال میں سے صدقات [واجبہ] ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ (تَعَالٰی) نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں فرمایا اور اللہ (تَعَالٰی) بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے۔ (دلائل النبوة، بزاز)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لگام والی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ میں اللہ (تَعَالٰی) کے راستے میں دے رہا ہوں۔ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو لگام والی اونٹنیاں ملیں گی۔ (مسلم، المسند رک)

حدیث شریف کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اُسے سات سو اونٹنیاں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور حدیث شریف کو اس ظاہری معنی پر بھی رکھا جاسکتا ہے کہ اُسے واقعی جنت میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی، جن پر وہ تفریح کی خاطر سوار ہوتا پھرے گا، جبکہ جنت کے گھوڑے اور اونٹ کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ اس احتمال کو پسند فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت خرم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کچھ خرچ کیا، وہ ہر دن اس کے میزان میں ڈالا جاتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حدیث شریف میں سات سو گنا اجر بڑھنے کا جو تذکرہ ہے، وہ اس صورت میں ہے جب آدمی خود گھر بیٹھا رہے اور جہاد میں صرف مال خرچ کرے، لیکن اگر آدمی خود جہاد میں نکل کر کچھ خرچ کر دے تو اس کا اجر سات لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں مال بھجوادے اور خود گھر میں بیٹھا رہے تو ہر درہم پر سات سو درہم خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے اور جو شخص خود اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے نکل کر کچھ خرچ کرے، اُسے ہر درہم پر سات لاکھ درہم خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: **وَاللّٰهُ يُضَعِّفُ لِمَنْ يَّشَاءُ**۔ [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے]۔ (سورۃ البقرۃ) (ابن ماجہ، بیہقی فی الشعب)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [جنت کی] خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے، جس نے جہاد میں نکل کر اللہ (تعالیٰ) کا زیادہ ذکر کیا، بیشک اُسے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں، ان نیکیوں میں سے دس گنا بڑھائی جاتی ہیں، اس زیادتی کے ساتھ جو اللہ (تعالیٰ) اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! [جہاد میں] خرچ کرنے کا کیا اجر ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ کرنا بھی اسی قدر [یعنی ذکر کی طرح] بڑھتا ہے۔ راوی عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر سات سو گنا ہے [جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے]۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری سمجھ بہت تھوڑی ہے، سات سو گنا اجر تو بتاتا ہے جب خرچ کرنے والا خود گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد کے لئے نہ نکلے، لیکن

اگر کوئی جہاد میں نکل کر خرچ کرے تو اللہ (ﷻ) نے اس کے لئے اپنی رحمت کے خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم نہیں پہنچ سکتا اور ایسے لوگوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ (ﷻ) کی جماعت ہیں اور اللہ (ﷻ) کی جماعت ہی غالب رہتی ہے۔ (المطہرانی، مجمع الزوائد، وفی اسنادہ راو لم یسم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ (ﷻ) کے راستے میں خرچ کیا تو اسے جنت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ خیر و بھلائی ہے، تم آ جاؤ اور جو شخص نماز والوں میں سے ہوگا، اُسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں میں سے ہوگا، اُسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو صدقے والا ہوگا، اُسے صدقے کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو روزے والوں میں سے ہوگا، اُسے باب الزکیان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ان سب دروازوں سے پکارے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ پس کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے امید ہے کہ آپ اُن میں سے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں [کسی بھی چیز کا] جوڑا خرچ کرے گا، اُسے جنت کا نگران فرشتہ پکارے گا: اے اللہ کے فرمانبردار! یہ خیر و بھلائی ہے آؤ اس کی طرف۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: یہ شخص تو خسارے سے بچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے کسی مال نے کبھی نہیں پہنچایا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے: مجھے تو اللہ (ﷻ) نے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال میں سے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ (ﷻ) کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو جنت کے نگران فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ ————— راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: دو گھوڑے یا دو اونٹ، [اسی طرح اور چیزوں میں سے بھی دو ۲ دو ۲، مثلاً دو گائے، دو کپڑے وغیرہ] (نسائی، المسند رک)

فصل

اپنے مجاہد ساتھیوں پر خرچ کرنے کے فضائل

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خرچ ہونے والے دیناروں میں افضل دینار وہ ہیں جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی اپنی چہاد کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نجاشی جو اللہ کے ساتھیوں میں سے چالیس افراد رَسُولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ اُحُد میں شریک رہے، انہیں کچھ زخم بھی لگے، مگر ان میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے زخم اور ضروریات دیکھیں، تو کہنے لگے: یَا رَسُولَ اللہ! ہم مالدار لوگ ہیں، آپ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنا مال لے آئیں اور (زخمی اور ضرورت مند) مسلمانوں کی مدد کریں۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ اپنا مال لے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ (جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں)، (آگے فرمایا:) اُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا۔ (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں انکے صبر کی وجہ سے دو گنا بدلہ ملے گا۔) ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے ان کے لیے دُہرا اجر مقرر فرمایا۔ وَيَذَرُهُمْ فِي الْحَسَنَةِ الشَّيْئَةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ (اور بھلائی سے برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔) ارشاد فرمایا: یہ وہ مال ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی مدد کے لیے خرچ کیا۔

مال خرچ کرنے سے وہی مال مُراد ہے جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ (ابن عساکر)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنوک کے موقع پر جنگی کے وقت میں ایک ہزار دینار کے ذریعے لشکر اسلام کی مدد کی، انہوں نے یہ دینار پئی کریم ﷺ کی گود مبارک میں ڈال دیئے، پئی کریم ﷺ انہیں اپنے ہاتھوں سے اُلٹتے پلٹتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ ﷺ بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے۔ (مسند احمد، حنفی)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پروردگار! آپ عثمان سے راضی ہو جائیے، بے شک میں اُن سے راضی ہوں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

غزوہ بنوک کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے لئے جو تعاون فرمایا، اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے تین سو اُونٹ مع ساز و سامان کے عطاء فرمائے، پھر ایک ہزار دینار دیئے، پھر آپ نے اُونٹ ایک ہزار کر دیئے اور دینار دس ہزار اور بیس یا پچاس گھوڑے بھی عطاء فرمائے۔ (الریاض النضرہ)

غزوہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لئے پچاس ہزار دینار کی وصیت فرمائی، چنانچہ ایک شخص کو ایک ہزار دینار دیئے جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہر ایک بدری صحابی کے لئے سات سو دینار کی وصیت فرمائی، اُس وقت اُن حضرات میں سے ایک سو حضرات زندہ تھے۔ مال لینے والوں میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اُس وقت خلیفہ تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جہاد میں ایک ہزار گھوڑے دینے کی وصیت بھی فرمائی۔ (ابن عساکر)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تاریخ قرطبی میں لکھا ہے کہ ذوالریاستین بن سہل رحمہ اللہ نے جہاد میں دس لاکھ دینار خرچ فرمائے اور فرمایا: اگر میرے پاس اس سے دو چند ہوتے تو وہ بھی خرچ کر دیتا۔

چوتھے باب میں آپ اُمّ ابراہیم المہاشمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح سے اپنا بیٹا بھی جہاد میں بھیجا اور دس ہزار دینار بھی عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُس کی رضا کے لئے خرچ کرنے والوں کے واقعات بے شمار ہیں۔

نافع الفہری رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ اگر کوئی عورت ان کے پاس چند دھاگے کات کر

لاتی اور کہتی کہ یہ جہاد میں قبول کرلو، تو قبول کر لیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اس سے غنی کیا ہے [پھر آپ کیوں یہ قبول کر لیتے ہیں؟] تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کیا ہے، لیکن میں اس لئے لے لیتا ہوں تاکہ دینے والے کو بھی اجر مل جائے اور جب ہم آگے دیں گے تو ہمیں بھی اجر مل جائے گا۔ بے شک انہوں نے سچ فرمایا، اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر ذرہ برابر نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ نیکیوں میں سے کسی [چیز کو بھی] حقیر نہ سمجھو۔ (مسند احمد)

چنانچہ انسان کو چاہئے کہ کم چیز کو خرچ کرنے سے نہ شرمائے، بے شک اگر اس کی نیت اچھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا دے گا۔

حضرت کعب بن لؤیؓ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا، اُس سوئی کی وجہ سے جو اُس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں کسی کو عاریۃً دی تھی اور ایک عورت جنت میں داخل ہوئی ایک سوئے کی وجہ سے جو اُس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں دیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں خرچ کرو، اگرچہ ایک تیرکا پیکان ہی کیوں نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ایک عبرت آموز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک مجاہد اور بزرگ ابو قتادہ شامیؓ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، ایک بار وہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے، ان کے ساتھیوں نے کہا: اے ابو قتادہ! آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب و غریب واقعہ سنائیے۔ ابو قتادہؓ نے فرمایا: ایک بار میں رقبہ نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا تاکہ اس پر اسلحہ لاد سکوں، ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے ابو قتادہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطا فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو عطا نہیں فرمائے

میں نے ان بالوں کو کاٹ کر رسی بنالی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے، تاکہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے، میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں، دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کر لے، تاکہ میرے بالوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار نصیب ہو جائے، میں ایک بیوہ عورت ہوں، میرا خاوند اور خاندان سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں، اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ اُس نے وہ رسی مجھے دے دی اور کہنے لگی: اے ابوفدائمہ! میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے، جو قرآن کا عالم، گھڑ سواری اور تیر اندازی کا عشاق ماہر خوبصورت نوجوان ہے، وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے، اس کی عمر پندرہ سال ہے، ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے، ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آجائے تو میں اُسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور ہدیہ آپ کے ساتھ میدانِ جہاد میں بھیج دوں گی، میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اجر و ثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کریں۔

میں [ابوفدائمہ] نے وہ رسی لے لی اور اُسے اپنے سامان میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں اپنے رفقاء سمیت رُقہ سے روانہ ہو گیا، ابھی ہم منسلّمہ بن عبد الملک رضی اللہ عنہ کے قلعہ کے پاس پہنچے تھے کہ ایک گھڑ سوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی، ہم ٹوک گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم چلتے رہو، میں اس گھڑ سوار کو دیکھتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ گھڑ سوار آ پہنچا اور اس نے ملاقات کے بعد کہا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لٹوایا۔ میں نے کہا: اے عزیز! اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ، تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کر سکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں، اگر لازم ہوگا تو ساتھ لے جاؤں گا ورنہ واپس لٹو ا دوں گا۔ اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز و نعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا: بیٹا! تمہارے والد زندہ ہیں؟ اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں، اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اُن کی طرح قبول فرمائے۔ میں نے پوچھا: اے بیٹے! کیا تمہاری والدہ

ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: جاؤ! ان سے اجازت لے کر آؤ، اگر اجازت دیں تو آ جاؤ ورنہ اُن کی خدمت کرو، کیونکہ جنت تلواروں کے سائے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔
 نو جوان نے کہا: اے ابو قحافہ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں انشاء اللہ شہید ابن شہید ہوں، آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن حفظ کر لیا ہے اور رِزْوَالُ اللہ ﷻ کی سنت کا علم بھی حاصل کر لیا ہے، گھڑ سواری اور تیر اندازی بھی سیکھ چکا ہوں، بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھڑ سوار نہیں چھوڑا، آپ میری عمر کو نہ دیکھیں، میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اے پیارے بیٹے! کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرما دے تو پھر قیامت کے دن میری شفاعت کرنا، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے سترِ اہل خانہ اور سترِ پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا۔ پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہا: اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولیٰ! یہ میرا بچہ ہے، میرے دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے، میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں، اسے اپنے والد کے قریب کر دے۔

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو میں رونے لگا۔ لڑکے نے کہا: اے چچا جان! آپ کیوں رورہے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آ رہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا۔ میں نے کہا: میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رورہا، لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رورہا ہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ بہر حال ہمارا لشکر روانہ ہو گیا، میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بالکل غافل نہیں ہوتا تھا، جب ہمارا لشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھڑ سوار تھا اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمتگار بن جاتا تھا، وہ مسلسل

اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹنے نظر آتے تھے۔

ایک دن غروبِ آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، چونکہ ہم روزے دار تھے اس لئے وہ نو جوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا، اچانک اُسے اُونگھ آ گئی اور وہ سو گیا، نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا، جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا: بیٹے! آپ نیند میں ہنس رہے تھے؟ اس نے کہا: میں نے ایک ایسا عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنس دیا۔ میں نے پوچھا: تم نے خواب میں کیا دیکھا؟ کہنے لگا: میں نے دیکھا کہ میں عجیب و غریب سبز باغ میں ہوں، میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے، اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے، اچانک میں نے دیکھا کہ نو جوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے، اُن لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں۔ میں نے اُن میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، تو اُس نے کہا: جلدی نہ کرو، ابھی اس کا وقت نہیں آیا، پھر میں نے سنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ مریضہ کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں: تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اوپر والے حصے پر سُرخ سونے کا کمرہ تھا، جس میں سبز زُرد کی ایک مہری تھی، جس کے پائے چاندی کے تھے، اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی، جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا، اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی: خوش آمدید خوش آمدید، اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب! تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں۔ میں نے چاہا کہ اُسے سینے سے لگا لوں۔ تو کہنے لگی: ابھی رُکو، جلدی نہ کرو، میری اور تمہاری ملاقات کل ظہر کی نماز کے وقت ہوگی۔

ابُو فِدائِمَہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواب سُن کر میں نے کہا: بیٹے! تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی، اب خیر ہی ہوگی (انشاء اللہ)۔ صبح کے وقت اعلانِ جنگ ہو گیا، ہر طرف آوازیں لگنے لگیں، اے اللہ کے

سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اسی اثناء میں دشمن کا ٹڈی دل لشکر سامنے آ گیا، ہم میں سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور ان کی صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا، میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا: اے بیٹے! تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گروں سے واقف نہیں ہو، اس لئے واپس پیچھے چلو [اور اس طرح سے دشمنوں کے درمیان نہ گھسو]۔ اس نے کہا: چچا جان! کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت نہیں سنی؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ۔

ترجمہ:- اے ایمان والو جب تم کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھيرو۔

تو کیا اے چچا جان! آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر جہنم والوں میں سے ہو جاؤں؟ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے ایک بارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا، اس دن بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آ رہی تھی، میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا، ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور غبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے، ابھی میں گھوم رہا تھا کہ میں نے اسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے ٹموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا، وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا: اے مسلمانو! میرے چچا ابوقدائمہ کو میرے پاس بھیجو۔ میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا، خون، غبار اور ٹموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے کہا: میں ابوقدائمہ ہوں۔ اس نے کہا: اے چچا جان! رب کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا، میں اسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں۔ ابوقدائمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اسے گود میں لے لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ میں نے کہا: پیارے بیٹے! قیامت کے دن شفاعت کے وقت اپنے چچا ابوقدائمہ کو بھول نہ جانا۔ اس نے کہا: آپ جیسوں کو نہیں بھلایا جاسکتا، آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں، حالانکہ میرے کپڑے اس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں، چچا جان! اسے اسی طرح چھوڑ

دیتے تاکہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں، چچا جان! وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا میرے سرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے: جلدی کیجئے! میں بہت مشتاق ہوں، چچا جان! اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلود کپڑے دے دیجئے گا، تاکہ اُسے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں میں نے بُز دلی نہیں دکھائی اور میری طرف سے اُسے سلام بھی کہہ دیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے، وہ ابھی دس سال کی ہے، میں جب گھر آتا تھا وہ سلام کر کے میرا استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا وہی سب سے آخر میں مجھ سے جدا ہوتی تھی، ابھی جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا کہ بھائی جان! اللہ تعالیٰ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا۔ جب آپ کی اُس سے ملاقات ہو اُسے میرا سلام کہئے گا اور کہئے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے: اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے، پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یہ وہ وقت ہے جس کا ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی، ہم نے اُسے دفن کر دیا، اللہ تعالیٰ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم جب اس لڑائی سے واپس لوٹے، تو رفتہ شہر میں بھی آئے، میں فوراً اُس نوجوان کے گھر روانہ ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اُس نوجوان جیسی تھی، دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے سے پوچھتی ہے: چچا جان! آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ وہ جواب دیتا: جہاد سے۔ تو پھر پوچھتی: کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا؟ وہ کہتا: میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا۔ اَبُو قُدَامَہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا، تو میں اُس کے پاس پہنچا، مجھ سے بھی اس نے وہی پوچھا کہ چچا جان! آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا: جہاد سے۔ کہنے لگی: کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی: کیا ہو گیا، سارے لوگ آرہے ہیں، میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا؟ اس کی یہ

بات سن کر مجھے بہت رونا آیا، مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا۔ میں نے کہا: بیٹی! اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ ابو ثقفہ امہ سے بات کر لے۔ میری آواز سن کر وہ خاتون نکل آئیں۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگی: ابو ثقفہ امہ! خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟ میں نے کہا: مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھائیے۔ کہنے لگیں: اگر میرا بیٹا واپس آ گیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے تو پھر تم خوشخبری سنانے والے ہو۔ میں نے کہا: خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرمالیا ہے۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی: کیا واقعی قبول فرمالیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ کہنے لگی: تمام تعزیتیں اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اُسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنا دیا۔ پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا: بیٹی! تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اُس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی، تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے ہلایا تو اُس کی رُوح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے پیر دکئے اور میں نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر و استقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آ گیا۔ (حکاہ احمد بن الجوزی الدمشقی فی کتابہ المستمعی بسوق العروس و انس النفوس)





مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اس کی زبان اور
اس کے ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔
(حدیث شریف)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اللہ تعالیٰ کے راستے پر خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان
چہ شامیں اپنا تمام مال قربان کرنا



غلبے کا راز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد میں مال لٹا دیا اللہ پاک نے روم و فارس کے خزانے ان کے قدموں میں ڈال دیئے اور دنیا کے مالداران کو چوبیدینے لگے مگر جب مسلمانوں نے مال بچانے اور مال بنانے کا نعرہ لگایا تو آج انہیں سانس لینے کے لئے بھی کافروں کو ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ خود دیکھ لیجئے جہاد میں جان و مال لگانے والے ہلاک ہوئے یا جہاد سے جان بچانے والے ذلت کے ساتھ ہلاک ہو رہے ہیں۔ (فتح الجواد: ۱/۴۹)

ترک انفاق ہلاکت ہے

جو لوگ جہاد کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ جہاد سے اعراض کا نتیجہ قومی زندگی کی ہلاکت ہے۔ (فتح الجواد: ۱/۴۶)

منافقین جہادی چندے کے دشمن

منافقین جہادی چندے کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے وہ جب (یعنی جس زمانے میں) کمزور ہوتے تھے تو زبان سے اس پر اعتراضات کرتے رہے اور جب طاقت پکڑ لیتے ہیں تو قوت کے ساتھ اس کو روکتے ہیں۔ (فتح الجواد: ۳/۴۳)



باب ۱۰

اللہ تعالیٰ کے راستے پر خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ (البقرہ: ۱۹۵)

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے: اللہ تعالیٰ کے راستے [یعنی جہاد] میں خرچ کرنا چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (بخاری، تفسیر ابن ابی حاتم)

یہی تفسیر دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے تابعین حضرات سے منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۲

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ○ يَوْمَ يُخَالِصُ عَنْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتَكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنْزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ○ (التوبہ: ۳۴، ۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن وہ بجھم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی، یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۳

هَآأَنْتُمْ هَآؤَآءِ تَدْعُونَ لِتُنْفِقُوا | خبردار تم وہ لوگ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ

تک دنیا میں اسلام اور قرآن کو عزت اور مقام نہیں ملتا، ہم جتنے خوبصورت کپڑے پہن لیں اور جتنی بڑی کوشی بنالیں، ہم عزت نہیں پاسکتے، بلکہ ہم مزید ذلیل اور بزدل ہوتے جائیں گے۔

یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ کی شریعت ہمارے ملکوں پر اور اللہ تعالیٰ کی ساری زمین پر نافذ نہ ہوئی تو ہم قیامت کے دن مجرم اٹھائے جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے، ذلیل ہونے کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ذمہ داری کو سمجھو، تم انسانوں کی غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوئے، تم مالدار کہلانے اور بننے کے لئے بھی پیدا نہیں ہوئے، تم تو پوری انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں لانے کے لئے بھیجے گئے ہو، مگر تم اپنی اس ذمہ داری کو بھول کر بچیوں کی طرح نوٹ گنتے، زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے، اُونچی سے اُونچی عمارت بنانے اور مسلمانوں پر اپنے مال کا رعب جمانے میں لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو! موت کا وقت قریب تر ہے، قرآن مجید کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ کرنا تمہاری ذمہ داری ہے، اپنے مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنے اور ان پر اپنے مال کا رعب ڈالنے کا بھوت دماغ سے نکال کر کافروں کو خاک چٹانے کی تدبیر کرو، کیونکہ اسی کے لئے تم بھیجے گئے ہو، اب تک جو غفلت ہو گئی اس پر توبہ استغفار کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کا پکا عزم کرو اور نام و نمود اور نمائش پر مال خرچ کرنے اور اپنے مال سے اسلام دشمن کافروں کو فائدہ پہنچانے سے بچو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی بڑا کام لے لے اور تمہارے نصیب جاگ جائیں اور تمہاری جان اور تمہارا مال اس کے پاک راستے میں قبول کر لیا جائے۔ یا اللہ! ہمیں اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کی ہمت اور توفیق عطا فرما اور ہماری طرف سے انہیں اپنے دربار میں قبول فرما۔



لائے تو مسجد میں داخل ہوئے، میں بیٹھا ہوا تھا، آپ نے ہمیں سلام کیا، پھر ایک ستون کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں خوب لمبا کیا۔ پھر آپ نے اَنَّهُمْ الشَّكَاؤُ پوری سورۃ پڑھی۔ نماز کے بعد لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: اے اَبُو ذَرٍّ! رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سے سُنی ہوئی کوئی حدیث شریف سنائیے۔ حضرت اَبُو ذَرٍّ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

”اُونٹ میں صدقہ ہے، گائے میں صدقہ ہے، گندم میں صدقہ ہے، جس نے سونا چاندی جمع کئے اور نہ وہ کسی مقروض کو دیئے اور نہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں خرچ کئے تو اُسے اس سونے چاندی سے داغا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ اِلٰی آخِرِهِ۔“

(مکمل آیت اور ترجمہ اُوپر گزر چکا ہے۔) (ابن عساکر)

حضرت عَبْدُ اللّٰہ بن صَامِت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت اَبُو ذَرٍّ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اُن کے پاس کچھ مال آیا، اُن کے ساتھ اُن کی باندی تھی، وہ اُس مال کو ضروریات میں خرچ کرتی رہی، یہاں تک کہ اُس کے پاس سات درہم باقی رہ گئے۔ حضرت اَبُو ذَرٍّ رضی اللہ عنہ نے اُسے حکم دیا کہ ان کے سکے خرید لو۔ حضرت عَبْدُ اللّٰہ بن صَامِت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ یہ سات درہم بچا کر رکھ لیں، شاید آپ کو اِن کی ضرورت پڑے، یا آپ کے پاس کوئی مہمان آجائے۔ حضرت اَبُو ذَرٍّ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے دوست حضرت مُحَمَّد ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ جو سونا اور چاندی [کسی تھیلی میں] گزرہ لگا کر رکھا جائے وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہے، یہاں تک کہ وہ اُسے اللہ (ﷻ) کے راستے میں بانٹ دے۔ (مسند احمد، الطبرانی)

حضرت اَبُو اُمَامَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھروالوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ (ﷻ) اُسے قیامت سے پہلے کسی سخت مُصِیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

اَسْلَمَ اَبُو عِزَّانِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قُطَيْطِیَہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے، ہمارے امیر لشکر حضرت عَبْدُ الرَّحْمٰن بن خَالِد بن وَلَیْدِہ رضی اللہ عنہما تھے، [لڑائی کے وقت] رُومِی لشکر

اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا، مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے دشمنوں پر [تنہا] حملہ کر دیا، یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے، [حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ: ۱۹۵)] اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے فرمایا: یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی، جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرمادیا تو ہم نے کہا کہ ہم [کچھ عرصہ] اپنے مال اور کاروبار کی اصلاح کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتا دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور اپنے اموال کی اصلاح کرتے رہیں۔ أَبُو عُمَرَؓ کہتے ہیں کہ حضرت أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ فِطْرَتُہُ میں دفن ہوئے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان، حاکم)

اور بعض مُفسِّرین کے نزدیک خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب جہاد میں مال خرچ نہ کرنا ہے۔ حضرت عَبْدُ اللَّهِ بن عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَآلُہُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ - [اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔] کی تفسیر فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا، بلکہ اگر کوئی آدمی صرف تیر کا پیکان ہی پائے تو وہی جہاد میں دے دے اور جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (السنن الکبریٰ، بیہقی)



فصل

جہاد میں اپنا تمام مال قربان کرنا

جہاد میں اپنے اوپر اور اپنی سواری پر اور دوسرے مجاہدین پر مال خرچ کرنا، یا اس مال سے اسلحہ اور جہادی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنا، یا مجاہدین اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا، بلند ترین عبادات اور عظیم ترین صدقات میں سے ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت ہی بڑا ذریعہ ہے۔ اسی لئے شیطان جتنی کوشش اور محنت جہاد میں خرچ کرنے سے روکنے میں لگاتا ہے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے روکنے کے لئے نہیں لگاتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ [جہاد میں] خرچ کرنے کی بدولت ایک مؤمن کو کتنا بڑا اجر، کتنا عظیم ثواب اور کیسے درجات نصیب ہوتے ہیں اور وہ کتنی سخت وعیدوں اور عذاب سے بچ جاتا ہے۔ ایک طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی بھی مسلمان جہاد میں مال خرچ نہ کرے، دوسری طرف انسان کا طبعی بُخل، اور خرچ نہ کرنے کی عادت اور جہاد میں خرچ کرنے کے عظیم فضائل سے ناواقفیت بھی اس کی مدد کرتی ہے۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ جہاد کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں اور لوگ جہاد کو بھولتے جا رہے ہیں، ہمارے شہروں [دمشق] وغیرہ میں تو اب جہاد رہا ہی نہیں، جبکہ دوسرے شہروں میں حقیقی جہاد بہت کم پایا جاتا ہے، چنانچہ آج ملعون دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کچھ مال نکالنا ممکن ہی نہیں رہا، کیونکہ شیطان انسانوں کو فقر و فاقے سے ڈراتا ہے اور بے حیائی میں لگاتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ہے: وَمَا آتَاكُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ [تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ ضرور بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہترین روزی دینے والا ہے۔] (سبا: ۳۹)

بعض اوقات ایک انسان جہاد میں نکلنے کے بارے میں شیطان پر غلبہ پالیتا ہے اور اس کی باتوں میں نہیں آتا، لیکن یہی انسان جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں شیطان کی باتوں میں آ جاتا ہے، کیونکہ شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو خود بھی جہاد میں چلا گیا اور سارا مال

بھی لے گیا تو پھر اگر تو واپس آ گیا تو تو لوگوں کا محتاج بن کر پھرتا رہے گا۔ جہاد کے دوران تو زخمی اور بیمار بھی ہو سکتا ہے، اس لئے خود اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جا، لیکن اپنا مال پیچھے چھوڑ جا۔ شیطان کا یہ وسوسہ اُسی آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جس کے دل میں واپس آنے کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقے سے دنیا کی محبت اور شہادت کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ شہادت پانے کا پکا عزم کر کے نکلتا، تو واپسی کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آتا۔ ہمارے اُسلاف شہادت کے شوق میں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت میں جہاد کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالتے تھے، کیونکہ ان کے دل میں واپس آنے اور زندہ رہنے کا خیال تک نہیں ہوتا تھا، اس لیے وہ لوگ شہادت کی عظمت اور لذت سے واقف تھے۔ اُسلاف ہی میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ایک بار میدانِ جہاد میں جب لشکر آ منے سامنے آ گئے تو شیطان نے انہیں وسوسے ڈالنے شروع کئے۔ پہلے اُن کے دل میں بیوی کی یاد، اُس کا حُسن و جمال، اُس سے قُرب کے لمحات اور اُس سے جدائی کے غم کو جگایا، پھر عیش و آرام والی زندگی اور مال و اسباب یاد دلائے، قریب تھا کہ اُن کے دل میں بُزدلی اور دنیا کی محبت پیدا ہو جاتی اور میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیتے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد فرمائی، انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے نفس! اگر آج میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹا تو میری بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام اور باندیاں آزاد اور میرا تمام مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے صدقہ ہے۔ اے نفس! کیا تو آج میدانِ جنگ سے بھاگ کر ایسی زندگی گزارنے کے لئے تیار ہے جس میں نہ بیوی ہوگی نہ مال و اسباب؟ ان کے نفس نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر میں پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے فرمایا: تو پھر چل آگے بڑھ۔ بعض مرتبہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو جہاد میں مال بھی ساتھ لے گیا اور تو مارا گیا تو تیری اولاد اور گھر والے دوسروں کے محتاج بن کر رہ جائیں گے، اس لئے اپنا مال پیچھے والوں کے لئے چھوڑ جاؤ، ان کے لئے اتنا صدقہ کافی ہے کہ تم جا رہے ہو، اب انہیں مال سے تو محروم نہ کرو۔ یہ وسوسہ ان لوگوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور انہیں اس بات کا بھروسہ نہیں ہوتا، کہ بندوں کی روزی کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے، ورنہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اصل رزاق اللہ تعالیٰ ہے میں تو اپنے اہل و عیال تک روزی پہنچانے کا ایک واسطہ ہوں، اُس پر شیطان کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حضرت حاتمِ اَصَمؓ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سفر سے پہلے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کتنا خرچہ کافی ہوگا؟ تاکہ میں سفر سے پہلے اس کا انتظام کر دوں۔ ان کی بیوی نے کہا: اے حاتم! میں نے تمہیں کبھی بھی اپنا روزی دینے والا رَزَّاق نہیں سمجھا، میں تو تمہیں روزی کھانے والا سمجھتی ہوں، تمہیں جہاں جانا ہے خوشی سے چلے جاؤ [اور ہماری پرواہ نہ کرو، ہمارا رَزَّاق تو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے]۔

حضرت اَبُو بکرؓ جو سابقین کے امام اور اُمت میں سب سے افضل ہیں، ان کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے [غزوہٗ تبوک کے موقع پر] اپنا سارا مال پئی کریمؓ کی خدمت میں پیش کر دیا، جس پر حضور اکرمؐ نے پوچھا: اے اَبُو بکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ فرمانے لگے: ان کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول (ﷺ) کو چھوڑ آیا ہوں۔ (سنن داری)

یہی حال ان کی صاحبزادی اُمُّ الْمُؤْمِنین حضرت عَائِشہؓ کا تھا۔ ایک بار حضرت مُعَاوِیَہؓ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، انہوں نے وہ سارے بانٹ دیئے اور ایک درہم تک ان میں سے نہیں بچایا۔ (المسند رک)

مال خرچ کرنے اور اُسے بچا کر نہ رکھنے کے سلف صالحین کے واقعات بے شمار ہیں، اگر ان کا کچھ حصہ بھی ذکر کیا جائے تو یہ باب بہت لمبا ہو جائے گا۔

خود پئی کریمؓ کا معمول یہ تھا کہ آپ کوئی چیز بھی اگلے دن کے لئے ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ (ابن حبان، موارد الظمآن)

حضرت عَبْدُ اللہ بن مَسْعُودؓ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے اپنے دوا لیے بندوں سے [ان کے مرنے کے بعد] گفتگو فرمائی، جنہیں اس نے [دنیا میں] خوب مال و اولاد عطاء فرمائی تھی۔ اللہ (تعالیٰ) نے اُن میں سے ایک سے فرمایا: — کیا میں نے تمہیں کثرت سے مال و اولاد عطاء نہیں فرمائی تھی؟ اس نے کہا: اے میرے رب! آپ نے عطاء فرمائی تھی۔ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا: تم نے اس کا کیا کیا؟ اس نے کہا: اس خوف سے کہ میری اولاد فقیر اور محتاج نہ ہو جائے، میں وہ سارا مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا: اگر تجھے

حقیقتِ حال کا علم ہو جائے تو تُو تھوڑا ہنسے گا اور زیادہ روئے گا۔ یاد رکھ! تو اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی فقر و فاقہ] سے ڈرتا تھا، وہ میں نے اُن پر اتار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے یہی گفتگو فرمائی — اور پوچھا: تم نے اپنے مال و اولاد کا کیا کیا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی اولاد کے بارے میں آپ کے فضل و کرم پر یقین رکھتے ہوئے وہ سارا مال آپ کے کاموں میں خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تمہیں حقیقتِ حال کا علم ہو جائے تو تم زیادہ ہنسو گے اور تھوڑا روؤ گے، تو نے اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی میرے فضل و کرم] کا یقین رکھا تھا، وہ میں نے اُن پر اتار دیا ہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

ایسا ہی واقعہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے اپنے گیارہ بیٹوں کو بلایا، پھر اپنا سارا مال جمع کر کے بیویوں کو ان کا شرعی حصہ دینے کے بعد ہر بیٹے کو صرف ایک ایک دینار ملا۔ مسلم بن عبدالملک رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اپنے بیٹوں کا معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بیٹے اگر صالحین میں سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا خود مُتوٹی ہے اور اگر یہ صالحین میں سے نہ ہوئے تو پھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی مدد کیوں کروں؟ ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سو مجاہدین کو مکمل سامانِ جہاد دے کر سو گھوڑوں پر سوار کیا، [یعنی ان کے مال میں اتنی برکت ہو گئی]، جبکہ مسلم بن عبدالملک رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت اپنے ہر بیٹے کے لئے گیارہ ہزار دینار چھوڑے لیکن ان کے ایک بیٹے کو دیکھا گیا کہ وہ حمام میں پانی گرم کرنے کی [معمولی] نوکری کر رہا تھا، [یعنی مسلم بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی اولاد پر فقر و فاقہ نازل ہو گیا]۔ (قرطبی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ بہت گھائے میں پڑنے والے ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آ کر بیٹھ گیا، ابھی میں نے قرار نہیں پکڑا تھا کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زیادہ مالدار لوگ ہیں [جو بہت گھائے میں

پڑ گئے ہیں، مگر وہ لوگ جو آگے پیچھے دائیں بائیں [یعنی ہرنیکی کے کام میں] خوب خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ پر توکل نصیب ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ملنے کا یقین ہو، وہ اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اجر و ثواب کے خزانے اور بہترین بدلہ لوٹ لیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے [کہ سارا مال خرچ کرنے کے باوجود فقر و فاقے میں مبتلا نہیں ہوئے، البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ضرور پالیا]، مگر یہ نعمت بڑے خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہاں! اگر کسی شخص کا یقین اور توکل کمزور [یا اسے کوئی عذر] ہو تو اسے چاہئے کہ کچھ مال اپنے اہل و عیال کے لئے بھی رکھ لے [اور باقی خرچ کر دے]۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ بھی میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ (اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنا کچھ مال روک لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسے فقر میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (بخاری، مسلم)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تو توکل اور یقین کے کمزور ہونے کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا، [یہ حضرات تو ایمان و یقین اور توکل کے بلند مینار تھے]۔ پئی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض حضرات کو جو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا کچھ مال پیچھے چھوڑ جائیں، تو یہ اُمت کی تعلیم کے لئے تھا، تاکہ اُمت میں کمزور لوگ ان کی اقتداء کر سکیں اور مضبوط ایمان والے لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیروی کر سکیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پا لو گے۔ لیکن جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے نہ ہی سارا مال خرچ کرے اور نہ کچھ مال، بلکہ ٹھکل کرتا رہے تو ایسا شخص قرآنی فیصلے کے مطابق اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے والا

ہے اور اس بارے میں اس کے لئے کوئی چھوٹ نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ (احزاب: ۴)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

دعوت

[جہاد میں مال خرچ کرنا ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ مُصَيِّفٌ نے مختصر طور پر اس کے کچھ فضائل بیان فرمائے ہیں، لیکن اگر ان فضائل کو تفصیل سے لکھا جائے تو اس کے لئے سینکڑوں صفحے درکار ہیں۔ ویسے ایک مسلمان کے لئے تو قرآن مجید کی ایک آیت اور حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہی کافی ہے۔ جس مسلمان کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو وہ جہاد میں خرچ کرنے کے ان فضائل کو پڑھ کر پیچھے رہنے، یا محروم رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ مال بہت گھٹیا اور حقیر چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت ہی اہم اور قیمتی تحفہ ہے، اب اگر اس حقیر سے مال کو خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جیسی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوتی ہو، تو کون سا مسلمان ایسا ہے جو اس سے محروم ہونا گوارا کرے گا؟ یہ گندا اور حقیر مال جسے حدیث شریف میں مُردارِ جانور سے تشبیہ دی گئی ہے، اگر خرچ کر کے جہنم سے نجات مل سکتی ہے، تو کون مسلمان ایسا ہوگا جو یہ سودا نہیں کرنا چاہے گا؟ پھر ایک سچے مسلمان کے دل میں اس بات کا یقین بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی کی مقدار مُقَدَّر ہے اور ہر کسی کا رِزَاق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس یقین کے بعد پھر اس بات کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ مسلمان مال کو بچا بچا کر رکھے اور اپنی تجوریوں اور بینک اکاؤنٹوں کا پیٹ بھرتا بھرتا مر جائے اور قیامت کے دن یہی مال اُس کے جسم کو داغنے کا سبب بنے اور اسی مال کی پائی پائی کا حساب دینے کے لئے اُسے حشر کی خوفناک گرمی اور ذلت میں کھڑا ہونا پڑے۔

ایک مومن کی سوچ تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھے میرے فائدے کے لئے دیا ہے اور اس مال سے فائدہ مجھے تبھی ملے گا جب میں اسے اللہ تعالیٰ کے

راستے میں خرچ کر دوں گا، تب یہ مال قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بھی بچائے گا اور اس مال کی بدولت جنت کی انمول نعمت بھی ملے گی اور قیامت کے دن مجھے اس مال کا حساب دینا نہیں، لینا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے راستے میں خرچ کرنے والوں کو لاکھوں کروڑوں گنا بڑھا کر اجر اور بدلہ دے گا۔ مگر آج کے مسلمان کا ذہن اب بدل چکا ہے، کیونکہ کافروں نے محنت کر کے اور شیطان نے وسوسے ڈال کر مال کی اہمیت دلوں میں اتنی زیادہ بڑھا دی ہے کہ اب تو مال ہی کے گرد زندگیاں گھوم رہی ہیں اور مال کو معاشرے کے جسم کا خون سمجھا جا رہا ہے۔ کافروں نے صدیوں کی محنت کے بعد دنیا پر ایسا معاشی نظام مسلط کر دیا ہے جس نے ہر شخص کو مال کا حریص اور لالچی بنا دیا ہے، اور تو اور شاید آج کتوں کو بھی انسانوں کی حرص اور لالچ دیکھ کر شرم آتی ہوگی۔ ہر شخص پیسے کے پیچھے دوڑ رہا ہے، جبکہ پیسہ کسی کے ہاتھ میں ٹھہرنے اور کسی کے ساتھ وفا کا دم بھرنے کے لئے تیار نہیں ہے، مالدار بھی ڈر رہے ہیں کہ مال کم نہ ہو جائے، غریب بھی ڈر رہے ہیں کہ مزید غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑے، ہر مالدار مزید مال کے چکر میں اور ہر غریب مالدار بننے کے چکر میں دن رات اپنا ایمان اور اپنا آرام تباہ کر رہا ہے۔

مال کا ثبوت سروں پر ایسا سوار ہوا ہے کہ اب انسانی قدریں بھی اس کے سامنے پا مال ہو رہی ہیں اور معاشرے کی ترتیب اور تقسیم مال کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور ہر چیز کو خریدا جا رہا ہے اور ہر چیز کو بیچا جا رہا ہے ایسے دردناک حالات میں جبکہ غریبوں کے لئے عزت کے ساتھ جینا دو بھر کر دیا گیا ہے، جہاد میں خرچ کرنے کی صدائیں عجیب تر معلوم ہوتی ہیں۔ آج جبکہ مال کی خاطر ایمان کو فروخت کر دیا جاتا ہے، اس وقت یہ آواز لگانا کہ مال دو اور ایمان کے اعلیٰ مراتب حاصل کرو، بہت عجیب سا لگتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی عجیب نہیں ہے، اسلام ہر دور میں الحمد للہ اپنی اصل شکل کے ساتھ کچھ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال میں محفوظ رہتا ہے اور یہ اُس وقت تک رہے گا

جب تک قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں آ جاتا۔ آج بھی الحمد للہ اُن مسلمانوں کی کمی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رُسل ﷺ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کے ایک ایک حکم پر مرثیٰ اپنی سعادت سمجھتے ہیں، ایسے مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھنی چاہئے کہ جہاد کے لئے خرچ کرنے کی اس قدر تاکید قرآن مجید میں کیوں آئی ہے؟ اور جناب رُسل اللہ ﷺ نے اس کی خاطر خود چندہ کرنے کی تکلیف کس طرح گوارا فرمائی؟ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان کیوں عطاء فرمادیا؟ آج اگر مسلمان ان سوالوں پر غور کریں اور ان کے جواب تک پہنچ جائیں، تو اللہ کی قسم! اسلامی جہاد بہت مضبوط ہو سکتا ہے، پھر کسی جگہ مجاہدین کو اسلحے کی کمی درپیش نہیں آئے گی، کسی شہید کے دُثناء لاوارثوں والی زندگی نہیں گزاریں گے، مجاہدین کو بار بار اپنے حملے روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور دُنیا میں کُفر کو دندناتے پھرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی سُئی تک اٹھا کر کیوں دے دی تھی؟ کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے آخر یہ کیوں لکھ دیا کہ اگر مسلمان بھوکے مر رہے ہوں تب بھی مجاہدین کو نمک پہنچانا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ اہم ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لئے تھوڑا سا غور کیجئے! ہمارے دشمنوں نے اس نکتے پر بہت پہلے غور کر لیا تھا، چنانچہ آج وہ محفوظ ہیں، مطمئن ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وار کرتے ہیں، مگر ہم نے اس نکتے کو بھلا دیا، ہم تو یہ مسئلہ پوچھتے رہ گئے کہ مجاہدین کو زکوٰۃ لگتی ہے یا نہیں، ہم نے اپنی تجوریاں بھریں اور ہم بینکوں کے پیٹ بھرتے رہ گئے، ہم نے اپنے کپڑوں، جوتوں، زیورات اور شادیوں پر پیسے اڑائے، ہم اپنے شوق پر مال قربان کرتے رہے، چنانچہ ہم ذلیل و خوار ہو گئے، کمزور ہو گئے اور اپنے دفاع کے لئے اپنے ہی دشمنوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی روزی کے لئے اپنے دشمنوں کے جوتے صاف کرنے کی ذلت ہمیں سہی پڑی، اللہ تعالیٰ کے لئے اے مسلمانو! اب بھی غور کر لو۔ یاد رکھو! جب

تک دنیا میں اسلام اور قرآن کو عزت اور مقام نہیں ملتا، ہم جتنے خوبصورت کپڑے پہن لیں اور جتنی بڑی کوشی بنالیں، ہم عزت نہیں پاسکتے، بلکہ ہم مزید ذلیل اور بزدل ہوتے جائیں گے۔

یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ کی شریعت ہمارے ملکوں پر اور اللہ تعالیٰ کی ساری زمین پر نافذ نہ ہوئی تو ہم قیامت کے دن مجرم اٹھائے جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے، ذلیل ہونے کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ذمہ داری کو سمجھو، تم انسانوں کی غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوئے، تم مالدار کہلانے اور بننے کے لئے بھی پیدا نہیں ہوئے، تم تو پوری انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں لانے کے لئے بھیجے گئے ہو، مگر تم اپنی اس ذمہ داری کو بھول کر بچیوں کی طرح نوٹ گنتے، زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے، اُونچی سے اُونچی عمارت بنانے اور مسلمانوں پر اپنے مال کا رعب جمانے میں لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو! موت کا وقت قریب تر ہے، قرآن مجید کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ کرنا تمہاری ذمہ داری ہے، اپنے مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنے اور ان پر اپنے مال کا رعب ڈالنے کا بھوت دماغ سے نکال کر کافروں کو خاک چٹانے کی تدبیر کرو، کیونکہ اسی کے لئے تم بھیجے گئے ہو، اب تک جو غفلت ہو گئی اس پر توبہ استغفار کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کا پکا عزم کرو اور نام و نمود اور نمائش پر مال خرچ کرنے اور اپنے مال سے اسلام دشمن کافروں کو فائدہ پہنچانے سے بچو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی بڑا کام لے لے اور تمہارے نصیب جاگ جائیں اور تمہاری جان اور تمہارا مال اس کے پاک راستے میں قبول کر لیا جائے۔ یا اللہ! ہمیں اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کی ہمت اور توفیق عطا فرما اور ہماری طرف سے انہیں اپنے دربار میں قبول فرما۔







مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھروالوں کی
دیکھ بھال کرنے کی فضاہلت کا بیان



اگر خود جہاد میں نہ جاسکے.....!



جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے
گھروالوں کے ساتھ خیانت کی اس کا انجام بد



اہم سبق

رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے کے ”منافقین“ کے خلاف ”قتال“ نہیں فرمایا حالانکہ انہوں نے بہت ستایا اور بہت تنگ کیا، دراصل اس میں بہت بڑی حکمت تھی، اگر مسلمان اپنے علاقے کے منافقین کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جاتے تو کفار کے خلاف جہاد بند ہو جاتا یا بہت کمزور ہو جاتا اور اسلامی معاشرہ طرح طرح کی تقسیم اور اختلاف کا شکار ہو جاتا، چنانچہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی ساری توجہ کفار کے خلاف جہاد پر مرکوز رکھی اور منافقین پر تلوار نہیں چلائی، اس حکمت عملی کی برکت سے اسلام تھوڑے ہی عرصے میں مشرق و مغرب تک پھیل گیا۔

آج بھی مجاہدین کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ وہ کفار کے خلاف جہاد میں مشغول ہوں اور منافقین کے ساتھ لڑائی میں اپنی توانائیاں ضائع نہ کریں، کافر کمزور ہوں گے تو منافقین خود ختم ہو جائیں گے۔ مگر افسوس کہ آج منافقین کے خلاف جہاد کو زیادہ اہم سمجھا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے امت بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ (واللہ المستعان وهو اعلم بالصواب) (فتح الجواد: ۳۲/۳)



مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو النجیان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے اور آجر ان دونوں کو ملے گا اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے۔ پھر آپ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے جہاد میں جانے والوں کے گھر اور مال کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کرے گا، اُسے ان مجاہدین کا آدھا اجر ملے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا، اُس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی، اُس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے روزے دار کو افطار کروایا، اُس کو روزے دار جیسا اجر ملے گا اور روزے دار کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی اور جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا، اُسے بھی مجاہد جیسا اجر ملے گا اور مجاہد کے اجر میں بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں، ہم نے ان میں سے چند ایک کو ذکر کیا ہے۔]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کے گھر والوں کی اتنی کفالت کی اور اتنی ذمہ داری اٹھائی کہ اُن کی ضرورت پوری کر دی اور انہیں دوسرے لوگوں سے مستغنی کر دیا، تو اللہ (ﷻ) قیامت کے دن اُسے فرمائے گا: خوش آمدید اس شخص کے لئے، جس نے مجھے کھلایا پلایا، مجھ سے محبت کی اور مجھے عطاء کیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ رہنا کہ میں نے اس شخص کے لئے اپنا سارا اعزاز و اکرام لازم کر دیا ہے۔ پس جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا وہ اس شخص کا اللہ (ﷻ) کے نزدیک مقام دیکھ کر اس پر رشک

کرے گا۔ (خرجہ السلطان الجاہد محمود المعروف بالشہید فی کتاب فضل الجہاد باسنادہ وخرجہ ابن عساکر)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو دشمن کی طرف ایک لشکر تیار کر کے بھیجنے کا حکم سنایا۔ آپ ﷺ نے تیاری کا حکم دے دیا اور لشکر کے تمام افراد کو سامان اور زارہ [یعنی توشہ] عطاء فرمایا، مگر آپ ﷺ حضرت حذیر رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کو سامان دینا بھول گئے حضرت حذیر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ مجھ سے ناراض ہیں، [مگر پھر بھی وہ] صبر کے ساتھ اللہ (ﷻ) کی رضا کے لئے [بغیر توشہ اور سامان کے] لشکر میں نکل پڑے [لشکر روانہ ہو گیا]۔ حضرت حذیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخر میں چل رہے تھے اور جب بھی قدم اٹھاتے تو کہتے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ اے میرے پروردگار! یہ [تسبیح اور ذکر] میرے لئے بہترین توشہ ہے۔ اللہ (ﷻ) نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا: اے محمد! اللہ (ﷻ) نے آپ کے لئے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ نے سارے لشکر کو سامان اور توشہ دیا، مگر آپ حذیر (رضی اللہ عنہ) کو سامان اور توشہ دینا بھول گئے، وہ لشکر کے آخری حصے میں ہیں اور ان کی طرف سے ایسے کلمات اُپر آرہے ہیں جنہیں سن کر فرشتے بھی رورہے ہیں، آپ جلدی انہیں سامان جہاد فراہم کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیر رضی اللہ عنہ کے لئے سامان اور توشہ دے کر آدمی بھیجا اور اُسے فرمایا: حذیر جو کلمات پڑھ رہے ہوں، انہیں پوری طرح یاد کر لینا۔ حضور اکرم ﷺ کا قاصد سامان لے کر پہنچا تو حضرت حذیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخری حصے میں (وہی کلمات) پڑھتے ہوئے جا رہے تھے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ قاصد نے کہا: لیجئے! آپ کا سامان حاضر ہے۔ حضرت حذیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا رسول اللہ (ﷺ) مجھ سے راضی ہو گئے ہیں؟ قاصد نے کہا: وہ تو آپ سے ناراض ہی نہیں تھے، لیکن وہ آپ کو سامان دینا بھول گئے تھے، تو اللہ (ﷻ) نے یاد دہانی کے لئے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ یہ سن کر حضرت حذیر رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور پھر سر اٹھا کر انہوں نے اللہ (ﷻ) کی حمد و ثناء اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھا اور کہنے لگے: میرے رب نے مجھے عرش کے اُپر یاد رکھا، اے میرے پروردگار! حذیر کو نہ بھولنے اور حذیر کو بھی توفیق دیجئے کہ وہ بھی آپ کو کبھی نہ بھولے۔ (شفاء الصدور)

فصل

اگر خود جہاد میں نہ جاسکے

فائدہ: جس آدمی نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا ہو، مگر بیماری یا کسی اور وجہ سے وہ جہاد میں نہ جاسکے تو اُسے چاہئے کہ وہ سامان کسی اور مجاہد کو دے دے، تاکہ حدیث شریف کی رُو سے اُسے بھی جہاد کا اجر مل جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اُسلم کے ایک نوجوان نے عیسیٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، مگر میرے پاس سامانِ جہاد موجود نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ، اُس نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا تھا، مگر پھر وہ بیمار ہو گیا۔ وہ نوجوان اُن صحابی کے پاس آئے اور کہا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنا سامان مجھے دے دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا: میرا تمام سامان اِس نوجوان کو دے دو اور اُس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو، اللہ کی قسم! اگر تم نے اُس میں سے کچھ روک کر رکھا، تو اللہ (تعالیٰ) اُس میں تمہارے لئے برکت نہیں دے گا۔ (صحیح مسلم)

مسند احمد کی روایت ہے کہ عیسیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خود جہاد کے لئے تشریف نہیں لے جاتے تھے، تو اپنا اسلحہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد)



فصل

جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی اس کا انجام بد

حضرت بزرگوار بن حُصَیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے رہ جانے والے کے لئے ان کی ماؤں کی طرح ہے، پس جو شخص مجاہدین کے پیچھے اُن کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرے گا، قیامت کے دن اللہ (تعالیٰ) اُسے کھڑا کر دیں گے اور اس کے اعمال میں سے جو چاہیں گے لے لیں گے، [اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟] (مسلم)

فائدہ: یہ حدیث بے شمار سندوں کے ساتھ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

ابو عبد اللہ الحلیفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کا پیچھے رہ جانے والوں پر بڑا حق ہے، کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کی طرف سے بھی فریضہ جہاد اداء کرتے ہیں، ان کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بناتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے باوجود پیچھے والے ان کے گھر میں خیانت کریں، تو یہ اُس خیانت سے بھی بڑا گناہ ہے جو خیانت ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے، جس طرح کہ پڑوسی کی خیانت دُور والے کی نسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔ (المنہاج فی شعب الایمان)

دعوت

[سُبْحَانَ اللہ! اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی پر قربان کہ وہ مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کرنے پر بھی جہاد کا عظیم اجر عطاء فرماتا ہے، اگر مسلمان ان فضائل پر یقین رکھتے ہوئے ایسی ترتیب بنالیں کہ کچھ لوگ تو جہاد میں لگ جائیں اور کچھ مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کریں اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھال لیں، تو مسلمانوں کی منزل کتنی آسان ہو جائے گی۔

لیکن افسوس کہ آج عمومی طور پر یہ ترتیب دیکھنے میں نہیں ملتی، بلکہ دکھ کی بات یہ

ہے کہ جو لوگ جہاد میں نکلتے ہیں، دوسرے مسلمان ان کی خدمت کو سعادت سمجھنے کی بجائے ان کی مخالفت کرنے کو اپنا مشن سمجھتے ہیں اور مجاہدین کے اہل خانہ کو بھی طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں اور ان کا جینا دو بھر کر دیتے ہیں، یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والا ہے۔ کاش! مسلمان ان فضائل کو پڑھتے، سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے تو مجاہدین کو کتنا سکون ملتا اور مجاہدین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا اور مجاہدین اپنے گھروں سے بے پرواہ ہو کر دلجمعی اور قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ ترتیب بنی ہوئی تھی چنانچہ جو شخص بھی اپنے گھر سے نکلتا تھا، وہ پیچھے اپنے گھر والوں کے بارے میں بالکل بے فکر ہو کر نکلتا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے مسلمان اس کے گھر والوں کی ایسی دیکھ بھال کریں گے جو وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کرے، مسلمانوں کو یہ ماحول اور ترتیب دوبارہ نصیب ہو جائے۔

عرب ممالک میں بعض لوگ دنیا بھر میں شہید ہونے والے مجاہدین کے بچوں کی کفالت کا عجیب طریقے سے انتظام کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ ان میں سے ہر شخص دو یا تین یا زیادہ یتیموں کی کفالت کا ذمہ دار بن جاتا ہے اور اس یتیم کے توسط سے شہید کے پورے گھرانے کی باقاعدہ ماہانہ کفالت کرتا ہے۔ کچھ سال پہلے کراچی میں بھی کچھ دردمند دوستوں نے شہداء کے اہل خانہ کی اس طرح سے ترتیب بنائی تھی کہ ہر شخص ایک یا زیادہ گھرانوں کی کفالت مستقل اپنے ذمے لے لیتا تھا اور تا حیات اس گھرانے میں ماہانہ خرچ بھیجنے کی نیت کر لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کرے، وہ ترتیب پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ چل رہی ہو۔ کچھ سال پہلے صومالیہ کے جہاد میں شریک ایک مجاہد جو اپنی بیوی کو اُمید سے چھوڑ کر گئے تھے، کی غیر موجودگی میں اُن کا بچہ پیدا ہوا تو دیکھنے میں آیا کہ اس علاقے کے لوگ بڑے اہتمام سے اس بچے کی دعوتِ عقیقہ کر رہے تھے اور وہ دعوت اتنی پُر اہتمام تھی کہ کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ بچے کا والد سینکڑوں میل دور کسی محاذ پر لڑ رہا ہے اور دوسرے مسلمان مرد اور عورتیں مل کر اس دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

اے مسلمانو! مجاہدین کا حق بہت بڑا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے ہیں،

ان کی مخالفت کا تصور بھی نہ کرو، بلکہ ان کے دست و بازو بن کر ان کی قوت بڑھاؤ، انہیں اچھے سے اچھا اسلحہ اور اچھے سے اچھی سواری فراہم کرو اور ان کے گھر والوں کو یہ احساس نہ ہونے دو کہ وہ لاوارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مجاہدین کے حقوق کو سمجھنے اور انہیں اداء کرنے اور خود چہاد میں شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔]





مجاہدین کی مدد و اعانت ان کی خدمت
ان کو نصرت کرنے کی فضیلت کا بیان



مجاہدین کو نصرت کرنے اور ان کے ساتھ
چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل



عصرِ حاضر میں بقاء کے جہاد کی تربیت

جہاد جیسے اہم اور ضروری کام کو جاری رکھنے کے لئے کچھ افراد خود کو بالکل وقف کر دیں اور باقی مسلمان بن مانگے ان کی دیکھ بھال کریں اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں مال خرچ کریں۔ یوں جہاد کو قوت ملے گی اور مسلمان مضبوط ہونگے۔ (فتح الجہاد: ۱۱۵/۱)

ہجرت اور نصرت کی برکت

مسلمانوں میں ہجرت و نصرت کا جذبہ زندہ رہے، وہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہیں اس میں لگے رہیں اور مسلمانوں کے قائدین بھی حضراتِ مہاجرین اور انصار کے نقشِ قدم پر ہوں تو پھر منافقین کے فتنے اُسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (فتح الجہاد: ۱۰۲/۳)

منافقین کا سدا بہار الزام

یہ منافقین کا سدا بہار الزام ہے کہ جہاد ہماری استطاعت میں نہیں دشمن ہم سے بہت طاقتور ہیں اور ہم ان کے مقابلے کی قوت اور استطاعت نہیں رکھتے اُس زمانے سے لے کر آج تک جہاد کے منکر ”نفاقی فتنے“ اس بات کو اپنی سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہیں۔ (فتح الجہاد: ۲۶۶/۳)



مجاہدین کی مدد و اعانت ان کی خدمت ان کو رخصت کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کی اعانت کی، یا کسی تنگ دست مجاہد کی مدد کی، یا کسی مُکاتب [غلام] کو آزاد کرانے میں تعاون کیا تو اللہ (تعالیٰ) اُسے قیامت کے دن، جس دن اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، اپنا سایہ عطاء فرمائے گا۔ (مسند احمد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مجاہد کے بارے میں سنا، پھر وہ کھڑا ہوا تا کہ اُس کی کوئی ضرورت پوری کرے، یا تھوڑی دیر [رخصت کرنے کے لئے] اُس کے ساتھ چلے، یا اُسے سلام کرے، تو ایسے شخص کے کھڑے ہوتے ہی اُس کے سارے گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اُس [مجاہد] کا رفیق ہوگا اور جس نے کسی مجاہد کو اتنا سامان فراہم کیا کہ اُس مجاہد کی مستقل ضرورت پوری ہوگئی، تو اُس کو بھی مرتے دم تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جس شخص نے مسجد بنائی جس میں اللہ (تعالیٰ) کا نام لیا جاتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اُس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک کوڑا دینا مجھے اُس حج سے زیادہ محبوب ہے جس کے بعد دوسرا حج ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجاہد کو سایہ فراہم کرے گا، اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن اُسے سایہ عطاء فرمائے گا اور جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے کے مجاہد کو سامان فراہم کرے گا، اُسے بھی مرتے دم تک یا مجاہد کے لوٹنے تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جو شخص مسجد بنائے گا جس میں اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کیا جائے تو اللہ (تعالیٰ) اُس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن حبان)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں کسی خیمے کا سایہ دینا، یا اللہ (ﷻ) کے راستے میں [کسی مجاہد کو] خادم دینا، یا اللہ (ﷻ) کے راستے میں جوان اُونٹنی دینا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو خیمہ دیا، یا کوئی خادم دے دیا، یا کوئی جوان اُونٹنی دے دی تو یہ صدقات میں سے سب سے افضل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے جہاد میں رواجی کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی [مدد کرنے والا] خاندان، تم میں ہر ایک اُن میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے، مگر اس طرح کہ تمہارے اُونٹ میں اُن میں سے ہر ایک کی ویسی ہی باری ہو جیسی تمہاری۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین افراد لے لئے اور میرے اُونٹ میں اُن کی باری میرے برابر تھی، یعنی ہم سب باری باری سوار ہوتے تھے اور اُس میں برابری کرتے تھے۔ (ابوداؤد، المستدرک)

ایک روایت میں آیا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر [اللہ (ﷻ) کے سوا] کوئی نہیں جانتا۔ جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنا، اللہ (ﷻ) کے راستے میں سایہ [یعنی خیمہ] دینا، [جہاد میں] اپنا گھوڑا عاریتاً دینا۔ (سنن سعید بن منصور باسناد صحیح)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے چند قدم چلنا، ان کے گھوڑوں کی زین درست کرنا اور ان کے جانور ہانکنا میرے نزدیک حج فرض کے بعد دس حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی، وہ ان میں سے ہر فرد پر ایک قیراط اجر کی سبقت لے گیا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک موقوفاً)

ایک روایت میں آیا ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتے ہوئے دیکھتے تھے، اس کے لئے رحمت کی دعاء فرماتے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک مرسل صحیح الاسناد)

ایک روایت میں آیا ہے کہ پئی کریم ﷺ سفر کے دوران اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنادیا کرتے تھے، ایک بار [اسی طرح جماعتیں بنائیں، تو] ایک جماعت کے رُفقاء نے اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی اور کہنے لگے: اے اللہ کے رُئول! ہم نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا، ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے ہیں تو وہ نماز میں لگ جاتا ہے، جب ہم چلتے ہیں تو وہ قرآن پڑھتا رہتا ہے اور مسلسل روزے رکھتا ہے۔ رُئول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: کہ اس کے فلاں فلاں کام کون کرتا ہے [یعنی کہ اس کی خدمت کون کرتا ہے]؟ رُفقاء نے جواب دیا: ہم [اس کا کام سرانجام دیتے ہیں]۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم سارے اس سے بہتر ہو، [کیونکہ خدمت کا اجر بہت زیادہ ہے]۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک مرسل صحیح الاسناد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رُئول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین میں سے سب سے افضل وہ ہیں جو ان کی خدمت کرتے ہیں، پھر وہ ہیں جو ان کے پاس خبریں لے کر آتے ہیں اور ان میں سے اللہ (تعالیٰ) کے ہاں زیادہ خصوصی مقام والے روزہ دار ہیں اور جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کو ایک مشکیزہ پانی لا کر پلایا، وہ ان سے جنت میں ستر درجے یا ستر سال کی سبقت لے جائے گا۔ (ابن عساکر غریب)

سُلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رُئول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجاہدین کی ایک دن خدمت کی تو اسے اللہ (تعالیٰ) کے ہاں دس ہزار سال کا اجر ملے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کر رہا تھا، آگ کے شعلے اُسے تکلیف دے رہے تھے اور گرمی کی وجہ سے اُسے پسینہ آ رہا تھا۔ [یہ دیکھ کر] رُئول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اب جہنم کی گرمی نہیں پہنچے گی۔ (شفاء الصدور)

یونس سہاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک بوڑھے بزرگ تھے، ہم جب جہاد میں نکلتے تو وہ یہ شرط لگا لیا کرتے تھے کہ میں سب کی خدمت کروں گا، پھر جب اپنا سر یا کپڑے دھونے لگتے، تو فرماتے کہ یہ بھی میں خود کروں گا، کیونکہ یہ بھی شرط کا حصہ ہے، جب ان کا انتقال ہوا، تو غسل

وغیرہ دینے میں میں بھی شریک تھا، میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں ہاتھ پر گوشت اور کھال کے درمیان جھتی لکھا ہوا ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کو دیکھا گیا کہ اپنے خنجر پر خود بھی سوار ہوتے تھے اور دوسرے مجاہدین کو بھی اپنی طرح باری باری سوار کرتے تھے، ان کی عادت تھی کہ وہ جہاد میں اپنے لئے ساتھی ڈھونڈتے تھے، پھر انہیں فرماتے کہ تین شرطوں پر میں آپ کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں، پہلی یہ کہ میں آپ سب کی خدمت کروں گا اور آپ میں سے کوئی بھی خدمت کے معاملے میں مجھ سے کچھ نہیں چھینے گا اور میں اذان دوں گا آپ میں سے کوئی اس میں مداخلت نہیں کرے گا اور میں اپنی استطاعت کے مطابق آپ سب پر خرچ کروں گا، اگر وہ ساتھی یہ تمام شرطیں مان لیتے تو آپ ان کے ساتھ ہو جاتے، ورنہ ان کے سوا دوسرے ساتھیوں کی طرف چلے جاتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ جب جہاد میں نکلتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے اور انہیں حسب استطاعت خوش رکھے اور جتنا ہو سکے ان پر خرچ کرے اور اگر خرچ کرنے کی طاقت نہ ہو تو انہیں اپنے اوپر ترجیح دے، یہ سب کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس سے اجر کی اُمید میں کرتے تھے۔ ان کے ایثار کے واقعات میں سے ایک بہت عجیب واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

عجیب واقعہ

ابو جہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی کے دن اپنے چچا زاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا اور میرے ساتھ پانی کی ایک چھال تھی، میں نے سوچا کہ اگر ان کے جسم میں جان ہوگی تو میں انہیں پانی پلاؤں گا اور ان کا چہرہ دھوؤں گا، اچانک میں نے انہیں [زخمی حالت میں] بے ہوش پایا۔ میں نے انہیں [ہوش میں لا کر] پوچھا: کیا آپ کو پانی پلاؤں؟ انہوں نے اشارے سے کہا: ہاں۔ اچانک ایک اور شخص کی طرف سے گراہنے کی آواز آئی، میرے چچا زاد بھائی نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے پاس آ کر پانی کا پوچھنے لگا

تو ایک اور شخص کے گراہنے کی آواز آئی۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے مجھے اُن کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکے تھے، پھر میں حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں، پھر میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔

﴿توبہ اللہم وحی اللہ﴾ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

جنگ یرموک ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت حارث بن ہشام، حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہم جنگ یرموک میں لڑائی کے لئے نکلے، جب یہ تینوں زخمی ہو گئے تو حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے پینے کا پانی منگوا یا، [ابھی انہوں نے پیا نہیں تھا کہ] حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف دیکھا۔ حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے عکرمہ کو پلاؤ۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے جب پانی لیا تو ان کی طرف حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: پہلے عیاش کو پلاؤ۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کی طرف پانی لایا گیا تو وہ شہید ہو چکے تھے، جب باقی دو کی طرف لایا گیا، تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ (الاستیعاب لابن عبد البر)

فائدہ: مُصَنَّف فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی ۱۵ھ میں ہوئی، اس لڑائی میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ یا تین لاکھ تھی، جبکہ مسلمان تیس ہزار تھے۔ اس خوفناک لڑائی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی قربان کر دی، مگر اپنے بھائی تک پہلے پانی پہنچانا اپنی ذمہ داری سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا اور بہترین انجام کے مستحق بنے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہمیں بھی ان کے ساتھ جمع فرمائے۔ [آمین ثم آمین]



فصل

مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے [ایک بار] لشکر تیار فرمایا، پھر آپ بقیع غرقہ [نامی جگہ] تک ان کے ساتھ [رخصت کرنے کے لئے] چلتے رہے، پھر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اللہ (ﷻ) کے نام کے ساتھ چلو، اے میرے پرودگار! ان کی مدد فرما۔ (المسند رک صحیح الاسناد)

حضرت عبداللہ بن یزید احمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو عَقِبَةُ الدَّوَاعِ تک اُن کے ساتھ چلتے اور [وہاں پہنچ کر] فرماتے کہ میں تمہارے دین، تمہاری قابلِ حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ (ﷻ) کے سپرد کرتا ہوں۔ (المسند رک)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ پیدل چلے، پھر فرمایا: اللہ (ﷻ) کا شکر ہے جس کے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود ہوئے۔ ایک شخص نے کہا: ہم نے تو صرف مجاہدین کو رخصت کیا ہے، [یعنی ہم تو خود اللہ (ﷻ) کے راستے میں نہیں نکلے]۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے ان [مجاہدین] کا سامان تیار کیا، ہم انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ چلے اور ہم نے ان کے لئے دُعائیں کیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا: اور انہیں رخصت کرنے کے لئے پیدل تشریف لے گئے۔ اہل لشکر نے عرض کیا: اے رَسُولُ اللہ کے خلیفہ! آپ سوار ہو جائیں تو اچھا ہوگا۔ فرمانے لگے: میں اللہ (ﷻ) کے راستے میں [اٹھائے جانے والے] اپنے قدموں پر اجر کی اُمید رکھتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)

ایک اور روایت میں ہے کہ جہاد شام کے دوران ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ [مجاہدین

کے امیر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چل رہے تھے۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا تو آپ بھی سوار ہو جائیے، یا مجھے سواری سے اترنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ آپ اتریں گے نہ میں سوار ہوں گا، میں تو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اٹھنے والے اپنے ان قدموں پر اللہ (تعالیٰ) سے اجر کا امیدوار ہوں۔ (ابن عساکر)

مجاہد رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جہاد کے لئے نکلا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیں رخصت کرنے کے لئے ساتھ نکلے، پھر جب ہم سے جدا ہونے لگے تو فرمایا: میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز اللہ (تعالیٰ) کے سپرد کر دی جائے، اللہ (تعالیٰ) اُس کی حفاظت فرماتا ہے، چنانچہ میں تمہارے دین، تمہاری قابلِ حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ (تعالیٰ) کے سپرد کرتا ہوں۔ (نسائی، السنن الکبریٰ للبیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ چلو! ہم فلاں مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دیر اُس کے ساتھ چلیں گے تو اللہ (تعالیٰ) عرش کے اوپر سے فرماتا ہے: کہنے اور سننے والے کیلئے جنت کی خوشخبری ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کسی صبح یا شام کسی مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے نکلوں اور اُسے اُس کی سواری پر بٹھاؤں، یہ مجھے دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن ماجہ، المسند رک)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا ہے اور اپنے گھر والوں سے رخصت ہوتا ہے اور گھر والے اُسے رخصت کرتے ہیں تو اللہ (تعالیٰ) اس پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: دیکھو میرے بندے کو کہ وہ میری رضا جوئی کے لئے اپنے گھر والوں سے رخصت ہو رہا ہے اور گھر والے اُسے رخصت کر رہے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُسے بخش دیا اور اس کے گناہوں کو اس کے دروازے پر پُل بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوتے وقت تھا۔ (شفاء الصدور موقوفاً)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک بار ابوالخارث الصائغ رحمہ اللہ کو جہاد میں رخصت کرنے کے لئے گئے، اس وقت انہوں نے اپنے جوتے اپنے ہاتھوں میں اٹھار کھے تھے کیوں کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے پاؤں غبار آلود کرنا چاہتے تھے۔ (المغنی)

فائدہ: مجاہد کو رخصت کرنے کی طرح اس کے استقبال کے لئے نکلنا بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ذکر ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں بھی بچوں کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے ثبیۃ الوداع [نامی مقام] تک نکلا۔ (بخاری)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد کے استقبال کے عنوان سے باقاعدہ باب باندھے ہیں۔ (واللہ اعلم)

دعوت

[اس باب میں ہم نے جو احادیث اور روایات پڑھی ہیں انہیں بار بار پڑھنے اور دل میں اُتارنے کی ضرورت ہے۔ آج کل مجاہدین میں خدمت اور اپنے ساتھی کیلئے قربانی کا جذبہ بہت کم ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ اکثر لوگ خدمت سے جی چڑاتے ہیں اور دوسروں کے لئے جذبہ ایثار سے بھی محروم رہتے ہیں۔ اس لیے مجاہدین کو اپنے محاذوں پر اپنے معسکرات اور اپنے مراکز میں ان احادیث کی بار بار تعلیم کرانی چاہئے اور ایک ایک مجاہد کے دل میں خدمت اور ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہئے، تب ان کے جہاد میں قبولیت اور برکت کی عجیب شان نظر آئے گی اور ان میں آپس کے اختلاف کی بجائے ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی جو جہاد کے لئے بے حد لازم ہے۔

اسی طرح پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ مجاہدین کے اکرام اور حوصلہ افزائی میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مصروف نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے بار بار تشریف لے جاسکتے ہیں تو ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنا چاہئے اور مجاہدین کی ایسی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے جس سے ان کے عزائم میں اضافہ ہو جائے اور وہ اپنے دل میں اس بات کی خوشی محسوس کریں کہ الحمد للہ مسلمانوں نے جہاد کو سمجھ لیا ہے اور جہاد کی عظمت کو پہچان لیا ہے، چنانچہ اگر ہم شہید ہو گئے تو ہماری جگہ لینے والے بہت سے افراد ہمارے پیچھے موجود ہیں۔ یاد رکھئے! ہم سب لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے کے قدموں کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محتاج ہیں۔

اسی طرح مجاہدین کے گھر والوں کو بھی چاہئے کہ نہایت خوش دلی، محبت اور حوصلہ افزائی کے جذبات کے ساتھ مجاہدین کو آلوداع کہا کریں، اس طرح سے وہ مجاہد کے اجر میں بھی شریک ہوں گے اور انہیں جہاد میں تعاون کا ثواب بھی ملے گا، مگر آج مجاہدین کو اپنے گھر والوں سے چھپ چھپ کر ٹکنا پڑتا ہے، یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے۔ ہماری مائیں، بہنیں اور مسلمانوں کی بیویاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ماؤں، بہنوں اور بیویوں سے زیادہ اجر و ثواب کی محتاج ہیں، آخر وہ بھی تو عورتیں تھیں، مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور وہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ ہماری آج کی مسلمان عورتوں کو بھی انہیں کے پاکیزہ اور عالی شان نقش قدم پر چلنا چاہئے اور اپنے گھروں سے مجاہدین کو دلوہوں کی طرح رخصت کرنا چاہئے، تب انشاء اللہ ان گھروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی اور یہ گھر آسمان والوں کے لئے زمین پر چمکتے ستاروں کی مانند بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کے ایک ایک حکم کو زندہ کرنے کی توفیق

عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین [





وَلَا تُبْرَأُ بِأَعْمَلِكُمْ خَيْرٌ

اللہ تعالیٰ خیر رکھنے والا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو: القلانہ





جہاد کیسے لگھوڑا باندھنے اور اس پر
خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان



ایک شہید تاجی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز واقعات



حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے



بیعت علی الجہاد کے دس انعامات

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بیعت“ پر جو انعامات نصیب ہوئے تو ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے

- ① اللہ تعالیٰ کی رضا۔
- ② اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کا اعزاز۔
- ③ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ و نصرت۔
- ④ اجر عظیم۔
- ⑤ اخلاص کی قبولیت۔
- ⑥ سکینہ کا نزول۔
- ⑦ فتوحات ہی فتوحات۔
- ⑧ معاشی استحکام اور مضبوطی۔
- ⑨ دشمنوں کے دلوں پر رعب کا طاری ہونا۔
- ⑩ صراط مستقیم، ہدایت کے پھیلنے کا ذریعہ بنانا۔ (فتح الجواد: ۴/۱۲۹)

ایک المیہ

آج کل کئی دانشور ”صلح حد پیہ“ کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور کافروں کے سامنے ذلت کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیتے ہیں، کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ واقعہ حد پیہ سے پہلے بیعت رضوان ہے جو مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت ہے اور اس کے بعد خیبر اور مکہ کی جہادی فتوحات ہیں۔ (فتح الجواد: ۴/۳۶)



باب ۱۳

جہاد کیلئے گھوڑا باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

اور اُن سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سوار تیار رکھو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر بہت بڑے جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا اور تم سے بے انصافی نہیں ہوگی۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَالْآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ۔

(الانفال: ۶۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

وَالْعُدِيَّةِ ضَبَّاعًا۔ (اللہ تعالیٰ: ۱)

امام ابو عبد اللہ الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطیہ، ابو الفتحی اور قتادہ رحمہم اس آیت ”وَالْعُدِيَّةِ ضَبَّاعًا“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ گھوڑے ہیں جن پر جہاد کیا جاتا ہے اور دشمنوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ (المنہاج فی شعب الایمان)

فائدہ:

گھوڑوں کے فضائل بہت عظیم الشان ہیں، [اب ان میں سے کچھ فضائل کو ترتیب سے بیان

کیا جاتا ہے]۔

۱۔ آجری اَجَر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑا باندھا تو اُس گھوڑے کا کھانا پینا، اُس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن ترازو میں [اَجَر] بنا کر ڈالا جائے گا۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین [قسم کے] ہیں:- ① اللہ (تعالیٰ) کا گھوڑا، ② انسان کا گھوڑا، ③ شیطان کا گھوڑا۔ اللہ (تعالیٰ) والا گھوڑا وہ ہے جو جہاد کے لئے باندھا جاتا ہے، پس اس گھوڑے کا چارہ، اس کا پیشاب اور اس کی لید سب نیکیاں ہیں اور شیطان والا گھوڑا وہ ہے جس پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جوا کھیلا جاتا ہے اور انسان والا گھوڑا وہ ہے جسے نسل کے لئے باندھا جاتا ہے، پس یہ گھوڑا فقر سے بچانے کے لئے ہوتا ہے۔ (مسند احمد باسناد جید)

مسند احمد کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو گھوڑا شرط اور جوئے کے لئے باندھا جاتا ہے اس کی قیمت، اُس کا چارہ اور اُس کی سواری یہ سب اُس کے مالک کے لئے وِبال ہے اور جو گھوڑا کاروبار یا نسل کے لئے باندھا جاتا ہے وہ ممکن ہے کہ فقر کو دور کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ (مسند احمد) مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کے گھوڑے کی فضیلت کے لئے اتنی بات بھی کافی ہے کہ اس کی اضافت اللہ (تعالیٰ) کی طرف کی گئی ہے، یعنی اسے اللہ (تعالیٰ) کا گھوڑا کہا گیا ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت اَسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر [یعنی اَجَر یا غنیمت رکھ دی گئی] ہے، پس جس شخص نے جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑا پالا اور اللہ (تعالیٰ) کے راستے کے اَجَر کے لئے اُس پر مال خرچ کیا، تو اُس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں نیکیاں بن جائیں گی اور جس نے گھوڑا باندھا یا کاری، دکھلاوے اور فخر کے لیے تو اس

گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں خسارہ بن جائیں گے۔ (مسند ابی عوانہ، ابو یعلیٰ)

فائدہ: یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فخر اور دکھلاوے کے لئے گھوڑا باندھنا حرام ہے، قیامت کے دن اس پر سزا دی جائے گی اور اس گھوڑے کی تمام چیزیں اس کے مالک کے لئے گناہ بن جائیں گی، جبکہ جہاد کے لئے باندھے گئے گھوڑے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے گھوڑے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین طرح کے ہیں: ❶ وہ گھوڑا جو آدمی کیلئے گناہ کا باعث ہے، ❷ وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے پردہ ہے، ❸ وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ گناہ کا باعث وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے ریاکاری، فخر اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے باندھ رکھا ہو اور آدمی کے لئے پردہ وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں باندھا ہو، پھر وہ گھوڑے کی پشتوں اور اس کی گردنوں کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) کا حق نہ بھولے، تو یہ گھوڑا اس کے لئے پردہ ہے اور وہ گھوڑا جو اپنے مالک کے لئے اجر کا ذریعہ ہوتا ہے جسے کسی آدمی نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [جہاد کے لئے] اہل اسلام کے فائدے کیلئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھا ہو، پس وہ گھوڑا اُس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ بھی کھائے گا اُس کی تعداد کے برابر اُس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس کی لید اور پیشاب کے برابر بھی اُس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ گھوڑا رسی توڑا کر ایک دو بار گودا، تو اُس کے نشانِ قدم کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر اُس گھوڑے کا مالک اُسے کسی شہر پر لے کر گزرا اور مالک کے ارادے کے بغیر گھوڑے نے اُس میں سے پانی پی لیا، تو اُس پانی کی مقدار مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (بخاری، مسلم، ابن خزیمہ)

❷ جہنم سے نجات کا ذریعہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا، وہ اُسے جہنم سے بچانے کا ذریعہ

بنے گا۔ (ابن عساکر وفیہ راو ضعیف)

۳ شہید کا اجر

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سچے دل [جہاد کی نیت] سے گھوڑے باندھنے کا ارادہ کیا، اُسے ایک شہید کا اجر دیا جائے گا۔ (ذکرہ ابو عبیدہ فی کتاب النہیل و صومر سل)

۴ گھوڑا باندھنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں دن رات مال خرچ کرنے کے برابر

سہل بن عکبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوناٹمہ بابلی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت ”الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً“ (البقرہ: ۲۷۳) کی تفسیر میں فرمایا: آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ [ایمان والے] دن رات اپنا مال جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: جس شخص نے دکھاوے اور ریاکاری کے بغیر اللہ تعالیٰ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا، وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا مال [اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں] دن رات خرچ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ایوب بن خالد رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی آیت ”مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا“ (الحمد: ۱۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۵ گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنے جیسا ہے

ابو کعبہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی [یعنی جہاد کا اجر و غنیمت] گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔

(الطبرانی، ابوعوانہ، ابن حبان، المسند رک صحیح الاسناد)

[اس مضمون کی احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر

صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ (موارد الظمآن)

ابنِ حَبَّان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا، اس کے لئے روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے جیسا اجر ہے (موارد الظمآن)

۶ جہادی گھوڑے کے خدمت گاروں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مدد

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی اور نفع قیامت کے دن تک رکھ دیا گیا ہے اور گھوڑے کے بارے میں گھوڑے والوں کی مدد کی جاتی ہے، پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے لئے برکت کی دعاء کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو، مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔ (مسند احمد باسناد جید)

۷ گھوڑے کی پیشانی میں خیر بھلائی

اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔ گھوڑوں میں زیادہ بھلائی اور خیر کی وجہ سے عرب لوگ گھوڑوں کو ”خیر“ کہتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی گھوڑوں کو ”خیر“ کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں اللہ (تعالیٰ) کا فرمان ہے:

۳

إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي (ص: ۳۳)

میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت اختیار کی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے، یعنی اجر وغنیمت۔ (مسلم)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی حدیث حضرت غزوہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں شعیب بن غزوہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت غزوہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں [جہاد کے لئے] ستر گھوڑے دیکھے۔ (بخاری)

[یعنی وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اس حدیث شریف کو بیان فرمایا ہے، خود وہ اس پر بڑے اہتمام سے عمل فرماتے تھے اور زیادہ سے زیادہ خیر اور بھلائی حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ گھوڑے پالتے تھے، مُصَنِّفؒ نے مزید بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی ذکر فرمائے ہیں، جو اس حدیث شریف کو حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔]

۸ گھوڑے حضور اکرم ﷺ کو محبوب تھے

حضرت مَعْقِل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کو اپنی اَزْوَاجِ مُطہرات رضی اللہ عنہن کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

مُصَنِّفؒ فرماتے ہیں: ہر مسلمان کے لئے سُنَّت ہے کہ نئی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے جہاد کے گھوڑوں سے محَبَّت کرے، خواہ یہ گھوڑے اپنے ہوں یا کسی اور کے۔

۹ گھوڑوں کا دعاء کرنا

حضرت ابُو ذَرٍّ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دُعائے کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے، [وہ گھوڑا دعاء کرتا ہے] اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا ہے اور عطاء فرمایا ہے، پس تو مجھے اس کے نزدیک اپنے اہل و مال میں سب سے زیادہ محبوب بنادے۔ (مسند احمد، نسائی، مستدرک صحیح الاسناد)

ایک اور روایت میں ہے کہ نئی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑا ہر دن تین دعائیں کرتا ہے:- پہلی دعاء میں وہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! تو مجھے میرے مالک کے نزدیک سب سے محبوب مال بنادے۔ دوسری دعاء میں کہتا ہے: یا اللہ! اسے وسعت دے، پھر یہ مجھ پر وسعت کرے گا اور تیسری دعاء میں کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اسے مجھ پر شہادت نصیب فرمادے (یعنی یہ مجھ پر بیٹھ کر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو)۔ (شفاء الصدور)

مُصَنِّفؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا دعاء کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو سمجھ، شعور اور اخلاق وغیرہ سیکھنے میں جو امتیازی شان عطاء فرمائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، [اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُسے دعاء کرنے کی بھی توفیق و تعلیم فرمادی ہے]۔

فصل

ایک شہید تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز واقعات

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، سیدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گھوڑا چار ہزار کا خریدا، تو لوگوں نے مہنگا خریدنے پر ان کو ملامت کی، وہ فرمانے لگے کہ اس گھوڑے کا دشمن کی طرف بڑھنے والا ہر قدم مجھے چار ہزار سے زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے رہنے والے اور بہت عابد و زاہد شخص تھے، مجاہد تابعین اور شہداء میں ان کا شمار ہوتا ہے، یہ جب بھی جہاد میں نکلتے تھے، اپنے ساتھیوں پر یہ شرط رکھتے تھے کہ آپ سب کی خدمت میرے ذمہ ہوگی۔

علی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے رفقاء [مجاہدین] کی سواریاں چراتے تھے، تو ایک بادل ان پر سایہ کئے رہتا تھا اور جب آپ نماز پڑھتے تھے تو جنگل کا کوئی درندہ آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

عیسیٰ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ رات کو قبروں پر چلے جاتے تھے اور فرماتے تھے: اے قبرستان والو! اعمال نامے لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اوپر چلے گئے۔ پھر آپ اپنے قدموں پر کھڑے روتے رہتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (نسائی)

خود حضرت عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے دنیا سے بے رغبت فرمادے، پس اس نے مجھے دنیا سے بے رغبت فرمادیا، چنانچہ مجھے پروا نہیں ہوتی کہ دنیا میں سے کیا آگے چلا گیا اور کیا پیچھے رہ گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے نماز پر قوت عطاء فرمادے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت نصیب فرمادی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اور میں اس کا اُمیدوار ہوں۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے سے روایت ہے کہ ایک بار ہم نے [جہاد کے دوران]

ایک سرسبز زمین پر پڑاؤ ڈالا، تو حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ زمین کتنی خوبصورت ہے، کاش! ابھی دشمنوں سے لڑائی کا اعلان ہو جائے تو کتنا اچھا ہوگا۔ اُسی وقت مسلمانوں میں سے ایک شخص دشمنوں کے مقابلے پر نکلا اور شہید ہو گیا، اُسے اسی زمین میں دفن کر دیا گیا اور فوراً لڑائی کا اعلان ہو گیا۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تیز رفتاری سے لوگوں میں آگے بڑھے اور انہوں نے لشکر کے امیر، اپنے والد حضرت عبسہ بن قریظ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی اور روانہ ہو گئے، ان کے والد نے انہیں پیچھے سے آوازیں دیں اور ایک آدمی ان کے پیچھے دوڑایا، مگر اُس آدمی کے پہنچنے سے پہلے وہ شہید ہو چکے تھے اور جب وہ دفن کئے گئے، تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی زمین تھی جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے فضائل [اور واقعات] بے شمار ہیں، ہم نے تو یہاں ان میں سے صرف چند ایک کو ذکر کیا ہے۔

[مُصَنَّف رضی اللہ عنہ پھر اپنے اصل موضوع یعنی جہادی گھوڑے کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں۔]

۱۵ جَنَّتْ کا گھوڑا

حضرت عبد الرحمن بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے بہت پسند تھے، چنانچہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رُؤل! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبد الرحمن! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل فرمایا، تو تمہیں وہاں یا قوت سے بنا ہوا، دوپروں والا ایسا گھوڑا ملے گا جو تمہیں جہاں چاہو گے اُڑاتا پھرے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۷ ص ۱۷۸)

[اس مضمون کی کئی احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں۔]

۱۱ گھوڑا باندھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رُول کے فرمانبردار ہیں

گھوڑوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس آیت میں ہے:

”وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ“۔ (انفال: ۶۰)

جبکہ رُؤل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آپ کے اس فرمان میں ہے:

”(جہاد کے لئے) گھوڑے باندھو اور ان کی پیشانی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کرو اور انہیں رسی ڈالو

مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔“ (ابوداؤد)

محمد بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تانت کی رسی ڈالنے سے اس لئے منع فرمایا کہ اس میں گلا گھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مشرکین گھوڑوں کے گلے میں شریکۃ تعویذ تانت کی رسی میں لٹکاتے تھے، چنانچہ اس سے منع کر دیا گیا۔

بعض لوگوں نے ”اؤتار“ کا معنی تانت نہیں لیا، بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دشمنی ہے۔ تب اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا کہ ان گھوڑوں پر بیٹھ کر ذاتی انتقام لینے کے لئے نہ جاؤ۔ [خلاصہ یہ ہوا کہ جہاد کے لئے گھوڑا باندھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم ﷺ نے دیا ہے، پس جو لوگ گھوڑا باندھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو بہت بڑی نعمت اور فضیلت ہے۔]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھوڑا باندھنے کی طاقت رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔ (ابن عساکر، ضعیف)

۱۲ گھوڑے والے گھر میں جنات داخل نہیں ہوتے

پی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ [قرآن مجید کی آیت: ”وَالْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ“ (الانفال: ۶۰)] ترجمہ: یعنی کچھ اور لوگوں پر بھی جہاد کی تیاری اور گھوڑے باندھنے کا رعب پڑے گا، جنہیں تم نہیں جانتے،] سے مراد جنات ہیں۔ (مجمع الزوائد)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو، اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد)

[علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا: میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ! اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھر اڑک گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا [کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا؟] تو انہوں نے یہ آیت پڑھی ”وَالْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ“ اور فرمایا: اس سے مراد جنات ہیں۔

۱۳ گھوڑوں کی دوڑ میں فرشتوں کی حاضری

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے کسی کھیل گود کے کام میں حاضر نہیں ہوتے، سوائے مرد کے اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے وقت اور گھوڑے دوڑانے اور تیراندازی میں۔ (ابن عساکر)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے کے احکام انشاء اللہ آگے آئیں گے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیراندازی کرو اور گھڑ سواری کرو، تمہارا تیراندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے اور مرد کا ہر کھیل باطل [اور فضول] ہے، سوائے تیراندازی کرنے، گھوڑے کو سکھانے اور بیوی کے ساتھ کھیلنے کے۔ (ابوداؤد، نسائی، حاکم)



فصل

حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے

[نبی کریم ﷺ کے کئی گھوڑے تھے، ذیل میں انہیں ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے۔]

① **الْكَسْبُ** [تیز رفتار]:- یہ سفید پیشانی اور سرخ و سیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفیدی تھی۔ ابن اثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا، آپ ﷺ نے اسے ایک ہڈو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا، آپ ﷺ نے اس پر سب سے پہلے غزوہ اُحُد میں شرکت فرمائی تھی، اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابو بکرؓ بن نيار ﷺ کے گھوڑے اور ”الْكَسْبُ“ کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

② **الْمَرْحَجُ** [رجز پڑھنے والا]:- اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت بہنہاٹ کی وجہ سے پڑا، یہ سیاہی ملی سفید رنگت والا تھا، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ ”طَرْف“ یعنی اصیل گھوڑا تھا۔

③ **الْمُحَيِّفُ** [لپٹنے والا]:- اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ لمبی [شانداز] دم والا تھا، گویا کہ وہ اپنی دم کوزمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي الْاُبْرَاءِ یا فَرْوَةُ بْنُ عَمْرٍو اُنْجَدَامِي نے پیش کیا تھا۔

④ **الْدِّازِدُ** [چمٹنے والا]:- گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چٹ جانے والا تھا، یہ مُقَوْس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

⑤ **الْظَّرِبُ** [ٹپلا، چھوٹا پہاڑ]:- یہ دیوبیکل اور مضبوط گھوڑا تھا، جَفْرَةُ بْنُ عَمْرٍو نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

⑥ **الْوَرْدُ** [سرخ زردی مائل]:- یہ تَمِيمُ دَارِي ﷺ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ ﷺ نے حضرت عُمَرُ بْنُ خَطَّابِ ﷺ کو عطاء فرمادیا تھا، اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

⑦ **سَبْحَةُ** [تیرنے والا]:- اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔ حَافِظُ شَرْفِ الدِّينِ اَلدِّمِیَاطِي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں

کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ ﷺ زیادہ سواری ”الشکب“ پر فرمایا کرتے تھے۔

ان سات کے علاوہ باقی گھوڑوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

[مختلف روایات میں مُنَدَرَج ذیل نام کے گھوڑوں کا تذکرہ ملتا ہے]۔

ذُو الْعُقَال، ذُو اللَّيْلَةِ، الْمُرَّاح، الْبَرْحَان، مُلَاوِح، الْيَغْسُوب
الْيَغْبُوب، الْبَخْر، الشَّحَا، السَّجَل، الطَّرْف، الْحَجِيب۔

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس فصل کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین اپنے گھوڑوں کا نام رکھنے میں بھی نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی کریں۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس تین خچر تھے، جن کے نام یہ ہیں: ❶ دُذُل، ❷ فِضَّة، ❸ شُهْبَاء۔
ان میں سے ایک خچر ایلہ کے حکمران نے اور دوسرا دُومَةُ الْجَنْدَل کے حکمران نے ہدیہ کیا
تھا۔ دیگر روایات میں کسریٰ [فَارِس] اور نجاشی کے خچر ہدیہ کرنے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

دعوت

[اس مُفَصَّل باب میں جہاں ایک طرف جہاد کے لئے گھوڑے پالنے کی ترغیب ہے تو وہاں دوسری طرف اس بات کا بھی واضح ثبوت ہے کہ جہاد کی نیت سے جو سامان بھی تیار کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے اور اس کے مالک کو بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جہاد کے لئے عمدہ، اعلیٰ اور نفیس چیزیں تیار کیا کریں اور اپنے پاس زیادہ سے زیادہ سامانِ جنگ تیار رکھنے کی کوشش کیا کریں۔

یاد رکھیں! اگر آپ نے جہاد کی نیت سے جوتا بھی خریدا، یا ایک اچھا چاقو بھی بنوایا تو یہ سب کچھ قیامت کے دن نیکیوں کے میزان میں تولی جائے گا۔ آج دنیا میں مختلف چیزوں کا شوق رکھنے والے افراد اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے کتنا مال خرچ کرتے ہیں اور کتنا عمدہ سے عمدہ سامان تیار کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی جہاد کا شوق بلکہ جنون ہونا چاہئے، کیونکہ جہاد تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور جنت کو پانے کا راستہ ہے اور جہاد ہی اسلام اور مسلمانوں کا محافظ فریضہ ہے، چنانچہ ہر مسلمان کے دل میں جب

جہاد کا شوق اور جُنون ہوگا تو پھر وہ زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا سامانِ جہاد تیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے خزانے لوٹے گا۔

اسی طرح اس باب میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑے قیامت تک جہاد کے کام آتے رہیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ آج کے سائنسی دور میں بھی جہاد کے دوران گھوڑوں کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے مسلمانوں کو اب بھی جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنے چاہئیں اور اپنے جسم کو گھوڑوں کی سواری کا عادی بنانا چاہئے، کیونکہ گھوڑوں کی سواری سے انسان کا جسم بہت مضبوط ہوتا ہے اور جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ آج کل کی نرم و نازک گاڑیوں نے مسلمانوں کے جسم کمزور کر دیئے ہیں، چنانچہ اگر آج کوئی آدمی پہلی مرتبہ صرف آدھا گھنٹہ گھوڑے کی سواری کرے تو پھر کئی دن تک جسم کے درد کی وجہ سے اس کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو وسعت دی ہو اور عصرِ حاضر میں جہاد کے دیگر تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد اس بات کی طاقت اور گنجائش رکھتا ہو کہ گھوڑا پال سکے تو پھر اسے دیر نہیں کرنی چاہئے، بلکہ فوری طور پر خیر و برکت اور اجر و ثواب کا یہ عظیم کارخانہ لگا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہئے۔

جہادی تنظیموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد کے اس اہم شعبے کو زندہ رکھیں اور اپنی تربیت گاہوں میں گھڑ سواری کا مکمل فن سکھانے کی ترتیب بنائیں، تاکہ ہر مجاہد اس نعمت کو حاصل کر سکے۔ اسی طرح اسلامی حکومتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ عوامی جہادی تربیت گاہیں قائم کریں اور ان میں دیگر چیزوں کی طرح گھڑ سواری کی تربیت بھی دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین [





اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ
اَلْحَبِيْبَ الْمَحَبَّتِىْ
يَا شَكِيْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْصَافَ كَرِيْمٍ وَالْوَكِيْلَ دَوْسَتَ كَهْمَانِىْ





گھوڑے کی خدمت اس بڑے اکرام کی فضیلت
اور گھوڑے بڑے بالے میں بعض احکام کا بیان

خرابہ خیر و فکرت

اچھے گھوڑے کی علامات



اے غافل انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ

گھوڑا زبانِ حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالکِ حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بے شمار نعمتوں سے شب و روز تمسُّع کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے، وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے اُدھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا، ٹاپیں مارتا اور غبار اُٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے گولیوں کی بارش میں، تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا، بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے، کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے، جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، بے شک انسان بڑا ناشکرا اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

(فتح الجواد: ۴/۴۴۴)



گھوڑے کی خدمت اس کے اکرام کی فضیلت اور گھوڑے کے بارے میں بعض احکام کا بیان

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اکرام کرے گا، اللہ (تعالیٰ) اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا، اللہ (تعالیٰ) بھی اس کی اہانت فرمائے گا۔

(ذکرہ ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ فی کتاب النخیل)

روح بن زنباع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف فرما رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے ارد گرد آپ کے اہل خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا ان گھروالوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سر انجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف کر کے اس کے لئے [کسی تھیلی وغیرہ میں ڈال کر] لٹکا دے گا، تو اللہ (تعالیٰ) اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرمائیں گے۔ (شعب الایمان، بیہقی)

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے گورنر تھے۔ (الطمرانی)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن میں نے صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرما رہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا پتہ کہ رات کے وقت جبرائیل (علیہ السلام) نے اس [گھوڑے] کے بارے میں مجھے عتاب کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو؟ مجھے جبرائیل (علیہ السلام) نے بتایا ہے کہ اللہ (تعالیٰ) مجھے [اس کے چارے کے] ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

فصل

خزانہ خمیس و برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی میں ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عتبہ بن عبد اللہ سلمیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی، اس کے چہرے اور اس کی ڈم کے بال نہ کاٹو، کیونکہ اس کی ڈم اُسے [کھینوں اور دوسری چیزوں سے] بچانے والی ہے اور چہرے کے بال اُسے حرارت پہنچانے والے ہیں اور اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے۔ (ابوداؤد، ابوعوانہ)



فصل

اچھے گھوڑے کی علامات

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے، بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اسکے بعد [دوسرے درجے پر] وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں، لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو پھر [سب سے اچھا گھوڑا] گنیت ہے، یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو، اسی نقش کے مطابق [یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی ہو]۔ (ترمذی، ابن ماجہ، المسند رک)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پیشانی اور بائیں طرف کے ہاتھ پاؤں پر سفیدی والا گھوڑا خریدو، بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔ (مجمع الزوائد، المسند رک)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھورے رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے میں شکل کو ناپسند فرماتے تھے۔ شکل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سیاہ اور ایک پاؤں سفید ہو۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ شکل وہ گھوڑا ہے جس کا ایک ہاتھ سفید اور دوسری طرف کا ایک پاؤں سفید ہو اور ایک ہاتھ سیاہ اور اس کے مقابل دوسری طرف کا ایک پاؤں سیاہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھائے ہوئے، زیادہ نہنہانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ فتح ان کی ہوگی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے، کم نہنہانے اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ ان کو شکست ہونے والی ہے۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[جہاد کے لئے پالے جانے والے گھوڑوں کی خدمت کرنے، انہیں دانہ کھلانے اور انکا اِکرام کرنے کا اجر و ثواب ہم نے پڑھ ہی لیا۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاد کا عمل اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے پس ان فضائل کو دل میں بٹھانے اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا بھرپور اِکرام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے اور جہاد کا عمل اُمت کے ہر فرد کا محبوب عمل بن جائے۔

یا اللہ! ہمیں جہاد سے محبت عطا فرما اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا اِکرام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین]



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



مجاہد کی نگار خانہ اور ذکر
غیر کی فضیلت کا بیان



اقامتِ صلوٰۃ کی اہمیت

نماز مستقل طور پر اسلام کا رکن اور فریضہ ہے لہذا یہ رائے درست نہیں کہ نماز کو جہاد کی تربیت کے لئے فرض کیا گیا ہے جہاد کے دوران نماز مُعاف نہیں اور نہ ہی کوئی مجاہد نماز سے بالاتر ہے جہاد کی کامیابی کے لئے اقامتِ صلوٰۃ بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۳۶)

مساجد کی آبادی جہاد کی حفاظت

مساجد کی حفاظت جہاد سے ہے اور جہاد کی دعوت و تربیت مساجد سے ہے مساجد آباد کرنا ایمان والے مجاہدین کا کام ہے مجاہدین مساجد سے دور ہوتے ہیں تو ان کا جہاد کمزور پڑ جاتا ہے مجاہدین کے ذمہ لازم ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور مساجد کی حفاظت کریں۔ (فتح الجواد: ۲/۳۲۸)

ایمانِ کامل اور اعمالِ صالحہ کا ثمرہ

ایمانِ کامل اور اعمالِ صالحہ پر تین چیزوں کا پکا وعدہ ہے:-

- ① زمین پر خلافت نصیب ہوگی،
- ② تمکینِ دین یعنی دین اسلام زمین پر مضبوط، مستحکم اور نافذ ہو جائے گا،
- ③ امن، یعنی دشمنوں کے خوف سے امن مل جائے گا۔ (فتح الجواد: ۳/۲۲۲)



مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھتا ہے، اللہ (ﷻ) اس کی بدولت اُس کے چہرے کو ستر سال [کی مسافت] جہنم سے دور فرما دیتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن عائش رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا، تو جہنم کی آگ اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور ہو جاتی ہے۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

[اس مضمون کی احادیث بہت کثرت سے ہیں، ہم نے چند ایک کو ذکر دیا ہے۔]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکل کر ایک نفل روزہ رکھا، اللہ (ﷻ) اس کے قیامت کے دن قیام میں بیس سال کی کمی فرما دیتا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو اللہ (ﷻ) اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنی خندق بنا دیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

پیچھے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ مجاہدین میں سے اللہ (ﷻ) کے نزدیک خصوصی مقام والے وہ ہیں جو روزے رکھنے والے ہیں۔ (الطبرانی)

مُصَنِّف رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے اُسلاف میں سے بہت سے حضرات جہاد کے دوران بھی اللہ (ﷻ) کی رضا کے لئے اور اجر و ثواب کے خزانے کو ملنے کے لئے روزہ رکھتے تھے اور سخت لڑائی کے دوران بھی روزہ نہیں توڑتے تھے۔

آئیے! ایسے عظیم حضرات کے کچھ واقعات یہاں پڑھتے ہیں، جبکہ متفرق طور پر یہ واقعات

آئندہ بھی آتے رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جنگ یمامہ میں حضرت عبداللہ بن محرزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت زخمی تھے اور میں ان کے پاس کھڑا ہوا، تو فرمانے لگے: اے عبداللہ بن عمر! کیا روزے داروں نے افطار کر لیا ہے؟ [یعنی کیا افطار کا وقت ہو چکا ہے؟] میں نے کہا: نہیں۔ فرمانے لگے کہ میرے لئے اس ڈھال میں پانی لے آئیں شاید میں روزہ افطار کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حوض پر آیا تو وہ خون سے بھرا ہوا تھا، میں نے ڈھال مار کر خون ہٹایا اور کچھ پانی لے کر انکے پاس آیا تو وہ اس وقت شہید ہو چکے تھے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کافی عرصہ تک جہاد کرتا رہا، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا طلب گار تھا مگر اسے شہادت نہ ملی، تو اس نے سوچا کہ میں کیوں نہ واپس اپنے گھر چلا جاؤں اور شادی کر لوں، یہ سوچ کر وہ قیلوے کے لئے اپنے خیمے میں سو گیا، ظہر کی نماز کے لئے جب دوسرے مجاہدین نے اُسے جگایا تو وہ رونے لگا۔ مجاہدین ڈر گئے کہ آخر اُسے کیا تکلیف پہنچی ہے جس کی وجہ سے وہ رو رہا ہے۔ اس نے جب اپنے ساتھیوں کو پریشان دیکھا، تو کہنے لگا: مجھے کوئی تکلیف نہیں، لیکن ابھی نیند کے دوران کوئی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: چلو اپنی بیوی خور عینا کے پاس۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا، وہ مجھے ایک صاف سُتھری سفید زمین پر لے گیا، وہاں میں نے ایک ایسا خوبصورت باغ دیکھا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس باغ میں دس نوجوان لڑکیاں تھیں، اتنی حسین لڑکیاں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، مجھے یہ امید ہوئی کہ میری بیوی خور عینا انہیں میں سے ایک ہوگی، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں خور عینا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہم تو اس کی خادماں ہیں وہ خود آگے ہے۔ یہ سن کر میں اپنے ساتھی کے ساتھ آگے چلا تو ایک ایسے باغ میں پہنچ گیا جو پہلے والے سے دوچند حسین تھا، اس میں بیس لڑکیاں تھیں جو پہلے والی دس لڑکیوں سے بہت زیادہ حسین تھیں، میں نے امید کی کہ شاید ان میں سے کوئی میری بیوی عینا ہوگی، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں عینا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہم تو اس کی خادماں ہیں

وہ تو یہاں سے آگے رہتی ہے۔ اسی طرح اُس نے تمیں تک لڑکیوں کا ذکر کیا، پھر اس نے کہا: میں ایک سرخ یا قوت کے محل کے پاس پہنچا، اس محل نے اپنے ارد گرد کے علاقے کو اپنی چمک سے روشن کر رکھا تھا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا: اس محل میں چلے جاؤ۔ میں اس میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جس کی چمک دمک کے مقابلے میں محل کی چمک کچھ نہیں تھی، میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اچانک میرے ساتھی نے آواز دی کہ نکلو، اب واپس جانا ہے۔ میں نکلنے کے لئے کھڑا ہوا تو خورِ عینا نے میری چادر کو پکڑ لیا اور کہنے لگی: آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ بس میں یہی کچھ دیکھ رہا تھا کہ آپ لوگوں نے مجھے اٹھا دیا، تب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو شخص ایک خواب تھا، چنانچہ میں [افسوس اور غم میں] رونے لگا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لشکر میں اعلان جنگ ہو گیا، لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہو گئے، جب سورج غروب ہوا اور افطار کا وقت ہو گیا تو اسی وقت وہ نوجوان روزے کی حالت میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عمر و انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا، [حضرت ابو عمر و رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ اُحُد میں شریک ہونے والے صحابی تھے۔] وہ میدان جنگ میں روزے کی حالت میں تھے اور پیاس کی وجہ سے ڈہرے ہو رہے تھے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا: میری ڈھال مجھے دو پھر انہوں نے ڈھال لے کر کمزوری کے ساتھ تین تیر دشمن پر پھینکے، پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکا، وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا، اس آدمی کو قیامت کے دن ایک ٹور ملے گا۔ اسی لڑائی میں حضرت ابو عمر و رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے سے پہلے شہید ہو گئے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

جہاد میں روزے رکھنے والوں کے باقی واقعات انشاء اللہ آئندہ ابواب میں آتے رہیں گے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد میں نماز، روزے اور ذکر کا اجر جہاد میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، المسند رک)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ مجاہد کی ایک نماز کا ثواب چار لاکھ نو سو نمازوں کے برابر ہے، یہی حال اس کے روزے اور ذکر کا ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

حضرت مُعَاذ بن اَنَس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکل کر ایک ہزار آیات کی تلاوت کی، اللہ (تعالیٰ) اُسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ دیں گے۔ [یعنی اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔] (المستدرک، ضعیف)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الملک ”تَبَارَكَ الَّذِي“ سے لے کر آخر قرآن تک ایک ہزار آیات بنتی ہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے [یعنی جہاد] میں نکل کر علم پھیلایا تو اُسے ہر حرف پر عالج [نامی ریگستان] کی ریت کے برابر نیکیاں ملیں گی اور اُسے اس علم پر عمل کرنے والوں جیسا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[جہاد ایک مشکل اور صبر آزما فریضہ اور عبادت ہے اور اللہ (تعالیٰ) کی خصوصی نصرت کے بغیر اس میں نکلنا اور پھر ڈٹے رہنا بہت مشکل ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری جہاد کے لئے فرض کے درجے میں ہے، کیونکہ اختلاف اور گناہوں کے ماحول میں اللہ (تعالیٰ) کی نصرت نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی جہاد کا حق ادا ہوتا ہے۔ اس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ مذکورہ بالا احادیث اور روایات کو بار بار پڑھیں اور اپنے آپ کو اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور تقویٰ کا خوگر بنائیں۔ آج کفر نے بہت طاقت پکڑ لی ہے اور اس طاقتور کفر سے مقابلہ تبھی ہو سکتا ہے جب مجاہدین کو ٹینکوں اور رات کو مُصَلَّے پر سوار رہیں اور کوئی لمحہ بھی اللہ (تعالیٰ) کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں، شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ مجاہدین کو اعمال سے غافل کر دے اور انہیں مال میں خیانت کرنے والا بنادے، لیکن ایک مجاہد کو چاہئے کہ وہ جب اللہ (تعالیٰ) کو جان دینے کے لئے نکلا ہے تو پھر نیک اعمال اور امانت

کے ذریعے سے خود کو ایسا بنائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کیا جاسکے۔ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک مجاہد بیرونی کفر کو ختم کرنے کے لئے تو لوگوں کو قتل کرتا پھرے، لیکن خود اس کے اندر کفر پلتا رہے اور وہ کافروں والے اعمال میں مبتلا رہے، اس موضوع کی مزید تفصیل کے لئے تمام مجاہدین کو ”زادِ مجاہد“ کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس میں مذکور اعمال اور ترتیب کو اپنانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا، متقی اور امانت دار مجاہد بننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین]





واللّٰهُمَّ لِمَنْ حَسَنًا

۲۱ | ۱۴ م
اللّٰهُ تَعَالٰی جلدِ حابِ لَیْنِ وَاللّٰهُ





**اسلامی حُجروں کی حفاظت کیلئے
پہرہ دینے کے فضائل کا بیان**



سُروں پر پھرے دایاں کے کچھ مزید فضائل



رابطہ کا نصب کیا جائے گا



ایمان کی حفاظت کا نصاب

ایمان کی حفاظت اور دُنیا و آخرت میں کامیابی کا نصاب :-

- ① صبر یعنی دین پر استقامت۔
- ② مُصابِرہ یعنی جہاد کے دوران ثابت قدمی۔
- ③ رِباط یعنی ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنا۔
- ④ تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اسکی نافرمانی سے بچنا۔
(فتح الجواد: ۱/۳۵۵)

اصل چیز دہشت ہے

اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کا حکم دیا ہے کہ دُشمنانِ دین کو دہشت زدہ کیا جائے، چنانچہ جو لوگ دین دُشمنوں کو دہشت زدہ کرتے ہیں، وہ قرآن پاک پر عمل کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو بُرا بھلا کہنا یا اِرحاب (دہشت گردی) کے اس مبارک عمل پر طعن کرنا بہت بڑی غلطی اور کھلا گناہ ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۶۷۹)

دورانِ جنگ ذکرِ اللہ کا حکم

مصیبت اور خوف کے وقت انسان شدید تنہائی محسوس کرتا ہے اور تنہائی کا یہ احساس اسے فرار کے راستے پر ڈال دیتا ہے چنانچہ بندہ مؤمن کو جنگ کے خوفناک حالات میں ذکر کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ جب وہ دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو تنہائی کا احساس اُسکے دل سے نکل جاتا ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۲۲)



اسلامی حشروں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصِرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ (التوبہ: ۵)

مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو اور پکڑو اور انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

②

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ۔

”اصْبِرُوا وَصَابِرُوا“ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں، یہاں تک کہ کافر اپنے [باطل] دین سے تنگ آجائیں۔ (تفسیر ابن جریر الطبری)

محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے اور اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد میں مسلسل جے رہو، یہاں تک کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کر لیں۔ (تفسیر ابن جریر)

آزہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رَابِطُوا کے معنی میں دو قول ہیں:

پہلے قول کے مطابق رَابِطُوا کا معنی ہے، دشمنوں کے ساتھ قتال کرنا اور جہاد کیلئے گھوڑے باندھنا۔ دوسرا وہ معنی ہے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرنا، اس وقت جب کہ وضو کرنا مشکل ہو اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط ہے۔ (مسلم)

اس حدیث شریف میں ان دو اعمال کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد میں گھوڑے باندھنے

جیسا قرار دیا گیا ہے۔

ابو محمد بن عقیلہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: صحیح قول یہ ہے کہ رباط کا معنی جہاد میں ڈٹے رہنا ہے۔ اصل میں لغت کے اعتبار سے رباط کا معنی ”رَبَطُ الْخَيْلِ“ یعنی گھوڑا باندھنا ہے، لیکن پھر یہ لفظ ہر اُس شخص پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے کسی بھی محاذ پر ڈٹا ہو، خواہ وہ گھڑسوار ہو یا پیادہ۔ حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو اور نماز وغیرہ کو اسی رباط یعنی جہاد میں ڈٹے رہنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

علاء ابن رُشد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت مشرکوں کا خون بہانے کیلئے ہے، جب کہ رباط (یعنی پہرے داری) کی فرضیت مسلمانوں کے خون کی حفاظت کیلئے ہے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میرے نزدیک کافروں کا خون بہانے سے زیادہ محبوب ہے۔ (المقدمات، الجامع للمسائل المدونہ)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے مسلمانو! خوب اچھی طرح جان لو کہ رباط (یعنی پہرے داری) ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ اور بخشش کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے، چنانچہ اس کے ایسے فضائل وارد ہوئے ہیں جو دوسری عبادات کے نہیں ہیں، اب ہم ان فضائل میں سے بعض کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

① رباط دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں سرحد کی پہرے داری کرنا دنیا اور جو کچھ اُس پر ہے، اُن سب سے بہتر ہے اور جنت میں تمہارے کسی ایک کے کوڑے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اُس پر ہے، اُن سب سے بہتر ہے۔ (بخاری)

دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو ساری دنیا اور اس کے تمام اسباب کا مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ سب کچھ اللہ (تعالیٰ) کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے، تب بھی وہ جہاد میں اسلامی سرحد یا مجاہدین کی پہرے داری کے ایک دن کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔

[اس بارے میں مزید تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔]

۲ ایک ماہ کی پہرے داری ساری زندگی کے روزوں سے افضل

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رُئُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات کی پہرے داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے اور اگر وہ پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل جاری کر دیا جائے گا، [یعنی قیامت تک اُسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا] اور قبر کے امتحان سے بھی وہ محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُئُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مہینے کی پہرے داری ساری زندگی روزے رکھنے سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور اُس کیلئے صبح و شام جنت سے روزی جاری کر دی جائے گی اور قیامت کے دن تک اُسے پہرہ دینے کا اجر ملتا رہے گا۔

(مجمع الزوائد، الطبرانی رجالہ ثقات)

رُئُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری گھر میں ساٹھ سال تک عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

۳ قیامت کے دن تک عمل کا جاری رہنا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُئُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام و صیام سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل [قیامت کے دن تک] جاری کر دیا جائے گا اور اس کیلئے [جنت سے] رزق بھی جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں، مُصَنِّف نے بھی مزید چار روایات ذکر فرمائی ہیں، چونکہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے، اس لئے ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا۔]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُئُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کیساتھ] بند ہو جاتے ہیں، سوائے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں

پہرے داری کرنے والے کے، کیونکہ اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے، [یعنی اُسے روزانہ کی پہرے داری کا اجر ملتا رہتا ہے] اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مستدرک)

عَلَّامَہ قُرْطُبِی رَحْمَۃُ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس طرح کی احادیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے ان میں سب سے افضل جہاد کی پہرے داری ہے۔ ایک اور حدیث میں حُضُورِ اکرم ﷺ نے جن تین اعمال کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد تک جاری رہتا ہے، وہ صدقہ جاریہ، علمِ نافع اور نیک اولاد ہیں۔ ان تینوں کا اجر بے شک مرنے کے بعد جاری رہتا ہے، لیکن جب یہ چیزیں باقی نہیں رہیں تو ان کا اجر بھی بند ہو جاتا ہے، لیکن جہاد میں پہرے داری کا اجر قیامت کے دن تک بڑھتا ہی جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد اور اس میں پہرے داری پورے اسلام اور اس کے تمام اعمال کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اسلام اور اس کے اعمال قیامت تک رہیں گے تو اسی طرح جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا اجر بھی قیامت تک رہے گا۔ (تفسیر القرطبی)

حضرت وَاِخْلَہ بن اسْتَعِیْن رَضِیَ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی اچھا کام شروع کیا، اُسے اُس کا اجر ملتا رہے گا، خواہ کوئی اُس کی زندگی میں کرے یا اُس کے مرنے کے بعد، یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے اور جس شخص نے کوئی بُرا کام شروع کیا، اُسے اُس کام کے کرنے والوں کا گناہ ملتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے اور جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے، اُسے اُس پہرے داری کا اجر قیامت کے دن اٹھائے جانے تک ملتا رہے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

حضرت عُبَادَہ بن صَامِت رَضِیَ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص مرتے وقت جان نکلنے سے پہلے [آخرت کا] اپنا مقام دیکھ لیتا ہے سوائے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے، کیونکہ اس کا اجر یا رزق جاری رہتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک موقوفاً)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرنے والا شخص چونکہ اپنے تمام اعمال کر چکا ہوتا ہے، اس لئے ان اعمال کی بدولت اس کا اللہ (تعالیٰ) کے ہاں آخرت میں جو مقام ہونا چاہئے وہ مرتے وقت

اسے دیکھ لیتا ہے، لیکن جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا عمل تو مرنے کے بعد جاری رہتا ہے اور بڑھتا چڑھتا رہتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا عمل اُسے کتنے بڑے مقام تک پہنچائے گا، چونکہ اس کا مقام ابھی متعین ہی نہیں ہوا ہوتا، اس لئے اُسے دکھایا بھی نہیں جاتا، البتہ مرتے وقت اُسے کچھ اور بشارتیں دکھائی جاتی ہیں، تاکہ اُسے موت کے وقت لذت اور سرور نصیب ہو۔

۴ قبر میں منکر نکیر سے حفاظت

حضرت فضالہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کے ساتھ] بند ہو جاتے ہیں، سوائے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے، کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کے امتحان [یعنی منکر نکیر کے سوال] سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت شریف بن السیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فارس کی سرزمین پر پہرے داری کر رہے تھے اور [زیادہ عرصہ گزرنے اور فاقوں پر فاقے آنے کی وجہ سے] مجاہدین اس پہرے داری سے اکتا چکے تھے اور تنگ آ رہے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا گزر ہم پر سے ہوا، تو آپ نے [یہ صورتحال دیکھ کر] فرمایا: اے ابن السیوطی! میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث نہ سناؤں، تاکہ وہ تمہارے لئے اس مقام پر مددگار ثابت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات پہرے داری کرنے والے کا اجر گھر میں مہینہ بھر کے قیام اللیل جیسا ہے اور اگر وہ مر گیا تو قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا اور اُس کی قبر پر لکھ دیا جائے گا کہ یہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے کا محافظ ہے اور اُس کے بہترین اعمال کو اُس کیلئے قیامت تک جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم، ابن عساکر)

۵ قیامت کے بڑے خوف سے حفاظت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے، اُس کا نیک عمل اس کیلئے جاری کر دیا جاتا ہے اور اُس کیلئے روزی بھی جاری کر دی جاتی ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) اُسے قیامت کے دن خوف سے مامون اٹھائیں گے۔ (ابن ماجہ، ساندھی)

[یہ مضمون اور بھی کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔]

۶ مَوْت کی صورت میں شہادت کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پہرے داری کرتے ہوئے مرے گا وہ شہید ہوگا اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اُسے صبح و شام جنت سے روزی دی جائے گی اور اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق، سنن ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں پہرے داری کا ارادہ کرتا ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے، جب وہ اُس کیلئے گھر سے نکل پڑتا ہے تو اللہ (ﷻ) ایسے فرشتے مقرر فرمادیتے ہیں جو آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں، جب وہ [رباط کے مقام پر] پہنچ جاتا ہے تو اس کی دُعا میں قبول کی جاتی ہیں، وہ اگر مر جائے تو شہید ہوتا ہے اور قیامت کے دن تیس ۳۰ آدمیوں کی شفاعت کریگا اور اگر وہ قتل کیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (ابن عساکر)

مُصَنِّفِ رِوَاۃِ اللہ فرماتے ہیں: اللہ (ﷻ) کا یہ رحمت اور فضل والا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جو بندہ سچے دل سے اللہ (ﷻ) کی رضا کیلئے عبادت کی نیت کرتا ہے مگر کسی قدرتی آفت کی وجہ سے وہ اُسے نہیں کر پاتا، تو اللہ (ﷻ) قیامت کے دن اُس بندے کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے اُس عبادت کا اجر و ثواب عطا فرمادیتے ہیں، جیسا کہ اُس شخص کیلئے جو حج کیلئے نکلا ہو، مگر راستے میں انتقال کر گیا ہو، یا تہجد کی نیت سے سویا ہو، مگر صبح نہ اُٹھ سکا ہو، یا اچھی طرح وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے گیا ہو، مگر اُسے جماعت نہ ملی ہو۔

احادیث صحیحہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ اُسے حج، تہجد اور جماعت کا اجر مل جاتا ہے۔ روایات میں اور بھی کئی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ (ﷻ) کے راستے میں پہرے داری کا کام سرانجام دینے والا مجاہد بھی گھر سے شہادت ہی کی نیت سے نکلتا ہے اور خود کو شہادت کیلئے پیش بھی کر دیتا ہے، لیکن پھر اُسے شہادت نہیں ملتی، بلکہ موت آ جاتی ہے تو اسی دستورِ الہی کے مطابق اس کیلئے بھی شہادت کا اجر ثابت

ہوتا ہے، اگرچہ احادیث میں نہ بھی آیا ہو، جبکہ پہرے داری کی موت کے شہادت ہونے پر کئی احادیث بھی موجود ہیں، اگرچہ ان کی سند میں کچھ کلام ہے، لیکن تعدد طرق کی وجہ سے اور دستور الہی کی وجہ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ جبکہ رباط کی حالت میں مرنے والے کیلئے کئی صحیح احادیث میں شہداء کی خصوصیات مثلاً روزی کا جاری ہونا، فتنہ قبر سے نجات ملنا وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

۷ پُلِ صراط پر ہوا کی طرح سے گزرنا

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن کچھ لوگوں کو کھڑا فرمائیں گے وہ پُلِ صراط پر سے ہوا کی طرح گزر جائیں گے، ان پر نہ حساب ہوگا نہ عذاب۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہوگی۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اٹھائیں گے جن کے چہروں پر نور چمک رہا ہوگا، وہ لوگوں کے پاس سے ہوا کی طرح گزر کر بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہوگی۔ (ابن عساکر باسنادہ)

۸ لیلۃ القدر پالینے سے بھی افضل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سمندر کی جانب مسلمانوں کی حفاظت کیلئے ایک رات پہرے داری مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی میں لیلۃ القدر کو پالوں اور تین دن کی پہرے داری ایک سال کے برابر ہے اور پہرے داری کا مکمل نصاب چالیس راتیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق مرسلاً)

عثمان بن ابی سؤدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا قافا نامی مقام جو بیت المقدس کے ساحل پر ہے، میں پہرے داری کر رہے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ پہرے داری بیت المقدس میں شب قدر پالینے سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن المنذر)

[افسوس صد افسوس! یہ علاقہ اب اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اللّٰہُ تَعَالٰی مسلمانوں کو وہ علاقے واپس لینے کی توفیق عطا فرمائے جن کی حفاظت اور پہرے داری حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے رہے ہیں۔]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار اللّٰہُ تَعَالٰی کے راستے میں پہرے داری فرما رہے تھے، اچانک [کسی خوف کی وجہ سے] لوگ ساحل کی طرف بھاگے، مگر پھر معلوم ہوا کہ خوف کی کوئی بات نہیں تو لوگ واپس آ گئے، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ کھڑے پایا۔ ایک شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! کس چیز نے آپ کو کھڑے رکھا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی اللّٰہُ تَعَالٰی کے راستے میں کھڑے رہنا، لَیْلَۃُ الْقَدْرِ میں حجرِ اسود کے پاس قیام سے بہتر ہے۔ (موارد الظمآن، بیہقی)

۹ مُرَابِطٌ اَوْ رَجَمٌ کے درمیان خندقوں کے فصلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللّٰہُ تَعَالٰی کے راستے میں پہرے داری کی اللّٰہُ تَعَالٰی اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنادیں گے اور ہر خندق سات آسمان وزمین جیسی ہوگی۔ (الطبرانی)

۱۵ پیچھے رہ جانے والے تمام لوگوں کا اجر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہرے داری کا اجر پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک رات مسلمانوں کی پہرے داری کی تو اُسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے والوں کا اجر ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد، رجالہ ثقات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللّٰہُ تَعَالٰی کے راستے میں پہرے داری کیلئے نکلا، اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ہر نیک اور بد، ہر بچے اور عورت، ہر ذمی اور جانور، خشکی اور پانی میں موجود ہر پرندے کی طرف سے ایک ایک قیراطِ اجر قیامت کے دن تک ملتا رہے گا اور ایک قیراط اُٹھ پہاڑ کے برابر ہے۔ (شفاء الصدور)

اِبْرَاهِیْمَ یَمَانِی عِیْسٰیؑ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شُفیان ثَوْرِیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: اے اَبُو عَبْدِ اللہ! میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں جَدَّہ میں آ کر مُقِیم ہو جاؤں اور یہاں جہاد کی پہرے داری کروں اور ہر مہینے میں ایک عمرہ اور ہر سال حج ادا کروں اور اپنے گھر والوں سے بھی قریب رہوں، کیا آپ کو یہ زیادہ پسند ہے، یا میرا ملکِ شام چلے جانا؟ حضرت شُفیان ثَوْرِیؒ نے فرمایا: اے یَمَانِی! تم شام کے ساحلوں کو لازم پکڑو، تم شام کے ساحلوں پر مضبوطی سے ڈٹے رہو، کیونکہ اس کعبۃ اللہ کا ہر سال دو یا تین لاکھ آدمی حج کرتے ہیں اور ان کی تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے اور تجھے [ملکِ شام میں رِباط و جہاد کرتے ہوئے] ان سب کے حج، عمرے اور دوسری عبادت جیسا اجر ملتا رہے گا۔ (ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق)

II ایک ہزار دنوں سے بہتر

حضرت عُثْمَانُ غَنِیؓ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ ارشاد فرمایا: [اے مسلمانو!] میں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے ایک حدیث سُنی ہے جو میں نے تم سب کے [مدینہ چھوڑ کر] چلے جانے کے خوف سے تمہیں نہیں سنائی تھی، میں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک دِن کی پہرے داری دوسری تمام جگہوں پر گزارے جانے والے ہزار دِنوں سے بہتر ہے، پس تم میں سے ہر شخص اپنے لئے جو پسند کرے وہی اختیار کر لے۔

(مُصَنَّف ابن ابی شیبہ، ترمذی، نسائی، ابن حبان، المسند رک)

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک رات کی پہرے داری کی تو یہ ایک ہزار راتوں کے قیام اور روزوں جیسی ہے۔ (ابن ماجہ)

مُصَنَّف عِیْسٰیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت عُثْمَانُ غَنِیؓ کی اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک دِن کی پہرے داری دنیا کے تمام مقامات پر گزارے جانے والے ہزاروں دنوں سے افضل ہے، ان مقامات میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس بھی آتے ہیں، کیونکہ اگر ان میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شامل نہ ہوتے تو حضرت عُثْمَانُ غَنِیؓ

اس حدیث کو لوگوں سے کچھ عرصہ تک پوشیدہ نہ رکھتے، لیکن چونکہ اس حدیث کو سنانے کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے خالی ہو جانے کا خطرہ تھا، اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُسے کچھ عرصہ تک لوگوں کو نہیں سنایا۔

مُصَنِّفِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چھوڑ کر ملک شام کے ساحلوں پر جہاد اور پہرے داری کیلئے تشریف لے گئی اور وہیں اُن میں سے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ انتقال فرما کر شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ سے جہاد کیلئے نکلے تو اہل مکہ سخت غمگین ہوئے اور تمام چھوٹے بڑے انہیں رخصت کرنے کیلئے نکلے، جب وہ مکہ مکرمہ کے آخری کنارے پر پہنچے تو رک گئے اور لوگ اُن کے چاروں طرف کھڑے ہو کر رونے لگے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو اتاروتے دیکھا تو آپ کو بھی رونا آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم سے پہلو تہی کر کے یا تمہارے شہر پر کسی اور شہر کو ترجیح دینے کی وجہ سے نہیں جا رہا، لیکن ہم سے پہلے جہاد کیلئے ایسے لوگ نکل چکے ہیں کہ اگر مکہ کے پہاڑ سونے کے بنادیئے جائیں اور ہم اُن پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیں تب بھی اللہ کی قسم! ہم اُن کے ایک دن کے اجر کو نہیں پاسکتے۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ دنیا میں ہم سے آگے چلے گئے، لیکن ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم آخرت میں تو ان کے ساتھ شریک ہو جائیں، میں تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ ملک شام تشریف لے گئے اور وہیں پر انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

عَلَّامَةُ ابْنِ الْأَثیرِ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اپنے تمام مال اور گھر والوں کے ساتھ جہاد کرنے کیلئے ملک شام تشریف لے گئے اور جنگ یرموک میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (اسد الغابہ)

حافظ مزی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ (جو ابو جہل کے بھائی تھے) غزوہ بدر اور اُحد میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے، فتح مکہ کے دن آپ نے اسلام قبول کیا، آپ

بہت معزز اور قدر و منزلت والے شخص تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات پر علماء کرام کا اجماع نقل کیا ہے کہ کسی بھی علاقے میں اسلامی سرحدوں یا لشکر کی حفاظت کیلئے قیام کرنا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں مقیم ہونے سے افضل ہے۔ (مجموع الفتاویٰ)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ میں قیام زیادہ بہتر ہے یا رباط؟ انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک رباط زیادہ پسندیدہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے نزدیک جہاد اور رباط کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ (المغنی)

ایک شخص نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا میں مدینہ منورہ میں قیام کروں یا [رباط کیلئے] اسکندریہ میں؟ امام صاحب نے فرمایا: تم اسکندریہ میں قیام کرو۔

۱۲ مِرابِط کی عبادت کا آجر

مِرابِط چونکہ مجاہد بھی ہے، اس لئے جو فضائل مجاہد کے روزے نماز اور ذکر کے گزرے ہیں مِرابِط بھی ان سب کا مستحق ہوتا ہے۔ مزید کچھ فضائل ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُؤُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مِرابِط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر اور اس کا ایک درہم و دینار خرچ کرنا کسی اور جگہ سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رُؤُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کے ساحل پر ایک نماز دس لاکھ گنا بڑھادی جاتی ہے، [ساحل سمندر کا تذکرہ اس لئے ہے کہ عموماً پہرے داری والے محافظ دستے ساحل سمندر پر ہوتے ہیں]۔ (شفاء الصدور)

ایک اور روایت میں مِرابِط کی نماز کو دس لاکھ پچیس ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (شفاء الصدور)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کسی بھی جگہ رباط میں ایک دن یا رات گزارنا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ جیسے بابرکت شہروں میں ایک ہزار دن رات گزارنے سے افضل ہے۔ جبکہ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں ایک نماز کا آجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر

ہے تو اس حساب سے مُرابط کی ایک نماز کا آجر دس کروڑ نمازوں کے برابر بنتا ہے اور مُرابط کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور اس کا رزق بھی جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ یہ سارے فضائل بھی اسی کے ساتھ خاص ہیں، مگر مکرّمہ یا مدینہ منورہ میں مرنے کے یہ فضائل نہیں ہیں۔

بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطاء فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مُرابط کی ہر ایک نیکی دوسرے عبادت گزاروں کی تمام نیکیوں کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ (مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی اُمت کے بہترین لوگوں کو رباط کیلئے اسی طرح منتخب فرماتے ہیں، جس طرح اس اُمت کے بدترین لوگوں کو بادشاہوں کیلئے۔ (شفاء الصدور)

مُرابط کو مال خرچ کرنے کا بھی مجاہد کی طرح آجر ملتا ہے اور اس میں اضافہ یہ ہے کہ اگر کوئی سرزمین اسلامی سرحد کی حیثیت اختیار کر گئی ہو، تو وہاں مقیم لوگ جو جہاد اور دفاع کی نیت رکھتے ہوں ان کو بھی مال خرچ کرنے پر جہاد کا آجر ملتا ہے، جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر ایک درہم کا گوشت خرید کر خود کھائے گا اور اپنے بچوں کو کھلائے گا، تو اُسے سات سو درہم خرچ کرنے کا آجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مُصَنِّف عَزَّوَاللہُ فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورا ملک شام سرحد کی حیثیت رکھتا تھا، البتہ اس زمانے میں سرحدی محاذ جنگ اور اس کے قریبی علاقوں میں حفاظت کی نیت سے ٹھہرنا رباط کہلائے گا۔



فصل

حشروں پر پہرے داری کے کچھ مزید فضائل

حضرت ابوالہمامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر اُمت کیلئے سیاحت ہے اور میری اُمت کی سیاحت جہاد ہے اور ہر اُمت کی رہبانیت ہے اور میری اُمت کی رہبانیت دشمنوں کی گردنوں [یعنی سرحدوں] پر پہرہ دینا ہے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

حضرت عروہ بن زونیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ماضی میں ہم بہت گناہوں اور زنا (وغیرہ) میں مبتلا رہے ہیں، اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو گھروں میں بند کر لیں اور مرتے دم تک اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کرتے رہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ ﷺ نے فرمایا: غنقریب تم لوگ لشکروں میں نکلو گے، کا فر تمہارے ذمّی بن کر تمہیں خراج دیں گے اور ستمندر کے ساحل پر تمہارے شہر اور محل ہو گئے، پس جو تم میں سے اس زمانے کو پائے اور پھر کسی شہر یا محل میں خود کو عبادت کیلئے مرتے دم تک بند کرنا چاہے تو کر لے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، معصل صحیح الاسناد)

حضرت یزید بن العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہو گئے جن سے سرحدوں کو بھرا جائے گا، [یعنی ان کو پہرے داری کیلئے محاذوں پر بھیجا جائے گا] اور ان سے حقوق لئے جائیں گے، لیکن ان کے حقوق انہیں نہیں دیئے جائیں گے، وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، باسناد حسن)

عصمہ بن راشد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے کہ وہ رباط کو جہاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: کس وجہ

سے وہ ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیونکہ جہاد میں بہت سی ایسی شیطیں ہیں جو رباط میں نہیں ہیں۔ (کتاب السنن لسعد بن منصور)

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رباط کی فکر کیا کرو، کیونکہ جو شخص رباط کی فکر کرتا ہے، اللہ (تعالیٰ) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان جہنم سے برات لکھ دیتے ہیں اور جو شخص رباط کو نبھاتا ہے اُسے کوئی خطایا گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (شفاء الصدور)

پئی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنا ہزار آدمیوں کی ہزار سال کی عبادت کی طرح ہے۔ (ابن عساکر ہذا حدیث غریب)

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نزدیک ساحلِ سمندر پر ایک دن کا رباط اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار سے سو غلام خرید کر آزاد کر دوں اور اپنی اس مسجد (مسجد نبوی شریف) میں تیس سال اعتکاف کروں۔ (شفاء الصدور)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پئی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک آسمان سے بارش برتی رہے گی اور زمین پر سبزا اُگتا رہے گا، جہاد ہمیشہ میٹھا اور سرسبز رہے گا اور عنقریب مشرق کی طرف سے کچھ لوگ اُنھیں گے جو کہیں گے کہ نہ جہاد [باقی] ہے اور نہ رباط، یہ لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر، حدیث غریب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں بہترین زندگی اُس شخص کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، وہ جب بھی دشمن کی آوازا یا اعلانِ جنگ سنتا ہے، اس کی طرف اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اڑ پڑتا ہے، وہ شہادت چاہتا ہے یا اُسے موت کا یقین ہوتا ہے اور [پھر اُس شخص کی زندگی بہترین ہے] جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی وادی میں مقیم ہو کر نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے اور لوگوں کے ساتھ اُس کا تعلق خیر والا ہو۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی خدمت میں دو شخص

حاضر ہوئے، تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور جس نیکی پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے وہ ان دونوں کو دیا۔ ان دونوں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے کوئی ایسی بات سنیں جو ہمیں نفع دے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے مہمان کا اِکرام نہ کیا، اس کا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے کوئی تعلق نہیں ہے، خوشخبری ہے اس شخص کیلئے، جس نے جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام کی ہو اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی سے روزہ افطار کیا ہو اور ہلاکت ہے اُن زیادہ کھانے والوں کیلئے، جو گائے کی طرح کھاتے ہیں اور سارا دن اپنے غلام سے کہتے رہتے ہیں، یہ [کھانا] اٹھاؤ، وہ [کھانا] رکھ دو اور وہ اللہ (تعالیٰ) کا ذکر نہیں کرتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ مضر کے فاتحین اور وہاں سب سے پہلے آباد ہونے والوں میں سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مضر میں انتقال فرمانے والے وہ آخری بزرگ ہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب جہاد کا مقام بہت دور ہو، یا جہاد میں مالِ غنیمت وغیرہ کی چوری شروع ہو جائے تو اُس زمانے میں رِباط یعنی پہرے داری افضل جہاد بن جاتی ہے۔

حضرت عتبہ بن النضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُؤُوسُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جہاد [کی جگہ] دور ہو اور سختی بڑھ جائے اور مالِ غنیمت میں خیانت ہونے لگے، تو تمہارا بہترین جہاد رِباط ہے۔ [موارد الغنائن، المعجم الکبیر للطبرانی]

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبھی جہاد افضل ہوتا ہے اور کبھی رِباط..... اس چیز کا تعلق افراد اور احوال سے ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم جہاد میں لگے رہو جب تک جہاد شیریں اور سرسبز رہے اور کمزور پودے یا بوسیدہ چورے یا خشک لکڑی کی طرح نہ ہو جائے اور جب جہاد [کی جگہ] دور ہو جائے اور مالِ غنیمت [ناجائز طریقے سے] کھایا جانے لگے اور حرمیں حلال کر لیں جائیں، [یعنی لوگ جہاد میں نکل کر حرام کام کرنے لگیں]، تو پھر تم رِباط کو لازم پکڑو، کیونکہ [اس وقت] وہ

بہترین جہاد ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

علامہ ہر وی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روایت کا مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت تک جہاد کرتے رہو، جب تک تمہیں فتح و نصرت نصیب ہوتی رہے اور مالی غنیمت ملتا رہے، اس سے پہلے کہ بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے جہاد کمزور پودے، بے کار مٹی اور خشک لکڑی کی طرح ٹوٹنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وعدے اور عہد پورے نہ کئے جائیں اور کتاب و سنت کو نافذ نہ کیا جائے، تو تمہارا بہترین جہاد رباط ہے۔ (شفاء الصدور)



فصل

رَبَّاطُ کَانَصَبِ چالیس دن کا ہے

عَلَّامَةُ ابْنِ الْمُنْذِرِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مکمل رباط چالیس دن کا ہے۔ (الادسط)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا رباط کیلئے کوئی مدت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں چالیس دن۔

إِسْحَاقُ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رباط کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے، [ورنہ ایک دن، ایک رات، یا ایک گھڑی کی پہرے داری بھی رباط ہے]۔

حضرت ابُو ثَامَةَ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَزْوَلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکمل پہرے داری چالیس دن کی ہے، جس شخص نے چالیس دن تک پہرے داری کی اور (اس دوران) اُس نے خرید و فروخت بھی نہ کی اور کوئی بدعت بھی نہیں گھڑی، تو گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جس طرح ماں سے پیدا ہوتے وقت پاک تھا۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ فُتٰی کَرِیم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا رباط (پہرے داری) سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَمْنَدَر کی پہرے داری، پس جس شخص نے سَمْنَدَر [کے محاذ] پر چالیس راتوں تک پہرہ دیا، تو گویا کہ اس نے ستر مقبول حج کر لئے اور یہ راتیں اللہ (تَعَالٰی) کے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (شفاء الصدور)

ایک روایت میں آیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: میں پہرہ دینے [سرحد پر] گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کتنے دن تم نے پہرہ دیا؟ اس نے کہا میں دن۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے چالیس دن کیوں نہ پورے کر لئے؟ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عَبْدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے نے تیس راتیں [سرحد پر] پہرہ دیا اور

واپس لوٹ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ واپس جاؤ اور دس راتیں اور پہرہ دے کر چالیس پوری کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں کے کسی ساحل پر تین دن پہرہ دیا، تو اس کیلئے ایک سال کی پہرے داری کے برابر ہے۔ (مجمع الزوائد، مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے تین دن پہرہ دے دیا تو پھر عبادت گزار جو چاہیں عبادت کر لیں، [تمہارے مقام تک نہیں پہنچ سکتے]۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، مسند صحیح)

اس روایت کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنے استاد حضرت عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سال جہاد کرتے تھے اور ایک سال حج۔ (تہذیب الکمال)

احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے پینتالیس حج کئے اور پینتالیس لڑائیوں میں حصہ لیا۔ (تہذیب الکمال)

اہل شام کی پہرے داری

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ملک شام کے رہنے والے اور اُن کی بیویاں اور اُن کے بچے اور اُن کے غلام اور اُن کی باندیاں جزیرے کے آخری حصے تک پہرہ دینے والے ہیں، پس جو شخص [شام کے] کسی بھی شہر میں اترے گا، وہ مُرابط ہے اور کسی سرحد پر اترے گا، وہ مجاہد ہے۔ (ابن عساکر، الطبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کی ایک جماعت بیٹ المقدس کے دروازوں اور اُس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت اَظاکِیہ اور اُس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت دِمَشق اور اُس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت طالقان اور اُس کے ارد گرد لڑتی رہے گی، یہ لوگ حق والے ہوں گے اور اپنے مخالفین اور معاونین کی پرواہ نہیں کریں گے، یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) طالقان سے اپنا خزانہ نکالیں گے اور اس کے ذریعے سے دین کو زندہ کریں گے، جیسا کہ اس سے پہلے دین کو مٹایا گیا ہوگا۔ (ابن عساکر، حدیث غریب)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہل شام ہلاک ہو جائیں گے، تو میری امت میں خیر باقی نہیں رہے گی اور میری امت کی ایک جماعت حق کو غالب کرنے کیلئے لڑتی رہے گی اور وہ اپنی مخالفت کرنے والوں اور رسوا کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ سارے حق پر قائم رہیں گے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے شام کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ (ابن عساکر تاریخ مدینہ دمشق)

اہل شام کے فضائل کی روایات کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

رِباط سے متعلق چند مسائل

① وہ رِباط جس کے فضائل بیان ہوئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی ایسی سرحد، یا محاذ پر جہاد اور دفاع کی نیت یا اسلامی لشکر کی تعداد بڑھانے کیلئے پہرہ دے، جہاں پر دشمنوں کے حملے کا امکان ہو، چنانچہ جس جگہ جتنا خوف اور خطرہ زیادہ ہوگا، وہاں پر پہرے داری کا اجر بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

② اگر کوئی شخص رہتائی کسی سرحد پر ہے اور اس اسلامی سرحد پر جہاد اور دفاع کی نیت سے رکا ہوا ہے کہ اگر کوئی اُسے لالچ دے کر وہاں سے کسی جگہ منتقل ہونے کیلئے کہے تو وہ انکار کر دے، تو ایسا آدمی بھی مُرابطہ ہے، اگرچہ وہ وہاں پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہو۔

③ اگر کوئی شخص کسی سرحد پر جہاد کے علاوہ کسی اور وجہ سے رہتا ہے، مثلاً اُس کی بیوی وہاں کی رہنے والی ہے اور کسی جگہ منتقل نہیں ہونا چاہتی، یا اُس کی وہاں پر نوکری یا ملازمت ہے اور اگر اُس کی مجبوری ختم ہو جائے یا اُسے لالچ دیا جائے تو وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جائے گا، تو ایسا آدمی قطعاً مُرابطہ نہیں ہے۔

④ جو آدمی کسی اسلامی سرحد پر مقیم ہو اور اس کی نیت یہ ہو کہ اگر دشمن نے حملہ کیا، تو وہ یہاں سے بھاگ جائے گا، تو ایسا شخص جب تک اُس سرحد پر رہے گا تو گناہ گار ہوگا۔

⑤ جن سرحدوں پر خطرہ زیادہ ہو، وہاں اپنے بیوی بچوں کو ساتھ نہیں لے جانا چاہئے، کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اللہ (تعالیٰ) اور

آخرت پر یقین رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اپنے بچوں کو مشرکین کے مقابلے میں نہ لے جائے۔ (مصنف عبدالرزاق مرسل)

لیکن اگر زیادہ خطرہ نہ ہو اور مجاہدین خود وہاں کے مقامی ہوں اور بیوی بچوں کے بغیر رہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے۔ (المغنی)

دعوت

[رباط کے یہ عظیم الشان اور بے شمار فضائل اس دور میں مسلمانوں کو ان کے ایک ایسے فرض کی یاد دلاتے ہیں جس سے آج عمومی طور پر غفلت برتی جا رہی ہے، یہ فرض ہے ”اسلامی سرحدوں کی حفاظت“۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اس دور میں اپنی مجرمانہ کوتاہیاں دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے، اسلام نے تو رباط کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ مسلمانوں کے ملکوں اور علاقوں کی طرف کوئی بھی کافر ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ سکے، اسی لئے اسلامی شریعت میں یہ حکم موجود ہے کہ جس زمین پر مسلمانوں نے ایک دن بھی قبضہ کیا ہو اور وہاں اسلامی جھنڈا لہرایا ہو وہ زمین قیامت تک مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اور اس زمین کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے اور اگر کافر اُس زمین کی طرف بڑھنے لگیں یا خدا نخواستہ اُسے اپنے قبضہ میں لے لیں تو اُس زمین کو بچانا اور کافروں کے قبضے سے آزاد کرانا مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اسی وجہ سے وطنیت اور قومیت کی مکمل نفی فرمادی اور مسلمانوں کو ایک جسم قرار دے کر انہیں اکٹھے رہنے اور ایک خلیفہ کے تحت رہنے کا حکم دیا، تاکہ اُن کی طاقت اور قوت مجتمع اور مضبوط رہے، وہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں، زمین کے مشرق و مغرب میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کر دیں اور باطل ادیان اور ظالمانہ نظام سے انسانیت کو چھٹکارا دلادیں۔ ماضی کے مسلمانوں نے اسلام کے اس حکم اور فلسفے کو اچھی طرح سمجھا اور یاد رکھا اور حتی الوسع اس پر عمل کیا، چنانچہ ان کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور ان کے باج گزاروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ جزیہ دینے سے انکار کر دیں اور سال میں دو چار مرتبہ اسلامی

لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ اقدامی جہاد کے کندھوں پر دعوتِ اسلام کو رکھ کر نکلتا تھا۔ چنانچہ خوش قسمت لوگ دعوتِ اسلام کو قبول کر لیتے تھے، جبکہ بد نصیب لوگوں کو ذلت اور شکست کا سامنا ہوتا تھا اور ان کے علاقے بھی اسلامی حکومت کا حصہ بن جاتے تھے۔ چونکہ اسلام کسی کو تلوار کے زور پر زبردستی مسلمان نہیں کرتا، اس لئے ان علاقوں کے کافروں کو مسلمان آسن فراہم کرتے تھے اور وہ اسلامی حکومتوں کو جزیہ دیا کرتے تھے، ان دنوں میں مسلمانوں کے نزدیک اسلامی ملکوں کی زمین کا ایک ایک چپے ان کے گھروں کی عصمت کی طرح مقدس ہوتا تھا، چنانچہ کافروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان علاقوں پر قبضے کا تصور بھی کر سکیں اور اگر کبھی کافروں میں سے کوئی کسی اسلامی علاقے پر چڑھائی کی غلطی کرتا بھی تھا، تو یہ اس کی زندگی کی آخری غلطی بن جاتی تھی اور اس کا ایسا عبرت ناک انجام ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے والے بھی خوف سے تھر تھر کانپتے تھے۔ آپ کو تاریخِ اسلامی میں ایسے بے شمار واقعات ملیں گے کہ کافر جب مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ کرتے تھے تو تمام اسلامی علاقوں پر جوشِ جہاد کا جنون پھیل جاتا تھا، مساجد کے منبر و محراب سے جہاد کیلئے پکارا جاتا تھا اور مسلمانوں کے جوان اور بوڑھے، عورتیں اور بچے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نکل کھڑے ہوتے تھے اور مجاہدین کا ایک سیلاب دشمنوں کی طرف چل پڑتا تھا۔ مگر پھر حالات بدل گئے اور کافروں نے مل کر مسلمانوں کو تقسیم کیا اور انہیں قومیت، وطنیت اور لسانیت کے بدبودار نعروں میں مست کر دیا، چنانچہ فاخستہ کے گھونسلے کی طرح کمزور سے کمزور ملک وجود میں آنے لگے، اسلامی شناخت فنا ہو گئی اور مسلمان دوسرے ناموں سے پہچانے جانے لگے، اسلامی علاقوں کی حرمت اور تقدس دلوں سے نکل گیا، کیونکہ جب اسلامی حکومتیں ہی نہ رہیں تو اسلامی علاقوں کا تصور کہاں سے باقی رہتا؟ زبانوں کے نام پر علاقوں کے نام پڑ گئے اور پھر کافروں نے ایک ایک کر کے مسلمانوں کو نگلنا شروع کر دیا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ جبلِ طارق کے آگے پھیلا ہوا خوبصورت انڈس آج

کہاں گیا؟ مشرقی یورپ کے حسین علاقے جن پر شرک مسلمانوں کی حکومت تھی آج کن ناموں سے پکارے جاتے ہیں؟ وسط ایشیا کے وہ زرخیز علاقے جنہوں نے اُمتِ مُسَلِّمہ کو علم و معرفت کے خزانے دیئے تھے آج وہ کس حال میں ہیں؟ مسجدِ اقصیٰ اور اس کے ارد گرد کی بابرکت زمین کن منحوس بوٹوں کے نیچے روندی جا رہی ہے؟ ایشیائے کوچک اور برصغیر کے علاقے آج شرک کی نحوست تلے کیوں دب چکے ہیں؟ آج ہماری لاکھوں مربع میل زمین ہم سے چھینی جا چکی ہے؟ ہمارے لاکھوں میل پھیلے سمندروں پر کفر کے بحری بیڑے ہمارا منہ چڑا رہے ہیں؟

اے انفرادی شان و شوکت کے شوقین مسلمانو! جواب دو، اللہ کیلئے جواب دو، تمہارا ضمیر اندر سے تم سے یہ سب کچھ پوچھ رہا ہے؟ آخر کہاں گئیں اسلامی سرحدیں؟ کہاں گئے ان سرحدوں کے مڑا پڑا اور محافظ جن پر رب ذوالجلال و فخر فرماتے تھے؟ کہاں سو گئے وہ شیر جن سے باطل لرزتا تھا؟ کون سی خاک میں مل گئے وہ فاتح جن کی نظر اور پرواز عقاب سے تیز اور بلند تھی؟ کہاں گئے وہ دیوانے جو اسلامی سرزمین کے ایک ایک چبے کیلئے مر مٹتے تھے؟ آج تو ہمارے اسلامی ملکوں کی دوسرے مسلمانوں سے حفاظت کیلئے امریکی اور برطانوی فوجیں پہرہ دے رہی ہیں۔

اے مسلمانو! انصاف سے بتاؤ، کیا اس قوم کیلئے ایک لمحہ آرام سے بیٹھنا جائز ہے جس کے مقدس مقامات کی حفاظت یہودیوں کے سپرد کر دی گئی ہو؟ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمادیا ہے، اسلام کا سورج پھر پوری آب و تاب کیساتھ افغانستان کے علاقے میں طلوع ہو رہا ہے، اب خود کو رِباط کیلئے تیار کر لو، رِباط کے فضائل مسلمانوں کے بچے بچے کو یاد کر دو، اسلامی علاقوں کی حرمت ایک ایک مسلمان کو سمجھا دو، انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ہم جہاد اور رِباط کے مبارک عمل کی بدولت اپنے علاقے بھی واپس لے لیں گے اور ان علاقوں پر سینکڑوں سال تک کفر کی حکومت کا حساب بھی چکا دیں گے۔

یقیناً ایسا ضرور ہوگا، اگر ہم سچے مسلمان بن گئے اور ہم نے جہاد اور رِباط کو اس کے اصولوں کے ساتھ اپنالیا۔ انشاء اللہ]





مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان



جنت کے سبزہ زار پر جانے والے



جہاد اور امیر سے محرومی ہزاروں مصیبتوں کا سبب ہے

جہاد کے بارے میں منافق ایک عذر یہ بھی کیا کرتے تھے کہ ہم عربوں سے کیسے لڑیں؟ ہماری ان سے قرابت داری ہے اور قرابت داری کو توڑنا اور لڑ بھڑ کر فساد مچانا کوئی اچھی بات نہیں ہے، اس لیے ہم جہاد سے عذر کرتے ہیں۔ ان کی بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا فہل عسیتم الخ اگر خود تمہیں حکومت مل جائے تو پھر دیکھو تم کس قدر فساد کرتے اور قطع رحمی کرتے ہو۔ تو لیتم کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اس کو ولایت سے مأخوذ قرار دیا جائے یعنی تم والی اور مالک ہو جاؤ۔ دوسرے یہ کہ اس کو توٹی بمعنی فرار سے مأخوذ مانا جائے تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم جہاد سے پھر جاؤ گے اور تم پر اپنا کوئی حاکم نہ رہے گا، مخالفوں کے شر سے کوئی امن کی صورت نہ ہوگی تو ایسی ظلمت کے زمانہ میں تم خود سر ہو کر چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑو گے اور فساد مچاؤ گے، رحم اور قرابت کا کچھ لحاظ نہ کرو گے، جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کی عادت تھی، ذرا ذرا باتوں پر تلوار چلتی تھی اور ہزاروں خون ہو جاتے تھے، حقیقت یہ کہ جہاد و قتال نہ ہونے سے مسلمانوں میں امیر (خلیفہ) کا وجود جاتا رہا، پھر ہزاروں مصائب اور آفات میں مبتلا ہو گئے۔ (فتح الجواد: ۳/۴۰۱)



باب ۱۷

مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ (النساء: ۱۰۲)

اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا يَطْعُونُ مَوْطِئًا يَغِيظُ
الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّ نِيلًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ
اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

(التوبہ: ۱۲۰)

وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جو کافروں کے غصہ کو
بھڑکائے اور یا کافروں سے کوئی چیز چھین لیتے
ہیں ہر بات پر ان کیلئے عمل صالح لکھا جاتا ہے،
بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر
ضائع نہیں کرتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو دینار و درہم کا
بندہ، [یعنی مال کا خرید و فروخت اور [ہلاک ہو] مُنْقَش چادر کا خرید و فروخت۔ اگر اُسے کچھ دیا جائے تو راضی
رہتا ہے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔ وہ سر کے بل گرے (یعنی تباہ و برباد ہو جائے)
اور جب اُسے کانٹا چُھبے تو نہ نکالا جائے۔ خوشخبری ہے اُس بندے کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں
اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو، اُس کے سر کے بال پراگندہ اور پاؤں غبار آلود ہوں، اُسے اگر
محافظ دستے میں رکھا جائے تو وہ محافظ دستے میں رہے اور اگر اُسے لشکر کے آخر میں رکھا جائے تو لشکر
کے آخر میں رہے، [یعنی جہاد میں جس جگہ بھی اُس کی تشکیل ہو وہ اس فِئۃ داری کو خوب نبھائے۔] اگر
وہ اجازت مانگے تو اُسے اجازت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو اُس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔ [یعنی
ظاہری طور پر اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کا مقام بہت بلند ہے] (بخاری)
حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک رات اللہ تعالیٰ کے راستے
میں خوف کی حالت میں [اسلامی لشکر کی] پہرے داری کروں تو یہ مجھے سو سواریاں صدقہ کرنے سے

زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ جہاد میں مجاہدین اور مسلمانوں کی پہرے داری کرنا اعلیٰ ترین عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ رباط کی افضل ترین قسم ہے، چنانچہ مجاہدین کی پہرے داری کرنے والوں کو رباط کے فضائل اور اجر بھی ملتا ہے اور اس کیلئے مزید فضائل بھی ہیں۔ [آئیے ترتیب سے ان فضائل کو پڑھتے ہیں۔]

① پہرے داری میں جاگنے والی آنکھیں جہنم کے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو، دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تین آنکھوں کو [جہنم کی] آگ نہیں چھوئے گی، وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلی ہو [یعنی شہید ہو جائے]۔ اور وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا ہو اور وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو۔ (المسند رک)

حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں تھے، ایک رات ہم ایک بلند جگہ پر رات گزارنے کیلئے اترے، ہمیں سخت سردی کا سامنا ہوا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بعض لوگ زمین میں گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے اور انہوں نے اپنی ڈھالیں گڑھوں کے منہ پر ڈال دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ ایسے شخص کو میں خصوصی دعاء سے نوازوں گا..... انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں پہرہ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: قریب آؤ، وہ قریب تشریف لے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا نام بتایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو سنا، تو میں نے عرض کیا: میں وہ دوسرا آدمی ہوں جو پہرہ

دیگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قریب آ جاؤ، میں قریب حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: ابوریحاء۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پہلے والے انصاری کی منسبت کچھ کم دعائیں دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ حرام کر دی گئی ہے اُس آنکھ پر جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئی ہو اور اُس آنکھ پر جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [پہرہ دیتے ہوئے] جاگی ہو۔

(مسند احمد و رجالہ ثقات، مصنف ابن ابی شیبہ، نسائی، الطبرانی، مستدرک)

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: ”اور جہنم کی آگ حرام ہے اُس آنکھ پر جو اللہ (تعالیٰ) کی حرام کردہ چیزوں سے جھکی ہو یا وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں شہید ہوئی ہو۔“ (السنن الکبریٰ) حضرت ابو عمران انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں جلانے گی:۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئی ہو۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کی کتاب پڑھتے ہوئے جاگی ہو۔ تیسری وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے جاگی ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات [شکرِ اسلام کی] پہرے داری مجھے اُن ایک ہزار دنوں سے زیادہ محبوب ہے جن میں روزانہ روزہ رکھوں اور ہر رات کو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں قیام کروں۔ (کتاب الجامع)

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت مخمُول رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۲۔ جَنَّت کی گواہی

ابو عَظِیْمَہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کو خبر دی گئی کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے اُسے کوئی نیکی کا کام کرتے دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں! میں نے اُس کے ساتھ ایک رات جہاد میں پہرہ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے اُس کی نماز جنازہ اداء فرمائی، پھر جب اُسے قبر میں رکھ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے

اُس کی قبر پر مٹی ڈالی، پھر ارشاد فرمایا: تیرے ساتھی تجھے جہنمی سمجھ رہے ہیں، جبکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اس شخص کا جنازہ نہ پڑھئے، کیونکہ یہ فاسق شخص تھا۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اُس نے ایک رات مجاہدین کی پہرے داری کی تھی تو آپ ﷺ نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عمر بن خطاب! جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا، اُس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (ابوداؤد ذی الریسل)

حضرت سہل بن ابی حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ خُتَین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات تک چلتے رہے، جب نماز کا وقت آ گیا تو ایک گھڑ سوار حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے آگے جا کر فلاں فلاں پہاڑ کا جنازہ لے آیا ہوں، قبیلہ ہوازین کے لوگ اپنے خیموں، مویشیوں اور ریوڑوں کے ساتھ خُتَین میں جمع ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا: کل انشاء اللہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بن جائے گا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کی رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس گھاٹی کی طرف بلندی پر چلے جاؤ اور تمہاری سمت سے رات کو ہم پر [دُشمن کا] اچانک حملہ نہیں ہونا چاہئے۔ جب صبح کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز کی جگہ تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے گھڑ سوار [پہرہ دینے والے] کو دیکھا ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ نماز کی اقامت ہوگئی رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ گھاٹی کی طرف بھی توجہ فرمائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ، تمہارا شہسوار آ رہا ہے۔ [یہ سن کر] ہم سب درختوں کے درمیان سے گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت انس بن ابی مرثدہ رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور

رَسُولُ اللہ ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے: میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق گھاٹی کے اوپر والے حصہ پر چلا گیا، صبح کے وقت میں نے دونوں گھاٹیوں کا جائزہ لیا تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم رات کو نیچے اترے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، میں نماز اور قضاء حاجت کے علاوہ نیچے نہیں اُترا۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی، اب اگر تم اس کے بعد کوئی عمل نہ بھی کرو تو تمہارا کوئی نقصان ہونے والا نہیں۔

(ابوداؤد، نسائی، مسند ابو عوانہ، السنن الکبریٰ، المسند رک)

۳ پیچھے رہ جانے والوں کی تعداد برابر نیکیاں

حضرت عَبْد اللہ بن مُحْمِزِ عَسَلِیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا، تو اُسے ہر رات پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں اور کافروں کی تعداد میں ایک ایک قیراط آجر ملے گا۔ (سنن سعید بن منصور)

جب کہ حضرت عَبْد اللہ بن مُبَارِک عَسَلِیہ نے اسی روایت میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان کی تعداد کے برابر بھی پہرے داری کرنے والے کو آجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مُصَنِّف عَسَلِیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے فضائل کوئی بھی اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان نہیں کر سکتا، خصوصاً عَبْد اللہ بن مُحْمِزِ عَسَلِیہ تو حضرات تابعین کے امام ہیں اور اُن کا شمار اُن نہایت عبادت گزار اور بڑے تابعین میں ہوتا ہے جن کے فضائل بے شمار ہیں۔ امام آذناعی عَسَلِیہ جیسے امام اُن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کی پیروی کرنی ہو تو اُسے چاہئے کہ حضرت عَبْد اللہ بن مُحْمِزِ عَسَلِیہ جیسوں کی پیروی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس قوم کو کبھی گمراہ نہیں فرمائے گا جن میں عَبْد اللہ بن مُحْمِزِ عَسَلِیہ جیسے لوگ موجود ہوں۔ حضرت رِجاء بن حیوۃ عَسَلِیہ جیسے جلیل القدر امام فرماتے ہیں کہ میں حضرت عَبْد اللہ بن مُحْمِزِ عَسَلِیہ کے وجود کو زمین والوں کیلئے امان کا سبب سمجھتا ہوں۔

مُصَنِّف عَسَلِیہ فرماتے ہیں: حضرت عَبْد اللہ بن مُحْمِزِ عَسَلِیہ جیسے بلند مقام والے شخص سے یہ

توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اس طرح کے فضائل اپنی رائے سے بیان کئے ہوں گے، بلکہ لازماً ان تک یہ فضائل اپنی کریم ﷺ کی حدیث سے پہنچے ہوں گے۔

۴ خوف کی جگہ پہرے داری شقبرۃ الفضل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اپنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں شب قدر سے افضل رات نہ بتاؤں؟ وہ شخص جو کسی خطرے والی جگہ پہرہ دے اور امکان ہو کہ وہ واپس اپنے گھر نہیں لوٹ سکے گا۔ [یعنی اس کی یہ رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔]

(نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی، المستدرک وقال صحیح علی شرط البخاری)

۵ پہرے داری والی رات ایک ہزار دن کے روزوں اور رات کے قیام افضل

اس بارے میں پیچھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا جا چکا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک رات [مجاہدین کی] پہرے داری، اُن ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں قیام کیا جائے اور دن کو روزے رکھے جائیں۔ (المستدرک)

ازطاعة بن مثنور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ [ایک بار] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ اجر والا کون ہے؟ آپ کے ہم نشین روزے، نماز کا تذکرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ امیر المؤمنین [سب سے زیادہ اجر والے ہیں] اور ان کے بعد فلاں اور فلاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لوگوں میں اجر کے اعتبار سے ان سب سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے اور خود امیر المؤمنین سے بڑھ کر کون شخص ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ملک شام میں مسلمانوں کی پہرے داری کر رہا ہے، وہ نہیں جانتا کہ کوئی درندہ اُسے پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا جانور اُسے ڈس لے گا، یا دشمن اُس پر چھا جائے گا۔ یہ شخص امیر المؤمنین سے اور ان تمام لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے، اجر میں بڑھ کر ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر)

۶ رحمت کی دُعاء

حضرت عُقْبَہ بن عَامِرؓ ازجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُؤُلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کی پہرے داری کرنے والے پر اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہو۔ (سنن سعید، ابن ماجہ)

یہ روایت اور بھی کئی محدثین حضرات نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائی ہے۔

رُؤُلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے پر بیٹھ کر مجاہدین کی پہرے داری کرنے والا جب صبح کرتا ہے تو بَحَّت اُس کے لئے واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ (شفاء الصدور)

ایک اور روایت ہے کہ رُؤُلُ اللہ ﷺ نے لشکر کی پہرے داری کرنے والوں کیلئے رحمت کی دُعاء بھی فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم جن مجاہدین اور ان کے جانوروں کی حفاظت کرتے ہو، ان سب کی طرف سے تمہیں ایک ایک قیراط اجر ملتا ہے۔ (شفاء الصدور)



فصل

جنت کے سبزہ زار پر چلنے والے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے، اس غزوے میں ایک مشرک کی بیوی کو بھی زخم آ گئے، اُس کا خاوند کہیں گیا ہوا تھا، جب وہ واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر سمیت واپس تشریف لے جا رہے ہیں، اُس مشرک نے قسم کھالی کہ وہ محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا خون ضرور بہائے گا، چنانچہ وہ لشکر کا پیچھا کرنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک شخص نے خود کو پہرے داری کیلئے پیش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ پہاڑ کے اوپر رہ کر نگرانی کرنا، کیونکہ لشکر نیچے وادی کی طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جب یہ دونوں حضرات پہرے کی جگہ پہنچ گئے تو انصاری صحابی نے اپنے مہاجر بھائی سے فرمایا: آپ کورات کے کس حصے میں پہرہ دینا پسند ہے؟ مہاجر نے رات کے آخری حصے کو تجویز کیا اور وہ آرام فرمانے لگے۔ انصاری صحابی نے رات کے ابتدائی حصے کے پہرے کو قبول کیا تھا، چنانچہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، اسی دوران وہ مشرک آ پہنچا۔ جب اس نے انصاری صحابی کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ لشکر کی نگرانی پر مامور ہیں، چنانچہ اس نے ایک تیر اُن پر چلایا جو انہیں جاگا، انہوں نے تیر کھینچ کر جسم سے نکالا اور خود نماز میں کھڑے رہے، مشرک نے اسی طرح تین تیر مارے اور ہر بار انصاری صحابی تیر نکال کر نماز میں مشغول رہے، تیسرے تیر کے بعد انہوں نے رکوع کیا اور نماز پڑھ کر مہاجر صحابی کو جگادیا، مشرک نے جب دوسرے شخص کو بھی دیکھا تو وہ بھاگ گیا اور سمجھا کہ لشکر والے متنبہ ہو گئے ہیں۔ مہاجر صحابی نے جب انصاری صحابی کو خون میں لت پت دیکھا تو فرمایا: آپ نے مجھے پہلے ہی تیر کے وقت کیوں نہیں جگایا؟ انصاری صحابی نے کہا: میں نماز میں قرآن مجید کی ایک سورۃ پڑھ رہا تھا اور میں اُسے ختم کئے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، لیکن جب مسلسل تیر برسنے لگے تو میں نے رکوع کر لیا اور آپ کو بھی جگادیا۔ اللہ کی قسم! اگر

رَسُولُ اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں لشکر کی پہرے داری کا مجھے خیال نہ ہوتا، تو میں مرجاتا، لیکن سورۃ کو درمیان میں نہ چھوڑتا۔ (کتاب الجہاد لابی مبارک، ابو داؤد، بخاری مختصراً)

شہنشاہ بن ابی صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوہ اُحُد کے لئے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات اس محاذ کی پہرے داری کون کرے گا؟ (اوکما قال) قبیلہ بنی زُرِیق کے ایک انصاری صحابی کھڑے ہو گئے، اُن کا نام ذُکْوَان بن عَنبِدِ قَیْس أَبُو السَّيِّع تھا۔ انہوں نے کہا: میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں ذُکْوَان ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا: [کہ اور کون پہرے داری کرے گا؟] یہی صحابی دوبارہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: میں پہرے داری کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ عرض کیا: میں ابْنِ عَنبِدِ قَیْس ہوں۔ آپ ﷺ نے تیسری بار اعلان کیا: تب بھی یہی صحابی کھڑے ہوئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کون ہو؟ فرمایا: ابُو السَّيِّع۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تینوں ٹلاں ٹلاں جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت ذُکْوَان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ تینوں میں ہی ہوں، [اور ایسا میں نے اس لئے کیا کہ] ممکن ہے یہاں مشرکوں کا کوئی جاسوس ہو۔ اس پر رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: جو پسند کرتا ہے کہ جنت کے سبزہ زار پر چلتے ہوئے شخص کو دیکھے تو وہ ان [یعنی ذُکْوَان] کو دیکھ لے۔ [اس کے بعد] حضرت ذُکْوَان رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں سے رخصت ہونے کیلئے تشریف لے گئے تو اُن کی بیویوں نے اُن کے کپڑے پکڑ لئے اور کہنے لگیں: اے ابُو السَّيِّع! کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ذُکْوَان رضی اللہ عنہ نے اُن سے اپنے کپڑے چُھڑائے اور آگے بڑھ گئے، پھر اُن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میری تمہاری ملاقات اب جنت میں ہوگی، پھر حضرت ذُکْوَان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابی مبارک)

دعوت

[مسلمانوں کا مقابلہ پوری دنیا کی کفریہ شیطانی طاقتوں کے ساتھ ہے، مسلمان اس بات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں، قرآن مجید کے فرمان کے مطابق شیطانی طاقتیں ہر وقت مسلمانوں کو مٹانے یا انہیں دین سے ہٹانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں، اسی لئے

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے دفاع کا خاص خیال رکھیں، یہ حکم قرآن مجید میں بار بار دہرایا گیا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے فرمان اور اپنے عمل سے اس کی ترغیب اُمت کو دی ہے۔ آپ ﷺ خود مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک اپنے گھر میں مُسَلِّح پہرے کا اہتمام فرماتے رہے اور جہاد کے دوران تو آپ ﷺ اس پہرے داری پر بڑے بڑے روحانی انعامات کا اعلان فرماتے تھے اور خوش قسمت افراد اُن انعامات کو حاصل کر لیتے تھے۔ پہرہ داری تو کُل کے خلاف نہیں بلکہ عین تو کُل ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا اور کون تھا؟ مگر پھر بھی آپ ﷺ کبھی اپنی حفاظت سے غافل نہیں رہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کون تقدیر کو ماننے والا یا شہادت کا شوق رکھنے والا تھا؟ مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کو سوتے وقت بھی اپنے ہتھیار خود سے جدا نہیں کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی کمزوری سے اسلام کمزور ہوتا ہے، چنانچہ وہ کبھی بھی یہ گوارا نہیں فرماتے تھے کہ دشمنوں کیلئے ترنوالہ بن کر رہیں۔ بعد کے دور میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مساجد تک میں مُسَلِّح پہرے کا اہتمام فرمایا اور کبھی بھی کافروں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلحے سے غافل پا کر ان پر حملہ کر دیں، یا انہیں ختم کر دیں۔

آج توبہ اور استغفار کا مقام ہے کہ مسلمانوں میں سے یہ سوچ نکل چکی ہے اور خُذُوا حِذْرَکُمْ کے الہی حکم سے غفلت پیدا ہو چکی ہے، چنانچہ آج کافر جہاں چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، نشانہ بناتے ہیں۔ کاش! مسلمان ان اسلامی احکام کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں جن میں اُن کیلئے زندگی ہے، عزت ہے، کامیابی ہے اور نجات ہے۔

ایک ضروری تنبیہ مجاہدین کرام کیلئے یہ ہے کہ وہ اپنی تمام کارروائیوں کے دوران پہرے کو بہت اہمیت دیا کریں، کیونکہ ماضی قریب میں پہرے میں غفلت کی وجہ سے مجاہدین کو سخت نقصانات اٹھانے پڑے ہیں، کئی اہم کارروائیاں ناکام ہو گئیں اور کئی قیمتی افراد دشمن کے ہتھے چڑھ گئے اور آپ نے روایات میں پڑھ لیا ہے کہ

حضور اکرم ﷺ پہرے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اور پہرے کیلئے کتنی عمدہ ترتیب بناتے تھے، آج اول تو پہرے کا اہتمام ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کر بھی لیا جائے تو پہرے کی ترتیب ایسی نہیں بنائی جاتی جو پہرے کے اصل مقصد یعنی نگرانی، چوکی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہو۔ مجاہدین کرام کو چاہئے کہ اس کا بہت اہتمام کیا کریں اور موجودہ دور کے جہادی تقاضوں کے مطابق اس کی باقاعدہ تربیت لیں اور کسی بھی پُر امن یا پُر خطر جگہ پر پہرے سے غافل نہ ہوں، بلکہ اسے اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اپنے اندر اس کی عادت ڈالیں۔ اسی طرح اہل حق حضرات جہاد سے واپسی پر اپنی مساجد، اپنے مدارس و خانقاہوں اور گھروں پر بھی پہرے کا اہتمام فرمائیں اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم، حضور اکرم ﷺ کا طریقہ اور دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین]





رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَانِوَةُ اللَّهِ

بہترین حکمت اور دانائی یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کا خوف ہر وقت موجود رہے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اللہ تعالیٰ کے راستے کے خوف
اور خطرے کے فضائل کا بیان



جہاد کے خطرے اور تکالیف

آپ ﷺ تمام مخلوق میں سب سے افضل، انبیاء علیہم السلام کے سردار، اللہ تعالیٰ کے حبیب جب آپ ﷺ جہاد میں نکل رہے ہیں اور اپنی قیمتی جان مبارک کو تکلیف، مشقت اور خطرے میں ڈال رہے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کتنا اہم کام ہے۔ تو پھر پیچھے رہ جانے والوں نے کتنی بڑی محرومی اپنے سر لی۔ (فتح الجواد: ۳/۱۳۳)

شیطان کا ایک بڑا حربہ

جہاد میں جب مشکل حالات آجائیں تو شیطان دلوں میں خوب دوسوہ ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کہاں ہے؟ اگر ہم سچے ہوتے تو اتنی مشکلات کیوں پڑتیں؟ اگر نبی ﷺ اور جہاد برحق ہوتے تو اللہ تعالیٰ فوراً مدد فرماتے۔ (نعوذ باللہ) (فتح الجواد: ۳/۱۲۱)

دشمن کی کثرت کے وقت دعا کی ضرورت

مسلمانوں کو دشمن کی کثرت دیکھ کر دل نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ خوف، عاجزی، آہ و زاری اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور نصرت اور غلبے کی فریاد کرنی چاہیے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۰۸)



اللہ تعالیٰ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل کا بیان

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں مسلمان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح کھجور کے خوشے سے کھجور جھڑتی ہے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی، فیہ عمد بن الحصین ووضعیف)

سَعید بن ابی بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اتنا مال صدقہ فرمایا کہ لوگ حیران رہ گئے، یہاں تک کہ اس صدقہ کا تذکرہ نبی کریم ﷺ کے سامنے بھی ہوا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں ابن عوف کا صدقہ بہت بھلا معلوم ہوا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: مہاجرین میں سے ایک فقیر آدمی کو جہاد میں اپنے کوڑے کے گر جانے کا جو صدمہ ہوتا ہے وہ عبدالرحمن بن عوف کے صدقہ سے افضل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حدیث شریف میں فقیر آدمی کا تذکرہ ہے، کیونکہ مالدار آدمی کو کوڑے جیسی معمولی چیز کے ضائع ہونے کا کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لشکر جہاد کیلئے نکلتا ہے اور مالی غنیمت پا کر سلامت واپس آتا ہے تو اس لشکر والے اپنا دو تہائی آجرو دنیا میں لے لیتے ہیں اور جو لشکر خالی ہاتھ، ڈرایا ہوا اور زخمی واپس آتا ہے وہ اپنا مکمل اجر [آخرت میں] پاتا ہے۔

حضرت اُمّ مالک النخعیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنے کا تذکرہ فرمایا اور اُسے قریب قرار دیا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس فتنے کے وقت لوگوں میں سب سے بہتر کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو اپنے ریوڑ میں ہو اور اس کے حق (زکوٰۃ وغیرہ) کو اداء کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام

پکڑے ہوئے ہو اور دشمنوں کو خوفزدہ کر رہا ہو دشمن اُسے خوفزدہ کر رہے ہوں۔ (ترمذی)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ اُمّ مبشر رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک بہترین مقام والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دشمنوں کو خوفزدہ کر رہا ہو اور دشمن اُسے خوفزدہ کر رہے ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اور وہ آدمی جو نماز قائم رکھتا ہو اور اپنے مال میں اللہ (تعالیٰ) کا حق اداء کرتا ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

عبید اللہ بن ابی حنین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی جگہ اترے جہاں وہ مشرکوں کو ڈراتا ہے اور مشرک اُسے ڈراتے ہیں، یہاں تک کہ اس شخص کو وہیں موت آجائے تو اُس کے لئے اجر لکھا جائے گا، اُس سجدہ کرنے والے جیسا، جو قیامت کے دن تک سجدے سے سر نہ اٹھائے اور اُس قیام کرنے والے جیسا، جو قیامت کے دن تک نہ بیٹھے اور اُس روزے دار جیسا، جو قیامت کے دن تک روزہ نہ چھوڑے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

ابو عمران الجونی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بہادر اور بزدل جہاد میں لڑتے ہیں تو بزدل کو زیادہ اجر ملتا ہے اور جب نخی اور بخیل صدقہ کرتے ہیں تو بخیل کو زیادہ اجر ملتا ہے۔ [کیونکہ بزدل کو لڑتے وقت زیادہ خوف اور بخیل کو مال خرچ کرتے وقت زیادہ تکلیف ہوتی ہے]۔ (کتاب الجہاد مرسل)

دعوت

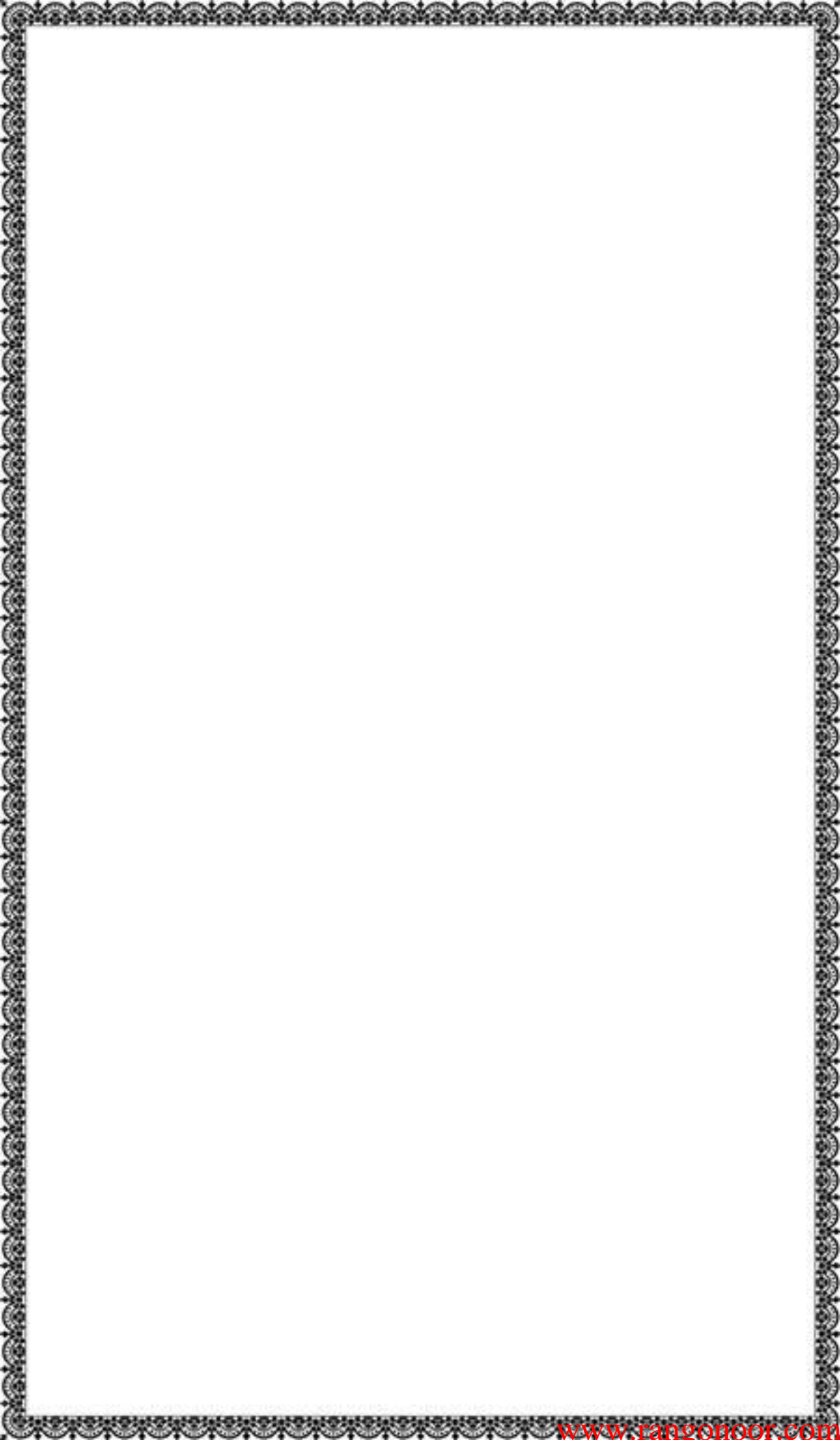
[خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دن رات جہاد میں خوف اور خطرے کی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے خزانے لُٹتے ہیں۔ ان کو ہر لمحہ دشمن کے بموں، راکٹوں، میزائلوں اور حملے کا خطرہ رہتا ہے، مگر وہ اسلام کی عظمت کی خاطر ڈٹے رہتے ہیں اور ہر وقت ہاتھوں میں اسلحہ اور دل میں شوقِ شہادت لئے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں، چنانچہ دشمن بھی اُن کے خوف سے تھر تھرا کا پتا رہتا ہے اور اُس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے کا خوف بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کی بدولت پوری اُمتِ مُسْلِمَہ کو خوف اور غلامی سے نجات ملتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے چند شیرِ خوف کے طوفان کو اپنے مضبوط سینے پر روک لیتے ہیں اور اپنے پیچھے والوں میں امن کی سوغات بانٹتے ہیں اور بعض دفعہ وہ اس خوف کو واپس دشمنوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ لیکن جب سارے مسلمان امن کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی جہاد کے میدانوں میں نکل کر خوف کا سامنا نہیں کرتا، تو پوری اُمت پر ذلت اور خوف چھا جاتا ہے اور مسلمان شیر، کافر گیدڑوں کے غلام بن جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا بنا رہے کہ دشمن اسے دیکھ کر جلتے رہیں اور اس سے ہمیشہ خوفزدہ رہیں، جیسا کہ آج مسلمانوں کے چند نمبے اور فقیر منش مجاہدین نے دنیا کی بڑی بڑی شیطانی طاقتوں کا پتہ پانی کر رکھا ہے اور وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ان فقیروں سے ڈر رہے ہیں۔

یاد رکھئے! جو قوم موت سے بھاگتی ہے، موت ہر طرف سے اُس پر حملہ آور ہوتی ہے اور جو لوگ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیتے ہیں، موت اُن سے ڈور بھاگتی ہے اور اُن کے دشمنوں پر جا گرتی ہے۔ یہی حال خوف کا ہے جو لوگ خوف سے بھاگتے ہیں اور ہمیشہ امن امن کی رٹ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر ہم نے جہاد کیا تو دشمن یہ کر دیں گے، دشمن وہ کر دیں گے، ایسے لوگوں پر خوف چاروں طرف سے حملہ آور ہوتا ہے اور انہیں کہیں پچھین سے نہیں رہنے دیتا اور وہ لوگ مسلح پہرے اور مضبوط قلعوں میں بھی تھر تھر کانپتے رہتے ہیں، لیکن جو لوگ آگے بڑھ کر اس خوف کا سامنا کرتے ہیں اور جہادی کارروائیاں کرتے وقت دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کیلئے بڑے سے بڑے دشمن سے ٹکرانے کیلئے تیار رہتے ہیں تو خوف اُن سے دور بھاگتا ہے اور ان کے دشمنوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس خوف کا جو طبعی اثر ان مجاہدین کے دلوں پر پڑتا ہے، وہ اُن کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفرت اور اونچے مقامات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ دین کے یہ اہم نکتے ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین [



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



جہاد کی صف اور اس میں کھڑے
ہونے کی فضیلت کا بیان



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَهْدِنَا صِرَاطَكَ

قِسْمِي

۱۳۹۷

جہاد کی صفت اور اس میں کھڑے ہونے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱ **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَهُمْ بُنَيَّانَ مَرْصُوصَ ۝**
(القف: ۴)

بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

☆ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کی ایک جماعت — جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے — کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان حضرات نے ایک مجلس میں کہا تھا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم مرتے دم تک اس میں لگے رہیں گے، پھر جب یہ آیت نازل ہو گئی [اور اس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد ہے] تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ اب میں مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا، چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (الدر المنثور)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپس میں کہا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جائے، تو ہم اس میں لگے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے (یہ آیات آخر سورۃ تک) نازل فرمائیں:

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ
اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي
سَبِيْلِهِ صَفًا كَانَهُمْ بُنَيَّانَ مَرْصُوصَ ۝ (القف: ۴۶۱)

ترجمہ: جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔ بے شک
اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ
سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ (ترمذی، بیہقی، حاکم)

حضرت سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور بہت کم کسی کی دُعاء مُسترد کی
جاتی ہے۔ ایک اذان کے وقت اور دوسرا جہاد کی صف میں۔ (ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان فی صحیحہما)
رَسُولُ اللہ ﷺ نے [اُس صحابی کو جو کسی غار میں بیٹھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے]، ارشاد فرمایا:
میں یہودیت اور نصرانیت دیکر نہیں بھیجا گیا، بلکہ میں سچا دین حنیفی دیکر بھیجا گیا ہوں۔ قسم ہے اس
ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ ایک صبح یا ایک شام جہاد میں لگا دینا دنیا و ما فیہا
سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں ایک گھڑی کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے
بہتر ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمن کے
سامنے [صف میں] تلوار، نیزہ اور تیر چلائے بغیر کھڑا ہوں، تو یہ بات اس سے زیادہ افضل ہے کہ
میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کئے بغیر ساٹھ سال تک اُس کی عبادت میں لگا رہوں۔ (کتاب الجامع)
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کا
جہاد کی صف میں کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل
ہے۔ (المسند رک صحیح علی شرط البخاری)

رَسُولُ اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: دو مقامات ایسے ہیں جن میں جنت خوب سچ دھج جاتی ہے اور
خُورِ عین خوب بنتی سنورتی ہے۔ ایک نماز کے وقت اور ایک قتال کے وقت، پھر اگر نمازی نماز پڑھ کر چلا
جائے اور اللہ تعالیٰ سے جنت اور خُورِ عین کو نہ مانگے تو خوریں کہتی ہیں: تعجب اس شخص پر جس نے اللہ تعالیٰ
سے ہمیں نہیں مانگا اور جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو اُس کی بیوی خُورِ عین کہتی ہے: اے مجاہد! آگے

بڑھ اور مجھے میری سہیلیوں کے سامنے رسوا نہ کر۔ (شفاء الصدور)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں — اور حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا [یعنی وہ جو کچھ کہتے تھے اُس پر عمل کرتے تھے]۔ وہ فرمایا کرتے تھے: جب لوگ نماز کیلئے اور قتال کیلئے صف بناتے ہیں تو آسمان کے دروازے، جنت کے دروازے، جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور خورِ عین بن سنور کر اوپر سے جھانکتی ہے، جب آدمی میدانِ جنگ میں آگے بڑھتا ہے تو وہ دعاء کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کی نصرت فرما اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو وہ اس سے پردہ کر لیتی ہے اور کہتی ہے، یا اللہ! اسے معاف فرما دے۔ خوب محنت کرو اے مسلمانو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم خورِ عین کو رسوا نہ کرو۔ کیونکہ شہید کے جسم سے نکلنے والے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی اللہ (تعالیٰ) اس کے سارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کی دونوں خورِ عین بیویاں اتر کر اس کے پاس آ جاتی ہیں اور اس کے چہرے سے مٹی صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تمہارا وقت قریب آ گیا، اور وہ کہتا ہے کہ تم دونوں کے لیے (ملاقات کا) وقت قریب آ گیا ہے۔ اس کے بعد اُسے جنت کے بنے ہوئے ایسے سو جوڑے پہنائے جائیں گے جنہیں اگر دو انگلیوں کے درمیان رکھا جائے تو ان میں سما جائیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں پر اللہ (تعالیٰ) قیامت کے دن (خوشی سے) ہنسیں گے: ۱۔ ایک وہ آدمی جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے، ۲۔ وہ لوگ جو نماز کیلئے صف بناتے ہیں، ۳۔ وہ مجاہدین جو دشمنوں سے لڑنے کیلئے صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تمہیں قیامت کے دن اللہ (تعالیٰ) کے ہاں سب سے افضل مقام والے شہداء نہ بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صف میں کھڑے ہو کر دشمن کا

سامنا کرتے ہیں اور جب دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں تو دائیں بائیں التفات نہیں کرتے اور اپنی تلوار گردن پر رکھ کر کہتے ہیں کہ اے اللہ! میں اپنی جان کو اپنے گزشتہ زندگی کے گناہوں کے بدلے آپ کے حضور پیش کرتا ہوں، یہ وہ شہید ہیں جو جنت کے اعلیٰ ترین مقامات میں جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قتال کی صف اور نماز کی صف بنتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جب تم سوار ہو کر دشمن کے سامنے صف آراء ہوتے ہو، تو خورعین سبز ریشم میں بن سنور کرتیار ہو جاتی ہیں اور وہ زرد موتی کا نیام پہن کر اپنی پیشانی اور سینہ کھول لیتی ہیں اور جنت کے یا قوتی گھوڑے پر سوار ہو کر تمہارے پیچھے آ کر اترتی ہیں اور جب تم حملہ کرتے ہو وہ بھی تمہارے ساتھ حملہ کرتی ہیں اور جب تم میں سے کوئی گر جاتا ہے تو آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں آج تم دُنیا اور اس کی فکروں سے آزاد ہو جاؤ گے اور رب کریم کے پڑوس میں چلے جاؤ گے۔ اور جنت کی مہر بند شراب پیو گے اور اپنی حوروں سے ملو گے۔ (شفاء الصدور)

دعوت

[جہاد کی یہ صفیں، جہاد کے یہ قافلے جن کا مشاہدہ آسمانوں کے فرشتے اور جنت کی حوریں کرتی ہیں اور مجاہدین کی وہ یلغار جو حوروں میں زمین پر اترنے کا ولولہ پیدا کرتی ہے، آج بھی موجود ہے۔ الحمد للہ چاروں طرف جہاد کا خوبصورت منظر پھر نظر آرہا ہے، ایک طویل عرصے کے بعد ”الجہاد، الجہاد“ کے نعرے اُمتِ مسلمہ میں دوبارہ گونج اُٹھے ہیں۔

خوش قسمت مائیں اپنے پیارے جوان بیٹے تیار کر کے میدانوں میں بھیج رہی ہیں، بہنیں اپنے زیور اتار اتار کر مجاہدین کیلئے اسلحہ خرید رہی ہیں، شہداء کے خون کی خوشبو ہر سونہرے گرامت کی گرامت کا تذکرہ بھی اب ماضی کی داستان نہیں

رہا، جب یہ ساری نعمتیں میسر ہیں اور مقابلہ بھی بڑے ٹھانڈھ کا ہے، دُنیا کے سارے کے سارے کافر متحد ہو کر جدید سامان سے لیس، طاقت کے نشے میں مست ہیں اور دوسری طرف مجاہدین شوقِ شہادت کے نشے میں مست ہو کر نصرتِ الہی کے مضبوط سہارے پر میدانوں میں نکل کھڑے ہیں۔

جہاد کی صفِ تو بن چکی ہے اور اس میں بہت جگہ خالی بھی ہے۔
 پھر اے مسلمانو! دیر کس بات کی ہے؟ آگے بڑھو! اس صف میں جگہ پکڑو،
 جس میں مجاہد کا ایک قدم دنیا میں اور دوسرا جنت میں ہوتا ہے۔]





بلغ العُلىٰ بجلاله
كشف اللُجج بجلاله
حسنات سبع خصاله
صلُّوا عليه وآله





جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی
سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہ کا ہونے کا بیان



تیر اندازی کے کچھ اور فضائل



حضرت اکرم ﷺ کی کانٹیں



تیر اندازی بھلائے پر سخت وعیدیں



اسلام اور اسلحہ کی ضرورت

اسلام کی عظمت، سر بلندی اور بقاءِ جہاد میں ہے اور جہاد کے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے ایسے افراد ہوں جو تن من دھن کی بازی لگا کر دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں اور ایسا اسلحہ ہو جس کے ذریعے دشمنانِ اسلام جنگ سے قبل خوفزدہ اور مرعوب ہوں اور جنگ کے دوران اس اسلحہ سے ان کا قلع قمع کیا جاسکے۔ چونکہ جہادِ اسلام کے ان احکامات میں سے ہے جن پر اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی حفاظت موقوف ہے اسی لئے اس عمل کو قیامت تک کے لئے جاری فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ جہاد کے لئے افرادی اور عسکری قوت بنانے کی طرف اسلام نے خاص توجہ دلائی ہے اور اس سلسلے میں خصوصی احکامات نافذ فرمائے ہیں۔ (فتح الجواد: ۲/۲۸۱)

عسکری قوت

دعوتِ نبوت کا پہلا مرحلہ افراد کو جہاد پر یعنی جان اور مال کی قربانی پر تیار کرنا تھا اور جب یہ افراد مکمل طور پر تیار نظر آئے تو اب دوسرا مرحلہ ان افراد کی جنگی تیاری تھا۔ قرآن مجید نے اس طرف خاص توجہ دلائی اور مسلمانوں کو بھرپور قوت بنانے کی وہ ترغیب دی جسے اپنا کر مسلمانوں نے پوری دنیا پر اسلامی عظمت و شوکت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

خود رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیر اندازی، گھڑ سواری اور جنگی تربیت کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۸۲)

جہادی تربیت فرض ہے

مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس قدر ہو سکے وہ دشمنانِ اسلام سے لڑنے کے لئے تیاری کریں ہر طرح کی قوت بنائیں اور پلے ہوئے گھوڑے باندھیں تاکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے کھلے اور چھپے ہوئے دشمن پر دہشت طاری ہو۔ (فتح الجواد: ۲/۲۶۹)

باب ۲۰

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہگار ہونے کا بیان

یہ بات اچھی طرح جان لیجئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے تیر اندازی سیکھنا اور سکھانا اور آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کرنا ایسا عمل ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے پسندیدہ قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ آئیے! اب ترتیب سے تیر اندازی کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں۔

① تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ① اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت
(الانفال: ۶۰) جمع کر سکو سو تیار رکھو۔

بعض علماء کرام نے اسی آیت کی بناء پر تیر اندازی کو واجب قرار دیا ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں ”قُوَّة“ کے معنی تیر اندازی بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ منبر پر فرما رہے تھے: ”وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ“ [اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کر سکو سو تیار رکھو۔]، خوب سن لو! قُوَّت تیر اندازی ہے، خوب سن لو! قُوَّت تیر اندازی ہے، خوب سن لو! قُوَّت تیر اندازی ہے۔ (مسلم شریف)

دعوت

[حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان میں ”أَلْتَرَفِي“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا

ترجمہ ہم نے تیر اندازی کیا ہے، ویسے عربی زبان میں ”دَمِي“ پھینکنے کو کہتے ہیں،

تو آپ ﷺ کے ان جامع الفاظ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اصل ثُوت ان ہتھیاروں سے حاصل ہوتی ہے جو دُور سے پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ ماضی میں مسلمانوں نے اسی فرمان پر عمل کرتے ہوئے جہاں ایک طرف تیر اندازی میں خوب مہارت حاصل کی اور وہ بھاگتے ہرن کی جس آنکھ کو چاہتے تھے نشانہ بناتے تھے، تو دوسری طرف انہوں نے پھینک کر مارنے والے دوسرے ہتھیار بھی تیار فرمائے اور ان میں بھی خوب ترقی حاصل کی۔ خود حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں منجیق استعمال کی گئی جس کے ذریعے سے بڑے بڑے پتھر دور فاصلے تک مارے جاتے تھے، پھر یہ منجیق مسلمانوں کے ہاں ترقی کرتی چلی گئی اور مسلمانوں نے آتش تیر، بڑی بڑی چٹانیں اور بارود تک دشمن پر پھینکنے میں مہارت حاصل کی۔ مگر پھر مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑ دیا اور ان کے دشمنوں نے ثُوت کے اُس راز کو جو ہمارے آقا ﷺ نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا، سمجھ لیا، چنانچہ انہوں نے میزائلوں میں وہ ترقی حاصل کر لی جو مسلمان حاصل نہ کر سکے۔ آج جب دُنیا میں میزائلوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور جس کے پاس جتنی دور تک مارنے والے، جتنے زیادہ طاقتور میزائل ہیں، وہی دُنیا میں زیادہ طاقت والا ہے۔ ان حالات میں ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی صداقت چمکتے سورج کی طرح نظر آ رہی ہے کہ واقعی اصل ثُوت پھینک کر مارنے کی ثُوت ہے، جبکہ دوسری طرف یہ حدیث مسلمانوں کیلئے ایک سوالیہ نشان بھی ہے کہ انہوں نے اس فرمان کو بھلا کر اور اس سے غفلت کر کے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔]

۲ ایک تیر کی بدولت تین آدمی جہنم میں

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تیر انداز آدمی تھا، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جب میرے پاس تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے: اے خالد! چلو تیر اندازی کرتے ہیں۔ ایک بار میں نے کچھ شستی کی تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آؤ، اے خالد! کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک

اللہ (تعالیٰ) ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے:- ① اس تیر کے بنانے والے کو جو بناتے وقت نیکی (یعنی جہاد) کی نیت کرے، ② اس تیر کے (دشمن کی طرف) چلانے والے کو، ③ تیر انداز کے ہاتھ میں تیر پکڑانے والے کو۔ [اے مسلمانو! تم تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک تمہارے سوار ہونے سے پسندیدہ ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل درست نہیں:- ① آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، ② اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، ③ تیر اندازی کرنا۔ اور جس شخص نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا، یا نعمت کی ناشکری کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، المسند رک)

ابن النعمان رحمہ اللہ نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا، تو انہوں نے ستر سے اوپر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر بھی تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب ہتھیار میرے بعد جہاد میں دے دیئے جائیں۔ (الاوسط)

حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے کہ تیر انداز کی معاونت کرنے والے کیلئے بھی جنت کی بشارت ہے اور یہ معاونت تین طرح سے ہو سکتی ہے:- ① جب تیر انداز دشمن پر تیر چلا رہا ہو تو کوئی شخص اس کے پہلو میں یا اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کو تیر دیتا رہے [جس طرح اس زمانے میں راکٹ لانچر والے کے ساتھ راکٹ دینے والا ایک معاون ہوتا ہے، یا مجاہدین کے ساتھ بندوقوں کے میگزین بھر کر دینے والے ہوتے ہیں، یا توپچی کو گولے لالا کر دینے والے ہوتے ہیں، یہ بشارت ان سب کیلئے بھی ہے۔] ② جب تیر انداز تیر چلا لے تو اس کے چلائے ہوئے تیروں کو واپس لا کر اُسے دینا یہ بھی معاونت ہے، ③ تیر انداز کو تیر یا گمان خرید کر دینا یہ بھی معاونت ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے۔ [اس زمانے میں کسی کو بندوق، راکٹ، لانچر، توپ وغیرہ خرید کر دینا اور ان تمام ہتھیاروں کی گولیاں گولے خرید کر دینا اس میں شامل ہے۔]

غزوہ اُحُد کے دن پئی کریم ﷺ فرما رہے تھے: سغد کو تیر دو۔ اے سغد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تیر چلاؤ۔ [حضرت سغد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔] پئی کریم ﷺ

دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دے رہے تھے کہ اپنے اپنے تیر سجدہ کو دو، تاکہ وہ اُن کا حق اداء کر سکیں۔ (المسودک)

۳ حضور اکرم ﷺ خود تیر انداز

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا گزرا یہیے لوگوں پر سے ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد! تیر اندازی کیا کرو، کیونکہ تمہارے والد [یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام] تیر انداز تھے، تم تیر اندازی کرو اور میں بنو قُلاں کے ساتھ ہوں۔ [یعنی میں بھی ایک فریق کی طرف سے مقابلے میں حصہ لیتا ہوں] راوی فرماتے ہیں کہ [یہ سن کر] دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے تیر اندازی کیوں بند کر دی؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! آپ جب دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے ہیں ہم [آپ کے مقابلے میں] کس طرح تیر اندازی کریں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: [اچھا] تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (بخاری)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے تیر اندازوں کو مقابلے کیلئے غیرت دلانا..... تاکہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں اور ان میں اس عمل کی خوب رغبت پیدا ہو جائے..... ایک اچھا کام ہے اور تیر اندازوں کی دل جُوئی کیلئے حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اُسے سرانجام دینا چاہئے، لیکن ایک دوسرے کے ساتھ بُقُض و عداوت کے اظہار اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کیلئے جوش دلانا جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آ رہا ہے، ایک حرام فعل ہے یہی حکم تلوار بازی، نیزہ بازی اور بٹوٹ وغیرہ کا بھی ہے، [اور اس زمانے میں بندوق سے نشانہ بازی کرنا اور دیگر جنگی آلات کے استعمال پر مقابلہ بازی کا بھی یہی حکم ہے، کہ اچھی نیت سے کرنے پر اجر اور بڑی نیت سے کرنے پر گناہ ہوگا۔]

حضرت عقیبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے ہاتھوں علاقے فتح ہو گئے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ (تَعَالٰی) تمہاری طرف سے کافی

ہو جائیں گے، تب بھی تم میں سے کوئی تیر اندازی نہ چھوڑے۔ (مسلم شریف)

۴ تیر اندازی غم کا علاج

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص تنگدست [یعنی غم وغیرہ] میں مبتلا ہو جائے، تو اُسے چاہئے تیر کمان اپنے گلے سے لٹکائے، اُس سے اُس کا غم دور ہو جائے گا۔ (المعجم الصغیر)

۵ تیر اندازی بہترین کھیل

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم تیر اندازی کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تمہارے کھیلوں میں سے بہترین کھیل ہے۔

(کشف الاستار، المعجم، الطبرانی باسناد اور جالہ نقات)

۶ تیر اندازی میں فرشتوں کی حاضری

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے کھیلوں میں صرف سے گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں حاضر رہتے ہیں۔ (سنن سعید صومر سلجید)

[ربان] سے مراد گھوڑوں کی وہ دوڑ ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پئی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے صرف تین طرح کے کھیل میں حاضر رہتے ہیں:- ① آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، ② گھوڑوں کی دوڑ، ③ تیر اندازی۔ (ابن عساکر)

۷ تیر اندازی کھیل مگر حق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کے سارے کھیل باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے:- ① تیر اندازی، ② گھوڑے کو تربیت دینا، ③ بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا۔ کیونکہ یہ تینوں حق ہیں۔ (المسند رک)

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی فرما رہے تھے، ان دونوں میں سے ایک اُکتا کر بیٹھ گئے، تو دوسرے نے فرمایا: کیا آپ شست ہو گئے؟ میں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ بے کار ہے، سوائے چار کاموں کے:-

① آدمی کا تیر کے دو ہدفوں کے درمیان چلنا، ② اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، ③ بیوی سے دل لگی کرنا، ④ تیر کی سیکھنا۔ (نسائی، الطبرانی فی الکبیر باسناد جید)

خوب اچھی طرح جان لیجئے! علماء کرام نے اس بات کو نہایت صراحت سے بیان کیا ہے کہ تیر اندازی کی مشق میں مستحب ہے کہ آمنے سامنے دو ہدف بنائے جائیں، پہلے دونوں تیر انداز ایک کی طرف سے کھڑے ہو کر اپنے سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں، پھر دوسری طرف آ کر اپنے تیر اٹھائیں اور وہاں سے اپنے سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں۔

عَلَّامَةُ ابْنِ قَدَامَةَ رَحِمَہُ اللہ نے تو اسے سنت قرار دیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو ہدفوں کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (المغنی لابن قدامہ)

ابو عثمان عہدی رَحِمَہُ اللہ بیان فرماتے ہیں: ہم عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا:

حمد و صلوٰۃ کے بعد! یہ کہ تم لوگ ازار باندھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور چادریں اوڑھا کرو، [یا تلواریں گلے میں لٹکایا کرو،] موزے اور شلواریں استعمال نہ کرو، تم لوگ اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو، تم لوگ عیش و عشرت اور عجمیوں کے فیشن اختیار کرنے سے بچو، سورج عربوں کا حمام ہے، اسے اپنے اوپر لیا کرو، تم سادگی اختیار کرو اور موٹا لباس پہنا کرو اور مستعد رہا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو اور اونٹوں کی سواری کیا کرو اور گھوڑوں پر اچھل کر چڑھا کرو اور ہدف پر تیر مارنے کی مشق کیا کرو اور

دو ہدفوں کے درمیان چلا کرو۔ (السنن الکبریٰ)

۸ ہر قدم پر نیکی

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص [تیر اندازی] میں دو ہدفوں کے درمیان چلے گا، اُسے ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

۹ دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا، پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں ایک تیر چلایا، تو اس کا یہ تیر چلانا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور جس نے اپنا تیر دشمن تک پہنچا دیا، تو اُسے جنت میں ایک درجہ ملے گا۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس دن میں نے سولہ تیر (چلا کر) دشمن تک پہنچائے۔

(نسائی، ابن حبان، حاکم، ابتدائی حصہ ترمذی میں بھی ہے۔)

حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ (تعالیٰ) اس کا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔ حضرت عبید اللہ بن النخاع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! درجہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ درجہ تمہارے گھر کی سیڑھی کے درجے جیسا نہیں، بلکہ ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہوگی۔ (نسائی، ابن حبان)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو گیا تو قیامت کے دن وہ بوڑھا پائس کے لئے ٹور کی شکل میں ہوگا اور جو شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں تیر چلائے گا تو اسے اس کی بدولت ایک درجہ ملے گا۔ (المجم الکبیر للطبرانی)

[اس روایت میں صرف دشمن کی طرف تیر چلانے کا تذکرہ ہے، دشمن تک پہنچانے کا نہیں۔]

۱۵ تیر پہنچے یا نہ پہنچے، صرف اُسے چلانا ہی باعثِ اجر ہے

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو گیا، تو قیامت کے دن وہ بوڑھا پائس کیلئے ٹور کی شکل میں ہوگا اور جس نے اللہ (تعالیٰ)

کے راستے میں ایک تیر چلایا وہ تیر دشمن تک پہنچا، یا نہ پہنچا، تو اُسے ایک مسلمان غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور اس غلام کا ہر عضو اُس کے ہر عضو کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی باسناد صحیح)

۱۱ تیر دشمن کو لگا، یا خطا ہوا، ہر حال میں باعثِ اجر ہے

حضرت ابو اُمَامَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا، تو یہ بڑھا پا قیامت کے دن اس کیلئے نور کی شکل میں ہوگا اور جس نے جہاد میں ایک تیر چلایا، وہ تیر درست جگہ لگا، یا خطا ہوا، تیر چلانے والے کیلئے وہ اولادِ اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہوگا۔ (المعجم الکبیر باسنادین رجال احمد ماثقات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکل کر ایک تیر چلایا، وہ تیر [دشمن تک] پہنچا، یا نہ پہنچا، تیر چلانے والے کو اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے جیسا اجر ملے گا۔ (الطبرانی، کشف الاستار)

۱۲ تیر چلانے سے جنت واجب

حضرت عتبہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے غزوہ بنی قریظہ و بنی نضیر میں ارشاد فرمایا: جس نے [یہودیوں کے] اس قلعے کے اندر تیر چلایا، تو جنت اُس کیلئے واجب ہوگئی۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس دن تین تیر اس قلعے کے اندر تک پہنچائے۔ (الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو اور دشمن سے لڑو۔ [یہ سن کر] ایک شخص نے دشمن پر تیر چلایا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (مسند احمد باسناد حسن)

۱۳ قیمت اُس کے دن کا نور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں [نکل کر] ایک تیر چلایا تو اُس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (بزار باسناد حسن)

۱۲ فقر و فاقے سے نجات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عربی کمان اور اس کا ترکش بنایا، [اور اپنے پاس رکھا] تو اللہ (ﷻ) فقر کو چالیس سال تک اس سے دور فرمادیتے ہیں۔ (ابن عساکر ہاشمادہ)

اس روایت میں حضور اکرم ﷺ نے عربی کمانوں کی تعریف فرمائی، کیونکہ وہ عمدہ ہوتی ہیں، لیکن جس طرح عربی کمانوں کا استعمال جہاد میں درست ہے، اسی طرح اہل علم کا اجماع ہے کہ دوسری اقوام، مثلاً اہل فارس کی کمانوں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ بعض ضعیف روایات میں اہل فارس کی کمانوں کو ملعون کہا گیا ہے، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ماضی میں فارس کے بادشاہ عمرو وغیرہ انہیں کمانوں کو استعمال کیا کرتے تھے اور وہ ملعون تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس زمانے میں ان کمانوں کو استعمال کرنا کافروں کے ساتھ تشبہ میں آتا ہو، چنانچہ اس لئے اس سے روکا گیا ہو۔

عَلَامۃ اُشَیْنِی عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں کہ وہ کمان جسے کسی ریڑھی یا گاڑی پر سوار کر کے لایا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے، روایات میں اس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اسے بُزدل اور کمزور لوگ استعمال کرتے ہیں، یا وہ صلیب کے مُشاہدہ ہوتی ہے۔

۱۵ تیر اندازی سیکھنے کا ذکر قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیر اندازی اور قرآن مجید سیکھو اور مومن کی گھڑیوں میں بہترین گھڑی وہ ہے جس میں وہ اللہ (ﷻ) کا ذکر کرتا ہے۔ (ابن عساکر منقطعاً)

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے جنگ یرموک کے ایام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو ہدفوں کے درمیان تیر اندازی فرما رہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے بچوں کو تیر اندازی اور قرآن مجید سکھائیں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُول! کیا بیٹے کے بھی ہمارے ذمے کچھ حقوق ہیں جس طرح اس کی ذمہ ہمارے حقوق ہیں؟ رَسُولُ اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: ہاں! بیٹے کا حق اس کے والد کے ذمے یہ ہے کہ اُسے لکھنا، تیرا کی کرنا اور تیرا اندازی کرنا سکھائے اور اُسے اچھے مال کا وارث بنائے۔ (بہیقی باسناد ضعیف)

[تیرا اندازی کے سارے احکام اور فضائل اس زمانے میں فائرنگ اور نشانہ بازی پر صادق آتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے اور پھینک کر مارنے کی اپنی قوت اور طاقت خوب خوب بڑھانی چاہئے۔]



فصل

تیر اندازی کے کچھ اور فضائل

یزید بن شریک رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بغیر چادر کے تیروں کے ہدفوں کے درمیان بھاگ رہے ہیں۔ (کتاب السنن)

ہدف: زمین کی اس بلند جگہ کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز گاڑی جاتی ہے اور اُسے نشانہ بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات کسی چیز کو لٹکا کر اُسے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دو ہدفوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: مجھے شہادت کیسے ملے گی؟ مجھے شہادت کیسے ملے گی؟ (کتاب السنن)

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیر اندازی کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ وہ ہدفوں کے درمیان چلنے کی بجائے دوڑتے تھے اور جسم سے زائد کپڑے اتار کر اپنے جسم کو مشقت کا عادی بناتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم لوگ ہیں جو ہدایت کے سورج ہیں اور وہ ایسے ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر ہدایت کا راستہ معلوم کیا جاتا ہے، وہ دُنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں، درست راستہ وہی ہے جس پر یہ حضرات تھے اور سیدھی راہ وہی ہے جس پر وہ حضرات چلے، ان کی شان کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا
سِيَّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ (الفح: ۲۹)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں، ان کی شناخت ان کے

چہروں میں سجدہ کا نشان ہے۔

تیر اندازی [یا جہاد کی کوئی بھی مشق] کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی عزت و حشمت اور بڑائی کو ایک طرف پھینک کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی کریں، اس میں کسی طرح کی عار محسوس نہ کریں، اپنے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس سے اجر کے امیدوار رہیں، اس مشق کو بڑی عبادات اور اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے سمجھیں، اسے محض کھیل کُود یا فضول مقابلہ بازی نہ جانیں اور جب انہیں اس کی توفیق ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دوسرے کھیل کُود کی بجائے اس کی محبت ڈالی ہے۔ اسی طرح تیر اندازی [اور جہاد کی دوسری مشقوں] کے دوران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسنا اور خوش دلی کرنا بھی کوئی بُری بات نہیں ہے، بلکہ یہ مستحب کام ہے، کیونکہ اس سے مزید چشتی اور ہمت پیدا ہوتی ہے، البتہ یہ ہنسنا اور خوش دلی کرنا مکروہ حد تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

بلال بن سَعْد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں [یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم] کی زیارت کی ہے جو ہدفوں کے درمیان دوڑتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہنتے تھے اور جب رات چھا جاتی تو وہ راہبوں کی طرح دنیا سے بے رغبت ہو کر عبادت اور آہ وزاری میں لگ جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

مُصَنِّف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ خود بھی ان صفات کے حامل تھے اور وہ حضرات تابعین کے علماء اور عابدوں میں سے تھے اور وہ ہر دن رات میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

عَلَامَہ ابنِ تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیر اندازی کر رہے تھے، کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ بھی تو نماز میں ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی کو نماز کے مشابہ قرار دیا اور یہی بات اس عمل کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ (الفروسیۃ الحمدیہ لابن قیم الجوزیہ)

عَلَامَہ أَبُو عَبْدِ اللہ النجفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی کی بلند فضیلت کی اس سے بڑھ کر اور کیا

دلیل ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں تم ایسا کرو، مگر آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اے سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

ابو عبد اللہ الجوز جانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن اذہم رحمہ اللہ سمندر میں چہاد کے لئے تشریف لے گئے، جس رات آپ کا انتقال ہوا، [پیٹ میں] تکلیف کی وجہ سے آپ کو پچیس بار قضائے حاجت کیلئے جانا پڑا اور ہر بار آپ آ کر نماز کیلئے نیا وضو فرماتے تھے، جب انہیں موت قریب محسوس ہوئی تو فرمایا: میری کمان تیار کر کے مجھے دے دو، چنانچہ انہوں نے کمان اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی اور اسی حال میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب اللہ ہی)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے ایسا اس لئے کیا، تاکہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں کھڑے کئے جائیں کہ چہاد کیلئے کمان ان کے ہاتھ میں ہو۔



فصل

حضور اکرم ﷺ کی کمائیں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ کمائیں تھیں:-

- ۱ الرُّوحَاءُ ۲ الصَّفْرَاءُ ۳ الْبَيْضَاءُ یہ آپ کو بنو قریظہ سے ملی تھی۔
- ۴ النَّزَوْرَاءُ ۵ الْكَتُومُ۔ اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ تیر چلاتے وقت اس کی آواز بہت کم ہوتی تھی۔ بعض روایت میں ایک اور کمان کا بھی تذکرہ ہے اس کا نام ”الْأَسْدَادُ“ تھا اور اس کے ساتھ جو ترکش تھا اس کا نام ”الْكَافُورُ“ تھا اور کے ساتھ پڑکا بھی تھا جس کا حلقہ چمڑے کا اور سیرا چاندی کا تھا۔

[رَسُولُ اللَّهِ ﷺ کی یہ تمام کمائیں ”نَجْع“ اور ”شَوْطُ“ نامی درختوں کی لکڑی سے بنی ہوئی تھیں۔]
[اس فصل کے بعد مُصَنَّف نے نہایت تفصیل کے ساتھ تیر اندازی اور گھڑ سواری کے مقابلے کے احکام کو بیان فرمایا ہے، چونکہ یہ مسائل خالص فقہی نوعیت کے ہیں، اس لئے ہم انہیں یہاں بیان نہیں کر رہے، اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور موقع عطاء فرمایا تو انشاء اللہ ان کو الگ رسالے میں بیان کیا جائے گا۔]



فصل

تیر اندازی بھلائی کے پر سخت و عیدیں

احادیث میں ان لوگوں کیلئے سخت و عید آئی ہے جو تیر اندازی سیکھ کر اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔
 فقہیم النخعی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ تیر اندازی کے دو ہدفوں کے درمیان پھر رہے ہیں، حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور آپ کو اس میں بہت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے، اس پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نہ سنا ہوتا، تو میں اتنی مشقت نہ کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی، پھر اسے چھوڑ دیا، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا، تو اُس نے میری نافرمانی کی۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرات علماء کرام میں سے ایک جماعت کے نزدیک تیر اندازی سیکھ کر اُسے چھوڑ دینا کبیرہ گناہ ہے، وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس عمل کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمادیں کہ ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے، یا وہ نافرمان ہے تو وہ عمل کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے تو اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھ کر تیر اندازی چھوڑنے والوں کیلئے وعیدوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی چھوڑ دینا سخت مکروہ فعل ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان تمام اقوال کو سامنے رکھ کر اگر تیر اندازی چھوڑنے کو کبیرہ گناہ نہ بھی قرار دیا جائے، تو وہ ایسا صغیرہ گناہ ہے جس پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے بچے اور جو اس گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو یعنی تیر اندازی چھوڑ چکا ہو، تو اُسے چاہئے کہ فوراً توبہ کر کے اس عمل کو شروع کر دے اور زندگی بھر تیر اندازی کو لازم پکڑے۔

دعوت

[تیر اندازی سیکھنے، دشمن کی طرف تیر چلانے اور تیر اندازی میں تعاون کے فضائل ہم نے پڑھ لئے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج اللہ تعالیٰ نے ان فضائل کا حاصل کرنا ہم کمزور مسلمانوں کیلئے آسان فرما دیا ہے، پہلے ایک ایک تیر چلانے کیلئے مشقت کرنی پڑتی تھی، زور لگانا پڑتا تھا اور تکلیف اٹھانی پڑتی تھی، مگر آج کل توجہ دید اسلحہ تیار ہو چکا ہے، جس میں ٹریگر پر ہلکی سی انگلی دبا کر منٹوں میں ہزاروں گولیاں دشمن کی طرف چلائی جاسکتی ہیں، اب کون انسان ہے جو ان فضائل سے محروم رہنے کا تصور بھی کرے؟ اگر آج ہم نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر گولیاں اور راکٹ نہ برسائے، تو پھر وہ ابابیل بھی ہم سے اچھے تھے جنہوں نے کعبۃ اللہ کی حفاظت کیلئے آسمان سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر نکلیاں برسائیں اور ہاتھیوں کے لشکر کو کھائے ہوئے ٹھس کی طرح بنا دیا۔ آج بھی ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور بحری بیڑوں کی شکل کے ہاتھی کعبۃ اللہ کی طرف اور مسلمانوں کی سرحدوں کی طرف دندناتے ہوئے بڑھ رہے ہیں اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان مجاہدین ابابیلوں کی طرح ان پر گولیاں اور راکٹ برسائیں اور دشمن کی طرف تیر چلانے کے بے شمار فضائل حاصل کریں۔

یاد رکھیں! دشمن کی طرف تیر پھینکا جائے یا خاک کی مٹھی، اللہ تعالیٰ اُسے دشمنوں کے لئے خطرناک بنا دیتا ہے، کیونکہ اگرچہ ظاہری طور پر پھینکنے والا مجاہد ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اصل میں پھینکنے والے ہم ہوتے ہیں یعنی اس میں تاثیر ہم ہی ڈالتے ہیں۔

آج سے انیس سال پہلے اپنے وقت کی سب سے بڑی جنگی اور ایٹمی طاقت سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا، تو نہتے مجاہدین اس کے مقابلے میں نکلے، تب

دُنیا جہان نے وہ مناظر دیکھے جن کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، مجاہدین پتھر پھینکتے تھے اور روسی ٹینکوں میں آگ لگ جاتی تھی، مجاہدین اپنی سادہ راکفل سے گولی چلاتے تھے اور روسی ہیلی کاپٹر زمین پر آگرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے ان ابا بیلوں نے اپنی استطاعت کے مطابق دشمن پر اسلحہ پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی قوت کو شامل فرمادیا۔ آج بھی مسلمانوں کو چاہئے کہ گولہ باری اور میزائل باری کی، مشق کریں اپنی عورتوں کو بھی اسلحہ سکھائیں، کیونکہ آج کے اسلحہ کا استعمال بہت آسان ہے اور مسلمانوں پر خطرات بہت زیادہ ہیں، چنانچہ ان خطرات سے بچنے کیلئے مسلمانوں کو پھینک کر مارنے والے آلات زیادہ سے زیادہ بنانے چاہئیں اور ان کے استعمال میں خوب مہارت حاصل کرنی چاہئے اور جو مسلمان اسلحہ چلانا سیکھ چکے ہیں مگر اب گھروں میں جا بیٹھے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور دوبارہ میدانِ جہاد کا رخ کرنا چاہئے۔ اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے فوج میں یا کمانڈ وز دستوں میں رہ کر ہتھیار چلانا سیکھے ہیں، مگر اب اپنی نوکری سے پنشن لے کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ اپنی اس صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے مرتے دم تک استعمال کرتے رہیں، کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی استطاعت اور صلاحیت کے مطابق حساب لیا جائے گا آج جبکہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں، ہر باصلاحیت فرد کو اپنی صلاحیت استعمال کر کے مسلمانوں کی حفاظت کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کیلئے میدانوں میں نکلنا چاہئے۔

یا اللہ! تو ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین [







مجاہدین کی تلواروں و نیزوں اور دیگر
سامان ہمدادی فضیلت کا بیان



آپ ﷺ کی تلواریں



اسلامی حکم

اسلحہ سیکھنا اور پھر اسے یاد رکھنا یعنی استعمال کرتے رہنا یہ اسلامی احکامات میں سے ہے اور اس کے چھوڑنے پر سخت وعید ہے، اب وہ مسلمان اپنی زندگیوں پر غور فرمائیں جنہوں نے کبھی اس اسلامی حکم کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہیں کی، بلکہ اس کو اپنے دین کا حصہ تک نہیں سمجھا حالانکہ آنحضرت ﷺ خود بھی اسلحہ کی مشق فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۸۳)

حضور ﷺ کی ترہ جہات

آپ ﷺ نے طرح طرح کی تلواریں خریدیں۔ جب گھر میں فاقے تھے تب بھی آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں گیارہ تلواریں آپ ﷺ کی ذاتی موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے اچھے سے اچھا اسلحہ خریدنے اور عسکری قوت بڑھانے کو ترجیح دی۔ (فتح الجواد: ۴/۲۲۲)



باب ۲۱

مجاہدین کی تلواروں، نیزوں اور دیگر سامانِ جہاد کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلْيَأْخُذُواْ أَسْلِحَتَهُمْ ۚ (النساء: ۱۰۲) | اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَأَعِدُّواْ لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ۚ (الانفال: ۶۰) | اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کر سکو سو تیار رکھو۔

نیزے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَنَّكُمْ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَدِمَاخُكُمْ ۚ (المائدہ: ۹۴) | اے ایمان والو! البتہ اللہ تعالیٰ ایک بات سے تمہیں آزمائے گا اس شکار سے جس پر تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچیں گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ”وَأَعِدُّواْ جُذُرَكُمْ“ کی تفسیر میں فرمایا ہے: یعنی اپنی تلواریں گلے میں لٹکا کر رکھا کرو، کیونکہ یہی مجاہدین کا حلیہ (یعنی زیور) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ”وَأَعِدُّواْ لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: قوت سے مراد اسلحہ اور تیر کمانیں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جہاد کیلئے اسلحہ تیار کیا، وہ ہر صبح اس کے نامہ اعمال میں ڈالا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں پس جس کا اسلحہ بڑھ جاتا ہے، اس کی نیکیاں بھی بڑھادی جاتی ہیں اور جس کا اسلحہ کم ہو جاتا ہے، اس کی نیکیاں بھی کم ہو جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

یہ دونوں روایات مُعْتَصَل ہیں اور ان کی سند کا حال بھی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ مسئلہ خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ شہسواری سیکھنا اور سکھانا اور اسلحہ کا استعمال سیکھنا [عمومی حالات میں] فرضِ کفایہ ہے۔ عَلَّامَةُ قُرْطُبِيِّ رَحِمَهُ اللہُ فرماتے ہیں یہ کبھی فرضِ عین بھی ہو جاتا ہے، جبکہ مسلمانوں کو اس کی سخت ضرورت ہو اور فرضِ کفایہ اداء کرنے والے بھی باقی نہ رہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

تلواروں اور نیزوں کے فضائل میں کئی احادیث آئی ہیں۔ [آئیے! ان میں سے بعض کو یہاں پڑھتے ہیں۔]

① رُسُولُ اللہ ﷺ تلوار دیکر بھیجے پگتے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رُسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ صرف اکیلے اللہ (تعالیٰ) کی عبادت کی جائے، جس کا کوئی شریک نہیں اور میری روزی میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھ دی گئی ہے اور ذلت اور پستی ان لوگوں کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے لائے ہوئے دین کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔ (مسند احمد)

عَلَّامَةُ ابْنِ قَیْمٍ رَحِمَهُ اللہُ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رَحِمَهُ اللہُ نے ارشاد فرمایا: جس جگہ پر جہاد کی ضرورت ہو وہاں نیزے بنانا نفل نماز سے افضل ہے۔ (الفرسۃ الحمدیہ)

مُصَنَّفُ رَحِمَهُ اللہُ فرماتے ہیں کہ جہاد کے تمام اسلحے کا یہی حکم ہے جو اوپر نیزے کا بیان ہوا ہے۔

② جَنَّتِ تلواروں کے سائے میں

حضرت عبد اللہ بن ابی اؤفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بعض ان دنوں میں، جن میں آپ ﷺ کا دشمن سے مقابلہ تھا، سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ (تعالیٰ) سے عافیت مانگو اور جب دشمن سے لڑائی شروع ہو جائے تو ڈٹ کر لڑو اور خوب جان لو کہ جَنَّتِ تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت اور ایک پراگندہ حال شخص کا واقعہ پہلے گزر

چکا ہے کہ وہ یہی حدیث شریف سن کر فوراً لڑائی میں کود گئے اور شہید ہو گئے۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

۳ تلواریں جنت کی چابیاں

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: مجھے خبر دی گئی کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔ ابن عساکر رحمہ اللہ وغیرہ نے اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بھی نقل کیا ہے۔
مُصَنَّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں تلواروں کو جنت کی چابیاں قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جب مجاہد میدان جنگ میں تلوار نکالتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

۴ تلوار چلانا جنت میں داخلے کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو ایسے اعمال نہ بتاؤں جو تمہیں جنت میں لے جائیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [وہ اعمال یہ ہیں:-] تلوار چلانا، مہمان کو کھانا کھلانا، نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا۔ (ابن عساکر)

۵ دنیا میں تلوار لٹکانے کا بدلہ جنت میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جہاد یا سرحد کی پہرے داری کے دوران نماز میں تلوار باندھے رکھی، تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن اعزاز و اکرام کی حُمیل پہنائیں گے۔ (شفاء الصدور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں تلوار لٹکاتا ہے، اُسے ایمان کی چادر پہنائی جائے گی اور جب تک یہ تلوار مجاہد کے جسم پر رہتی ہے، فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

۶ آگ سے حفاظت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جہاد میں تلوار باندھی تو یہ اُس کیلئے آگ سے بچانے والی ڈھال ہوگی اور جس

نے جہاد میں نیزہ اٹھایا، وہ اُس کیلئے قیامت کے دن عَلم [یعنی جھنڈا] ہوگا۔ (شفاء الصدور)

۴ اللہ تعالیٰ کا فخر کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ (ﷻ) مجاہد کی تلوار، اس کے نیزے اور اس کے اسلحے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب اللہ (ﷻ) کسی بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، تو پھر اُسے کبھی عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا۔ (کتاب الترغیب لابی حفص بن شاہین و ابن عساکر)

۸ تلوار باندھ کر پڑھی جانے والی نماز سترگنا افضل

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ (ﷻ) کے راستے میں تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز دوسرے لوگوں سے سترگنا افضل ہے اور اگر تم کہو کہ سات سوگنا افضل ہے تو وہ بھی درست ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) اپنے راستے میں تلوار باندھنے والے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب تک وہ تلوار باندھے رکھتا ہے، فرشتے اُس کیلئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں، اور پہرے دار کیلئے تلوار باندھے رکھنا ایسے ہی شہادت ہے جس طرح مُعتکف کے لئے روزہ۔ (شفاء الصدور)



فصل

حضرت کعب بن العلاءؓ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ (عَلَّیْکَ) کے یمن میں دو خزانے ہیں، ایک تو یرموک کی لڑائی میں نکل آیا، کہ اس دن اَزْدِی [یعنی یمن کے اس قبیلے کے لوگ] لشکر کا ایک تہائی تھے اور دوسرا خزانہ [قیامت کے قریب] بڑی لڑائی کے دن نکلے گا، یہ ستر ہزار ہوں گے اور ان کی تلواروں کے پر تلے کھجور کی چھال کے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابُو اُمَامَہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بہت سے علاقے فتح کئے، لیکن ان کی تلواروں کی زیب و زینت سونے چاندی کے ذریعے سے نہیں ہوتی تھی، بلکہ ان کی تلواروں کی زیبائش اُونٹ کی گردن کے پٹھے، تانبے اور لوہے سے ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری)

[ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابُو اُمَامَہؓ نے یہ بات اُس وقت فرمائی، جب آپؓ نے لوگوں کو تلواروں کی زیادہ زیب و زینت کرتے دیکھا۔

بہر حال دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کا استعمال تلواروں میں جائز ہے۔

مُصَنَّفِ عِیْسَی کا مقصد ان دو روایات کو بیان کرنے سے یہ ہے کہ تلواروں اور دیگر ہتھیاروں کو دشمن کے خلاف خوب کارگر بنانا چاہئے، لیکن فضول نمائشوں میں مُبْتَلا نہیں ہونا چاہئے۔]

فائدہ:

حضرت عُمَرُ بن العلاءؓ نے ارشاد فرمایا: دشمنوں کے علاقوں میں [جنگ کے دوران] اپنے ناخن بڑھاؤ، کیونکہ یہ بھی اسلحہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں کہ جہاد کے دوران دشمنوں کے علاقے میں ناخنوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے، مثلاً رسی وغیرہ کھولنے اور دوسرے کاموں میں۔ (المغنی)

فائدہ:

اللہ (عَلَّیْکَ) کے راستے میں جو تلوار سب سے پہلے سونتی گئی، وہ حضرت زبیر بن العوّامؓ رضی اللہ عنہ

کی تلوار تھی اور اس تلوار کیلئے حضور اکرم ﷺ نے دعاء بھی فرمائی۔

واقعہ یہ ہوا، ایک بار شیطان نے یہ افواہ اُڑادی کہ حضور اکرم ﷺ کو گرفتار کر کے مکہ کے پہاڑوں پر لے جایا گیا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اُس وقت بارہ سال کے تھے، یہ افواہ سنتے ہی وہ اپنی تلوار ہاتھ میں لیکر باہر نکل آئے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا کہ اس طرح سے ہاتھ میں تلوار لے کر پھر رہے ہو؟ کہنے لگے: مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: اگر ایسا ہوتا تو تم نے کیا کرنا تھا؟ کہنے لگے: میں اس تلوار سے آپ کے پکڑنے والوں کو ختم کر دیتا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے خود انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے جانبازوں اور عظیم بہادروں میں سے تھے۔ (المسہد رک)

ابن ابی الزناد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ کے سر پر تلوار ماری جو اُس کے لوہے کے خود [یعنی جنگی ٹوپی] کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک سے گزر گئی۔ کچھ لوگوں نے کہا: آپ کی تلوار کیا ہی عمدہ ہے۔ اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے، ان کا خیال تھا کہ یہ تو ہاتھ کی طاقت کا کمال ہے تلوار کا نہیں۔

علامہ طرطوشی رحمہ اللہ نے ”سراج المملوک“ میں لکھا ہے: کچھ پُرانے اور بوڑھے مجاہدین نے یہ قصہ سنایا کہ ایک بار مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی، تو انہوں نے میدانِ جنگ میں لوہے کے خود کا ایک ٹکڑا دیکھا جس کا ایک تہائی حصہ سر کے اندر گھسا ہوا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ایسے زوردار وار کے بارے میں ہم نے کبھی نہیں سنا تھا۔ زومی اُسے اٹھا کر لے گئے اور اپنے ایک گر جاگھر میں لٹکا دیا۔ انہیں جب بھی شکست پر عار دلائی جاتی تھی تو وہ یہی خود دکھایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مقابلہ ایسی قوم کے ساتھ تھا جن کے وار اس طرح کے تھے۔“ (سراج المملوک)



فصل

آپ ﷺ کی تلواریں

حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں۔ [آئیے! ان کے تذکرے سے اپنے ایمان کو جلا بخشنے ہیں۔]

① **الْمَأْتُور:**۔ یہ تلوار آپ ﷺ کو اپنے والد صاحب کی طرف سے وراثت میں ملی تھی اور آپ ﷺ اسے مدینہ منورہ لائے تھے۔

② **الْعَضْب:**۔ غزوہ بدر میں جاتے وقت یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش خدمت کی تھی۔

③ **ذُو الْفَقَار:**۔ غزوہ بدر کے مالِ غنیمت میں ہاتھ آئی اور پھر تمام جنگوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہی، اس کا وسط ریڑھ کی ہڈی کے مشابہ تھا، اس تلوار کے قبضے، دھارے، پتے اور نیام کے نچلے حصے میں چاندی استعمال ہوئی تھی۔

④ **الصَّمْصَام:**۔ [کاٹنے والی، مضبوط جو کبھی نہ مڑ سکے،] یہ حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

⑤ **الْقَلْبِی:**۔ یہ قلع نامی جگہ سے ملی تھی۔

⑥ **الْبَتَّار:**۔ [بہت خوب کاٹنے والی]۔

⑦ **الْحَتَف:**۔ حنف موت کو کہتے ہیں۔

⑧ **الرَّسُوب:**۔ جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔

⑨ **الْمِخْذَم:**۔ کاٹنے والی تلوار۔

⑩ **الْقَضِيب:**۔ بہت زیادہ کاٹنے والی۔

آپ ﷺ کے نیزے اور بھیاں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن میں سے تین تو آپ ﷺ کو بنو قینقاع سے

ہاتھ لگے تھے، ایک اور نیزہ ”الْمُشَوِي“ نام کا تھا، یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ نیزہ جسے لگتا تھا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا، [بلکہ وہیں دم توڑ دیتا تھا]۔ ایک اور نیزہ ”الْمُنْشَنِي“ نام کا تھا۔
 آپ ﷺ کے پاس ایک برچھی تھی جس کا نام ”النَّبْعَةُ“ تھا۔ اس کا تذکرہ علامہ شہنشاہ محمد علی نے کیا ہے اور ایک بڑی برچھی تھی اس کا نام ”النَّبِيضَاءُ“ تھا۔ جبکہ ایک چھوٹی برچھی ”الْعَزْرَةُ“ نام کی تھی جسے آپ ﷺ چلتے وقت ہاتھ میں رکھتے تھے اور عید کے دن آپ ﷺ کے آگے نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا تھا، پھر اسی نیزے کو عید گاہ میں بطور سترہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

① ذَاتُ الْفُصُوفِ :- یہ لمبی زرہ تھی اور یہی آپ ﷺ نے ایک بار ابوالفتحؒ یہودی کے پاس اپنے اہل و عیال کیلئے جو کے بدلے رہن رکھی تھی۔

② ذَاتُ الْوِشَاحِ -

③ ذَاتُ الْحَوَاشِي -

④ الشَّعْدِيَّة :- یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں۔
 بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔

⑤ فِضَّة - ⑥ الْبَتْرَا - ⑦ الْخَزْنِق -

آپ ﷺ کے خود

آپ ﷺ کے پاس لوہے کے دو خود یعنی جنگی ٹوپیاں تھیں :-

① الْمَوْشِح - ② الشُّبُوعُ يَا ذُو الشُّبُوع -

یہی ”خود“ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا۔

آپ ﷺ کی ڈھالیں

آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال ”الْمَلُوقُ“ نامی تھی ”ذَلَقُ“ بھسنے کو کہتے ہیں، اس پر تلوار وغیرہ پھسل جاتی تھی۔ ایک اور ڈھال ”الْفُتَقُ“ نامی تھی۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی

خدمت میں ایک اور ڈھال بطور ہدیہ پیش کی گئی تو اس پر عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

دعوت

[جہاد کیلئے خریدے جانے اور تیار کئے جانے والے اسلحہ کے فضائل ہم نے پڑھ لئے، اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی میراث میں نہ درہم چھوڑے اور نہ دینار، اور نہ کوئی اور مال و دولت، البتہ آپ ﷺ اپنی میراث میں اُمت کو علم اور جہاد کے ہتھیار عطاء فرما کر اس دنیا سے تشریف لے گئے، مسلمانوں نے جب تک اس میراث نبوی ﷺ کو تھامے رکھا، اس وقت تک وہ واقعی مسلمان رہے، دنیا کی کوئی طاقت اُن پر غالب نہ آ سکی اور نہ کہیں اسلامی نظام کو چیلنج کیا جاسکا۔ لیکن جب مسلمانوں نے علم دین چھوڑ دیا اور اسلحہ کو بھی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا تو پھر نہ وہ اپنے اندر اسلام کو محفوظ رکھ سکے اور نہ وہ دنیا میں اسلامی نظام کی حفاظت کر سکے، بلکہ اب تو وہ زمانہ بھی آچکا ہے جب خود بہت سے نام نہاد مسلمان اسلامی نظام حکومت اور اسلامی معیشت کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اور اسلامی سزاؤں کو (نَعُوذُ بِاللّٰہ) انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اب کافروں کی طرح کہنے لگے ہیں کہ اسلام ایک مذہب ہے اور مذہب ایک ذاتی معاملہ اور مسجد تک محدود چند مسومات کا نام ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک کامل دین ہے جو دنیا کے تمام باطل ادیان اور ظالمانہ نظاموں پر غالب ہونے کیلئے آیا ہے اور لوگوں کو سیدھا راستہ، امن، روزی اور وسعت والی زندگی عطاء کرنا اسلام کی ذمہ داری ہے، جبکہ اسلام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے اور مسلمان یہ ذمہ داری اسی وقت اداء کر سکتے ہیں، جب وہ اپنے پاک نبی حضرت محمد ﷺ کی وراثت کو تھامیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے

اسلام کی دعوت دی اور یہ اعلان فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھیج دیا ہے اور میں قیامت تک تمام انسانیت کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرا کام دنیا میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو غالب کرنا اور باقی سارے ادیان کو مغلوب کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے جب یہ دعوت دی تو آپ ﷺ کے مقابلے میں دو ۲ چیزیں سینہ تان کر کھڑی ہوئیں، ایک جہالت اور دوسری کافروں کی طاقت۔ آپ ﷺ نے جہالت کے مقابلے میں قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں علم کو پھیلایا اور جب آپ دُنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنی میراث میں یہ علم اُمت کیلئے چھوڑا اور اُمت نے اس علم کو اپنے سینے سے لگالیا۔

دوسری چیز جو اسلام کے مقابلے پر اُتری، وہ تھی کافروں کی طاقت، چنانچہ اس سے مقابلے کیلئے آپ ﷺ پر جہاد فرض کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک دُنیا میں کافروں کے پاس فتنہ انگیز طاقت موجود ہے، کیونکہ کافر ہمیشہ اپنی طاقت کو اسلام کے خلاف استعمال کرتے رہیں گے اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے طاقت بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے، چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تم دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی بقاء چاہتے ہو، تو پھر اپنے دشمن کافروں کو کبھی بھی طاقتور نہ بننے دینا، بلکہ ان کی طاقت کو توڑنے کیلئے ان سے جہاد کرتے رہنا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جزیرۃ العرب سے کافروں کی طاقت کو ختم کر دیا گیا، حضرات خلفاء راشدین نے بغیر تاخیر کئے روم اور فارس کی دونوں سپر پاوروں پر آگے بڑھ کر وار کیا اور ان کی طاقت کو بھی اکھاڑ پھینکا۔ بس یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسلحے سے محبت فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی وراثت میں بھی اسلحہ چھوڑا، کیونکہ اسلحے کے ذریعے سے جہاد ہوتا ہے اور جہاد کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا نظام دُنیا میں قائم اور نافذ ہوتا ہے۔ مگر کافروں نے محنت کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلحے کی نفرت

ڈال دی اور ان کے ذہنوں میں یہ بھر دیا کہ اسلحہ اٹھانا یا تو تنخواہ دار فوجیوں کا کام ہے، یا بد معاشوں اور غنڈوں کا۔ جبکہ شرفاء، علماء اور صلحاء کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ہاتھوں میں اسلحہ لیکر پھریں، یا اپنے گھروں میں اسلحہ جمع کریں۔ کافروں کا یہ جادو کام آ گیا اور اہل علم اور اہل تقویٰ نہتے ہو گئے، حالانکہ ماضی کے ائمہ، اکابر، محدثین، صوفیاء اور اولیاء ساری زندگی ہاتھوں میں ہتھیار اٹھا کر جہاد کے راستوں میں شہادت کی لیلیٰ کو ڈھونڈتے رہے اور ان میں سے بعض ایسے بھی گزرے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوتا تھا، یا وہ شہید ہوتے تھے، تب بھی ہتھیار ان کے ہاتھوں میں ہوتے تھے وہ ان ہتھیاروں سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اپنا قیمتی سرمایہ اور قیمتی وقت انہیں خریدنے، بنانے اور سیکھنے میں خرچ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان پر فخر کرتا ہے، جبکہ آج نہتے مسلمانوں پر اسلام خون کے آنسو روتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی بڑی اور کم فہمی کی وجہ سے اسلام کے غلبے کی محنت کو چھوڑ دیا ہے۔ اسلام کے یہ آنسو شرمندگی اور غار بن کر ہمیں ایک ہی بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ ہم ان چیزوں کو دوبارہ تھام لیں جو ہمارے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ ہمیں عطاء فرما گئے تھے تب ان شاء اللہ اسلام بھی ہم پر فخر کرے گا اور ہم قیامت کے دن کی شرمندگی سے بھی بچ جائیں گے۔

یا اللہ! ہم سب مسلمانوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی میراث سنبھالنے اور تھامنے کی توفیق عطاء فرمادے اور ماضی کی طرح اب بھی اسلام کو دنیا میں نافذ فرما کر انسانیت پر رحم فرمادے۔ آمین ثم آمین]





اَعْفُوْنَا
وَاَعْفُوْنَا
وَاَعْفُوْنَا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں
زخمی ہونے والے بعض حضرات کے واقعات



زندگی بخشنے والا عمل

آیت لَمَّا يَحْيِيكُمْ فِي زَنْدَقِي وَالْعَمَلِ سَعَرَادُ ”جہاد“ ہے، کیونکہ وہ بالکل واضح طور پر زندگی کا ذریعہ ہے اس لئے کہ اگر دشمن سے جنگ نہ کی جائے تو وہ حملہ آور ہو جاتا ہے اور اگر اس سے جنگ کی جائے تو اس میں اس کے لئے موت (اور مسلمانوں کے لئے زندگی) ہے اور جہاد میں مسلمان کو جو موت ملتی ہے وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۳۲)



جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں زخمی ہونے والے بعض حضرات کے واقعات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ (ﷻ) اپنے راستے میں زخمی ہونے والوں کو خوب جانتے ہیں، وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم سے (ایسا) خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری، مسلم)

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کے زخم سے خون بہنے کے دو ۲ مقصد ہیں:- پہلا یہ کہ خون اسے زخمی کرنے والے کے خلاف ثبوت بنے گا اور دوسرا یہ کہ اس کے خون میں مشک کی خوشبو جاری کر کے تمام لوگوں کے سامنے اس کی افضلیت کا اعلان ہوگا [کہ یہ وہ خوش قسمت ہے جس نے اپنا خون اللہ (ﷻ) کے راستے میں بہایا تھا]۔ (احکام الاحکام)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں دودھ نکالنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت جہاد کیا، جنت اُس کیلئے واجب ہوگئی اور جس شخص نے بچے دل سے اللہ (ﷻ) سے شہادت مانگی، پھر وہ [طبعی موت] مر گیا، یا شہید ہوا، اس کیلئے شہید کا اجر ہے اور جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں زخمی ہوا، یا اُس نے چوٹ کھائی تو قیامت کے دن اُس کا زخم پہلے سے زیادہ تازہ ہوگا۔ اُس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک کی ہوگی اور جس کو اللہ (ﷻ) کے راستے میں پھوڑا نکلا، اُس پر قیامت کے دن شہیدوں کی فہر ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے نزدیک دو ۲ قطروں اور دو ۲ قدموں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے، ایک اُس آنسو

کا قطرہ جو اللہ (ﷻ) کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا اُس خون کا قطرہ جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں بہہ گیا ہو اور دو محبوب قدموں میں پہلا وہ قدم ہے جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں اٹھا ہو اور دوسرا وہ قدم جو اللہ (ﷻ) کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کیلئے اٹھا ہو۔ (ترمذی)

حضرت عَائِشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوہ اُخذ کا تذکرہ کرتے تھے، تو وہ فرماتے تھے کہ وہ دن تو سارا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ میں سب سے پہلے واپس لوٹنے والا شخص تھا، جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کافروں سے لڑ رہا ہے، میں نے کہا: یہ یقیناً طلحہ رضی اللہ عنہ ہی ہونگے جو اُس شرف کو حاصل کر گئے جو مجھ سے رہ گیا۔ اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ستر سے زائد یا اس سے کچھ کم زخم لگے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا جو شل ہو چکا تھا، اسی ہاتھ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت فرمائی تھی [کہ دشمنوں کی طرف سے آنے والے تیر اپنے اس ہاتھ پر روک کر حضور اکرم ﷺ تک نہیں پہنچنے دیتے تھے]۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو ایک شخص نے بتایا کہ میں نے انہیں میدان جنگ میں دیکھا کہ ایک کافر نے انہیں نیزہ مارا، انہوں نے اسی زخمی حالت میں اس کافر پر حملہ کیا اور دونوں اکٹھے گر گئے۔

(سیر اعلام النبلاء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت ابوذر جائے رسول اللہ ﷺ نے باغ کے اندر چھلانگ لگائی جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی، وہ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن

ابُو جَہَل کو اپنی طرف متوجہ کیا، پھر جب مجھے موقع مل گیا تو میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا پاؤں پٹنڈی سے کاٹ دیا۔ اسی دورانِ عکرمہ بن ابی جَہَل نے میری گردن پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ دیا، وہ بازو میرے جسم کی کھال کے ساتھ لٹکارا گیا اور اس حملے نے مجھے ابُو جَہَل سے ہٹا دیا۔ میں سارا دن اُسی لٹکے ہوئے بازو کے ساتھ لڑتا رہا، جب یہ بازو مجھے زیادہ تکلیف دینے لگا تو میں نے اُسے پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور اُسے جسم سے جدا کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت جَعْفَر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ یَمَامَہ کے دن حضرت ابُو عَیْثِل رضی اللہ عنہ سب سے پہلے نکلے، دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا جو انہیں کندھے اور دل کے درمیان لگا، یہ تیر نکالا گیا، لیکن ان کا بایاں حصّہ سخت متاثر ہوا، چنانچہ وہ گھسٹ کر اپنے خیمے تک پہنچے۔ جب میدانِ جنگ سخت گرم ہو گیا اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگی، تو حضرت مَعْن بن عَدِی رضی اللہ عنہ نے انصار کو آواز لگائی: اے انصار یو! اَو اللہ تعالیٰ کی طرف، اَو اللہ تعالیٰ کی طرف اور دشمن پر پلٹ کر حملہ کرو۔ یہ سن کر حضرت ابُو عَیْثِل رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمانے لگے: پکارنے والے نے میرا نام بھی پکارا ہے۔ میں نے کہا: ان کا مقصد زخمیوں کو پکارنا نہیں تھا۔ فرمانے لگے: میں بھی انصار میں سے ہوں اور میں ضرور ان کی پکار پر جاؤں گا، اگرچہ گھسٹ کر جاسکوں۔ انہوں نے پٹی باندھی اور تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے اور آوازیں لگانے لگے: اے انصار! آج حُتَیْن کے دن کی طرح پلٹ کر حملہ کرو۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اور حضرت ابُو عَیْثِل رضی اللہ عنہ کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا۔ میں نے کہا: اے ابُو عَیْثِل! انہوں نے کمزوری آواز میں جواب دیا اور پوچھا کہ کس کو شکست ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: مبارک ہو! اللہ تعالیٰ کا دشمن [یعنی مُسَیَلَمَہ گڈاب] مارا گیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شہید ہو گئے۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا، تو وہ فرمانے لگے: ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، وہ شہادت کی طلب میں لگے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اُسے پائی لیا۔ (مرآۃ الزمان لابن الجوزی)

حضرت سالمؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک لڑائی کے دوران ان سے کہا گیا کہ اگر آپ کو خوف اور خطرہ محسوس ہو رہا ہو تو جھنڈا آپ کے علاوہ کسی اور کو دے دیا جائے۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا: [اگر خوف کی وجہ سے جھنڈا کسی اور کو دے دوں] تب تو میں قرآن کا بہت بُرا عالم ہوں۔ [جنگ کے دوران] ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، جب بائیں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ اس وقت وہ یہ آیات پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَيَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رَيْثُونَ كَثِيرٌ ۝

اور محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت رسول گزرے پھر کیا، اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو ثواب دے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی مر نہیں سکتا، ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اُسے دنیا ہی میں دے دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اُسے اُس میں سے دیں گے اور ہم شکر گزاروں کو جزا دیں گے۔ اور کئی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر

بہت اللہ والے لڑے ہیں۔ (آل عمران: ۱۴۶-۱۴۷)

جب آپ ﷺ گر پڑے تو آپ ﷺ نے ساتھیوں سے پوچھا: اَبُوْخَدِّيْعَہ کا کیا ہوا؟

جواب ملا کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر پوچھا: فلاں کا کیا ہوا؟ جواب ملا: وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ فرمایا: مجھے اُن دونوں کے درمیان لٹا دو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت یزید بن اسکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ اُحُد کے دن جب سخت لڑائی شروع ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی اور آپ ﷺ نے اس دن دوزر ہیں پہن رکھی تھیں جس کی وجہ سے کچھ بوجھ تھا۔ جب دشمن آپ ﷺ کے قریب آ گئے تو حضرت مُصْعَب بن عُمَیْر رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ ﷺ سے ہٹایا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور حضرت ابودُجَانہ رضی اللہ عنہ بھی دشمنوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے، وہ شدید زخمی ہو گئے، خود رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ ﷺ کے ہونٹوں اور رخسار پر بھی زخم آئے۔ اُس دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کون شخص ایسا ہے جو اپنی جان ہمارے لئے قربان کرے؟ یہ سُن کر انصار کے پانچ نوجوان چھلانگ لگا کر میدان میں اترے، ان نوجوانوں میں حضرت زیاد بن اسکن رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ سارے نوجوان شہید ہو گئے، حضرت زیاد رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر گئے، اسی دوران مسلمانوں نے حملہ کر کے حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے آس پاس سے کافروں کو مار بھگایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ اس وقت وہ زخموں سے چُور تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنا پاؤں بچھا دیا، حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے پاؤں مبارک پر اپنا چہرہ رکھا اور شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت عَبْدُ اللہ بن عَبْدُ الرَّحْمٰن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے [اُحُد کے دن] ارشاد فرمایا: کون ہے جو میرے پاس سعد بن رضیع رضی اللہ عنہ کی خبر لے آئے؟ ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں یہ کام کروں گا۔ وہ انصاری صحابی مقتولین کے درمیان گھومنے لگے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ اس وقت آخری سانس لے رہے تھے۔ انصاری نے کہا: اے سعد! اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے بھیجا ہے، تاکہ میں دیکھوں کہ آپ زندوں میں سے ہیں، یا شہیدوں میں سے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو شہیدوں میں سے ہوں، میرا سلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دینا اور کہنا

کہ سعد نے عرض کیا ہے: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائے جو اللہ تعالیٰ کسی قوم کی طرف سے اُس کے نبی کو دیتا ہے اور اپنی قوم [انصار] کو بھی میرا سلام کہہ دینا اور اُن سے کہنا، سعد نے تم سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عُذر قبول نہیں ہوگا، اگر رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے کوئی آرام سے بیٹھا رہا۔
(کتاب الجہاد لابن مبارک)

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ (المسند رک)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ وہ واقعہ جحر میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جن کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے تھے اور وہ گھسٹ رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے:

أُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

کسی نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں انصار میں سے ہوں۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واقعہ جحر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر ایک آزمائش تھی اور اس واقعے میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔

مختصر واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت ابو عبید بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے ایک کنارے پر اترے، تو دستم کے کمانڈر بھیمان نے انہیں پیغام بھیجا کہ یا تو آپ لوگ دریا عبور کر کے ہماری طرف آجائیں، یا ہم دریا عبور کر کے آپ کی طرف آجائے ہیں۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ لوگ ہم سے زیادہ موت پر جرات کرنے والے نہ بن جائیں، چنانچہ

ہم ہی پہلے غُبور کریں گے۔ جب دریا غُبور کیا تو آگے انتہائی تنگ جگہ تھی، وہاں لڑائی شروع ہوگئی، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ چھ سے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تھے، دن کے آخری حصے میں آمنے سامنے کی لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر آگے نہیں بڑھتے تھے، یہ دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود پڑے، دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھیوں پر حملے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے، خود انہوں نے ایک سفید ہاتھی پر حملہ کیا، حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھا تھا اور انہوں نے پالان کی رسی سے لٹک کر اُسے تلوار سے کاٹ دیا، دوسرے مجاہدین نے بھی ایسا ہی کیا، چنانچہ انہوں نے کئی ہاتھیوں کے کئی سوار اُپر سے گرا کر ہلاک کر دیئے۔ اس معرکے میں چھ ہزار مشرک مارے گئے۔ پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی، وہ ہاتھی آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ شہید ہو گئے۔ لشکر والوں نے جب آپ کو ہاتھی کے نیچے دیکھا، تو اُن کے حوصلے پست ہو گئے۔ ادھر اہل فارس نے دوبارہ حملہ کر دیا، مسلمانوں کے سات علمبردار یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ جُسر یعنی پُل کی طرف بڑے اور اُسے غُبور کر لیا۔ مسلمانوں کا لشکر جوابی دفاعی حملہ کر کے پُل تک پہنچ گیا، مگر پیچھے سے ان پر تلواریں چل رہی تھیں، چنانچہ کئی ان میں سے دریائے فرات میں گر گئے، کئی کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ڈوبنے اور قتل ہونے والوں کی تعداد چار ہزار تھی، جبکہ دو ہزار نے بھاگ کر جان بچائی۔

فائدہ:

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جہاد میں زخمی ہونے والوں کو دوسرے زخمیوں جتنی تکلیف نہیں پہنچتی۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جہاد میں شہید ہونے والے کو چوٹی بھرنے جیسی تکلیف ہوتی ہے۔ تو جب شہید کا یہ حال ہے تو اسی سے زخمی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے [کہ اُسے بھی دوسرے زخمیوں کی ہنسبت کم تکلیف ہوتی ہے]۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جس نے تجربہ نہ کیا ہو۔ اُپر جو واقعات ہم نے ذکر کئے ہیں، وہ بھی اس حقیقت

کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح عقلاً بھی یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے، جب دو آدمی کسی ذاتی غصے یا قومی غیرت میں لڑتے ہیں تو انہیں جوش اور غصے کی وجہ سے گہرے زخموں تک کا پتہ نہیں چلتا اور انہیں لڑائی کے بعد ان زخموں کا احساس ہوتا ہے، حالانکہ وہ سارے موت سے بچنے کی کوشش میں ہوتے ہیں، تو خود سوچئے کہ اس آدمی کی کیا کیفیت ہوگی جو اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے دین کیلئے غضب ناک ہو کر شہادت کی طلب میں نکلتا ہے اور اپنے ثور ایمان کے ذریعے شہیدوں اور زخمیوں پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے فضل کو بھی محسوس کرتا ہے، جیسا کہ غزوہ اُحُد میں حضرت انس بن نضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آہا! میں تو اُحُد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دشمنوں میں گھس گئے اور جام شہادت نوش فرما گئے۔ (مسلم)

اسی طرح فتح موصلیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنا ناخن اگھڑتے دیکھا، تو ہنسنے لگی کسی نے پوچھا: تمہارا تو ناخن اگھڑ رہا ہے اور تم ہنس رہی ہو۔ وہ فرمانے لگیں: اجر کی حلاوت نے درد کی کڑواہٹ کو دور کر دیا ہے۔

اس سے بھی عجیب واقعہ جنگِ یرموک میں حضرت حِیاش بن قیس رضی اللہ عنہ کا پیش آیا کہ انہوں نے جنگ کے دوران کافروں کے کئی سردار مار گرائے۔ لڑائی کے دوران ان کی ٹانگ کٹ گئی، مگر انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا، جب لڑائی ختم ہو گئی تو وہ اپنی ٹانگ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (جامع الفنون لابن شیبہ الحرانی)

یہ بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ بعض مرتبہ زخمی کو بھی خورِ عین نظر آ جاتی ہے، کیونکہ وہ بھی جلدی ہی شہید ہونے والا ہوتا ہے۔

اسی سلسلے کا ایک واقعہ عارف باللہ بزرگ امام عبد اللہ النبی فی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”روضۃ الریاحین“ میں نقل فرمایا ہے: راوی کہتے ہیں کہ ہم ملکِ روم میں تھے، ہمارے ساتھ ایک ایسے شخص بھی تھے جو کچھ بھی نہیں کھاتے پیتے تھے، ایک بار میں نے ان سے کہا: آپ کو گیارہ دن سے دیکھ رہا ہوں، آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ انہوں نے کہا: جب آپ لوگوں سے میری جدائی کا وقت قریب ہوگا تو میں اس کی وجہ بتا دوں گا۔ جب جدائی کا وقت قریب آ گیا تو ہم نے

آبنوس کی لکڑی کا بُرادہ بھی زخموں پر چھڑکنے سے زخم جلد بھر جاتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے، یہ مُجَرَّب ہے۔ چَقْمَاق کا پتھر پیس کر اُسے بالکل غبار کی طرح بنالیا جائے، پھر اگر اُسے گندے اور مُشکل سے ٹھیک ہونے والے زخموں پر ڈالا جائے تو وہ زخم مُنہ مِل ہو جاتے ہیں، یہ بھی مُجَرَّب ہے۔ اگر آگ سے بجلی ہوئی جگہ پر اچھا تیل اور اچھی طرح پسا ہوا نمک ڈال دیا جائے تو درد کم ہو جائے گا اور پھوڑا نہیں بنے گا، یہ بھی مُجَرَّب ہے۔ یہ سارے علاج ابْنِ الشَّوْنِبِیِّ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ (واللہ اعلم)

دَعْوَتُ

اللہ تعالیٰ کے راستے کا زخم ایک سعادت اور جنت کا تمغہ ہے۔ آج کل کی محکومتیں اُن فوجیوں کو اعزازی تمغے دیتی ہیں جو ملکی سرحدوں کا دفاع کرتے ہوئے کارنامے سرانجام دیتے ہیں، یا زخمی ہو جاتے ہیں، مجاہدینِ کرام ان ظاہری تمغوں سے بے نیاز ہوتے ہیں، کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے سپاہی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کیلئے اپنے جسم کے قیمتی اعضاء قربان کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پیار آتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہاء مَحَبَّت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اپنی رضا اور جنت کا ایسا تمغہ عطاء فرمائیں گے جسے دیکھ کر ہر شخص یہی تمنا کرے گا کہ کاش! میں نے بھی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کے زخم اپنے جسم پر سجائے ہوتے۔ آج کا نَفْسِ پَرست نقلی عاشق اگر اپنے معشوق کی حفاظت میں اپنی اُننگی کٹوالے، تو وہ معشوق کی نگاہوں میں کتنا بڑا مقام پالیتا ہے، تو کون اندازہ لگا سکتا ہے اس اللہ تعالیٰ قدردان کی قدردانی کا جس سے بڑھ کر کوئی قدردانی کرنے والا نہیں؟ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیمتی اعضاء کٹواتے ہیں، وہ خوش نصیب ہیں کہ ان کے جسم کے اعضاء کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا، اب انہیں اپنے زخموں پر اور کٹے ہوئے اعضاء پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرنا چاہئے اور اسی سے آجر کی امید رکھنی چاہئے۔

سُلطان نُور الدین زنگی رحمہ اللہ کے بھائی کی آنکھ جہاد میں نکل گئی، تو وہ رونے لگے۔ سلطان رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تجھے اندازہ ہو جائے کہ تجھے اس آنکھ کے بدلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ملنے والا ہے، تو تو اس بات پر روئے گا، کہ تیری دوسری آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کیوں قربان نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایمان و یقین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کل تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اہل ایمان کے جسم زخمی ہوئے تھے اور اعضاء کٹے ہوئے تھے، مگر اسلام کا ایک ایک حکم محفوظ تھا، وہ حضرات اپنے جسم کٹوا کر اسلام کی حفاظت فرما رہے تھے، جبکہ آج مسلمانوں کو اسلام سے زیادہ اپنے جسموں کی فکر لگی ہوئی ہے، چنانچہ اسلام کو زخمی کیا جا رہا ہے اور اُسے کاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یا اللہ! ہم مسلمانوں کو توفیق عطاء فرما کہ ہم اپنی جانیں تو قربان کر دیں مگر اسلام پر آج نہ آنے دیں، یا اللہ! اسلام کی بھی حفاظت فرما اور تمام مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین [



اِسْتَدْرَاكَ عَلَى كُلِّ خَطَايَا رَحْمَتِ رَبِّهِمْ

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اللہ تعالیٰ کے راستے میں
کافر و قتل کرنے کی فضیلت کا بیان



کفار کے مارے جانے پر افسوس نہیں.....

جہاد میں جن کافروں کو مارا جاتا ہے وہ گمراہی اور ظلم میں حیوانوں سے بدتر ہوتے ہیں، جب موذی جانوروں کے مارے جانے پر کوئی افسوس نہیں تو ان کفار کے مارے جانے پر کیا افسوس ہے؟ (فتح الجواد: ۱۳۹/۲)

اُمتہ الکفر..... کون؟

دین اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی، بدزبانی اور گستاخی کرنے والے شیطان کے خاص کارندے ہوتے ہیں اسلام کی حفاظت کے لئے اس طرح کے مردود لوگوں کو اُمتہ الکفر قرار دے کر ان کو مارنے کا حکم دیا گیا۔ (فتح الجواد: ۴۰۶/۲)

گستاخ دین واجب القتل ہے

جو کوئی بھی دین کی گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے اور دین کی گستاخی کے دو مطلب ہیں:-

- ① دین کی طرف ایسی چیز منسوب کرنا جو اسکی شان کے مطابق نہ ہو۔
- ② دین اسلام کے کسی بھی حکم کی توہین کرنا۔ (فتح الجواد: ۴۰۱/۲)



اللہ تعالیٰ کے راستے میں کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ
أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝
(النساء: ۷۴)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے، پھر مارا جائے یا غالب رہے تو اُسے ہم بڑا ثواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ
الرِّقَابِ ۝ (محمد: ۴)

پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔

اسی طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر اور اس کو قتل کرنے والا کبھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا دشمن سے مقابلہ ہوا، پھر وہ ڈٹ کر لڑا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا، یا غالب رہا، تو وہ قبر کے فتنے میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (الطبرانی، المعجم رک)

حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ایک سوزرہ بند کافروں کو قتل کیا ہے، وہ سارے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے، میں نے ان میں سے کسی کو باندھ کر نہیں مارا [یعنی سارے لڑائی کے دوران مارے]۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے، جبکہ ابن مندہ رحمہ اللہ وغیرہ نے انہیں صحابی قرار نہیں دیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ

کے پہلے گورنر بنے، اُس وقت اُن کے پاس چار ہزار گھوڑے دشمن سے دفاع کیلئے تیار رہتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ آزمینیا کے گورنر بنے اور شہید ہوئے۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ کے بل لیٹ کر کچھ ترنم سے پڑھنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ اے بھائی! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ یہ سن کر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: اے انس! اے میرے بھائی! میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا، میں نے مقابلے کی دعوت دے کر میدان جنگ میں سو مشرک قتل کئے ہیں اور یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے قتل میں میں نے شرکت کی [یعنی جو گھمسان کی لڑائی میں مارے گئے]۔ (مصنف عبدالرزاق باسناد صحیح)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، غزوہ اُحُد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں لکھتے تھے کہ انہیں کسی لشکر کا امیر نہ بناؤ، کیونکہ یہ اس لشکر کو ہلاکت خیز مقامات میں ڈال دیں گے [یعنی یہ بے حد بہادر ہیں اور آگے بڑھ کر لڑنے کے عادی ہیں]۔ (المسند رک)

مُسْلِمٌ کَذَّاب کے ساتھ لڑائی میں یہ اپنے ہاتھ میں ڈھال لے کر تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھتے اور حملہ کرتے رہے، یہاں تک کہ دروازے تک پہنچ کر اُسے کھول دیا، اُس دن آپ کو اُسی سے زائد زخم آئے۔ (الاصابہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض پراگندہ بالوں والے غبار آلود، دو پُرانی چادروں والے شخص، جن کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، براء بن مالک بھی انہیں میں سے ہیں۔ (ترمذی، الطبرانی)

مسلمانوں نے کُثْر کی لڑائی کے دن ان سے کہا کہ اپنے رب کے نام کی کوئی قسم کھائیں۔ تو انہوں نے فرمایا: اے میرے پروردگار! میں آپ کے نام پر قسم دیتا ہوں کہ آپ

جب ہمیں ان [کافروں] پر غلبہ دے دیں تو مجھے اپنے نبی ﷺ سے ملا دیں [یعنی شہادت نصیب فرمادیں]۔ اس کے بعد انہوں نے حملہ شروع کر دیا، دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا، اہل فارس کو شکست ہوئی اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (الاستیعاب علی حاشی الاصابہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا، تو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا گیا تھا، وہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے وزراء میں سے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے لئے جو کام چاہیں پسند کر لیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا جو کچھ میں آپ سے مانگوں گا، آپ مجھے دیں گے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہ تو آپ سے کسی شہر کی امارت مانگتا ہوں اور نہ ہی خراج وصول کرنے کی ذمہ داری، بس آپ مجھے میری کمان، گھوڑا، نیزہ، تلوار اور زرہ دیکر جہاد میں جانے کی اجازت دے دیجئے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لشکر دیکر بھیج دیا اور وہ اس لشکر میں سے سب سے پہلے شہید ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن ارشاد فرمایا: جو کسی کافر کو قتل کرے گا، اُس کافر کا سامان اُسے ملے گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس کافروں کو قتل فرمایا اور ان کا سامان حاصل فرمایا۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہونے والوں اور بہادری کے جوہر دکھانے والوں کے حالات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ واقعات متفرق طور پر ان شاء اللہ اس کتاب میں آتے رہیں گے۔

حضرت علی بن بکار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے روم کی لڑائیوں میں ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی آنتیں ان کے گھوڑے کی زین پر نکلی پڑی تھیں، انہوں نے ان آنتوں کو اپنے پیٹ میں ڈال کر اُپر پگڑی باندھ لی، اسی حالت میں لڑتے ہوئے دس سے زیادہ رومی سرداروں کو قتل

کیا۔ (الاربعمین لابی الحسن المرادی)

دعوت

[اسلام آئن اور سلامتی والا دین ہے اور اسلام کے ہر حکم میں پوری انسانیت کے لئے زندگی اور امن و سکون کا پیغام پوشیدہ ہے۔ جس طرح انسانی جسم میں اگر کینسر ہو جائے تو اس کینسر کو فوری طور پر کاٹ پھینکنا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ اگر اس کینسر کو نہ کاٹا جائے تو پورے جسم کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مٹو ذی جانور جن کا انسانوں کے درمیان وجود انسانیت کیلئے خطرہ ہوتا ہے، ان کو مارنا بھی انسانیت کے تحفظ کیلئے سخت ضروری ہوتا ہے۔ آج کل کی غیر مہذب دنیا میں بھی منشیات کے تاجروں اور دوسرے خطرناک مجرموں کے مارنے کے قوانین موجود ہیں اور ان کو ہر کوئی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے، کیونکہ ان لوگوں کے وجود اور ان کی کارروائیوں کو انسانیت کیلئے شدید خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام تو آیا ہی انسانیت کو ہر طرح کے نقصان اور بُرائیوں سے بچانے کیلئے ہے۔ چنانچہ وہ کافر جو کفر کے سوداگر بنے پھرتے ہیں اور دن رات اپنی ٹھوکوں سے ٹور اسلام کو بُجھانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں، ان کا وجود انسانیت کیلئے سخت خطرے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کفر جیسی لعنت اور غلاظت کو پھیلاتے ہیں اور اسلام جیسی نعمت کو انسانیت سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام نے ان کافروں کو بھی ہدایت کا پیغام سنایا ہے اور انہیں بھی دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان انسانیت کش حرکتوں سے باز آجائیں، لیکن جب وہ نہیں مانتے اور ختم ٹھونک کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میدانوں میں نکل آتے ہیں، پھر اسلام نے ان کے ختم کرنے کو ایک فرض اور ایک عظیم الشان عبادت قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر کافر کو قتل کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا، چنانچہ وہ لوگ جو انسانیت کے خیر خواہ ہیں، اس فرض کو اداء کرنے کیلئے اور انسانیت کے اندر موجود اس کینسر کو کاٹنے کیلئے

بھرپور کوشش کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ کافروں کو واصلِ جہنم کر کے زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرتے ہیں، کیونکہ کسی بھی زمین پر اس وقت تک کوئی نفع مند فصل نہیں اُگائی جاسکتی، جب تک وہاں موجود مُضِر اور نقصان دہ جڑی بوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کا صفایا نہ کر دیا جائے اور ان کی جڑیں کاٹ کر انہیں زمین کیلئے کھاد نہ بنادیا جائے۔ اسی طرح مسلمان بھی جہاد کا بل چلا کر زمین سے ان غلط عناصر کو اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور غلیظ کافروں کے خون کو زمین کیلئے کھاد بنا دیتے ہیں اور پھر اپنے پاک خون کو بیج کی طرح زمین پر چھڑکتے ہیں، تب جا کر زمین پر امن و سکون کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ اس نکتہ کو سمجھ چکے تھے، اس لئے انہوں نے پہلے جزیرۃ العرب کو کافروں کے وجود سے پاک کیا، قلیب بذر نامی کنوئیں میں ستر کافروں کی لاشیں ڈال کر مکہ مکرمہ سے کفر کا جنازہ نکال دیا، پھر مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں سے مدینہ کی سر زمین کو پاک کیا اور کئی گویلا کارروائیوں کے ذریعے سے کفر کے بڑے بڑے مُتوَنوں کو (جو گستاخی رسول ﷺ جیسے ناقابلِ معافی جرمِ عظیم میں مبتلا تھے۔) نیست و نابود کر دیا، وہ ایک ایک دن میں نو ۹۹ تلواریں ان کافروں پر توڑتے تھے اور ان کے نیزے اُن کافروں کے جسم چھید چھید کر ٹیڑھے ہو جاتے تھے۔

کاش! آج کے مسلمان بھی اس فرض کی ادائیگی اور ان کے فضائل کو حاصل کرنے کیلئے آگے بڑھیں، آج ایک طرف مَکَّہ کے مُشرکین کی تاریخ ہندوستان میں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کی صیہون کی تاریخ اسرائیل میں ڈھرائی جا رہی ہے، آج سلمان رُشدی کی شکل میں کُعب بن اُشرف کا کردار بھی موجود ہے، جبکہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی شکل میں قسطنطین کی باقیات بھی پوری دنیا کو صلیب پر لٹکانے کے خواب دیکھ رہی ہیں، آج مرزا قادیانی کی ڈریتِ مُسئلہ گدّاب کے مشن کی

تکمیل کیلئے اور عُبْدُ اللہ بن سَبا کی نظریاتی اولاد عُبْدُ اللہ بن اُبی کے کام کو پورا کرنے کیلئے میدان میں موجود ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ ان سب کا مقابلہ کرنے کیلئے کل تک مسلمانوں کے پاس دنیا کا اکثر رقبہ ہونے کے باوجود کوئی علاقہ ڈاڑا اسلام نہیں کہلایا جاسکتا تھا، مگر اب الحمد للہ مسلمانوں کو افغانستان کی صورت میں ڈاڑا اسلام بھی نصیب ہو چکا ہے۔

بس اب ضرورت ہے، بڈروٹین اور یمامہ ویرٹوک کے مجاہدین کی، مدینہ منورہ میں تیار ہونے والے لشکروں اور گوریلا دستوں کے حقیقی جانشینوں کی، اب الحمد للہ ان کی خوبصورت جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے مگڑی کے ان جالوں کو طاقتور اور مضبوط نہ سمجھیں، بلکہ مدینہ منورہ سے نکلنے والے تین سو تیرہ جانبازوں اور ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے کفر کے سوداگروں کو یاد کریں اور ماضی کی اس تاریخ کو حال میں ڈہرا کر یہ ثابت کر دیں کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ پڑھنے والے جس طرح کل کسی سے نہیں ڈرتے تھے، آج بھی کسی سے نہیں ڈرتے اور کل جس طرح انہوں نے چند سالوں میں دُنیا کے نقشے کو بدل دیا تھا، آج بھی وہ دنیا کے نقشے کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین ثم آمین۔

آئیے اب اپنی درخشندہ تاریخ کا ایک قابلِ فخر اور واجبِ تقلید باب

پڑھتے ہیں۔





ایک لے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن ٹکے بڑے
شکر پر حملہ اس کی فضیلت اور احکام



ایک لے مجاہد کا پورے شکر پر حملہ اور ہونا



یہ غرور نہیں تو ٹکل ہے

مسلمانوں کی تھوڑی سی جمیعت اور بے سروسامانی اور اس پردلیری دیکھ کر منافقین اور کمزور دل کلمہ گو کہنے لگے تھے کہ مسلمان اپنی حقانیت کے خیال میں مغرور ہیں جو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ غرور نہیں تو ٹکل ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۳۳)

قلت تعداد ترک جہاد کے لئے عذر نہیں

قلت تعداد اور فقدان اسباب کا عذر پیش کر کے جہاد فی سبیل اللہ سے منہ نہ موڑو، جنگ میں کامیابی کے لئے قلت و کثرت پر نظر نہ ہونی چاہیے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۵۰)

① واعدولہم.....الخ پر صحیح عمل کرنے والے

فدائی مجاہدین تیار کیے جائیں اور فدائی جہاد کے نئے طریقے نکالیں جائیں، یقیناً اس جنگی تیاری کا دشمنان اسلام کے پاس کوئی توڑ نہیں۔ مبارک ہو اس زمانے کے فدائی مجاہدین کو، ان کی دہشت سے کفر کے اونچے ایوان لرز رہے ہیں، بے شک انہی اللہ والوں نے اس آیت پر صحیح عمل کیا ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۲۷۹)



باب ۲۴

ایکے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن ٹکے بڑے لشکر پر حملہ اس کی فضیلت اور احکام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱ کَفَرَتْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةٌ كَثِيرَةٌ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۲۳۹﴾
بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ: ۲۳۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۲ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ﴿۲۴۰﴾
اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔ (البقرہ: ۲۴۰)

اس آیت کے شان نزول میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

۱ پہلا قول :- یہ آیت حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، ان کا تعلق قبیلہ بنو نمر بن قاسط سے تھا، بچپن میں وہ قیدی بنا کر روم لے جائے گئے جہاں ان کی زبان بدل گئی۔ پھر وہ عبد اللہ بن جدعان کے غلام رہے، اس نے انہیں آزاد کر دیا۔ ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ روم سے بھاگ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور ابن جدعان کے حلیف بنے۔ مکہ مکرمہ ہی میں آپ نے اسلام قبول کیا اور پھر پٹی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے لگے تب قریش کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا، وہ اپنی سواری سے اتر گئے اور انہوں نے اپنے تمام تیر و ترکش سے نکال لئے اور کمان ہاتھ میں لے کر فرمایا: تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم میں بہترین تیر انداز ہوں، اللہ کی قسم! جب تک

میرے پاس ایک تیر بھی موجود ہے تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے، میں یہ سارے تیر تم پر چلاؤں گا اور پھر جب تک میری تلوار میرے ہاتھوں میں رہے گی تم سے لڑتا رہوں گا، اس کے بعد تمہیں جو کرنا ہو کر لینا۔ مُشرکین نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے، تم جب مکہ میں آئے تھے تو فقیر تھے اور اب یہاں سے مالدار بن کر جا رہے ہو، ہاں! اگر تم اپنا سارا مال ہمیں دے دو تو ہم تمہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ اسی بات پر معاہدہ ہو گیا اور حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے سارے مال کے بارے میں بتا دیا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے، تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ۔ (البقرہ: ۲۰۷)

اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔

اس پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: اَبُو بَكْرٍ! تم نے بڑی نفع والی تجارت کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے مُتَدَرِّجَہ بالا آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ کئی بڑے مُفسرین حضرات نے اپنی تفاسیر میں نقل فرمایا ہے۔

۲ دوسرا قول:- عَلَّامَةُ ابْنِ كَيْسَرٍ عَسَلَهُ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہر شخص کے مُتعلّق نازل ہوئی، جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ۔ (توبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیا ہے کہ ان کیلئے جنت ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اکیلے دشمنوں پر حملہ کر دیا تو بعض لوگوں نے ان پر تنقید کی۔ اس پر حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت اَبُو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تنقید کرنے والوں پر رد فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ..... الى آخره۔ (تفسیر ابن کثیر)

۴ تیسرا قول:- ابنِ ابی حاتمؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ یا سعید بن جبیرؒ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان [مجاہدین نے] جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کو بیچ دیں اور انہوں نے اس کا حق اداء کرنے کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

۵ چوتھا قول:- منذرک بن عوفؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھا کہ ان کی خدمت میں نہاد میں اسلامی لشکر کے امیر حضرت ثعلبان بن مقدرؒ کے قاصد آیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مجاہدین کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: فلاں فلاں تو شہید ہو گئے اور کچھ لوگ اور بھی شہید ہوئے ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔ قاصد نے کہا: اے امیر المؤمنین! ایک مرد مجاہد نے اپنی جان [اللہ تعالیٰ کو] بیچ دی۔ منذرک بن عوفؒ نے فرمایا: اللہ کی قسم اے امیر المؤمنین! وہ میرے ماموں تھے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے [اکیلے دشمنوں میں گھس کر] اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹے ہیں، تمہارے ماموں نے تو دنیا کے بدلے آخرت خرید لی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، مسند صحیح)

۶ پانچواں قول:- محمدؐ فرماتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے ایک بار کافروں کا ایک فوجی دستہ آ گیا، انصار میں سے ایک شخص نے [اکیلے] ان پر حملہ کر کے ان کی صفیں منتشر کر دیں اور پھر باہر نکل کر اسی طرح دو تین بار حملہ کر دیا۔ حضرت سعد بن بشامؓ نے اس کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے کیا، تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشِيرُ فِي نَفْسِهِ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (البقرہ: ۲۰۷) (مصنف ابن ابی شیبہ)

۷ چھٹا قول:- حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جہاد میں ایک شخص نے اکیلے دشمن پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے کہا: اس نے تو اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے، چنانچہ اس بارے میں حضرت عمرؓ کو خط لکھا، تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط تحریر فرمایا: لوگوں کا کہنا درست نہیں ہے، بلکہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشِيرُ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (البقرہ: ۲۰۷) (تفسیر ابن ابی حاتم)

ایک اور آیت مبارکہ

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ: ۱۹۵)

اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:-

① پہلا قول:- ابو اسحق رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کی آیت: ”وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ“..... اس شخص کے بارے میں ہے جو اکیلا کافروں پر حملہ کر دے اور مارا جائے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو کوئی گناہ کر کے یہ کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ (المسند رک، تفسیر ابن ابی حاتم، ابن عساکر)

② دوسرا قول:- پیچھے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی، جب ہم نے کچھ عرصہ جہاد چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ تو ہلاکت سے مراد جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ جانا ہے۔

(بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

③ تیسرا قول:- قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ جو بڑے تابعین میں سے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ”خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔“ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور اگر اکیلا آدمی دس ہزار کافروں پر حملہ کر دے تو اس کیلئے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

④ چوتھا قول:- حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو، تو اس سے مقابلے کیلئے کھڑے ہو جاؤ، یہ آیت کہ ”خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔“ اللہ تعالیٰ

کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ باسناد جید)

خلاصہ:

ایسی ہی تفسیر حضرت خذیفہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت حسن بصریؓ، حضرت عطاءؓ، حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت صفحاکؓ، شدی اور مقاتلؓ سے بھی مروی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)
اکیلے یا دو آدمیوں کو دشمن پر حملے کیلئے بھیجنے کے جواز میں مندرجہ ذیل احادیث سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے۔

صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حبابؓ کو لڑنے کیلئے بھیجا اور حضرت وحیدہؓ کو اکیلے جہاد میں روانہ فرمایا۔ (السنن الکبریٰ)
امام شافعیؒ نقل فرماتے ہیں کہ بر معوہؓ پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے، ان کے ساتھ والوں میں سے دو حضرات پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک انصاری تھے، جب ان انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی شہادت گاہ پر پرندوں کو دیکھا، تو حضرت عمرو بن أمیہؓ سے کہنے لگے: میں دشمنوں کی طرف لازماً بڑھوں گا تا کہ شہید ہو جاؤں اور ایسی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا جہاں پر میرے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عمرو بن أمیہؓ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر جب ان انصاری کا واقعہ حضور اکرم ﷺ کو سنایا، تو آپ ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی۔

بلکہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم آگے کیوں نہیں بڑھے؟ (السنن الکبریٰ)

روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن أمیہؓ رضی اللہ عنہ اور ایک اور انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو جہاد کیلئے بھیجا، یعنی صرف دو حضرات کا لشکر روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن اُمیّسؓ کو [ایک مشرک کے قتل کیلئے] اکیلے بھیجا [یعنی ایک آدمی کو بطور لشکر روانہ فرمایا]۔ (السنن الکبریٰ)

یزید بن ابی عبیدہؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ خدیجیہ کے دن آپ لوگوں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: موت پر۔ (بخاری، مسلم)

بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، چنانچہ انہوں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے سامنے اظہار فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکوں سے لڑنے کا موقع دیا، تو وہ اپنے راستہ میں میری جانبازی دیکھے گا۔ غزوہ اُحُد کے دن انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اے سعد! مجھے اُحُد کے پہاڑوں سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، چنانچہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے جسم پر آستی سے زائد زخم تھے۔ مشرکین نے ان کے ناک، کان اور دیگر اعضاء بھی کاٹ ڈالے، ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں کے ذریعے سے انہیں پہچانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن مجید کی یہ آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۚ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ (الاحزاب: ۲۳)

ترجمہ: ایمان والوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (بخاری، مسلم)

عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رَسُوْلُ اللہ! بندے کا کون سا عمل اللہ تعالیٰ (تعالیٰ) کو ہنساتا ہے [یعنی خوش کرتا ہے]؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کا آستین چڑھا کر دشمنوں میں گھس جانا۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار پھینکی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رِیْزَةُ ابْنِ اسْحٰق رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

واقعہ حضرت مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا نہیں ہے، بلکہ حضرت عَوْفُ بْنُ عَفْرَاء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا ہے۔

حضرت أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ پُنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ (تعالیٰ) محبت فرماتا ہے اور ان پر [خوشی سے] ہنستا ہے اور ان سے خوش وقتی کرتا ہے:- [پہلا] وہ شخص جو اپنے لشکر کے شکست کھانے کے بعد اکیلا ڈٹ کر لڑتا رہے، پھر یا تو شہید ہو جائے یا اللہ (تعالیٰ) کی نصرت سے دشمنوں پر غالب آجائے اور اللہ (تعالیٰ) اُس کی طرف سے کافی ہو جائے، [ایسے شخص کے بارے میں] اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو، میری خاطر کیسے ڈٹا رہا۔ دوسرا وہ شخص جس کی بیوی خوبصورت اور بستر نرم ہو، پھر بھی رات کو تہجد کیلئے کھڑا ہو جائے، [اس شخص کے بارے میں] اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے: یہ اپنی شہوت چھوڑ کر مجھے یاد کر رہا ہے، حالانکہ اگر یہ چاہتا تو سو جاتا۔ تیسرا وہ شخص جو سفر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہو، جب اس کے ساتھی سو جائیں تو وہ نحری کے وقت تہجد کیلئے کھڑا ہو جائے، تنگی میں بھی اور کشادگی میں بھی۔ (الطبرانی رجالہ ثقات)

حضرت عَبْدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ پُنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) خوش ہوتے ہیں دو آدمیوں سے، ایک وہ آدمی جو اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبت کرنے والوں میں سے اٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ اللہ (تعالیٰ) ارشاد فرماتے ہیں: دیکھو میرے بندے کو، کہ وہ اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبت کرنے والوں کے درمیان سے اٹھ کر میری مغفرت پانے کیلئے اور میرے عذاب کے خوف سے نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا وہ شخص جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیلئے نکلے اور اس کے ساتھی میدانِ جنگ سے بھاگ جائیں اور وہ شخص جانتا ہو کہ بھاگنے میں کیا گناہ ہے اور ڈٹ کر لڑنے میں کیا اجر ہے، چنانچہ وہ واپس لوٹ کر لڑتا ہوا شہید ہو جائے تو اللہ (تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے کی طرف، وہ میری رحمت کی اُمید میں اور میرے عذاب کے ڈر سے واپس لوٹا، یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

(مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ صحیح الاسناد)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں اگر کوئی اور حدیث نہ بھی ہوتی، تو یہی ایک صحیح حدیث اکیلے آدمی کے بڑے لشکر میں گھس کر لڑنے کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ خنوں میں سب سے بڑا خن کون ہے؟ [بے شک] اللہ (تعالیٰ) سب سے بڑا خن ہے اور میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ خن ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ خن وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا اور پھر اُسے پھیلایا، یہ قیامت کے دن اکیلا ایک اُمت بنا کر اٹھایا جائے گا اور وہ شخص [زیادہ خن ہے] جو اپنی جان اللہ (تعالیٰ) کے حضور پیش کر دے، یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ (ابویعلیٰ، بیہقی، مجمع الزوائد)

چند ایمان افروز واقعات

واقعہ

حضرت وائِلہ بن اُسَیْقَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خَالِد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلے کیلئے صُفْرَ [نامی مقام] پر اترے، تو میں [اکیلا] اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر جابیہ [نامی دشمنوں کے شہر] کے دروازے پر پہنچ گیا، وہاں میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے جسم کو تلا، پھر اس پر زین گسی اور اپنا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لیا [یعنی حملے کیلئے تیار ہو گیا]۔ اسی اثناء میں میں نے جابیہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی، میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کیلئے نکلے ہیں۔ میں نے کہا: ایسے لوگوں پر حملہ کرنا میرے لئے عار کی بات ہے، اس کے بعد ایک بڑا لشکر نکلا، میں نے اُسے آگے جانے دیا، جب وہ آگے بڑھ گیا تو میں نے پیچھے سے ان پر حملہ کر دیا اور نعرہ تکبیر بلند کیا، انہوں نے سمجھا کہ ان کا شہر گھیرے میں آ گیا ہے، چنانچہ وہ پیچھے لوٹے، میں نے [تاک کر] ان کے سردار پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اُسے گرا دیا، پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے برڈون [یعنی تیز رفتار دیوبیکل ٹرکی گھوڑے] کی لگام میں ہاتھ ڈالا اور اس پر سوار ہو گیا، لشکر والوں نے جب مجھے اکیلا دیکھا تو میری طرف بڑھے، میں بھی ان کی طرف مڑا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص ان میں سے آگے بڑھ چکا ہے، میں نے لگام کو زین

کے سرے میں پھنسا یا اور خود نیزہ لیکر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو چھید دیا، پھر میں پرڈون کی طرف لوٹا، لشکر والے میرے پیچھے بڑھے، میں پھر واپس مڑا اور پہلے کی طرح ایک اور شخص کو نیزے سے ہلاک کر دیا، جب انہوں نے میرا یہ طریقہ دیکھا تو واپس لوٹ گئے، میں وہاں سے واپس صُفْر [نامی مقام] میں آ گیا۔ میں نے اپنے خیمہ کے پاس آ کر ترکی گھوڑے کو باندھا، اس کی زین اتاری اور حضرت خَالِد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا، اس وقت ان کے پاس رومیوں کا سب سے بڑا سردار بھی اپنے شہر والوں کے لئے امان مانگنے کیلئے آیا ہوا تھا۔ حضرت خَالِد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا فلاں سردار مارا گیا ہے؟ اس نے رومی زبان میں کہا: ”مُتَاتُون“ یعنی اللہ نہ کرے۔ اچانک حضرت وَاثِلَہ رضی اللہ عنہ وہی ترکی گھوڑا لے کر آ گئے۔ رومی سردار نے جب گھوڑا دیکھا تو پہچان گیا اور حضرت وَاثِلَہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: کیا اس کی زین مجھے بیچو گے؟ حضرت وَاثِلَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: میں اس کے دس ہزار دینے کیلئے تیار ہوں۔ حضرت خَالِد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ بیچ دو۔ میں نے کہا: امیر صاحب! آپ بیچئے۔ حضرت خَالِد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ زین بیچ دی اور اس رومی کا سارا سامان مجھے عنایت فرما دیا۔ (ابن عساکر)

واقعہ

اسی سلسلے کا ایک مشہور واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا ہے [ہم ذیل میں اُسے مختصر طور پر نقل کر رہے ہیں]۔

ذی قَرْد [نامی مقام میں] رَسُولُ اللہ ﷺ کی اُونٹنیوں کی چَراہ گاہ تھی۔ عَبْدُ الرَّحْمٰن بن عُمَیْہ بن حِصْن قَرَارِی نے چالیس سواروں کے ہمراہ اس چَراہ گاہ پر حملہ کر دیا اور اس چَراہ گاہ کے نگران، جو حضرت ابوذَر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، کو شہید کر دیا اور حضرت ابوذَر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور تمام اُونٹنیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ حضرت ابوطَلْحَہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو اس چَراہ گاہ میں لے کر جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو اسی گھوڑے پر بٹھا کر رَسُولُ اللہ ﷺ کو اطلاع دینے کیلئے روانہ کیا اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر تین بار آواز لگائی:

یا صباحا اور خود اپنی گمان اور تیر لے کر پیدل ان کے پیچھے دوڑے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، بڑے ماہر تیر انداز تھے اور بہت تیز دوڑتے تھے وہ اس لشکر سے آگے نکل کر راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور پھر ان کے گھڑ سواروں پر تیر چلا کر ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیتے تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

ۛ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَيْعِ

میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی یہ عجیب و غریب پیدل کارروائی جاری رہی اور ایک ایک کر کے اُونٹنیوں کو چھڑاتے، باندھتے اور پھر دوڑ کر آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اُونٹنیاں بھی ان سے چھڑا لیں اور تمیں یمنی چادریں بھی اُن سے چھین لیں۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر آ پہنچا، اس میں سب سے آگے حضرت آخرم اسدی اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت آخرم رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ آپ پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو آنے دیں اور جلدی نہ کریں۔ اس پر حضرت آخرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سلمہ! اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور مانتے ہو کہ جنت اور جہنم حق ہیں، تو میرے اور شہادت کے درمیان ٹکاوٹ نہ بنو۔ یہ سن کر میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ انہوں نے عبد الرحمن بن غنیمہ پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا، مگر عبد الرحمن نے نیزے کا وار کیا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عبد الرحمن کو قتل کر دیا، پھر وہ آگے بڑھے، تو میں ان کے پیچھے دوڑتا رہا اور شام کو ان کے دو گھوڑے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں پہنچا، جو پانچ سو، یا سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ کر آیا ہوں، اگر آپ سو آدمی مجھے دے دیں تو میں ان سب کو قتل [یا گرفتار] کر کے لے آؤں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مسکرانے لگے، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْبُقَاعَہ ہمارے بہترین گھڑسوار ہیں اور سلمہ بن اکوع ہمارے بہترین پیادے ہیں۔ پھر رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے مجھے مالِ غنیمت میں سے گھڑسوار اور پیادے دونوں کا حصہ عطاء فرمایا۔

(مختصر از صحیح مسلم)

مُصَنِّفِ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت شدہ اس قصے سے چند باتیں وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آتی ہیں۔

① اکیلے آدمی کا کافروں کے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت اُخْرَم اور حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہم نے کیا اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمہ اور حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کی تعریف فرمائی اور حضرت اُخْرَم رضی اللہ عنہ کے فعل کو بھی غلط قرار نہیں دیا۔

② امیر کو چاہئے کہ اپنے مامور کو اکیلے حملہ کرنے سے روکے، لیکن اگر اُسے اپنے اس مامور کے مضبوط ارادے، سچی نیت اور شوقِ شہادت کا علم ہو جائے تو پھر اجازت دینے میں مُخَل نہ کرے، جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت اُخْرَم رضی اللہ عنہ کو منع کیا، پھر اجازت دے دی اور حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے کسی کے عمل کو غلط قرار نہیں دیا۔

③ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے جو حضور اکرم ﷺ سے سو آدمی مانگے، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں کا لشکر کئی افراد پر مشتمل تھا، ورنہ سو آدمیوں کے لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟

عُثْبَہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جنگِ یَموک کے دن حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا: آج میں نے دشمنوں پر [اکیلے] حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے، کیا آپ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے نام کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ ہم نے اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا ہے۔

(ابن عساکر)

واقعہ

حضرت بُنُر بن اَرْطَاةؓ کے بارے میں آیا ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کے لشکر کے ساقہ [پچھلے حصے] کو برابر نقصان پہنچتا رہا، حضرت بُنُرؓ ان کیلئے کمین گاہیں بناتے، مگر رومی چھپ کر ان پر حملہ کر دیتے، حضرت بُنُرؓ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر سو آدمی اپنے ساتھ لئے اور لشکر سے پیچھے ایک پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے، وہاں سے انہوں نے ایک جگہ تیس تری گھوڑے بندے ہوئے دیکھے اور ان کے ایک جانب گر جا گھر تھا، اس گرجے میں ان گھوڑوں کے سوار تھے اور یہی لوگ اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملے کرتے تھے۔ حضرت بُنُرؓ نے اپنا گھوڑا قریب ہی باندھا اور خود اکیلے گر جا گھر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رومی دروازے کے بند ہونے سے حیران ہوئے اور اپنے نیزوں کی طرف بھاگے، مگر نیزے اٹھانے سے پہلے ہی ان میں سے تین زمین پر تڑپ رہے تھے اور اُدھر جب حضرت بُنُرؓ کے ساتھیوں نے انہیں نہ پایا، تو ان کی تلاش میں نکلے، گرجے کے پاس انہوں نے آپ کے گھوڑے کو پہچان لیا اور انہیں گرجے کے اندر سے شور بھی سنائی دیا، تو انہوں نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی، مگر دروازہ بند تھا، چنانچہ انہوں نے چھت توڑ کر جگہ بنائی اور اندر گھس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت بُنُرؓ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی آنتیں سنبھالی ہوئی ہیں اور دائیں ہاتھ سے تلوار لے کر لڑ رہے ہیں، جب ان کے ساتھی گر جا پر قابض ہو گئے، تو حضرت بُنُرؓ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس لڑائی میں کئی رومی مارے گئے اور کئی قید ہوئے، ان قیدیوں نے حضرت بُنُرؓ کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ بُنُر بن اَرْطَاةؓ ہیں، وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! کسی ماں نے اس جیسا نہیں جتنا ہوگا۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی آنتوں کو ان کے پیٹ میں واپس رکھ دیا اور اپنے عمامے پھاڑ کر ان کی پٹی کی اور انہیں اٹھا کر لے آئے، علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرستی عطا فرمادی۔ (رواہ الحافظ ابو الحجاج المزنی)

مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بُنُر بن اَرْطَاةؓ اس اُمت کے عظیم بہادروں میں سے ایک تھے، ان کے صحابی ہونے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ یزید بن ابی حَبِیْب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت بُنُرؓ تلوار کے دھنی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر کئی علاقے فتح فرمائے۔

واقعہ

ولید بن مسلم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حمص کے رہنے والے ایک بزرگ شخص نے بتایا کہ ان کی ملاقات ایک بوڑھے رومی شہسوار سے ہوئی جو کسی زمانے میں حمص کے رومی لشکر کا سپاہی تھا اور ایک آنکھ سے کاٹا تھا، اس بوڑھے رومی نے بتایا کہ جب مسلمانوں نے حمص پر لشکر کشی کی، تو انہوں نے بیجرۃ قدس کے ایک دریا پر پڑاؤ ڈالا۔ حمص کے رومی جرنیل نے مجھے تیس گھڑسوار دیکر بھیجا کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو پکڑ کر لے آؤں یا ان کے حالات معلوم کر کے آؤں۔ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر کے قریب ایک گھاٹی کے دامن میں چھپ گیا، اس دوران ہم نے دریا کے دوسرے کنارے پر ایک شخص کو دیکھا جو دریا میں سے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا اور اس کا نیزہ اس کے ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ جب اس کی نظر ہم پر پڑی تو اس نے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو گیا اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ ہم سے ڈر کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ رہا ہے۔ لیکن اچانک اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، ہم اس کی جرات اور بے خوفی دیکھ کر حیران رہ گئے، دریا سے نکل کر جب گھوڑا کیچڑ اور دلدل والی جگہ کے پاس آیا، تو اس نے وہاں سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکا، یہ دیکھ کر وہ گھڑسوار گھوڑے کی زین پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے نیزے کا سہارا لے کر چھلانگ لگائی اور دلدل کو عبور کر لیا، وہاں سے اس نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا بھی پہنچ گیا۔ یہ شخص اس پر سوار ہو کر ہماری طرف بڑھا اور ہم پر حملہ کر کے اس نے ہمیں بکھیر دیا اور ہم میں سے ایک شخص کو الگ دیکھ کر قتل کر دیا، اسی طرح اس نے کئی بار کیا ہم باقی لوگ جان بچانے کیلئے شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، مگر وہ ہمارا پیچھا کرتا رہا اور ایک ایک کو قتل کرتا رہا، یہاں تک کہ میرے سوا کوئی زندہ نہ بچا۔ جب وہ حمص کے دروازے کے قریب پہنچ گیا، تو دروازے پر موجود پہرے دار نے اس کی ساری کارگزاری دیکھ لی اور اس کی اطلاع پر کئی گھڑسوار ہماری طرف نکلے۔ میں نے جب گھڑسواروں کو آتے دیکھا، تو میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان گھڑسواروں کو دیکھ کر واپس بھاگ گیا ہوگا، چنانچہ میں نے اُسے دیکھنے کیلئے گردن موڑی تو اس کا نیزہ میری آنکھ میں لگا، اسی اثناء

میں زومی گھڑ سواروں نے اُسے گھیر کر شہید کر دیا۔ اُدھر سے مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی تلاش میں نکلی، مگر وہ تب پہنچے، جب یہ شہسوار گر چکا تھا، میں جب شہر میں داخل ہوا تو لوگ کہتے تھے ”مُحْکَل، مُحْکَل“، یعنی وہ شخص بہت بہادر اور اکیلا لڑنے والا تھا، اسی وجہ سے اس جگہ کو جہاں اس شہسوار کو دفن کیا گیا ”ذِرِّ مُحْکَل“ کہتے ہیں۔ (ابن عساکر)

واقعہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری شریف میں ابو زافع یہودی کے قتل کا واقعہ مذکور ہے، اس واقعے میں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی تنہا جانثاری اور جانبازی کا مختصر قصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت مسعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن اُنیس، حضرت ابوقحافہ اور حضرت خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم کو ابو زافع یہودی کے قتل کیلئے روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھو، میں قلعے کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں۔ اس وقت یہودی اپنے ایک گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاء حاجت کرتا ہو، اسی وقت دربان نے آواز دی کہ جس نے اندر آنا ہو جلد آ جائے، میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فوراً اندر داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔ ابو زافع اوپر بالا خانے پر رہتا تھا اور رات کو اس کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی، جب قصہ گوئی ختم ہو گئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس ہو گئے، تو دربان نے دروازے بند کر کے چابیوں کا حلقہ ایک کھوئی پر لٹکا دیا۔ جب سب لوگ سو گئے، تو میں اٹھا اور کھوئی سے چابیاں اتار کر دروازے کھولتا ہوا بالا خانے پر جا پہنچا۔ میں جو دروازہ بھی کھولتا تھا، اُسے اندر سے بند کر لیتا تھا، تاکہ اگر لوگوں کو میری خبر بھی ہو جائے تو بھی میں اپنا کام کر گزروں۔ جب میں بالا خانے پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابو زافع اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی: ابو زافع! ابو زافع نے کہا: کون ہے؟ میں نے اس کی آواز کا اندازہ لگا کر تلوار کا وار کیا، مگر وہ خالی گیا، ابو زافع

نے ایک چیخ ماری، میں نے تھوڑی دیر کے بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجے میں کہا: ابو ذر! رفع تمہیں کیا ہوا؟ ابو ذر! رفع نے کہا: ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے، یہ سنتے ہی میں نے اس پر تلوار کا دوسرا وار کیا، جس سے وہ زخمی ہو گیا، پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی، میں نے جب ہڈی کی آواز سنی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں واپس لوٹا، مگر سیڑھی سے اترتے وقت گر پڑا، جس سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، میں نے اپنے غمّامے سے اُسے باندھ دیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور رَسُوْلُ اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ، میں یہیں بیٹھا ہوں، اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو خبر دینے والے نے قلعے کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا، تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آ ملا۔ پھر ہم سب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خوشخبری سنائی۔ حضور اکرم ﷺ نے پورا واقعہ سن کر ارشاد فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ ﷺ نے دَسْتِ مبارک اس پر پھیرا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی کوئی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی۔ (بخاری)

اسی طرح حضرت ابو عذرّہؓ نے اپنے دو ساتھیوں سمیت ایک بہت بڑے لشکر پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان تین افراد کو بڑے لشکر پر فتح عطاء فرمائی اور ان کے ہاتھ بہت زیادہ مالِ غنیمت بھی لگا۔ اس واقعے کی تفصیل ان شاء اللہ آگے سَرایا کے بیان میں آئے گی۔ (الروض الانف)

واقعہ

ماضی میں بھی ایسے واقعات کی مثال ملتی ہے، جب حضرت عطاوت علیہ السلام نے صرف تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ مل کر جالوت کے نوے ہزار یا تین لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ یہ واقعہ تب پیش آیا تھا، جب حضرت مُؤویٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے جہاد چھوڑ دیا، تو ان پر عمالِقہ کے کفار مُسلط ہو گئے، جنہوں نے بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل

کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا۔ تب انہوں نے اپنے ایک نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی امیر بنائیے، تاکہ ہم جہاد کر کے اس غلامی کی ذلت سے نجات پائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ظالمون علیہ السلام کو ان کے علم اور بہادری کی وجہ سے ان کا امیر بنادیا گیا۔ وہ آستی، نٹوے ہزار کا لشکر لیکر بیٹھ المتقدس سے روانہ ہوئے۔ راستے میں سخت گرمی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور ایک دریا پر انہیں اتارا۔ حضرت ظالمون علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں سے ایک چٹو سے زیادہ کوئی نہ پئے، ورنہ وہ ہمارے ساتھ نہیں جاسکے گا۔ مگر ان میں سے اکثر نے خوب پانی پیا اور آگے نہ جاسکے، صرف تین سوتیرہ آگے بڑھے۔ بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار نے دریا عبور کر لیا تھا مگر جب جالمون کے طاقتور لشکر کو دیکھا تو تین ہزار چھ سو ستاسی آدمی واپس ہو گئے اور صرف تین سوتیرہ ڈٹے رہے۔ جالمون جب میدان جنگ میں نکلا تو اس کے سر پر تین سو رطل وزنی لوہے کی ٹوپی تھی، لیکن حضرت داؤد علیہ السلام جیسے چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں وہ قتل ہوا اور اس کے پورے لشکر کو شکست ہوئی۔ [یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، مکمل تفصیلات کیلئے کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں]۔

اسی طرح جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد سات ہزار سے کچھ زائد تھی اور ان کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، جب کہ دشمنوں کی تعداد چالیس یا ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ ستر ہاتھی تھے اور ان کی قیادت وستم کے ہاتھ میں تھی۔

علامہ ندائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شکوال ۱۵ھ میں تین دن تک یہ عظیم لڑائی ہوتی رہی، اس میں وستم مارا گیا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔

واقعہ

علامہ طبرطوشی رحمہ اللہ اسی جنگ قادسیہ میں حضرت عمرو بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تو دشمن پر اکیلے حملہ کرنے جا رہا ہوں، اگر تم اُونٹ ذبح ہونے کی دیر تک پہنچ گئے تو مجھے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا، لڑتا پاؤ گئے، لیکن اگر تم نے اس سے زیادہ دیر کی تو مجھے شہید پاؤ گئے، اس کے بعد وہ

دریا غبور کر کے دشمن میں گھس گئے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی حملہ کر دیا اور جب وہ ان تک پہنچے تو وہ زمین پر گرے پڑے تھے اور انہوں نے دشمن کے ایک سپاہی کے گھوڑے کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ رکھا تھا، وہ سپاہی گھوڑے کو مارتا تھا، مگر گھوڑا اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔ جب مسلمان وہاں پہنچ گئے، تو گھڑسوار گھوڑے سے کود کر بھاگ گیا اور حضرت عمرو بن معنغرؓ نے اس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں ابولثور ہوں، قریب تھا کہ تم لوگ مجھ کو کھود دیتے۔ ساتھیوں نے پوچھا: آپ کا گھوڑا کہاں ہے؟ فرمایا: اُسے تیر لگا تو اس نے مجھے گرا دیا۔ (سراج الملوک للطرطوشی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حرہ کے دن اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت لی اور لڑائی میں اپنے آٹھ بیٹے باری باری قربان کرائے اور پھر آخر میں اپنی تلوار کا نیام توڑ کر اکیلے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (تاریخ اسلام لابن ذہبی)

واقعہ

علاءؓ، طرطوشؓ اور علاءؓ قرطبیؓ لکھتے ہیں کہ حضرت طارق بن زیادؓ صرف سترہ سو مجاہدین لے کر آندلس میں داخل ہوئے۔ تذہیر [نامی سردار] جو کہ آندلس کے بادشاہ لڈریق کا نائب تھا، تین دن تک حضرت طارقؓ کے لشکر سے لڑتا رہا، پھر اس نے اپنے بادشاہ کو لکھا کہ کچھ لوگوں نے ہم پر چڑھائی کر دی ہے، میں نہیں جانتا یہ لوگ زمین سے آئے ہیں یا آسمان سے، ہم نے ان کا مقابلہ کیا ہے لیکن ہمارا کوئی بس نہیں چلا، اب تم خود ہماری مدد کے لئے پہنچو۔ خط پاتے ہی لڈریق نوے ہزار گھڑسواروں کو لے کر آ گیا، تین دن تک یہ جنگ ہوتی رہی اور مسلمان سخت مشکل میں پھنس گئے۔ حضرت طارقؓ نے مسلمانوں سے کہا: ہماری جائے پناہ تو ہماری تلواریں ہیں، ہمارے پیچھے عمندر اور سامنے دشمن ہے، اب میں ایک ایسی کارروائی کرنے لگا ہوں جس میں یا تو ہمیں فتح ملے گی یا شہادت۔ لشکر والوں نے پوچھا: وہ کون سی کارروائی ہے؟ فرمایا: میں ان کے بادشاہ پر حملہ کر رہا ہوں، چنانچہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی ایک جسم کی طرح اکٹھے میرے ساتھ حملے میں شریک ہو جانا۔ چنانچہ حملہ شروع ہوا اور

آئڈش کا بادشاہ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے، ان کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انہیں قتل کرتے رہے، اس دن مسلمانوں کے صرف چند آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے لڈریق کا سر حضرت منوہی بن نصیر رضی اللہ عنہ [گورنر افریقہ] کی خدمت میں بھجوا دیا۔ انہوں نے وہاں سے اُسے دمشق میں ولید بن عبد الملک رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوایا۔ اس کے بعد طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے ظلیطلہ پر اور مرغیث رومی رضی اللہ عنہ نے قرطبہ پر حملہ کیا اور یہ دونوں علاقے فتح کر لئے اور وہاں کے بے شمار خزانے اور مال و دولت ان کے ہاتھ لگا، انہیں میں حضرت شیمان علیہ السلام کا دسترخوان بھی تھا، جس کی قیمت دو لاکھ دینار لگائی گئی، کیونکہ اس پر بہت زیادہ جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

واقعہ

اس طرح کے واقعات میں سے عجیب ترین واقعہ محمد بن داؤد آلپ ارسلان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رومیوں کا بادشاہ قسطنطینیہ سے چھ لاکھ کا لشکر جزار لے کر نکلا اور رضا کارانہ طور پر نکلنے والوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی، یہ لشکر سمندر کی طرح آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پاس موجود اسلحے اور آلات حرب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا، اپنی طاقت اور کثرت کے نشے میں مست ہو کر انہوں نے اپنے ہر ایک لاکھ کے لشکر کے لئے مسلمانوں کے الگ الگ علاقے تقسیم کر دیئے تھے کہ فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو ملے گا، فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو۔ یہ صورت حال دیکھ کر اسلامی ممالک میں بے چینی اور خوف پھیل گیا اور کئی جگہوں پر مسلمان اپنے علاقوں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ علاقے رومی لشکر کے لئے خالی کر دیئے۔ آلپ ارسلان رضی اللہ عنہ اس وقت عجم اور عراق کے مسلمان حکمران تھے، انہوں نے اپنے وزراء کو جمع کیا اور فرمایا: تم جانتے ہو کہ آج مسلمانوں پر کتنی بڑی مصیبت نازل ہو چکی ہے، تم لوگ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں، ویسے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ سلطان ارسلان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے لئے کوئی جائے فرار بھی تو نہیں ہے، جب ہم نے مرنا ہی ہے تو عزت والی

موت مرنا زیادہ بہتر ہے۔ وزراء نے کہا: اگر آپ تیار ہیں تو ہماری جانیں بھی آپ کے ساتھ قربان ہوں گی۔ چنانچہ جہاد کا فیصلہ ہو گیا اور یہ طے پایا کہ اپنے ملک کے پہلے ہی شہر میں اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ بیس ہزار پٹنے ہوئے مشہور بہادر اس لشکر میں شامل ہوئے، جب لشکر نے پہلا پڑاؤ ڈالا، تو سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اب وہ پندرہ ہزار رہ گئے ہیں اور پانچ ہزار [خوف کی وجہ سے] واپس جا چکے ہیں، اگلے پڑاؤ پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار رہ گئی تھی، جس دن صبح کے وقت یہ مختصر لشکر رومی لشکر کے سامنے پہنچا، تو رومی لشکر کو دیکھ کر ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور ذہن ماؤف ہو گئے، اسلامی لشکر رومی لشکر کے مقابلے میں اس طرح نظر آ رہا تھا جس طرح کالے بیل کے جسم میں سفید تل [یا نشان] سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں سورج کے زوال کے بعد ان سے جنگ شروع کروں گا۔ ساتھیوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو فرمایا کہ اس وقت روئے زمین کے ہر منبر پر ہمارے لئے دعا کی جا رہی ہوگی، کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔

سورج ڈھلنے کے بعد سب نے نماز اداء کی۔ پھر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہر کوئی اپنے ساتھی سے الوداعی ملاقات کر لے اور جو وصیئت کرنی ہو وہ بھی کر لے۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ان پر خود حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، جب میں حملہ کروں، تم بھی حملہ آور ہو جانا اور جو میں کروں وہی کچھ کرنا۔ مسلمانوں نے کل بیس صفیں بنائیں اور کسی صف کا بھی کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی برکت کیساتھ میرے پیچھے پیچھے حملہ شروع کر دو۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے حملہ شروع کیا اور لشکر والوں نے بھی اکٹھا حملہ کر دیا اور وہ دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے بادشاہ کے خیموں تک پہنچ گئے، وہاں پہنچ کر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے ٹکنے کا حکم دیا اور پھر ان خیموں کو گھیر لیا، بادشاہ کے ساتھ والوں کو اس کا تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی ان تک پہنچ سکے گا، چنانچہ وہ سب غفلت میں مارے گئے۔ مسلمانوں نے ایک رومی کا سر کاٹ کر نیزے پر رکھا اور اعلان کر دیا کہ رومی بادشاہ مارا گیا ہے، یہ سنتے ہی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ شکست کھا کر پیچھے بھاگنے لگے، لیکن مسلمانوں کی تلواروں نے ان سے پچھلے تمام دنوں کا بدلہ چکایا،

چنانچہ تمام لشکر والے یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان اکرسلان رحمہ اللہ رومی بادشاہ کے تحت پر بیٹھ گئے، انہوں نے اس کے دستر خواں پر کھانا کھایا اور پھر رومی بادشاہ کو حاضر کرنے کیلئے کہا۔ رومی بادشاہ کے گلے میں رسی ڈال کر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو سلطان نے پوچھا: اگر تم مجھ پر فتح پالیتے تو میرے ساتھ کیا شلوک کرتے؟ رومی بادشاہ نے کہا: کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ تم قتل کر دیئے جاتے؟ سلطان نے کہا: میں تجھ جیسے گھٹیا آدمی کو قتل کرنا گوارا نہیں کرتا، اسے لے جاؤ اور فروخت کر دو۔ مسلمان سپاہی اس کے گلے میں رسی ڈال کر پورے لشکر میں گھوم رہے تھے اور اُسے بیچنے کا اعلان کر رہے تھے، مگر کوئی اُسے نہیں خرید رہا تھا، یہاں تک کہ وہ لشکر کے آخری حصے میں پہنچے، تو ایک شخص نے کہا: تم اگر اسے کٹتے کے بدلے میں بیچتے ہو تو میں یہ کتا دے کر اسے خرید لیتا ہوں۔ سپاہی اس شخص کو لے کر سلطان کے پاس آئے اور بتایا کہ یہ خریدار ہے، مگر کتے کے بدلے میں۔ اس پر سلطان نے کہا کہ کتا اس رومی سے بہتر ہے، کیونکہ یہ کتا کوئی فائدہ تو پہنچاتا ہے، جب کہ یہ رومی تو کسی کام کا نہیں۔ پھر سلطان نے اُسے بیچ دیا اور کتا بھی اُسے دے دیا۔ پھر سلطان نے اُسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ایک ہی رسی میں کتے کو اور اس کو باندھ کر اس کے شہر پہنچا دو۔ جب وہ اپنے شہر پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُسے معزول کر کے اس کا منہ کالا کیا۔

واقعہ

ابو اسحاق انصاری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ علی بن اسد نامی ایک شخص قتل اور دوسرے بڑے گناہوں کا مرتکب تھا، ایک بار وہ رات کے وقت کوفہ سے گزرا تو ایک شخص رات کے آخری حصے میں یہ آیت پڑھ رہا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: کہہ دو اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

علی نے یہ آیت سنی تو کہنے لگا: دوبارہ پڑھو۔ اس شخص نے دوبارہ پڑھی۔ پھر اس

نے بار بار اس سے آیت پڑھوائی اور سنی اور گھر آ کر اس نے غسل کیا، اپنے کپڑے دھوئے اور عبادت میں لگ گیا، یہاں تک کہ زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور اس کے گھٹنے اُونٹ کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے۔ پھر وہ رومیوں کے خلاف سُمندری جہاد میں نکلا، مسلمانوں نے اپنی کشتیاں رومیوں کی کشتیوں کے قریب لائیں، تو عَلِیُّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا: میں آج کے دن جنت پانے کی کوشش کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے رومیوں کی کشتیوں میں چھلانگ لگادی اور ان پر حملہ آور ہو گیا، لڑتے لڑتے وہ اور کئی رومی کشتی کے ایک کونے میں جمع ہو گئے تو کشتی اُلٹ گئی اور عَلِیُّ بنِ اَسَدُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جنہوں نے لوہے کی زہرہ پہن رکھی تھی، ڈوب کر شہید ہو گئے۔

(ابن عساکر)

واقعہ

محمد بن کاقب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں جب یمامہ کے دن مسلمان پیچھے ہٹنے لگے تو حضرت سَالمُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: ہم رَسُوْلُ اللہ ﷺ کی ہمراہی میں تو ایسا نہیں کیا کرتے تھے، پھر انہوں نے گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ اس دن مُہاجرین کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ واقعہ ۱۲ ہجری حضرت اَبُو بکر صَدِیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے دورِ خلافت میں پیش آیا۔

واقعہ

مالِک بن دینار رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رَوَایہ کی لڑائی کے دن عُبَیْدُ اللہ بن عَالِب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: میں ایک ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جس سے صبر کرنا ممکن نہیں ہے، چلو ہمیں جَنّت لے چلو۔ یہ فرما کر انہوں نے تلوار کا زینام توڑ ڈالا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ ان کی قبر سے مُشک کی خوشبو آتی تھی۔ مالِک بن دینار رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں ان کی قبر پر گیا اور میں نے اس پر سے مٹی اٹھا کر سونگھی، تو اس میں سے مُشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ (نبہتی)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس دن عُبَیْدُ اللہ بن عَالِب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا روزہ تھا اور یہ بھی آیا ہے کہ لوگ ان کی قبر کی مٹی خوشبو کیلئے اپنے کپڑوں پر لگایا کرتے تھے۔



فصل

ایکیلے مجاہد کا پورے لشکر پر حملہ آور ہونا

ایکیلے آدمی کے زیادہ دشمنوں پر حملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں آپ بہت سے دلائل پڑھ چکے ہیں، حضرات علماء کرام کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، ان میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

① علامہ غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ شہید ہونے سے پہلے دشمنوں کا کچھ نقصان ضرور کر لے گا، یا اپنی جرأت کا مظاہرہ کر کے کافروں کو خوف زدہ کرے گا، یا کافروں پر مسلمانوں کی بہادری اور شوقِ شہادت کا رعب ڈال دے گا، تو ایسے آدمی کے لئے پورے لشکر پر اکیلے حملہ کرنا جائز ہے، اگرچہ اُسے شہید ہونے کا مکمل یقین ہو۔ لیکن اگر اُسے معلوم ہو کہ اس کے حملہ کرنے سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، تو پھر یہ حملہ کرنا حرام ہے، جیسے اندھا آدمی خود کو دشمنوں پر جا گرائے کہ مجھے شہید کر دیں۔ (احیاء علوم الدین)

② علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک اکیلے آدمی کا دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور اپنے آپ کو شہادت کیلئے پیش کر دینا بلا کراہت جائز ہے، وہ حضرت غمیر بن حزام رضی اللہ عنہ کے قصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ یہ قصہ پیچھے کئی بار گزر چکا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

③ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مبارزہ میں حصہ لیا اور انصار کے ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے فضائل سن کر بذر کے دن اکیلے مشرکوں پر حملہ کیا۔ یہ انصاری حضرت عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ تھے۔ (السنن الکبریٰ)

④ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے پورے لشکر پر حملہ کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

قاسم بن مخیرہ، قاسم بن محمد اور عبد الملک رحمہم اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں اس کی قوت ہو اور اس کی تبت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، تو اس کیلئے بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر قوت نہ ہو تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ شہادت کی طلب میں خالص نیت رکھتا ہو تو حملہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس کا مقصد وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (البقرہ: ۲۰۷)

ترجمہ: اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔

ابن خوزیمہ و متاد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے سو آدمیوں پر، یا پورے لشکر پر، یا چوروں اور خوارج کی جماعت پر حملہ کرنے کی دو صورتیں ہیں:۔ اگر حملہ آور کو غالب گمان ہو کہ وہ اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کو قتل کر کے خود محفوظ رہے گا تو پھر حملہ کرنا بہت اچھا ہے، اسی طرح اگر اسے یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا، لیکن دشمنوں کو بھی نقصان پہنچائے گا، یا ان پر ایسا تاثر چھوڑے گا جو مسلمانوں کیلئے مفید ہوگا تو یہ بھی جائز ہے۔ جب قبیلہ بنو حنیفہ کے مرتدوں نے باغ میں پناہ لے لی، تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے فرمایا: مجھے چڑے کی ڈھال میں ڈال کر دشمنوں پر پھینک دو۔ دوسرے مسلمانوں نے ایسا کیا اور یہ شخص اکیلا لڑتا رہا اور اس نے باغ کا دروازہ اندر سے کھول دیا۔ (تفسیر القرطبی)

انصار کے ان سات نو جوانوں کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے، جنہوں نے اپنی جانیں حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے نچھاور کر دی تھیں اور وہ اپنے سے بہت بڑے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

۵) امام محمد بن حسن رحمہ اللہ بھی اس بارے میں وہی کچھ فرماتے ہیں، جو اوپر گزر چکا ہے کہ اگر دشمنوں کو نقصان پہنچانا، یا مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانا، یا دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب ڈالنا مقصود ہو تو اکیلے آدمی کا حملہ کرنا درست ہے ورنہ مکروہ۔

[اس زمانے کے فدائی حملوں کو مذکورہ اقوال اور دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسئلے کی مکمل وضاحت سامنے آ جاتی ہے۔]



فصل

[اس فصل میں مصیبت علیہ السلام نے ”مبارزہ“ کے بارے میں احکامات، اقوال اور واقعات نقل فرمائے ہیں۔ ”مبارزہ“ اسے کہتے ہیں کہ عمومی لڑائی سے پہلے کوئی شخص اکیلا نکل کر کافروں کو لڑنے کی دعوت دے۔ چونکہ اس زمانے کی جنگوں میں یہ صورت حال پیش نہیں آتی، اس لئے ہم فی الحال اسے ذکر نہیں کر رہے، اگر آئندہ اس کی ضرورت پیش آئے تو کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس فصل کو بھی کتاب میں شامل کر دے، اور ان شاء اللہ آخری زمانے کی جنگیں پھر ابتدائی زمانے جیسی ہوں گی۔]

دعوت

[یہ باب آج کے دور کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اسے بار بار پڑھئے اور ایک دوسرے کو سنائیے، کیونکہ آج کفر نے ہم پر جو جنگ مسلط کی ہے اس میں ہماری کامیابی اسی وقت ممکن ہے، جب ہم میں سے ہر شخص اپنے اسلاف کی طرح اکیلا دشمنوں میں گھسنے اور لڑنے اور ان کی صفوں کو پھاڑنے کا عزم رکھتا ہو اور خوف نام کی کسی چیز سے واقف نہ ہو۔ آج جو عالمی جہاد شروع ہو چکا ہے اس میں پورا لشکر وہ کام نہیں کر سکتا جو ایک اکیلا جانباز اور بہادر سرانجام دے سکتا ہے۔ آج دشمنوں کے اندر گھس کر اس کے ان لوگوں پر وار کرنے کی ضرورت ہے جو دشمن کا دماغ ہیں اور یہ کام بھی اکیلے جانباز اور سرفروش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دشمن کی تنصیبات کے اندر تک پہنچنے کی اور دشمن کے دل کے اوپر گرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام کوئی اکیلا سرفروش ہی کر سکتا ہے۔]

خلاصہ یہ ہے کہ آج حضرت براء بن مالک اور حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہم کے جانشینوں کی ضرورت ہے جو اسلامی غیرت اور ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر یہ اعلان کریں کہ ہم ان شاء اللہ دشمنوں پر اکیلے موت

بن کر گریں گے۔

اللہ کی قسم! ایسے دس نوجوان جو اکیلے اکیلے جا کر مخصوص طریقے سے جان قربان کرنے کیلئے تیار ہوں، دس ہزار کے لشکر سے زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو جنگ کے اس اہم طریقے اور پہلو کو جلد از جلد اپنانا چاہئے اور مجاہدین کے اس طرح کے سرفروش دستے بنانے چاہئیں، پھر دیکھیں کہ کفر کس طرح سے صلح کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے اور امن کیلئے قدموں میں گرتا ہے۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے علم و عمل سے سرشار، مضبوط ایمان رکھنے والی قیادت کی، جو مجاہدین کو اس کامیاب جنگی طریقے سے استعمال کر سکے۔

یا اللہ! ہمیں ان باتوں کی سمجھ عطا فرما اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلا۔ آمین ثم آمین [





اللَّهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَما صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ لَمُنِيكَ وَمُنِيكَ
اللَّهُمَّ
بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَما بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ لَمُنِيكَ وَمُنِيكَ





میدانِ جہاد سے فرار ہونے کے سخت



گناہ ہونے کا بیان



میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کے احکام



جہاد اور علم دین

اگر مسلمانوں کو ”خلافت“ نصیب ہو جائے تو مسلمانوں کا خلیفہ (امیر المؤمنین) خود ان دونوں فرائض (یعنی علم اور جہاد) کی ترتیب قائم کرتا ہے، کچھ لوگوں کو جہاد پر بھیجتا ہے اور کچھ لوگوں کو علم دین میں کمال حاصل کرنے کے لیے بٹھاتا ہے۔ اب اس وقت مسلمان خلافت سے اور امیر المؤمنین سے محروم ہیں، ان کو چاہئے کہ وہ خود ان دونوں فرائض کو زندہ کریں اور قرآن پاک کی بتائی ہوئی ترتیب کو قائم کریں۔ اسی طرح جہادی جماعتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس ترتیب کو قائم کریں، کچھ ساتھی محاذ پر لڑا کریں اور کچھ پیچھے رہ کر ان کے گھروں کی حفاظت کیا کریں اور دین کا علم سیکھا کریں، پھر محاذ والے واپس آ جائیں اور پیچھے والے محاذ پر چلے جائیں، اس ترتیب میں بے حد فوائد ہیں، کیونکہ یہ قرآن پاک کی بتائی ہوئی ترتیب ہے۔ اسی طرح وہ حضرات جنہوں نے خود کو دین کا علم پڑھنے اور پڑھانے کے لیے وقف کیا ہوا ہے، وہ بھی اس ترتیب کو قائم کریں، کچھ افراد کو اپنے میں سے جہاد پر بھیجا کریں اور کچھ پیچھے رہا کریں، تاکہ باری باری ہر کسی کو جہاد بھی نصیب ہو اور علم بھی، کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی کام ایسا نہیں جس سے غفلت جائز ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(فتح الجواد: ۳/۱۴۱)



میدانِ جہاد سے فرار ہونے کے سخت گناہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ
الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ ۝
وَمَنْ يُؤَيِّدْهُمْ يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا
لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (الأنفال: ۱۵، ۱۶)

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان
جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھيرو اور جو
کوئی اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا، مگر یہ کہ
لڑائی کا ہنر کرتا ہو یا فوج میں جا ملتا ہو، سو وہ
اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر پھرا اور اس کا ٹھکانا
جہنم ہے اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

خوب اچھی طرح سے جان لیجئے! کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ میدانِ جہاد سے بلا شرعی
عذر بھاگنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس گناہ کا مرتکب شخص اللہ تعالیٰ کے غضب، اس کی
ناراضی اور دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان
میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک
کرنے والے کاموں سے بچو۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ سات کام کیا ہیں؟ آپ ﷺ
نے فرمایا: [وہ سات کام یہ ہیں :-] ❶ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، ❷ جادو کرنا
❸ اس جان کو ناحق قتل کرنا، جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہو، ❹ یتیم کا مال کھانا
❺ سود کھانا ❻ میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، ❼ بھولی بھالی، پاکدامن، مؤمن
عورتوں پر شہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن والوں کو ایک خط
لکھا۔ جس میں فرائض، سنتیں اور دیت وغیرہ کے مسائل تھے، اس خط میں یہ بھی تھا کہ

اللہ (ﷻ) کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑے گناہ شرک کرنا، مسلمانوں کو ناحق قتل کرنا، جہاد کے میدان سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں۔ (ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بڑا بہادر ہے وہ شخص جو جہاد میں دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور بہت بزدل ہے وہ شخص، جو دشمنوں کا سامنا ہوتے ہی ان پر حملہ کر دے، یہاں تک کہ وہ ہو جائے جو اللہ (ﷻ) نے چاہا۔ عرض کیا گیا: اے ابو ہریرہ! یہ کس طرح سے ہو گیا [کہ بھاگنے والا بہادر اور ڈٹ کر لڑنے والا بزدل]؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو میدان جہاد سے بھاگتا ہے وہ اللہ (ﷻ) کے مقابلے میں جرأت دکھاتا ہے، اس لئے بھاگ جاتا ہے اور جو ڈٹ کر لڑتا ہے وہ اللہ (ﷻ) سے ڈرتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)



فصل

میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کے احکام

اس فصل میں میدانِ جہاد سے بھاگنے کے بارے میں بعض احکام ذکر کئے جا رہے ہیں [یہ وہ احکام ہیں جن پر تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے]۔

① جہادِ عمومی طور پر فرضِ کفایہ ہوتا ہے، لیکن جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے آجائیں تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے اور پیچھے ہٹنا حرام ہو جاتا ہے۔

② اگر دشمن کی تعداد دو ۲ گنا سے زیادہ نہ ہو تو میدان سے بھاگنا حرام ہے، مگر ان چند صورتوں میں یہ جائز ہو جاتا ہے:-

(الف) دشمن کو دھوکا دینے کے لئے پیچھے ہٹنا، تاکہ پیچھے ہٹ کر حملہ کر سکے۔

(ب) پیچھے بھاگ کر کہیں چھپ جانا، تاکہ جب دشمن تعاقب کرتا ہو وہاں تک پہنچے تو اس پر حملہ کر دے۔

(ج) میدانِ جنگ اگر تنگ ہو اور پیچھے کھلی جگہ ہو تو وہاں آنے کے لئے بھاگنا یا شورش اور ہوا کے مناسب رخ کیلئے پیچھے ہٹنا۔

(د) پیچھے موجود اپنے لشکر میں آنا، تاکہ وہاں سے دوبارہ حملے کی تیاری کی جاسکے، یہ لشکر دور ہو یا قریب، چھوٹا ہو یا بڑا۔

③ سخت بیماری، اسلحے کے ختم ہونے اور تیر اندازی کے مقابلے میں تیر نہ ہونے کی صورت میں بھی پیچھے ہٹنا جائز ہے، مگر جس شخص کو بھی غدر کی وجہ سے بھاگنا ہو، اس کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نیت سے راہِ فرار اختیار کرے۔

④ اگر کافروں کی تعداد دو ۲ گنا سے زیادہ ہو تو پیچھے ہٹنا جائز ہے، لیکن ڈٹ جانا اور لڑنا افضل ہے، خصوصاً جب کہ لڑنے کی طاقت موجود ہو۔ اس بارے میں کئی عجیب و غریب واقعات پچھلے باب میں گزر چکے ہیں۔

۵ لشکر کے امیر کے مارے جانے کی وجہ سے فرار ہونا یا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔

۶ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے کسی حال میں فرار ہونا اور پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد، ترمذی، السنن الکبریٰ)

اس بارے میں حضرت امام مالک کا فتویٰ بھی موجود ہے۔

[مزید تفصیلات اعلاء السنن، ص: ۶۳، ج: ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے وفیہ مائیکشی]

غلبے اور ثابت قدمی کا راز

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ معیت دو طرح کی ہے، ایک معیت تو علم اور احاطے کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ بھی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے، اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحديد: ۴)

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

یہی معنی اگلی آیات میں بھی ہے:

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ

سَادِسُهُمْ وَلَا آذُنٌ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَعْتَرَا إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (الحجرات: ۷)

ترجمہ: جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں

ہوتا ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو یا زیادہ کی، مگر وہ ہر جگہ

ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسری معیت نصرت، تائید اور دشمنوں پر غالب کرنے والی معیت ہے، یعنی خصوصی

طور پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی نصرت اور مدد فرماتا ہے اور ان کے

دشمنوں کو تباہ و برباد فرمادیتا ہے، اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ (التوبة: ۴۰)

ترجمہ: جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس آیت میں میں بھی اسی معیت کا تذکرہ ہے:

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللَّهُ مَعَكُمْ (محمد: ۳۵)

ترجمہ: اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ معیت اور ساتھ بندے کو اسی وقت نصیب ہوتا ہے، جب وہ بندہ بنے اور بندگی کرنے کا حق اداء کرتا ہے اور اس کی بندگی میں نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ پس جو مجاہد اس طرح بندگی اختیار کرتا ہے تو اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا مددگار ہوتا ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ (محمد: ۱۱)

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی ہے جو ایمان لائے اور کفار کا کوئی بھی حامی نہیں۔

لیکن جب مجاہد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری کا حق اداء نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا، یا کافروں کی طرح گناہوں میں پڑ جاتا ہے تو اس میں اور اس کے دشمن میں ایک چیز مشترک ہو جاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، چنانچہ کافروں کی طرح اس کے دل میں بھی رعب، دنیا کی محبت اور وسوائی جیسی بیماریاں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جس قدر بڑی ہوگی اس کا اثر بھی اس قدر بڑا ہوگا اور یہ نافرمانی جس قدر چھوٹی ہوگی اس کا اثر بھی کم ہوگا۔ کیا آپ نے کبھی خُئین کے واقعے پر غور نہیں کیا؟ اس دن کچھ [نئے] مسلمانوں کا اپنی کثرت پر فخر اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر نظر نہ کرنے کی وجہ سے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی، لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ معصوم ہیں اور کئی ایمان والے بھی فخر سے محفوظ رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرار سے بچایا اور وہ ڈٹے رہے اور بالآخر فتح انہی کی ہوئی اور دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔

غزوہ خُئین کا واقعہ آگے ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ یہی بات سمجھانے کے

لئے قرآن مجید نے کئی جگہ جہاد و قتال کے ساتھ تقویٰ کا ذکر فرمایا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ
وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (التوبة: ۱۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

اس کے فوراً بعد ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (التوبة: ۱۲۳)

ترجمہ: اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔
اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو یہ تسلی دینے کے بعد کہ آپ ان کافروں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں، فوراً یہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (النحل: ۱۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔
حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، وہ تمہیں یاد رکھے گا، تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، تم اسے اپنے آگے پاؤ گے۔ (ترمذی)
اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اگر میری امت مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرے گی، تو دشمن کبھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا دشمن میدانِ جنگ میں تمہارے سامنے ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مدت ٹھہرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں اور [بعض اوقات] تین بکریوں کا دودھ دوہنے کی مدت بھی ٹھہرتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:۔ ربّ کعبہ کی قسم! تمہارے اندر مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے موجود ہیں، [اسی وجہ سے دشمن اتنی دیر تمہارے سامنے جم کر لڑنے کی

عَلَّامَةُ ابْنِ کَثِیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سلطان رُکْن الدِّین بَہرَس رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مجاہد کے پاس ایک شاندار گھوڑا تھا جو میدانِ جنگ میں خوب آگے بڑھتا تھا، ایک بار لڑائی کے دوران گھوڑا سُت ہو گیا، وہ مجاہد اپنے اسی گھوڑے کو آگے بڑھنے کے لئے مارتا تھا، مگر گھوڑا پیچھے ہٹتا تھا، اس پر وہ مجاہد بہت حیران ہوا، رات کو اس نے خواب میں اپنے گھوڑے کو دیکھا تو اُسے اُس کی سُستی اور پیچھے ہٹنے پر ملامت کرنے لگا، اس پر گھوڑے نے کہا: میں کیسے دشمن پر چڑھائی کرتا، جبکہ تم نے میرا چارہ کھوٹے پیسے سے خریدا تھا، صبح اٹھ کر یہ مجاہد چارہ بیچنے والے کے پاس گیا، تو چارہ فروش نے اُسے دیکھتے ہی کہا: کل آپ نے جو درہم مجھے دیا تھا وہ کھوٹا تھا، چنانچہ وہ درہم اسے واپس دے دیا۔ (ابن کثیر فی تاریخہ)

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بار مسلمانوں نے کافروں کے ایک قلعے کا کئی دن سے محاصرہ کر رکھا تھا، ان سے کوئی سُنت چھوٹ رہی تھی، اس لئے قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسواک میں سُستی کی جارہی ہے، پس سارے لشکر نے اس سُنت کو زندہ کیا تو قلعہ فوراً فتح ہو گیا۔

اب آپ اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ ایک سُنت چھوڑنے پر جب یہ نَحُوسْت آگئی تو حرام کام کرنے اور حرام چیزیں کھانے اور پینے سے کتنی نَحُوسْت نازل ہوتی ہوگی، پس یہی چیزیں مجاہدین کے لئے شکست اور ذلت کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے اے مجاہدین کرام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ تک نہ آنے دیجئے اور اپنے باطن کو نافرمانی کی غلاظت سے بچائے رکھئے اور وساوس کی تاریکیوں میں یقین اور ٹوٹل کے چراغ جلائیے اور یہ یقین رکھئے کہ موت نے ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آنا ہے، نہ کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اس موت سے بچ سکتا ہے اور نہ انسانوں کی تدبیریں اس موت کو ٹال سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ۔ (النساء: ۷۸)

ترجمہ: تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آ ہی پکڑے گی، اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔

اگر تقدیر میں کسی کے لئے قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے نہیں بچ سکتا۔
 قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ۔ (آل عمران: ۱۵۳)

ترجمہ: کہہ دو! اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے البتہ اپنے کرنے کی جگہ پر باہر نکل آتے وہ لوگ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا۔

اے مجاہدین کرام! اپنے اور اپنے دشمنوں میں فرق کرنے کے لئے تقوے کی محفوظ چادر اوڑھے رکھئے، تاکہ کافروں کی کوئی صفت آپ لوگوں میں نہ آجائے اور ان کی کوئی عادت یا خصلت آپ لوگوں میں پیدا نہ ہو جائے۔]

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (آل عمران: ۱۵۹)
 ترجمہ: پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (الحج: ۴۰)
 ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ زبردست غالب ہے۔

اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

اگر تجھے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی حرص ہے، تو یاد رکھ! میدانِ جہاد سے بھاگنا تیری زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتا اور ڈٹ کر لڑنے سے تو اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ آج اگر تو میدان سے بھاگ رہا ہے تو غور کر کہ تو نے کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے؟ تیرا رب تجھ سے ناراض ہوا، مسلمانوں اور کافروں، سب کے سامنے تو ذلیل ہوا اور تیری زندگی بھی نہیں بڑھی، بلکہ آج تو عزت کی موت سے بھاگ کر ذلت کی موت کے گڑھے کی طرف دوڑ رہا ہے۔ حالانکہ

بہادروں کا شیوہ تو یہ ہے کہ:

- ① جب مرے بغیر کوئی چارہ نہیں، تو پھر بزدلی کی ذلت والی موت کیوں مریں؟
- ② بادشاہوں کی طرح زندگی گزار دیا عزت کے ساتھ مرو، لیکن مرتے وقت تمہاری کھلی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔
- ③ ہمارے گھوڑوں کا پچھلا حصہ نیزوں پر حرام ہے اور ان کی گردنوں اور سینوں سے لہو ٹپکتا ہے اور بھاگتے ہوئے کی پیٹھ پر وار کرنا ہمارے نیزوں کیلئے حرام ہے، یہ تو صرف سینوں کا شکار کرتے ہیں۔
- ④ تلواروں سے قتل ہونا کوئی نقص کی بات نہیں، اگر یہ عزت اور فخر سے خالی نہ ہو۔ ہم وہ لوگ ہیں جو ایسی موت کو گالی نہیں سمجھتے، جو تلواروں اور عمدہ نیزوں کے درمیان آتی ہے۔
- ⑤ کسی کو موت ناپسند ہے تو ہوتی رہے، میرے لئے تو موت شہد سے زیادہ لذیذ اور پسندیدہ ہے۔ گھمسان کی لڑائیوں میں آگے بڑھنے سے موت جلدی نہیں آ جاتی اور نہ میدان سے بھاگنا موت سے بچا سکتا ہے۔
- ⑥ بزدلی عار اور آگے بڑھنا عزت و کرامت ہے اور بھاگنے والے موت سے بچ نہیں سکتے۔
- ⑦ جنگ جب آجائے تو وہ تمہاری بزدلی نہ دیکھے، اس میں ڈٹ کر لڑو کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے۔
- ⑧ جب بدن موت ہی کیلئے پیدا ہوئے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار سے مارا جانا ہی زیادہ اچھا ہے۔

اے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے!

کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بھاگنا شروع کرے اور تیری پیٹھ میں تیر [یا گولی] آگے اور تو دنیا و آخرت میں ناکام ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ دعاء فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مارا جاؤں۔ (نسائی)

شیخ ابو القاسم القشیری رحمہ اللہ دو ۲ صوفیوں کا قصہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں اکٹھے ایک عرصے تک احسان و شلوک کی منزلیں طے کرتے رہے، پھر ان میں سے ایک غائب ہو گیا اور دوسرا رومیوں کیساتھ جہاد میں لگ گیا۔ ایک مرتبہ لڑائی کے دوران رومیوں کی طرف سے ایک شخص زہرہ اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی، یکے بعد دیگرے تین مسلمان نکلے، مگر اس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ تب یہ صوفی بزرگ میدان میں آئے، جب مقابلہ شروع ہونے لگا، تو رومی نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ اس صوفی بزرگ کا سابقہ ساتھی نکلا۔ بزرگ نے حیرانی سے پوچھا کہ تم کافروں کی طرف سے لڑ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں دنیا کے چکر میں پڑ کر دین اسلام کو چھوڑ چکا ہوں، اب میرے پاس عورتیں اور مال بے شمار ہے۔ بزرگ نے کہا: تم تو کئی قرأتوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اس نے کہا: مجھے اب ایک حرف بھی یاد نہیں ہے۔ بزرگ نے کہا: تم واپس لوٹ جاؤ۔ اس نے کہا: نہیں میری رومیوں کے درمیان بڑی عزت ہے، میں واپسی کی ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔ صوفی بزرگ کسی طرح جنگی حیلے سے اسے واپس موڑنے میں کامیاب ہوئے اور پھر انہوں نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔

سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں کے باوجود بد بخت ٹرند ہو کر مرا، دُنیا میں بھی خسارہ پایا، آخرت بھی تباہ ہوئی۔ (الرسالہ القشیریہ)

اس طرح کے واقعات بہت ہیں اور ان بد قسمتموں کے واقعات جو کافروں کے ہاتھوں قید ہو کر ان کے شہروں کا حسن دیکھ کر فتنے میں پڑ گئے اور اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے، بے شمار ہیں بطور مثال ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

عبدہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم رومیوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے، ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا، وہ ہم میں سب سے اچھا قاری، سب سے زیادہ دین کا علم رکھنے والا اور

مسائل جاننے والا تھا، وہ دن کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو قیام کرتا تھا۔ ایک بار ہم رومیوں کے ایک ایسے قلعے سے گزر رہے تھے جس پر حملے کا ہمیں حکم نہیں تھا، یہ نوجوان اس قلعے کی طرف چل پڑا، ہم نے سمجھا کہ پیشاب کرنے کیلئے جا رہا ہے، مگر اس کی نظر ایک عیسائی عورت پر پڑی تھی اور وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس نے رومی زبان میں عورت سے کہا: میں تمہیں کس طرح سے پاسکتا ہوں؟ اس نے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ، ہم تمہارے لئے دروازہ کھول دیں گے اور میں تمہاری ہو جاؤں گی۔ وہ نوجوان اس کی شرط مان کر قلعے میں داخل ہو گیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے لشکر پر غم اور افسوس چھا گیا، کیونکہ ہم میں سے ہر شخص اس نوجوان کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتا تھا۔ ایک بار پھر ہمارا گزر اس قلعے کے پاس سے ہوا، تو ہم نے دیکھا کہ وہ نوجوان بھی دوسرے عیسائیوں کیساتھ قلعے کے اوپر سے ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہم نے اسے کہا: اے نوجوان! تمہارے قرآن، تمہارے علم، تمہارے روزے اور نمازوں کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: سارا قرآن بھول چکا ہوں، مجھے صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے:

رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا الْوُكَاةُ مُسْلِمِينَ ۝ ذَرُّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا
وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ (الحجر: ۳۲)

ترجمہ: کافر بڑی حسرت کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہو جاتے، انہیں چھوڑ دو، کھالیں اور فائدہ اٹھالیں اور انہیں آرزو و غفلت میں ڈالے رکھے، سو آئندہ معلوم کر لیں گے۔

مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کافروں کے ہاتھوں قید ہونے والوں کے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ فتنے میں پڑنے سے بچ جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

عَبْدُ اللہ بن عَبَّاس رَضِیَ اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رومیوں نے حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عَبْدُ اللہ بن خَدَّافَةَ رَضِیَ اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا۔ رومیوں کے سردار نے ان سے کہا کہ تم عیسائیت قبول کرلو، ورنہ تمہیں تیل کی دیگ میں جلادوں گا۔ حضرت عَبْدُ اللہ رَضِیَ اللہ عنہ نے فرمایا: جو کرنا ہے کرلو، میں اسلام نہیں چھوڑوں گا۔ رومی سردار نے دیگ منگوائی اور اس میں تیل ڈال کر اُسے

جوش دیا، پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اُسے عیسائیت کی دعوت دی گئی، اُس نے انکار کیا، تو اُسے اُلتے تیل میں ڈال دیا گیا جس سے [اس کا گوشت فوراً پگھل گیا اور] اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ رومی سردار نے حضرت عبداللہ بن حبیبؓ سے کہا: عیسائیت قبول کر لو ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ انہوں نے انکار فرمایا، تو رومی سردار نے انہیں بھی دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن خذافہؓ رونے لگے، رومی سمجھے کہ وہ ڈر گئے ہیں۔ سردار نے کہا: انہیں واپس لے آؤ، جب واپس لایا گیا تو حضرت عبداللہ بن حبیبؓ نے فرمایا: تم یہ نہ سمجھو کہ میں ڈر کی وجہ سے رو رہا ہوں، بلکہ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میری صرف ایک جان ہے جو میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ کاش! جسم کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور تم میری ہر جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں یہی کچھ کرتے۔ یہ سن کر رومی سردار حیران رہ گیا اور اس نے کہا: تم میرے سر کا بوسہ لے لو، میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حبیبؓ نے فرمایا: میں یہ بھی نہیں کروں گا۔ رومی نے کہا: تم عیسائی بن جاؤ، میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دوں گا اور اپنی حکومت میں تمہیں شریک کر لوں گا۔ حضرت عبداللہ بن خذافہؓ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ رومی سردار نے کہا: تم میرے سر کا بوسہ لے لو، میں تمہیں اور تمہارے ساتھ اتنی مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن خذافہؓ نے فرمایا: ہاں! میں یہ کر سکتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن خذافہؓ نے اس کے سر کا بوسہ لیا، تو اس نے انہیں اور اتنی مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔ جب یہ واقعات امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچے، تو حضرت عمروؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت عبداللہ بن خذافہؓ کے سر کا بوسہ لیا۔ (اسد الغابہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمروؓ نے فرمایا: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حضرت عبداللہ بن خذافہؓ کے سر کا بوسہ لے اور میں اس کی ابتداء کرتا ہوں، پھر حضرت عمروؓ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ بن حبیبؓ سے مذاق کرتے تھے اور فرماتے تھے: آپ نے رومی سردار کے سر کا بوسہ لیا؟ حضرت عبداللہ بن حبیبؓ فرماتے تھے: ہاں!

اللہ (ﷻ) نے اس بو سے کی بدولت اسی مسلمان قیدیوں کو رہائی عطا فرمائی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا، اس لشکر نے رومیوں کے ایک قلعے کا سخت محاصرہ کر لیا، مسلمانوں کے لشکر میں دو ۲ بھائی ایسے تھے جنہیں اللہ (ﷻ) نے مثالی بہادری اور جنگی صلاحیت عطا فرمائی تھی، اس قلعے کا رومی سردار اپنے مشیروں اور جنگی سرداروں سے کہتا تھا کہ اگر یہ دونو جوان پکڑے یا مارے جائیں تو تم باقی لشکر پر آسانی سے قابو پاسکتے ہو، چنانچہ رومی ان دونوں کے لئے طرح طرح کے جال بچھاتے رہے اور سازشیں کرتے رہے، یہاں تک کہ ان دو میں سے ایک نوجوان شہید ہو گیا اور دوسرا گرفتار۔ جب اس گرفتار نوجوان کو سردار کے پاس لایا گیا، تو اس نے اُسے دیکھ کر کہا: اسے قتل کرنا بڑی مصیبت اور واپس بھیجنا بڑا عذاب ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ نصرانی ہو جائے تو میں اسے بے شمار مال دوں گا، تاکہ یہ دین نصاریٰ کو عزت بخشے۔ رومیوں کے جرنیلوں میں سے ایک نے کہا: اے ہمارے سردار! میں جانتا ہوں کہ عرب لوگ عورتوں کی طرف بہت مائل ہوتے ہیں، میری ایک نہایت حسین و جمیل بیٹی ہے، یہ اگر اسے دیکھ لے تو فتنے میں پڑ جائے گا، آپ اسے مجھے دے دیجئے، میں اسے گمراہ کر دوں گا۔ سردار نے کہا: لے جاؤ۔ وہ جرنیل اس نوجوان کو گھر لے آیا اور اپنی بیٹی کو بہترین لباس، خوبصورت بیش بہا زیور اور شاہانہ پوشاکیں پہنا کر ایک خادم کی طرح اس نوجوان کے آگے کھڑا کر دیا اور طرح طرح کے کھانے مٹھائیاں اور شرابیں اس نوجوان کے لئے مہیا کر دیں اور دروازہ بند کر کے ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا۔ نوجوان نے جب یہ آزمائش دیکھی تو اس نے اللہ (ﷻ) سے مدد مانگی اور اپنی نگاہوں کو جھکالیا اور عبادت و تلاوت میں لگ گیا۔ اللہ (ﷻ) نے اُسے خوبصورت آواز اور پُرترنم لہجہ عطا فرمایا تھا، وہ قرآن پڑھتا تھا تو لڑکی کے دل پر اثر ہوتا تھا، یہاں تک کہ وہ لڑکی اس کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور اس کا کھانا پینا اور سونا چھوٹ گیا، اسی حالت میں سات دن گزر گئے اور لڑکی کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ وہ اس نوجوان کے دین کو قبول کر لے، جب اس لڑکی کا پیانہ صبر لبریز ہو گیا اور اس کا دل پھٹنے لگا تو وہ اس کے سامنے گر گئی اور کہنے لگی: میں

تمہیں تمہارے دین کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری بات سنو۔ نوجوان نے کہا: کیا کہنا چاہتی ہو؟ لڑکی نے کہا آپ میرے سامنے اسلام پیش کیجئے۔ نوجوان نے اسلام پیش کیا، تو وہ مسلمان ہوگئی اور طہارت وغیرہ کر کے اس نے نماز کیجی۔ پھر اس نے کہا: اے نوجوان! میں تو تمہارا قُرب پانے کے لئے اسلام لائی ہوں۔ نوجوان نے کہا: اسلام میں نکاح کیلئے دو ۲ گواہ اور مہر وغیرہ شرط ہیں، یہاں دو ۲ گواہ نہیں ہیں، لیکن اگر تم یہاں سے بھاگنے کی کوئی تدبیر نکالو تو پھر یہ کام ہو سکتا ہے۔ لڑکی نے کہا: ٹھیک ہے میں کوئی تدبیر کرتی ہوں، اس کے بعد اس لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کو بلایا اور کہا کہ یہ نوجوان تو نصرانی ہونے پر راضی ہو چکا ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ اس شہر میں میرا بھائی قتل ہوا ہے، اس لئے میں یہاں تمہارا مذہب قبول نہیں کر سکتا، ہاں اگر تم مجھے کسی اور شہر لے چلو تو مجھے تسلی ہو جائے گی اور میں تمہارا کہنا مان لوں گا۔ لڑکی نے کہا: اگر آپ لوگ اسے میری ضمانت پر میرے ساتھ فلاں بستی بھیج دیں تو ہمارا مقصود پورا ہو سکتا ہے۔ یہ سُن کر وہ جرنیل سردار کے پاس گیا اور اُسے راضی کر لیا۔ چنانچہ وہ نوجوان اس لڑکی کیساتھ مذکورہ بستی میں پہنچ گیا، جب رات چھا گئی تو دونوں بھاگ کھڑے ہوئے، صبح کے وقت انہوں نے نماز پڑھی، پھر آگے بڑھے، اچانک انہیں اسلحے کی جھنکار اور گھوڑوں کے ٹٹوں کی آواز آئی، تو اس نوجوان نے لڑکی سے کہا: ایسا لگتا ہے کہ عیسائیوں کے سپاہی ہم تک پہنچ چکے ہیں، جب کہ ہمارا گھوڑا رات بھر دوڑنے کی وجہ سے تھکا ہوا ہے۔ لڑکی نے کہا: تعجب ہے تم بھی خوف زدہ ہو گئے؟ نوجوان نے کہا: ہاں۔ لڑکی نے کہا: تم تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فریاد کرنے والوں کے ساتھ اس کی مدد کے تذکرے کرتے تھے، اب تمہارے یقین کو کیا ہو گیا ہے؟ آؤ! اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑاتے ہیں، وہ ہماری مدد فرمائے گا۔ نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ وہ دونوں آہ وزاری اور دعاء میں لگ گئے، وہ نوجوان رورور دعاء کر رہا تھا اور لڑکی آمین کہہ رہی تھی۔ اچانک اسے اپنے قریب گھوڑے سے اپنے شہید بھائی کی آواز آئی، جو کہہ رہا تھا: اے میرے بھائی! ڈرنے اور غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ گھڑ سوار اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے بھی آئے ہیں، تاکہ تم دونوں کی

شادی پر گواہ بن سکیں، اللہ تعالیٰ نے تم دونوں پر فخر فرمایا ہے اور تمہیں خوش نصیب شہداء کا اجر عطا فرمایا ہے اور اس نے زمین کو تمہارے لئے لپیٹ دیا ہے اور تم مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں پہنچ چکے ہو، جب تمہاری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہو، تو انہیں میرا سلام کہنا اور عرض کرنا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، آپ نے بہت خیر پھیلایا ہے اور بہت محنت کی ہے۔ اس کے بعد فرشتے بلند آواز سے اس نوجوان اور اس کی بیوی کو سلام کہنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں گھوڑے سے اتر کر چند قدم ہی چلے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا۔ اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافِ عادت فجر کی نماز مختصر پڑھائی تھی اور نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ چلو! ہم اپنے دولہا دلہن سے ملاقات کریں، مسلمان یہ سن کر حیران ہوئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان ان دونوں کے استقبال کیلئے نکلے اور ان کی ملاقات ان دونوں سے ہو گئی، تو مسلمانوں نے پوچھا کہ آپ کو ان کے آنے کا علم کیسے ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رات کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان اور اس کی بیوی کا پورا ماجرا سنایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور ان دونوں کا باقاعدہ نکاح پڑھایا اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد دی جو نیک صالح تھی اور ان کی زندگی میں جوان ہو کر جہاد کرتی رہی اور صاحبِ اولاد ہوئی۔ (زہر الکمال)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماضی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں گئیں، مگر وہ اپنے دین پر ڈٹے رہے۔ (المسہد رک)

حضرت حُصَيْن رضی اللہ عنہ کو شولی پر لٹکایا گیا، مگر وہ اپنے دین سے نہیں پھرے۔ (بخاری)

فائدہ: قاضی افریقہ عَبْد الرَّحْمٰن بن زِيَاد رحمۃ اللہ علیہ کو رومیوں نے قید کر لیا، جب کچھ مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کیلئے لایا گیا، تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ پڑھے:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَلَا اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِيًّا۔

[اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، میں اس کیساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ اس کے علاوہ

کسی کو اپنا یار و مددگار بناتا ہو۔]

مجھے یہ الفاظ پڑھتے ہوئے ان کے سردار نے دیکھ لیا اور کہنے لگا: عربوں کے سردار کو آگے لے آؤ۔ پھر اس نے کہا: کیا تم نے یہ الفاظ پڑھے ہیں؟ اس نے میرے الفاظ ڈہرائے۔ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: تم نے یہ کہاں سے سیکھے ہیں؟..... میں نے کہا: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ان کا حکم فرمایا ہے، اس نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انجیل میں ہمیں اس کا حکم دیا ہے پھر اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

اگر تو میدانِ جنگ کی موت اور گرفتاری سے بچ کر بھاگ آیا ہے تو تب بھی موت اپنے وقت پر تجھے آنی ہی ہے اور تو اپنے مفترِ رہ سانسوں سے ایک سانس بھی زیادہ نہیں لے سکتا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

قُلْ إِنْ الْمَوْتُ الَّذِي تُفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ
عَلِيمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸﴾ (البقرہ: ۸)
ترجمہ: کہہ دو! بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تو ضرور تمہیں ملنے والی ہے، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

یاد رکھو! تم جس شہادت سے بھاگ رہے ہو اس میں تو تمہارے لئے عکڑاٹا الموت [یعنی موت کی سختی] سے نجات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پٹی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کیا کرو، اگر ان باتوں میں کچھ عبرت ہو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان میں آئے اور انہوں نے کہا: کیوں نہ ہم دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کچھ خردوں کو زندہ فرمادے تاکہ وہ ہمیں موت کے بارے میں بتائیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، ابھی وہ دعا

کر رہے تھے کہ ایک شخص جس کے سر کے بال کالے اور آنکھوں کے درمیان نجدے کا نشان تھا، کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں، مگر ابھی تک موت کی حرارت مجھ سے دور نہیں ہوئی، دعاء کرو کہ اللہ (تعالیٰ) مجھے واپس میری سابقہ حالت پر لوٹا دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ورواہ احمد)

ایک روایت میں ہے کہ پٹی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مرنے والے کے ایک بال برابر درد کو آسمان وزمین والوں پر رکھ دیا جائے تو وہ سب مرجائیں گے۔ (ابن ابی الدنیانی کتاب الموت) حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے: اگر تم شہید نہ ہوئے [تب بھی] مرجاؤ گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! (موت کے) فرشتے کو دیکھنا تلوار کے ہزار وار کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

ایک روایت میں آیا ہے کہ موت تلواروں کے وار اور آری کے چیرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (الذکر للقرطبی)

عبد اذ بن اؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں مؤمن کیلئے سب سے زیادہ خوفناک چیز موت ہے اور وہ آری سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور دیگ میں اُبالنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اگر کسی مُردے کو زندہ کر دیا جائے اور وہ دُنیا والوں کو موت کی سختی کے بارے میں بتا دے تو وہ عیش کرنا اور نیند کرنا بھول جائیں گے۔ (احیاء علوم الدین)

ایک روایت میں ہے کہ اگر موت کے درد کا ایک قطرہ دُنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو وہ پگھل جائیں گے۔ (اتحاف السادة المستقین)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے کعب! ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! وہ اس طرح ہے، جیسے ایک زیادہ کانٹوں والی شاخ کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کر دی جائے اور ہر کانٹا کسی ایک رگ میں گھس جائے، پھر اس شاخ کو [اس کے منہ سے] کوئی سخت کھینچنے والا شخص کھینچے، وہ جو کچھ ساتھ لاسکے لے آئے اور جو نہ لاسکے وہ باقی رہ جائے۔ (احیاء علوم الدین)

اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

ذرا غور کر، تو شہادت کی لذیذ موت کو چھوڑ کر کس موت کی طرف بھاگ رہا ہے۔
یاد رکھ! موت کی سختی کے بارے میں تو نے پڑھ لیا اور موت کے بعد کے مناظر بھی اس
سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور قبر کے عذاب کے بعد حشر کے دن کا منظر بھی بہت دردناک ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكَرَى وَ مَا هُمْ بِسُكَرَى وَلَٰكِنَّ
عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (الحج: ۲)

ترجمہ: جس دن اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول
جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے
اور وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔

دیکھ کتنا بڑا فرق ہے، اس دردناک موت کو پانے والوں اور ان کے درمیان، جنہیں
اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا ہے:

أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزْكَوْنَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)

ترجمہ: وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ
نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف
سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے،
اس لیے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

شہداء موت کی سختی اور اس کے بعد کی شدت سے محفوظ رہیں گے اور جنت کے اعلیٰ
مقامات میں حسین و جمیل حوروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ نعمتوں میں ٹھاٹھ کی زندگی

گزاریں گے، مرنے کے بعد ان کی روہیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنتوں میں کھاتے پیتے ہیں اور وہ شہادت کا ایسا لطف پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں واپس آ کر دوبارہ شہید ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔ کتنی محرومی کی بات ہے کہ ایک مسلمان اس طرح نعمتوں کو پانے کا موقع ضائع کر دے اور جہاد سے محروم ہو کر ذلت میں پڑ جائے۔ معلوم نہیں جہاد سے بھاگنے والا یہ شخص کل اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟ جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے تو اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دی تھی، مگر پھر یہ جان دینے سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کا راستہ دیا، مگر تو اس راستے سے ہٹ گیا۔

اے پروردگار! تیرے ہی ہاتھ میں دلوں کی لگام ہے، ہم تجھ سے جہاد میں ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے اپنے راستے کی پسندیدہ شہادت کی بھیگ مانگتے ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

دعوت

[اس باب میں مُصَنَّف نے اتنا کچھ بیان فرمادیا ہے جو ایک کمزور سے کمزور مسلمان کو جہاد پر کھڑا کرنے کیلئے کافی ہے۔ اس باب میں مذکورہ روایات اور احکام کو بار بار پڑھنا چاہئے اور دل میں بٹھانا چاہئے۔ مجاہدین کیلئے یہ بات تقویت کا باعث ہوگی کہ وہ کسی جگہ جنگ میں جانے سے پہلے اس باب کی تعلیم کرا لیا کریں اور اپنے ایمان اور عزم کی تجدید کر لیا کریں، البتہ گوریلا کارروائیاں کرنے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ حملہ کر کے اور اپنا کام پورا کر کے جلد پیچھے ہٹنے کی کوشش کیا کریں، کیونکہ یہ ان کی جنگ اور لڑائی کا ایک حصہ ہے اور وہ مسلمان بھائی جنہوں نے مستقل طور پر میدانِ جنگ کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے اور ان کے دل میں جہاد کا خیال تک نہیں آتا، انہیں بھی چاہئے کہ اس باب کو بار بار پڑھیں اور اپنے مُردہ ضمیر کو زندہ کرنے اور سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کریں اور اپنے دل و دماغ سے غفلت اور ہزدلی کی چربی پگھلانے کیلئے قرآن و سنّت کے ان

ایمانی حرارت والے فرمانوں کو پڑھیں اور سنیں، ان شاء اللہ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل مستوجہ ہوگا۔ یاد رکھئے! جو شخص اپنے مجرم اور بیماری کا اعتراف کر لے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے علاج اور بخشش کا فیصلہ ہو جاتا ہے، لیکن جو اپنے مجرم کو مجرم ہی نہ سمجھے، وہ ہمیشہ غفلت کے راستوں میں دھکے کھاتا رہتا ہے۔

یا اللہ! ہمیں ایسی آنکھیں عطاء فرما، جو ہمیں اپنے غیوب، اپنی بیماریاں اور اپنے جرائم دکھاسکیں اور ہمیں توبہ کی توفیق عطاء فرما۔ آمین]





دستِ نیت کے بغیر جہاد کا اہتمام
نہیں ہوتا نیز مختلف نیتوں کا بیان

نیت کے متعلق چند احکامات

اخلاص کی اہمیت



عروج و زوال کے اسباب

جب مسلمان جہاد کریں گے، اموال کو ٹھیک طرح سے تقسیم کریں گے اور انکی جماعت میں باہمی محبت ہوگی، ایسی محبت جو خود غرضی، بخل اور حسد سے پاک ہو اور ایثار پر مبنی ہو اور چھوٹے اپنے بڑوں کا اکرام کریں، تو سلطنت قائم رہے گی اور ترقی کرے گی۔ مگر جماعت میں اخلاص والی محبت کی جگہ نفاق آ جائے گا تو زوال شروع ہو جائے گا۔ (فتح الجواد: ۳/۳۰۵)

عجب اور انسانیت کا خاتمہ ضروری ہے

جہاد میں فتح کے بعد اگر ذاتی بہادری کے قصے زور پکڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا تذکرہ کم ہو جائے تو اس سے ”جہادی نظریے“ کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کو بھلا کر افراد کی قوت اور تدبیر پر نظر کرنے لگتے ہیں، چنانچہ جب یہ افراد نہیں رہتے یا قوت کمزور ہوتی ہے تو پھر وہ جہاد میں نہیں نکلتے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۲۷)

شکست کے اسباب

میدان جنگ کو جاتے وقت فخر و تکبر، عجب و غرور اور نمود و شہرت سے پرہیز کرنا، کیونکہ یہی چیزیں شکست کا باعث بن جاتی ہیں۔ (فتح الجواد: ۲/۲۳۳)



درست نیت کے بغیر جہاد کا اجر حاصل نہیں ہوتا نیز مختلف نیتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ط (الزمر: ۳) | خبردار! خالص فرمانبرداری اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ (البینہ: ۵)

اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں ایک رخ ہو کر خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے، جس کی اُس نے نیت کی۔ جس کی ہجرت اپنی نیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف سے ہوگی، تو وہ [آجر اور قبولیت کے اعتبار سے بھی] اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دُنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہوگی، تو اُس کی ہجرت اسی طرف ہوگی، جس کی اُس نے نیت کی۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے اکثر شہداء بستر والے ہوں گے اور میدانِ جنگ میں بہت سے قتل ہونے والوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مسند احمد مرسل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جتنا بھی [جہاد میں] چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں عبور کی ہیں، مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو [اس سب کے آجر میں] تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا مدینہ منورہ میں

رہنے کے باوجود [وہ آجر میں شریک تھے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ آجر میں شریک ہیں، کیونکہ) انہیں عذر نے روک لیا تھا [یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی سعی نہایت رکھتے تھے، مگر عذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے]۔ (بخاری)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا آجر ملتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر آجر ملتا ہے۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اُسے مجاہد کا آجر ملتا ہے، لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں، جبکہ مجاہد کو اس کا آجر بڑھا چڑھا کر ملتا ہے۔ (تفسیر قرطبی مختصراً)

اس بارے میں مزید تفصیلات انشاء اللہ ستائیسویں باب میں آئیں گی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی مالِ غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ (ﷻ) کے راستے میں کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ (ﷻ) کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے، وہی اللہ (ﷻ) کے راستے میں ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو بہادری کی وجہ سے، یا غیرت کی وجہ سے، یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ (ﷻ) کے راستے میں کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ (ﷻ) کا کلمہ بلند ہو جائے، بس وہی اللہ (ﷻ) کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا: ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص [قومی] غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے اُس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ (ﷻ) کا کلمہ بلند ہو جائے، بس وہی اللہ (ﷻ)

کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتائیے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم نے ڈٹ کر اللہ (ﷻ) کی رضا کی نیت سے جہاد کیا، تو اللہ (ﷻ) تمہیں اُسی حال میں اٹھائے گا اور اگر تم نے ریاکاری اور مال بڑھانے کے لئے جہاد کیا، تو اللہ (ﷻ) تمہیں اُسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبد اللہ بن عمرو! تم نے جس حال [یعنی نیت] پر قتال کیا یا مارے گئے اللہ (ﷻ) تمہیں اُسی حالت پر اٹھائے گا۔

(ابوداؤد، تہذیبی، المستدرک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے [یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی]۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اُس [سوال کرنے والے] شخص سے کہا: جاؤ! دوبارہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھو، شاید تم انہیں اپنی بات [صحیح طرح سے] سمجھا نہیں سکے۔ اس شخص نے [حاضر خدمت ہو کر] عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے پھر پوچھو۔ اس نے تیسری بار پوچھا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔

(ابوداؤد، ابن حبان، المستدرک)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: [یا رسول اللہ!] آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں، جو جہاد میں اجر کی بھی نیت رکھتا ہے اور اس بات کی بھی کہ لوگوں میں اس کا کچھ تذکرہ کیا جائے، ایسے شخص کو کیا اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کیلئے کچھ [بھی اجر]

نہیں۔ اس شخص نے یہی سوال تین بار دہرایا اور ہر بار رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس کے لئے کچھ [بھی اجر] نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) صرف ایسے خالص عمل کو قبول فرماتا ہے جو محض اُس کی رضا جوئی کیلئے کیا جائے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت اَبُو الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ایک شخص [جہاد میں] آجر بھی چاہتا ہے اور تعریف بھی [یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ اللہ (تعالیٰ) سے آجر ملے اور لوگ میرے جہاد اور میری بہادری کی تعریف کریں]۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی آجر نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اتنا لڑے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (کتاب السنن لسعد بن منصور)

عمر بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: میں جہاد میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں اور اسی نیت سے نکلتا ہوں، لیکن جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میری جنگ اور میری بہادری دیکھی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر تو تم ریا کار آدمی ہو۔ (کتاب السنن لسعد بن منصور)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ ایسے افراد کا تذکرہ کیا، جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں مارے گئے تھے، اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم دیکھتے اور سمجھتے ہو، [بلکہ] جب لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور ہر شخص کا مقام [اور مرتبہ] لکھا جاتا ہے کہ فلاں دنیا کیلئے مارا گیا، فلاں حکومت [اور غہدہ] کے پانے کیلئے مارا گیا، فلاں لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لیے مارا گیا اور فلاں اللہ (تعالیٰ) کی رضا کے لیے مارا گیا، پس جو شخص اللہ (تعالیٰ) کی رضا کے لئے شہید ہوا، اسی کے لئے جنت ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

ابو عبیدہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد [حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ] نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ گواہیاں دینے سے پرہیز کرو کہ فلاں فلاں شہید ہوئے ہیں

[یعنی ہر کسی کو شہید کا لقب نہ دیا کرو]، کیونکہ بعض لوگ قومی غیرت میں لڑتے ہیں، بعض لوگ بہادری کی وجہ سے لڑتے ہیں، [یعنی ان کی طبعی بہادری انہیں لڑنے پر مجبور کرتی ہے، یہ سارے لوگ جب مارے جاتے ہیں، تو ان میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوتا]، لیکن میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں جن [کی شہادت] پر تم گواہی دے سکتے ہو، ایک بار رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ایک عَرَبِیَّہ بھیجا [اس لشکر کو روانہ ہوئے] زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ (عَلَّیْہِ السَّلَام) کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارے بھائیوں کا مُشرکوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے اور وہ سارے شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے کہا ہے: اے ہمارے رب! ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ہم راضی ہو چکے ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو چکا ہے اور میں [یعنی رَسُوْلُ اللہ ﷺ] ان کا پیغام تمہیں پہنچانے والا ہوں کہ بے شک وہ راضی ہو گئے اور ان کا رب ان سے راضی ہو گیا۔ (المصدر)

حضرت عَبْدُ اللہ بن مُبارک رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عُمر بن خَطَّاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے، وہ لوگ آپس میں اس لشکر کا تذکرہ کر رہے تھے، جو اللہ (عَلَّیْہِ السَّلَام) کے راستے میں مارا گیا تھا، ان میں سے بعض کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ [یعنی لشکر والے] اللہ (عَلَّیْہِ السَّلَام) کے کام کیلئے نکلے اور اس کے راستے میں مارے گئے، یقیناً ان کا اجر اللہ (عَلَّیْہِ السَّلَام) پر واجب ہو گیا ہے۔ کسی اور نے کہا: ان کے انجام کا علم اللہ (عَلَّیْہِ السَّلَام) کو ہے اور ان کو وہی کچھ ملے گا جس کی انہوں نے نیت کی ہوگی۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا: تم لوگ کیا بات کر رہے ہو؟ انہوں نے اپنی پوری بات چیت سنائی تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دنیا کے لئے لڑتے ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں جو ریاکاری یعنی دکھلاوے کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن پر جنگ مُسلَّط ہو جاتی ہے اور ان کے لئے لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ (عَلَّیْہِ السَّلَام) کی رضا جوئی کے لئے لڑتے ہیں، یہی لوگ شہداء ہیں اور ان میں سے ہر

شخص قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا تھا اور اللہ کی قسم! کسی کو پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ان میں سے کوئی ایسا شخص بھی نہیں جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا ہو کہ اسکے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، المسد رک)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کیا اور سوائے ایک رتی [پانے] کے اور کسی چیز کی نیت نہیں کی، تو اُسے وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے نیت کی ہوگی۔ (نسائی، المسد رک)

[یعنی اُسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا، بلکہ جس حقیر دنیا کی اُس نے نیت کی ہے اُسے وہی مل جائے گی۔]

حضرت یحییٰ بن مثنیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے مجھے جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی، میں بوڑھا آدمی تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا، میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو جہاد میں میرے کام آ سکے اور میں اُسے اپنے مالِ غنیمت میں سے کچھ حصہ دے دوں، چنانچہ مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے کیا پتہ کہ آپ کو کتنا حصہ ملے گا؟ پھر اس میں سے میرا کتنا حصہ بنے گا؟ آپ میرے لئے کچھ مقرر کر دیں، غنیمت میں سے حصہ ملے یا نہ ملے [مجھے میری مقرر مزدوری مل جائے]۔ میں نے اُس کیلئے تین دینار مقرر کر دیئے۔ جب مالِ غنیمت مل گیا تو میں نے اس کے لئے حصہ نکالنا چاہا، تو مجھے تین دینار والی بات یاد آ گئی۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے سارا معاملہ پیش فرمایا [کہ اس آدمی کو تین دینار ہی دوں یا مالِ غنیمت میں سے بھی اسے حصہ دوں]۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تین دینار جو اس نے مقرر کئے تھے، ان کے علاوہ اس شخص کے لئے اس جہاد میں کچھ بھی نہیں ہے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں [یعنی اسے صرف تین دینار ہی ملیں گئے، اجر یا غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا]۔ (ابوداؤد، بیہقی، المسد رک)

ابو النجاء الشلمی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد میں قتل ہونے یا انتقال کر جانے والوں کے بارے میں کہتے ہو کہ فلاں شخص مارا گیا، وہ شہید ہے، فلاں شخص کا انتقال ہوا، وہ شہید ہے، حالانکہ ممکن ہے کہ اس شخص نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر سونا، چاندی لاد رکھا ہو اور وہ تجارت کی نیت سے نکلا ہو، اس لئے تم یہ نہ کہا کرو کہ فلاں شہید ہے، بلکہ تم اس طرح کہا کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص [بھی] اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں مارا گیا، یا اس کا انتقال ہوا وہ جنتی ہے۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن اقیس رضی اللہ عنہ کے نام جاہلیت کا کچھ شہود تھا [جو لوگوں نے انہیں دینا تھا]، چنانچہ انہوں نے یہ شہود وصول کرنے سے پہلے اسلام قبول کرنے کو اچھا نہ سمجھا، یہاں تک کہ اُحد کی لڑائی کا دن آ گیا۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا: میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: وہ اُحد کی لڑائی میں گئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: فلاں آدمی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ بھی غزوہ اُحد میں گیا ہے۔ انہوں نے کچھ اور لوگوں کے بارے میں پوچھا، تو وہی جواب ملا۔ یہ سن کر انہوں نے زہرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اُحد کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں نے جب انہیں [میدان جنگ میں اپنے ساتھ] دیکھا تو کہنے لگے: اے عمرو! ہم سے دور رہو۔ انہوں نے فرمایا: میں ایمان لا چکا ہوں، پھر وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ زخمی ہو گئے اور اٹھا کر گھر لائے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ [جو ان کے رشتے دار تھے] تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا: ان سے پوچھو کہ قومی غیرت کی وجہ سے نکلے یا اللہ (تعالیٰ) اور رسول کے لئے غیرت کھا کر نکلے تھے؟ انہوں نے کہا: میں اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول کیلئے غیرت کھا کر نکلا تھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئے، حالانکہ انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ (ابوداؤد، المستدرک)

[یعنی درست نیت سے انہوں نے جہاد جیسا عظیم عمل سرانجام دیا اور کامیاب ہو گئے، حالانکہ انہیں نماز تک کا موقع نہیں ملا تھا]۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد دو

طرح کا ہے:- جس شخص نے اللہ (ﷻ) کی رضا کی نیت کی اور امیر کی اطاعت کی اور قیمتی مال خرچ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حُسنِ شلوک کیا اور فساد سے بچا، تو ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سب آجر ہے اور جس نے فخر اور ریاکاری کے لئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا، تو وہ برابر کا حساب لے کر بھی نہیں لوٹے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، المسند رک)

[برابر سے مراد یہ ہے کہ اسے نہ نفع ہو نہ نقصان، نہ ثواب ملے نہ گناہ، لیکن اس شخص کو برابر کا حساب بھی نہیں ملے گا، یعنی وہ گھائے میں رہے گا اور گناہگار ہوگا]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اُس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں شہید ہوا تھا، اُسے حاضر کیا جائے گا، پھر اللہ (ﷻ) اُسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے، وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ (ﷻ) فرمائیں گے: تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے آپ کے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ (ﷻ) فرمائیں گے: تم جھوٹے ہو، تم نے تو اس لئے جہاد کیا تھا تا کہ تمہیں بہادر کہا جائے اور وہ [دنیا میں تمہیں] کہا گیا۔ پھر اللہ (ﷻ) اس کے بارے میں حکم دیں گے۔ چنانچہ اُسے منہ کے بل گھیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی معاملہ اس عالم اور سخی کے ساتھ بھی کیا جائے گا، جنہوں نے ریاکاری کے لئے عمل کیا ہوگا۔ (مسلم و نسائی مختصراً)

[یعنی قیامت کے دن جہنم کی آگ سب سے پہلے انہیں تین افراد سے بھڑکائی جائے گی، جنہوں نے جہاد، علم اور سخاوت جیسی عبادات کو اللہ (ﷻ) کے لئے اداء کرنے کی بجائے لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا ہوگا۔] (العیاذ باللہ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی روایت حضرت شفیٰ اللہ عنہ کو سنائی اور سنانے سے پہلے کئی بار ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابو ہریرہ! مخلوق میں سے یہ تین آدمی [یعنی ریاکار شہید، ریاکار عالم اور ریاکار سخی] وہ ہیں جن کے ذریعے سب سے پہلے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ شفیٰ رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محافظ دستے

کے رکن تھے، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی یہی روایت سنائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ان تین کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا، تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور اتنا سخت روئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ شاید جان دے بیٹھیں گے اور لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص بُرائی لے کر آ گیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا، تو آپ نے اپنا چہرہ صاف کیا، پھر کہا: اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنَتْهَا نُوْفِ اِلَيْهِمْ اَعْمَالُهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُنْجَسُوْنَ • اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبِطُلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ • (سورہ: ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ (ترمذی)

جہاد میں مختلف نیتوں کا بیان

ہم نے پڑھ لیا کہ عبادات کے قبول ہونے اور اللہ (تعالیٰ) کا قرب پانے کے لئے اخلاص نیت شرط ہے، پھر وہ عبادت جس میں ریا کاری اور رِفاق شامل ہو ضائع ہو جاتی ہے، فرق اتنا ہے کہ دوسری عبادات میں اگر ایک بار ریا کاری ہو گئی، تو اگلی بار انسان مکمل اخلاص کے ساتھ اس عمل کو سرانجام دے کر پچھلی غلطی کی تلافی بھی کر سکتا ہے، لیکن جہاد میں اگر ریا کاری اور رِفاق شامل ہو گیا اور انسان کی جان چلی گئی، تو اب تلافی کا موقع بھی نہیں ملے گا۔

اس لئے جہاد میں خصوصی طور پر نیت کو درست اور خالص رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر خدا نخواستہ اس میں کوئی نقصان ہو گیا تو پھر وہ نقصان ہمیشہ کا عذاب اور وبال بن جائے گا۔

آئیے! جہاد کی مختلف نیتوں اور ان کے احکامات کو مختصر مگر جامع طور پر بیان کرتے ہیں۔
 جہاد کی نیتیں بہت زیادہ ہیں، کیونکہ لوگ مختلف نیتوں اور مختلف مقاصد کو حاصل کرنے
 کے لئے جہاد کرتے ہیں، ان سب نیتوں کو ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہے، البتہ وہ نیتیں اور مقاصد جو
 عام طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہیں، ہم انہیں کو ان کے احکام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

پہلی نیت

بعض لوگ جہاد اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بندہ ہونے کی حیثیت
 سے ہم پر اس کا حکم ماننا لازم ہے یعنی یہ لوگ بندگی کے لئے جہاد کو ضروری سمجھتے ہیں اور آخرت
 میں ملنے والے اجر و ثواب یا عذاب کی طرف ان کی توجہ تک نہیں جاتی، یہ نیت بہت اعلیٰ درجہ کی
 ہے، مگر بہت کم لوگوں میں یہ نیت پائی جاتی ہے۔

واقعہ

اس نیت سے جہاد کرنے والے ایک مجاہد کا واقعہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے عباس بن
 یوسف رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مِیْرَةُ الْحَادِثِمْ نے ہمیں بتایا کہ ہم جہاد میں مشغول
 تھے، ہم نے صفوں کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا جس نے دشمن کے میْمَنَہ [دائیں بازو] پر
 حملہ کیا اور اسے پیس ڈالا، پھر اس نے میْمَنَہ [یعنی لشکر کے بائیں جانب] پر حملہ کیا اور اُسے کُجَل
 دیا..... اس نوجوان نے سر پر لوہے کا خود پہن رکھا تھا..... پھر اس نے لشکر کے قلب پر حملہ کیا
 اور اُسے بھی اُلٹ دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے خوش نصیب! تو اپنے رب سے اچھا گمان کر،
 یہ وہ ہے جس کی تو اس کے لئے تمنا کرتا ہے،
 اے جنت کی حورو! ہم سے دور ہٹ جاؤ،
 ہم نے نہ تمہارے لئے جہاد کیا ہے
 اور نہ تمہارے لئے کسی کو قتل کیا ہے،

ہم تو بس اپنے آقا کے مشتاق ہیں

جو ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ کو بھی،

پھر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

میں اُمید رکھتا ہوں اور میری اُمید ناکام نہیں ہوئی

کہ آج کے دن کی محنت اور تھکاوٹ ضائع نہ ہو،

اے وہ [اللہ تعالیٰ] جس نے جنت کے محلات کو خوبصورت خوروں سے بھر دیا،

تیرے بنانا، نہ تو یہ مرغوب ہیں اور نہ کسی عیش والی چیز میں لطف ہے۔

پھر اس نے حملہ کیا اور کافی تعداد میں کافروں کو قتل کر کے پھینک دیا، پھر اس نے اشعار

پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے میری جنت کی خورا رک جا اور شن،

ہم نے تیری خاطر جہاد نہیں کیا، تو واپس لوٹ جا،

تو جلدی جنت کی طرف لوٹ جا اور

خواہش نہ کر، خواہش نہ کر، خواہش نہ کر،

اس کے بعد اس نے پھر حملہ کیا اور [اللہ تعالیٰ کا یہ سچا عاشق] لڑتے لڑتے شہید

ہو گیا۔ (جوہرۃ الزمان)

دوسری نیت

بعض لوگ اسلامی غیرت، اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو عزت

دلانے کیلئے جہاد کرتے ہیں۔

یہ دونوں نیتیں [یعنی پہلی اور دوسری] بلاشبہ بہت اعلیٰ درجے کی نیتیں ہیں اور ان کے درست

ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ دونوں نیتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی کا ذریعہ ہیں، لیکن مجاہد کو

چاہئے کہ اپنے عمل کو چھپائے اور فخر کرنے کی کوشش نہ کرے اور اپنے تذکرے کے شوق میں

بٹکانہ ہو اور اپنے جہاد کو اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کا ذریعہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھے،

تب جا کر معلوم ہوگا کہ واقعی وہ ان دونیتوں میں سے کسی ایک کیساتھ جہاد کر رہا تھا۔

تیسری نیت

بعض لوگ صرف جنت، اُس کی حوریں اور وہاں کی نعمتیں پانے اور بچھڑنے اور اُس کے عذاب سے بچنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور ان کے دل و دماغ میں اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ یا نیت نہیں ہوتی، یہ نیت عام طور پر مجاہدین میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف اتنی نیت شہادت کا مقام پانے کیلئے کافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ نیت بھی بالکل درست ہے اور اس نیت سے جہاد کرنے والے بے شک کامیاب ہیں۔ میں نے اس مسئلے کے بارے میں ۱۹۵۷ء میں اپنے بعض مشائخ سے دریافت کیا، تو انہوں نے یہی فرمایا کہ یہ نیت بلاشبہ درست ہے۔ ویسے بھی اگر دلائل پر غور کیا جائے تو خود اللہ تعالیٰ نے جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیا ہے کہ ان کیلئے جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ • تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ • يَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ فِي ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ • (القصف: ۱۰، ۱۱، ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ

میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے بھی جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے، جیسا کہ کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

امام تقیؑ الدین ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اسی مسئلے میں بطور دلیل وہ روایت پیش فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اٹھو! اس جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے۔ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ظاہر بات ہے کہ وہ جنت کے لئے آگے بڑھے تھے۔ [یہ روایت بحوالہ صحیح مسلم پہلے گزر چکی ہے۔]

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت نے یہ بات کھل کر سمجھا دی ہے کہ جنت کی خاطر کئے جانے والے اعمال بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اعمال کی ترغیب دینے کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کا بار بار تذکرہ فرمایا ہے اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کی ترغیب دے اور پھر اس چیز کی نیت کو غلط قرار دیا جائے۔ ہاں! اگر کوئی یہ کہے کہ بعض نیتیں اس سے افضل درجے کی ہیں تو یہ بات مانی جاسکتی ہے، لیکن اس نیت کو غلط کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ (احکام الاحکام)

[اس نیت کے درست ہونے پر مزید کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیے۔]

حضرت شہداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آغرابی بنی اکرم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے اور انہوں نے بنی کریم رضی اللہ عنہ کی اتباع اختیار فرمائی، پھر انہوں نے کہا: میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ بنی کریم رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب خیبر کی لڑائی ہوئی تو بنی کریم رضی اللہ عنہم کو مالِ غنیمت ملا، تو آپ رضی اللہ عنہم نے اُسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمایا اور ان [آغرابی] کیلئے بھی حصہ

رکھا، وہ اس وقت اُونٹ چرانے گئے ہوئے تھے، ان کا حصہ ان کے ساتھیوں کو دے دیا گیا، جب وہ واپس لوٹے تو ساتھیوں نے انہیں ان کا حصہ دیا، تو انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ پئی کریم ﷺ نے آپ کیلئے حصہ نکالا ہے۔ وہ یہ مال لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یہ کیا ہے؟ پئی کریم ﷺ نے فرمایا: مالِ غنیمت میں سے تمہارا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا: میں اس کے لئے تو آپ کے ساتھ نہیں آیا، بلکہ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ مجھے یہاں علق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ پئی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ (ﷻ) بھی تمہیں سچا کرے گا، تھوڑی دیر بعد دشمنوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو اٹھا کر پئی کریم ﷺ کے پاس لائے، انہیں اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا، پئی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ یہ فلاں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ پئی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ (ﷻ) سے سچ بولا۔ اللہ (ﷻ) نے اسے سچا کر دیا۔ پھر پئی کریم ﷺ نے انہیں اپنے بچے میں کفن دیا، پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ اداء فرمائی اور نماز کے دوران پئی کریم ﷺ کی دعاء میں یہ الفاظ سُنے گئے، اے میرے پروردگار! یہ تیرا بندہ تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہوا، میں اس کے لئے گواہی دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان صحابی نے جنت کی نیت فرمائی تھی، اگر یہ نیت غلط ہوتی تو حضور اکرم ﷺ ان کی اصلاح فرماتے، جب کہ رُؤل اللہ ﷺ نے تو ان کیلئے گواہی دے کر اس نیت کے درست ہونے پر مہر لگا دی ہے۔

حضرت ثقبہ بن عبد اللہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُؤل اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مقتول ہونے والے تین طرح کے ہیں:- ❶ وہ مردِ مؤمن جو اپنی جان اور مال سے اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرتا ہے، جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو ان سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے، یہ وہ چٹنا ہوا شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ (ﷻ) کی جنت میں ہوگا اور انبیاء کرام اپنے درجہِ نبوت کی وجہ سے ہی اس سے افضل ہوں گے۔ ❷ وہ شخص جس نے غلطیاں اور گناہ

کئے، [پھر] اس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا، جب اس کا دشمن سے سامنا ہوا تو وہ لڑتے ہوئے مارا گیا، یہ قتل اس کے لئے پاکی ہوگی، اور اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دے گا، بے شک تلوار گناہوں کو دھو دینے والی ہے، یہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا، بیشک جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ جب کہ جہنم کے سات اور ان میں سے بعض دروازے بعض سے بڑھ کر ہیں۔ ۳۰ وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور جب دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے، یہ جہنم میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں دھوتی۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، مسند احمد)

اس روایت میں دوسرا شخص وہی ہے جو گناہوں اور خطاؤں کے ڈر سے جہاد میں نکلا اور اللہ (ﷻ) نے اس کی مغفرت فرمادی۔

[مُصَنَّفِ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ نے اس موضوع پر اور بھی کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ (ﷻ) کے اجر و ثواب اور جنت کی امید میں اور اللہ (ﷻ) کے عذاب اور جہنم کے خوف سے جہاد کرنا حقیقی جہاد ہے اور اس نیت کے بارے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو شخص جنت کی طلب میں جہاد کرتا ہے، یقینی بات ہے کہ وہ اللہ (ﷻ) پر یقین رکھتا ہے تبھی تو جنت کو مانتا ہے، ورنہ اُس نے خود تو جنت نہیں دیکھی۔ اسی طرح اسے اللہ (ﷻ) سے محبت ہے تبھی تو وہ اللہ (ﷻ) کی بنائی ہوئی جنت پانے کیلئے جان و مال کا نذرانہ لے کر نکلتا ہے۔ اسی طرح وہ بندگی کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہے، کیونکہ اللہ (ﷻ) نے جنت حاصل کرنے، ڈھونڈنے اور پانے کا حکم دیا ہے اور اس کیلئے محنت کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ ایک سچا بندہ جنت کی جستجو کو اپنی بندگی کے لئے لازم سمجھتا ہے۔ اسی طرح جہنم سے ڈرنا اور اللہ (ﷻ) کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرنا بھی اللہ (ﷻ) پر یقین اللہ (ﷻ) سے محبت اور اللہ (ﷻ) کی بندگی کی نشانی ہے۔ یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی طرح کے دلائل یا بحث کی گنجائش نہیں ہے، جہاں تک بعض مغلوب الحال اور نشہ تو حید میں سرشار صوفیاء اور مجاہدین کے ان اقوال کا تعلق ہے، جن میں وہ جنت اور اُس کی حوروں سے بے رغبتی اور اللہ (ﷻ) کی رضا

میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں، تو وہ ایک خاص کیفیت ہے جو کسی کسی پر طاری ہو جاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی ہو، کیونکہ بعض لوگوں کا نفس حوروں اور جنت کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگتا ہے، ایسے لوگ اپنی اصلاح کیلئے حوروں اور جنت سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاں! بعض لوگوں کی یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجہ کی بھی ہوتی ہے، کیونکہ وہ اپنے اور محبوب حقیقی کے درمیان کسی طرح کا حجاب برداشت نہیں کرتے، بہر حال شریعت کے احکام کا تعلق کیفیات سے قطعاً نہیں ہے۔ قرآن وحدیث جنت اور جہنم کے تذکرے سے بھرے پڑھے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں جنت کی طلب اور تڑپ اور جہنم کا خوف پیدا ہو، چنانچہ جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر یقین ہوتا ہے، ان میں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر یقین ہی نہیں ہوتا، وہ اس سے محروم رہتے ہیں، معلوم ہوا کہ جنت کا شوق اور اس کی طلب پیدا کرنا مقصود ہے، چنانچہ اس کی نیت سے کئے جانے والے اعمال بلاشبہ مقبول اعمال ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ (سورۃ الفتح: ۵ کے حاشیہ پر) لکھتے ہیں:

”جو لوگ کہتے ہیں کہ جنت کی طلب نقصان ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی بڑا کمال ہے۔“ (موضع القرآن)

مُصَنَّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان تین نیتوں کے درست ہونے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں ہے، البتہ دو نیتیں تیسری نیت کی بنسبت زیادہ افضل ہیں، [چنانچہ مجاہدین کو پہلی دو نیتیں کرنے کی کوشش کرنی چاہئے]۔

چوتھی نیت

کچھ لوگ وہ ہیں جن پر اگر جنگ مُسَلَّط ہو جائے تو پھر وہ سینہ تان کر لڑتے ہیں اور پیٹھ نہیں پھیرتے اور ان کی نیت اپنا دفاع کرنے کی ہوتی ہے، ایسا شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہو گا، کیونکہ جب ڈاکوؤں سے اپنا دفاع کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے، تو اُس کے شہید ہونے میں کیا شبہ ہے جسے دشمنان اسلام نے قتل کیا ہو؟ لیکن اس صورت میں وہ آدمی جو جانتا

ہو کہ گرفتار ہونے کی صورت میں وہ قتل نہیں کیا جائے گا، اگر پھر بھی وہ گرفتار ہونے کی بجائے لڑتے ہوئے شہید ہو جائے، اس آدمی سے افضل ہے جسے معلوم ہو کہ گرفتاری کی صورت میں وہ مارا جائے گا..... لیکن وہ آدمی جس کے لئے میدان سے فرار جائز نہ ہو، اگر فرار ہوتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہے، اگرچہ دنیاوی طور پر شہید کے احکام اس پر جاری ہوں گے [یعنی غسل وغیرہ نہیں دیا جائے گا]، چونکہ میدان جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور اس سے حضور اکرم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے اس لئے جو اس کا مرتکب ہوگا، وہ شہادت کا مقام نہیں پائے گا۔

پانچویں نیت

کچھ لوگ جہاد میں صرف مجاہدین کی تعداد بڑھانے کی نیت سے نکلتے ہیں، ان کی نیت قتل ہونے یا قتل کرنے کی نہیں ہوتی، یہ شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہوگا، کیونکہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں:- (۱) وہ شخص جو جان و مال کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکلتا ہے، وہ نہ لڑنے کی نیت رکھتا ہے، نہ مارے جانے کی، بس وہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے، یہ شخص اگر [جہاد میں] انتقال کر گیا یا مارا گیا، تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچالیا جائے گا اور قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا اور خور عین سے اس کی شادی کر دی جائے گی اور اسے کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر تیشگی اور وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ (یہ مکمل حدیث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔)

(الہزار، بیہقی فی الشعب، الترغیب والترہیب)

چھٹی نیت

وہ شخص جو جہاد کرتا ہے اور اس کی نیت اللہ (تعالیٰ) کی رضا بھی ہے اور غنیمت حاصل کرنا بھی اور اگر کہیں پر صرف جہاد کیلئے نکلنا پڑے اور غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ گھر نہیں بیٹھتا، بلکہ جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے، البتہ اگر اسے ایسی دو یا دو جگہوں پر جہاد کا اختیار دیا

جائے، جن میں سے ایک جگہ زیادہ مالِ غنیمت ملتا ہے تو وہ زیادہ مالِ غنیمت والی جگہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس طرح کی نیت کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ فاسد اور غلط ہے اور ایسی نیت کرنے والا سزا کا مستحق ہوگا، کیونکہ اس نے آخرت کے عمل میں دنیا کی نیت شامل کر لی ہے۔

جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک یہ نیت درست ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے وہ اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں: ”عام طور پر مجاہدین جہاد اور غنیمت کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، کیونکہ جہاد میں بکثرت غنیمت ملتی ہے، چنانچہ ان کا مقصود تو اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے، جبکہ غنیمت کا خیال بطور تابع کے ہوتا ہے، اس لئے اگر اسے غنیمت نہ بھی ملے، تب بھی جہاد نہیں چھوڑتا، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ ایسے آدمی کا ثواب اس آدمی سے کم ہوتا ہے جو بالکل غنیمت کی طرف التفات ہی نہیں کرتا، کیونکہ غنیمت کی طرف تھوڑا سا دھیان جانا بھی بہر حال ایک نقصان کی بات ہے۔“

(احیاء علوم الدین)

امام غزالی رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ ثابت ہوا کہ یہ نیت بھی درست ہے اور جو اس نیت سے نکل کر مارا جائے وہ شہید ہوگا، لیکن اس کا ثبوت پہلی تین نیتوں والوں سے کم ہوگا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی اس نیت کو درست قرار دیا ہے اور انہوں نے بطور ثبوت غزوہ بدر کا واقعہ پیش فرمایا ہے کہ اس دن ابو سفیان کے تجارتی قافلے پر حملے کا ارادہ تھا اور یہ بھی کہ مالِ غنیمت ایک حلال مال ہے اور جن احادیث میں دنیا کی طلب کیلئے لڑنا منع ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ اگر صرف مالِ غنیمت ہی کی نیت ہو اور کوئی دینی مقصد نہ ہو، تب وہ جہاد درست نہیں ہوگا۔ (تفسیر القرطبی)

مُصَنَّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام قرطبی کی دلیل بہت اچھی ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن عارضہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک قافلے پر حملے کیلئے بھیجا تھا، اس قافلے میں صفوان بن امیہ، خاطب بن عبد العزی اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ تھے اور

ان کے ساتھ بہت زیادہ مال اور تیس ہزار درہم کی مقدار چاندی تھی اور ان کا رہبر فُرات بن حیان تھا۔ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے نجد میں قرظ نامی مقام پر اس قافلے پر حملہ فرمایا، آپ اس قافلے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن دشمن کے بڑے (سردار) بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مال غنیمت لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اس میں سے بیس ہزار درہم ٹمس نکالا اور باقی مال [آسی ہزار درہم] مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔ فُرات بن حیان جو گرفتار ہوئے تھے، وہ مسلمان ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد)

اسی طرح یہ بات بھی اس نیت کی درستگی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ایمان والوں کو خود مال غنیمت کی ترغیب دی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا۔ (الف: ۲۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ اس نیت کے درست ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مشرکین کے اموال، مویشی اور تجارتی قافلوں پر حملے کیلئے باقاعدہ کئی بار سریے روانہ فرمائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ جماعتیں اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کیلئے اور مشرکین سے ان کے اموال چھیننے کیلئے حملہ کرتی تھیں، بعض اوقات انہیں فتح ملتی تھی اور وہ مال و دولت پر قبضہ کر لیتے تھے، جب کہ بعض اوقات اس کے برعکس معاملہ ہوتا تھا اور ان میں سے کئی حضرات شہید ہو جاتے تھے، جیسا کہ سیر اور مغازی کی کتابوں میں تفصیلی واقعات مذکور ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مشرکوں پر حملہ فرماتے تھے اور مشرک شکست کھا کر بھاگ جاتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کا پیچھا کرنے کی بجائے ان کے اموال لے کر واپس آ جاتے تھے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے [اپنی مشہور کتاب سنن ابی داؤد میں باب باندھا ہے، ”بَابُ فِيمَنْ يَغْزَوُ وَيَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالْغَنِيمَةَ“۔ ”باب اس شخص کے بارے میں جو آجر اور غنیمت دونوں کی نیت سے جہاد کرتا ہے۔“ اس کے بعد انہوں نے یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا،

تاکہ ہم مالی غنیمت حاصل کریں، [مگر] ہم بغیر غنیمت حاصل کئے واپس آگئے اور مشقت کے آثار ہمارے چہروں پر نظر آ رہے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ کے ہمیں غنیمت پانے کیلئے بھیجا، ہمارے موقف کی دلیل بنتے ہیں، جہاں تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کا تعلق ہے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کیلئے جو جہاد میں دنیا کمانے کی نیت سے نکلے، اور ارشاد فرمایا: ”لَا أَجْوَلُہ“ اس کیلئے کوئی اجر نہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے پہلے ذکر فرمائی ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو جہاد میں صرف دنیا کمانے کی نیت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت نہیں رکھتا، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ کی روایت لا کر یہ ثابت کر دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت بھی رکھے اور غنیمت بھی چاہتا ہو تو یہ نیت درست اور عند اللہ مقبول ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اسی طریقے سے ان دونوں احادیث کو ذکر فرمایا ہے اور اس سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے [اس نیت کے درست ہونے پر چند اور روایات ملاحظہ فرمائیے]۔

رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد کرو غنیمت پاؤ گے، روزے رکھو صحت پاؤ گے اور سفر کرو مستغنی ہو جاؤ گے۔ (الطبرانی فی الاسط)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قریش کے قافلے پر حملے کیلئے بھیجا، ہم تین سو افراد تھے اور ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے اور ہم ساحل سمندر پر پندرہ دن پڑے رہے اور شدید بھوک کی وجہ سے پتے کھانے پر مجبور ہوئے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر تاریکی کے ٹکڑے کی طرح فتنے چھا جائیں گے اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ فتنوں سے بچنے والا وہ شخص ہوگا، جو پہاڑ کی چوٹی پر اپنے مویشیوں سے حاصل شدہ روزی کھائے گا اور وہ شخص ہوگا،

جو راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوگا اور اپنی تلوار کی روزی [یعنی مالی غنیمت] میں سے کھاتا ہوگا۔ (المسند رک)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جہاد کرو، صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے اس امت کی روزی ان کے گھوڑوں کے ٹٹوں اور نیزوں کے سروں میں رکھی ہے، جب تک وہ کھیتی باڑی میں مشغول نہیں ہو جائیں گے اور جب کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے تو عام لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ، ہذاں الحدیثان مرسلان و اسناد اثباتی جید]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک بار اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں نکلے، تو آپ کا گزر ایک آغرابی کے خیمے کے پاس سے ہوا، آغرابی نے خیمے کا ایک کونہ ہٹا کر پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ جہاد میں جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا انہیں دنیا کا کچھ مال ہاتھ لگے گا؟ جواب ملا: ہاں! انہیں غنیمت ملے گی جو مسلمانوں کے درمیان بانٹ دی جائے گی۔ اُس نے اپنے اُونٹ کو لگام ڈالی اور لشکر کے ساتھ چل پڑا، وہ اپنے اُونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے قریب لاتا تھا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے اُونٹ کو رسول اللہ ﷺ سے دور ہٹاتے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نجدی کو میری طرف آنے دو، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تو جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ آغرابی [لڑتا ہوا] شہید ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور اُس کے سر کے پاس خوشی سے مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے، پھر اچانک آپ ﷺ نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: ہم نے آپ ﷺ کو خوشی سے مسکراتے دیکھا، پھر آپ ﷺ نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا مسکراتا اور خوش ہونا تو اللہ (تعالیٰ) کے ہاں اس کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر تھا

اور چہرہ میں نے اس لیے پھیر لیا کہ اس کی بیوی حورِ عین اس وقت اس کے سر کے پاس ہے۔
(تہمتی فی شعب الایمان)

ان روایات سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ اگر جہاد میں مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ساتھ غنیمت کا بھی ارادہ ہو تو یہ نیت درست ہے، لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ غنیمت کو پانے یا اُس کا ارادہ رکھنے سے جہاد کے اجر میں کمی آ جاتی ہے، جیسا کہ پہلے صحیح احادیث گزر چکی ہیں کہ جسے مالِ غنیمت مل جاتا ہے، اسے اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں مل جاتا ہے اور جن کو مالِ غنیمت نہیں ملا وہ اپنا پورا اجر پالیتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہی وجہ ہے کہ ماضی میں ہمارے اُسلاف میں سے کئی حضرات مالِ غنیمت سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں حضرت ابراہیم بن اڈھم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، وہ جہاد کرتے تھے، مگر مالِ غنیمت نہیں لیتے تھے، جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آپ کو اس کے حلال ہونے میں شک ہے؟ تو فرماتے تھے: زُہد تو حلال ہی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کے کسی مجاہد نے اشعار کہے ہیں [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے مالک کی بیٹی! اگر تو نہیں جانتی تو لشکر والوں سے کیوں نہیں پوچھتی؟ وہ تجھے بتائیں کہ میں جنگ کے وقت لڑائی پر چھا جاتا ہوں، لیکن مالِ غنیمت سے بچتا ہوں۔

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مالِ غنیمت کو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا اجر پانے کیلئے چھوڑ دینا ایک افضل عمل ہے، اسی طرح اپنے دل سے مال کی لالچ نکالنے کیلئے مالِ غنیمت سے بچنا بھی اچھا ہے، البتہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات میں بعض افراد کیلئے مالِ غنیمت نہ لینا افضل ہوتا ہے تو بعض اوقات میں بعض افراد کیلئے غنیمت لے لینا زیادہ افضل ہوتا ہے۔ چونکہ اس مسئلے کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں اور حالات اور افراد کے اعتبار سے یہ مسئلہ بدلتا رہتا ہے، اس لئے ہم اسے ذکر نہیں کر رہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات مالِ غنیمت نہ لینے کے پیچھے دکھاوے اور ریاکاری کا دسیسہ چھپا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اپنی نیت کو اچھی طرح جانچنے اور درست کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

ساتویں نیت

بعض لوگ جہاد کرتے ہیں اور ان کی نیت صرف دنیا کمانا ہوتا ہے، چنانچہ اگر انہیں ایسی جگہ جہاد کیلئے بلایا جائے، جہاں مالِ غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو، تو وہ تیار نہیں ہوتے، ایسے لوگ اگر جہاد میں مارے گئے، تو وہ شہید نہیں ہوں گے اور انہیں جہاد کا اجر بالکل نہیں ملے گا۔ اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

آٹھویں نیت

بعض لوگ ریاکاری اور فخر کیلئے لڑتے ہیں اور ان کے دل میں عبادت اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا خیال تک نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف مجاہد یا بہادر کہلانے کیلئے جہاد میں نکلتے ہیں، یہاں تک کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی تعریف نہیں کی جائے گی تو وہ جہاد ہی چھوڑ دیں، ایسے لوگ بھی اگر جہاد میں مارے گئے تو وہ ہرگز شہید نہیں ہوں گے، بلکہ یہی مقتول ان تین میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سب سے پہلے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غصے، اس کی ناراضی اور دردناک عذاب کا مستحق ہے، کیونکہ وہ ایک عبادت والا کام اللہ تعالیٰ کیلئے کرنے کی بجائے اپنی ذات کی شہرت، ناموری اور فخر کے لئے کرتا ہے چنانچہ وہ ایک طرح کے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔ (ابن ماجہ، المستدرک) جب تھوڑا سا دکھاوا شرک ہے، تو پھر زیادہ دکھاوا اور وہ بھی مرتے وقت کتنا خطرناک ہوگا؟ اے اللہ! ہم تیری ناراضی والے کاموں سے پناہ مانگتے ہیں۔

نویں نیت

اور اگر جہاد میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر بھی ملے اور لوگوں میں اس کے جہاد، اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بھی ہو، چنانچہ وہ ایسی جگہ جہاد نہ کرے جہاں شہرت ملنے کا امکان نہ ہو، ایسا شخص بھی شہید نہیں ہے، اس بارے میں روایات پہلے گزر چکی ہیں۔ البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر اس کے دل میں اجر کی نیت زیادہ ہوگی تو اسے اجر ملے گا اور اگر شہرت کی نیت زیادہ

ہوگی تو اسے اجر نہیں ملے گا، لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے، کیونکہ قیامت کے دن ریا کار کو کہہ دیا جائے گا کہ اپنے عمل کا اجر انہیں سے وصول کرو جن کیلئے تم نے یہ عمل کیا تھا۔ (ترمذی)

دسویں نیت

اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد کرے تاکہ اسے بے بسی، قرضے، محتاجی یا کسی مصیبت سے نجات مل جائے [یعنی وہ شخص کسی مصیبت، بیماری یا قرضے میں مبتلا ہے، اب وہ جہاد میں نکلتا ہے تاکہ شہید ہو کر اس کی جان چھوٹ جائے] اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی یا اس کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت ہرگز نہیں ہوتی۔ ایسی نیت کے بارے میں بھی دو قول ہیں، زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ایسا شخص شہید ہوگا، کیونکہ اس نے موت کے غلط راستہ [خودکشی وغیرہ] چننے کی بجائے جہاد کو اختیار کیا اور اس کے دل میں ایمان پہلے سے موجود ہے، بس یہی اس کی شہادت کیلئے کافی ہے، لیکن ایسے شخص کو شہداءِ اولین مخلصین کا مقام نصیب نہیں ہوگا۔

مجاہد کیلئے اجرت یا وظیفہ کا مسئلہ

[چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے، اس لئے ہم مصنف رحمہ اللہ کی تقریر کے علاوہ بعض دیگر کتب کے تعاون سے اس مسئلے کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں۔]

① ”بخل“ اسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا امیر گھر بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذمے مجاہدین کے تعاون کیلئے کچھ مال مقرر کر دے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو جہاد میں نکلتا چاہتا ہے نکلے اور جو نہیں نکلتا چاہتا وہ مجاہدین کے لئے اتنا مال دے۔ عام حالات میں یہ مکروہ ہے، لیکن اگر بیٹ المال خالی ہو یا بیٹ المال ہی نہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو، تو یہ جائز ہے، گراہیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجرت کے مشابہ ہے، لیکن چونکہ جہاد کو قائم رکھنا ضروری ہے، اس لئے بوقت ضرورت اس کی اجازت ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے تمیں زر ہیں لی تمہیں۔ (ابوداؤد، نسائی)

② اگر لوگوں پر مال کو لازم نہ کیا جائے، بلکہ انہیں صرف ترغیب دی جائے تو اس میں کوئی گراہیت نہیں ہے، بلکہ اس کے فضائل مجاہد کو سامان دینے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجاہد کو اس کا اپنا اجر ملتا ہے، جب کہ مال دینے والے کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور مجاہد کا بھی۔ (ابوداؤد)

۴ اگر کوئی شخص صرف وظیفہ یا تنخواہ کیلئے جہاد میں نکلے، اس طور پر کہ اگر اسے تنخواہ نہ دی جائے تو وہ جہاد نہیں کرے گا، تو ایسا شخص نہ تو مجاہد ہے اور نہ مرنے کی صورت میں وہ شہید ہوگا۔
۵ وہ شخص جو اعلان کرے کہ میں اتنے پیسے لے کر جہاد میں نکلنے کیلئے تیار ہوں، کون ہے جو میری خدمات حاصل کرے؟ یا کون شخص ہے جو اتنی رقم دے کر مجھے اپنی طرف سے جہاد میں بھیجے؟ ایسا شخص بھی مجاہد نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی اجر یا شہادت نہیں ہے۔

۶ اگر کوئی شخص فقیر ہے اور اس کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے، ایسے شخص کیلئے وظیفہ لینا جائز ہے، بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ اگر میرے پاس ذاتی رقم آگئی تو میں وظیفہ نہیں لوں گا، بلکہ بغیر وظیفہ کے جہاد کرتا رہوں گا، ایسا شخص بہر حال مجاہد ہے اور اس کے لئے اجر بھی ہے اور شہادت بھی۔

۷ ایک آدمی جہاد میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نکلتا ہے، مگر پھر امیر کی طرف سے اسے جہاد کے دوران خرچہ وغیرہ یا اس کے گھر والوں کا نفقہ وغیرہ دیا جاتا ہے تو اس کیلئے یہ خرچ لینا جائز ہے، لیکن اگر خرچہ نہ ملنے کی صورت میں وہ جہاد چھوڑ دے تو پھر اس کی نیت مشکوک ہے، اسی طرح مالدار آدمی کو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کیلئے خرچہ لینے سے بچنا چاہئے، کیونکہ جہاد تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا جاتا ہے اور جہاد کا مقصد جان و مال کی قربانی ہے، نہ کہ مال کمانا اور جان کو پالنا۔

۸ جو مجاہد ضرورت کی وجہ سے خرچہ لیتے ہیں، ان کی مثال زبانِ نبوت سے ملاحظہ کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو میری اُمت میں سے جہاد کرتے ہیں اور وظیفہ لیتے ہیں اور اس وظیفہ کے ذریعے دشمن کے خلاف طاقت حاصل کرتے ہیں، ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جیسی ہے جو اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھیں اور خرچہ بھی لے رہی تھیں۔ [کیونکہ فرعون نے ان کیلئے دودھ پلانے کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا]۔ (سنن سعید بن منصور)

- ۸ اگر کوئی آدمی صرف اُجرت کے بدلے میدانِ جہاد میں پہنچا، مگر وہاں اس کے دل میں اخلاص پیدا ہو گیا، تو اسے لڑنے کا اجر اور مرنے کی صورت میں شہادت کا مقام ملے گا۔
- ۹ وہ شخص جسے جہاد کے کسی اور کام، مثلاً سامان اٹھانے وغیرہ پر مزدور رکھا گیا، مگر وہ اس کام کے علاوہ لڑائی میں بھی شریک ہو گیا، تو اسے جہاد کا اجر اور شہادت کا مقام ملے گا۔ یہی حکم تاجروں اور کاریگروں کا بھی ہے، جو لشکر کے ساتھ چلتے ہیں یا محاذ کے قریب رہتے ہیں۔
- ۱۰ وہ مجاہد جو اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا تھا، مگر پھر مال ہی اس کا مقصود بن گیا، اس طور پر کہ اگر اسے مال یا وظیفہ نہ ملے، تو وہ جہاد چھوڑ دے، یہ وہ بد قسمت شخص ہے جس نے اپنے عمل کو تباہ کر دیا اور جہاد جیسے عظیم عمل کو حقیر دنیا کے بدلے بیچ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین]



آہم مسئلہ

نیت کے متعلق چند احکامات

وہ شخص جو اخلاص کے ساتھ نکلا تھا، مگر پھر وہ دکھلاوے، ریاکاری [اور شہرت پسندی] میں مبتلا ہو گیا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ [ہم اس مسئلے کو ترتیب سے عرض کرتے ہیں]۔

① اگر ریاکاری اور دکھلاوے کی نیت پیدا ہونے سے پہلے وہ کچھ جہادی اعمال اخلاص کے ساتھ کر چکا ہے تو ان سابقہ اعمال کا اجر اُسے ملے گا، لیکن اگر ان سابقہ اعمال کو بھی دکھلاوے اور شہرت کیلئے استعمال کر رہا ہے تو وہ اعمال بھی برباد اور موجودہ اعمال بھی برباد ہو جائیں گے۔

② اگر کسی نے ریاکاری کی نیت سے پہلے کوئی عمل نہیں کیا، بلکہ جیسے ہی جہاد میں نکلا اور لوگوں کے اکرام کو دیکھا تو اُسے لوگوں کو اپنے احوال بتلانے سے خوشی محسوس ہونے لگی اور لوگوں کی تعریف سے اُسے شکون ملنے لگا اور اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی سے ہٹ گئی، تو اس کا تمام عمل برباد ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کا مستحق بن گیا۔

③ اگر کسی کو ریاکاری کا خیال پیدا ہو گیا، لیکن اس کی کارگزاری لوگوں کو معلوم نہ ہو سکی، مگر پھر بھی وہ جہاد میں لگا رہا، تو اس کا عمل ان شاء اللہ مقبول ہوگا، کیونکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کیلئے جہاد کر رہا ہے، اسی لئے لوگوں کو اطلاع نہ ہونے کے باوجود وہ ڈٹا ہوا ہے۔

④ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جہاد شروع کیا تھا، مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس کو یہ نیت یاد نہ رہی اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور غلط نیت پیدا ہوئی، تو ایسے شخص کیلئے پہلی نیت ہی کافی ہے، چنانچہ اسے اجر بھی ملے گا اور شہادت بھی۔

⑤ اگر ایک شخص اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا اور لڑائی شروع ہوتے وقت تک اس کی نیت یہی رہی، مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ ڈر گیا اور اس کے دل میں بزدلی آ گئی، لیکن

اب وہ لوگوں سے شرم کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹتا، اگر اُسے اندھیرا یا لوگوں کی نظروں سے بچ کر بھاگنے کا موقع مل جاتا تو وہ بھاگ جاتا، لیکن وہ اس لئے نہیں بھاگتا کہ لوگ اُسے بُزدل اور شکست خوردہ بھگوڑا کہیں گے، چنانچہ وہ لڑتا ہوا مارا گیا، تو ایسے شخص پر افسوس کے آنسو بہائے جانے چاہئیں، کیونکہ اس نے محض لوگوں کی خاطر جان جیسا قیمتی سرمایہ قربان کر دیا۔

پس ایک مجاہد پر لازم ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر اس میں کچھ کمی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح گڑ گڑانا چاہئے جس طرح سے پانی میں ڈوبتا شخص گڑ گڑاتا ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور اسے اخلاص کی دولت عطاء فرمادے۔



فصل

إخلاص کی اہمیت

اگر ایک شخص نے إخلاص کے ساتھ جہاد کر لیا، مگر بعد میں اسے یہ شوق پیدا ہو گیا کہ لوگ اس کے جہاد کو جانیں اور اس کی بہادری اور کارنامے لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چیز بھی خطرناک ہے، جب کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت اس کے عمل کو ضائع کرنے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سنا کہ وہ کہتا ہے، میں نے رات کو سورۃ بقرہ پڑھی تھی فرمایا: بس اُسے یہی کچھ مل گیا [یعنی لوگوں کو پتہ چل گیا یہی اس کی تلاوت کا بدلہ ہے]۔ (احیاء علوم الدین)

اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ میں نے زندگی بھر روزہ رکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تو نے نہ روزہ رکھا، نہ افطار کیا [یعنی تجھے کچھ اجر نہیں ملا]۔ (مسلم)

بہر حال چونکہ یہ ایک خطرناک بات ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاد اور اپنے دوسرے نیک اعمال کا تذکرہ نہ کیا کرے، تاکہ اس کے عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ رہے، لیکن اگر اپنے عمل کا تذکرہ کرنے سے مقصود یہ ہو کہ لوگ اس عمل کی طرف راغب ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب ہو اور ان کے دل میں بھی قوت اور سخاوت پیدا ہو، تو پھر تذکرہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

ہمارے اُسلاف رحمہم اللہ واقعات بیان کرنے سے یہی مقصد ہوتا تھا اور اس صورت میں بھی زیادہ احتیاط والی بات یہ ہے کہ اپنے واقعات اپنے اُوپر چسپاں کرنے کی بجائے یوں بیان کرے کہ ایک مجاہد کا واقعہ یوں ہے یا ایک شخص نے اپنا مال خرچ کیا وغیرہ وغیرہ، اگر اس طرح واقعات سنانے سے ترغیب اور دعوت کا مقصد پورا ہو سکتا ہو تو پھر اپنا نام نہ لے، بلکہ اُسے مخفی رکھے ہمارے اکثر اُسلاف رحمہم اللہ کا طریقہ یہی رہا ہے، کیونکہ ریاکاری کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ مچکے سے انسان کے دل میں داخل ہو جاتی

ہے۔ (مجمع الزوائد)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگوں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی یہ نیت لوگوں پر ظاہر فرما کر اسے حقیر و ذلیل کر دیتا ہے۔ (الطہرانی فی الکبیر)

ایسی ہی روایت بخاری اور مسلم میں بھی آئی ہے، انہی احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بہت سے اکابر و یارِ کاری کے خوف سے اپنے اعمال کو چھپانے کے لئے سخت محنت فرماتے تھے۔ [اس سلسلے میں بطور مثال دو واقعات ملاحظہ فرمائیے۔]

واقعہ ۱

عبداللہ بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں طرٹوس (نامی مقام) پر جہاد میں حضرت عبداللہ بن مبارک اور معتمر بن سلیمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، اچانک دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی، تو حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت معتمر بن سلیمان رضی اللہ عنہما بھی لشکر میں نکل کھڑے ہوئے، جب مسلمانوں اور دشمنوں کی صفیں آمنے سامنے آ گئیں، تو رومیوں کی طرف سے ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی، ایک مسلمان آگے بڑھا، مگر رومی نے شدید حملہ کر کے اُسے شہید کر دیا اور پھر اس نے مقابلے کی دعوت دی، اس طرح سے اس نے یکے بعد دیگرے چھ مسلمان شہید کر دیئے، وہ رومی دونوں لشکروں کے درمیان اکڑ کر چل رہا تھا اور بار بار مقابلے کی دعوت دے رہا تھا، مگر کوئی اس کے مقابلے میں نہیں نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: اگر میں شہید ہو گیا، تو تم فلاں فلاں کام کر لینا۔ پھر انہوں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس رومی کے سامنے جا پہنچے، تھوڑی دیر تک مقابلہ ہوا اور حضرت نے اس رومی کو قتل کر دیا اور پھر مقابلے کی دعوت دی، مگر رومی آپ سے سخت خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور کہیں غائب ہو گئے، اچانک میں نے انہیں اپنی سابقہ جگہ پر کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجھے فرما رہے تھے: اے عبداللہ بن سنان! اگر تم نے میری زندگی میں یہ واقعہ کسی کو سنایا تو پھر! عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں سنایا۔ (ابن عساکر)

واقعہ ۲

مُسلَمَہ بن عُبَیْدُ الْمَلِکِ رضی اللہ عنہ نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا، مگر انہیں سخت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی [اور قلعہ فتح نہیں ہوا]، اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا، مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، لشکر میں سے ایک شخص [مثالی بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے] اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا۔ [جنگ کے بعد] مُسلَمَہ بن عُبَیْدُ الْمَلِکِ رضی اللہ عنہ نے اعلان کروایا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سر انجام دیا، آگے آئے۔ مگر تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہیں آیا، جب چوتھی بار منادی کرائی گئی، تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: امیر صاحب! میں وہ شخص ہوں پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کیلئے میرا نام کارگزاری میں نہ لکھئے اور نہ مجھے کوئی انعام دیجئے اور نہ مجھے اپنے کام سے ہٹائیے۔ مُسلَمَہ بن عُبَیْدُ الْمَلِکِ رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے، پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا اور مُسلَمَہ بن عُبَیْدُ الْمَلِکِ رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد دعاء میں کہتے تھے: اے میرے پروردگار! مجھے اس شخص کے ساتھ شامل فرما دیجئے۔

مُصَنِّف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس طرح کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق فرمانے والا ہے۔

دعوت

[یہ اس کتاب کا اہم ترین باب ہے، بلکہ اگر اسے پوری کتاب کا مغز کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا، حضرات مجاہدین کو کم از کم ہر مہینے اس باب کو اکھٹے بیٹھ کر پڑھنا چاہئے اور مجاہدین کی تربیت کے دوران روزانہ پلاناغہ اس باب کا کچھ حصہ پڑھ کر سنانا چاہئے، مجاہدین کے دفاتر میں بھی اس کی تعلیم کرانی چاہئے اور جو مجاہدین حکومتی عہدوں پر فائز ہوں وہ بھی اپنے اجلاسوں کے دوران اس باب کو پڑھا کریں، اس باب کو پڑھنے کی اتنی زیادہ تلقین اور تاکید اس لئے کی جا رہی ہے کہ یہی باب چند وجوہات کی بناء پر مجاہدین کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مجاہدین کی اہم ترین ضرورت

① مجاہدین اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے گھر بار اور عیش و آرام کو چھوڑتے ہیں، مگر شیطان کی

کوشش ہوتی ہے کہ ان میں ریاکاری پیدا ہو جائے اور مجاہدین کی دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جائیں، اس باب کی تعلیم اور مٹاطعہ مجاہد کو یہ بات یاد دلائے گا کہ وہ اپنے عمل کو ان انسانوں کے درمیان عزت پانے کیلئے تباہ نہ کرے، جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جن کے ہاں عزت بھی عارضی ہوتی ہے، کیونکہ جو لوگ عزت سے جڑتے اٹھاتے ہیں، وہی بدگمان ہونے کے بعد جوتے سر میں مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔

۲ اگر جہاد میں اخلاص نہیں ہوگا، تو مجاہد سے غلطیاں ہوں گی، وہ شہوت پرست لٹیرا بن جائے گا اور دشمنوں کو مسلمانوں پر ہنسنے کا موقع ملے گا۔ اس باب کو بار بار پڑھنے سے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔

۳ آج کل کی بعض تنظیمیں اور دوسری پارٹیاں اپنی تشہیر کیلئے جھوٹ تک بولتی ہیں اور مجاہدین کی طرف جھوٹی کارروائیوں اور کارناموں کی نسبت کرتی ہیں اور واقعات بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیتی ہیں، ان کا یہ طرز عمل مجاہدین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور ان میں سے بعض جھوٹے اور مبالغہ پرست بن جاتے ہیں۔ اس باب کا مٹاطعہ مجاہدین کی اس وبا سے حفاظت کر سکتا ہے۔

۴ مجاہدین کی ریاکاری کی وجہ سے عسکری طور پر بھی بے حد نقصانات ہوتے ہیں اور دشمن کو تفتیش کرنے اور مجاہدین تک پہنچنے میں سہولت ہو جاتی ہے، بلکہ مجاہدین کی طرف سے ریاکاری اور دکھاوے والے بیانات دشمن کا آدھا کام سرانجام دے دیتے ہیں، اس کی بجائے اگر اخفاء سے کام لیا جائے، تو دشمن کو سخت مشکلات پیش آ سکتی ہیں اور مجاہدین تک پہنچنے میں اس کا بے شمار سرمایہ اور صلاحیت ضائع ہو سکتی ہے۔ اس باب کا مٹاطعہ مجاہدین میں اخفاء کا جذبہ پیدا کرے گا، جو ان کیلئے عسکری اور جنگی اعتبار سے بھی سخت ضروری ہے۔

۵ عام طور پر مسلمان مجاہدین کی مدد کرنے میں مُجَل سے کام لیتے ہیں، اسی لئے غالباً بعض جہادی تنظیمیں مبالغہ آمیزی اور بعض جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتی ہیں، تاکہ لوگوں کو متاثر کیا جاسکے، لیکن اگر اس باب کی تعلیم کثرت سے کرائی جائے تو مجاہدین میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر

اعتماد اور یقین بڑھے گا اور اللہ تعالیٰ خود ان کی ضروریات کو پورا فرمادے گا اور انہیں کسی سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ مخلص لوگوں کے قلوب خود بخود ان کی طرف متوجہ فرمادے گا اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجاہدین تک خود مالی امداد پہنچائیں گے، الحمد للہ جو مخلص تنظیمیں اس اصول کو اپنائے ہوئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

❶ آخری اور سب سے اہم گزارش یہ ہے کہ اس باب کو پڑھنے کے بعد دل تھام کر نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارا جہاد تو قبول ہی نہیں ہوگا، چنانچہ ریاکاری سے بچنے کیلئے خدا نخواستہ جہاد ہی چھوڑ دیں۔

مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے، بلکہ ان کا مقصد مجاہدین میں اخلاص پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ اور زیادہ محنت اور جذبے کے ساتھ جہاد کر سکیں۔ آج اگر کوئی ریاکاری کی وجہ سے جہاد چھوڑ دے گا، تو پھر کون سا عمل ایسا ہے جس میں ریاکاری کا خطرہ نہیں ہے، تو کیا اس طرح اعمال چھوڑ دینا ہی ریاکاری کا علاج ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ حضرات اکابر نے تو لکھا ہے کہ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑ دینا خود سب سے بڑی ریاکاری ہے، کیونکہ مخلوق کو دکھانے یا نہ دکھانے پر نظر گئی اور اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹ گئی، اسی کو ریاکاری اور شرک خفی کہتے ہیں۔ اخلاص تو تمام اعمال کی جان ہے اور جان کی حفاظت کی جاتی ہے، اسی طرح نبیّت کی بھی حفاظت کرنی چاہئے۔ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی کا سانس آٹکنے لگے تو وہ سانس کو بحال کرنے والی دوائیاں کھانے کی بجائے سانس کو بالکل بند کرنے والی دوائی یعنی زہر کھانا شروع کر دے۔ مجاہدین کو چاہئے کہ مخلصین اولیاءِ کرام کی صحبت میں بیٹھ کر نبیّت کو درست کرنے اور درست رکھنے کے طریقے سیکھیں اور ساری زندگی اہل حق علمائے کرام کی رہنمائی میں گزاریں اور اس دنیا کی زندگی کو ہمیشہ عارضی اور فانی سمجھیں اور اپنے جہاد کی قیمت یا بدلہ دنیا میں وصول کرنے کا تصور بھی نہ کریں، تب ان شاء اللہ دل میں اخلاص پیدا ہو جائے گا اور ان شاء اللہ تادمِ شہادت محفوظ رہے گا۔

یا اللہ! تو اپنے فضل و کرم سے ہم سب مسلمانوں کو اخلاص کی دولت عطا فرما اور ریاکاری کی مصیبت سے محفوظ فرما۔ آمین ثم آمین [

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



جہاد میں دوسرا دنیاوی کی فضاہیت اور
ہر طرح کی موت کے شہادت ہونے کا بیان



جماعت کی خاطر ذاتی مفادات کی قربانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خاطر، جہاد کی خاطر اور جماعت کی خاطر اپنے تمام ”ذاتی مفادات“ کو قربان کیا اور جو کچھ زبان سے کہا اسی کے مطابق اپنا دل اور اپنا عمل بھی رکھا تب ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہوئی۔
(فتح الجواد: ۲/۱۵۵)

قومیت نہیں ایمان کی قدر کریں

حضرات انصار کے دل میں ایمان کی قدر تھی اور جس کے دل میں ایمان کی قدر ہو وہ اپنی مٹی کی پوجا نہیں کرتا، بلکہ اپنی مٹی اور وطن کو بھی ایمان کی خاطر پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ تب انہوں نے ایمان کے تقاضے کو پورا کیا اور علاقے کا فرق اس طرح مٹا دیا کہ مہاجرین کو اپنا سردار بنا کر خود خادم بن گئے۔ (فتح الجواد: ۴/۲۹۸)

قوم پرستی سے بچیں

منافقین مسلمانوں کے درمیان علاقہ پرستی اور قومی عصبیت کا نعرہ بلند کر کے ان میں پھوٹ ڈالتے ہیں، پس تمام مسلمانوں کو عموماً اور مجاہدین کو خصوصاً اس طرح کے بدبودار نعروں سے ظاہری اور باطنی طور پر دور رہنا چاہیے۔ (فتح الجواد: ۴/۴۲۹)



باب ۲۷

جہاد میں دردمند اور بیماری کی فضیلت اور ہر طرح کی موت کے ثمارات ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

۱

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ تم سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں جمع کئے جاؤ گے۔

وَلِّينَ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ
مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُونَ • وَلِّينَ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى
اللَّهِ تَحْشُرُونَ • (آل عمران: ۱۵۷، ۱۵۸)

۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اس کو موت پالے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ثواب ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ
فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ
غَفُورًا رَحِيمًا • (النساء: ۱۰۰)

۳

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کیے گئے یا مر گئے البتہ انہیں اللہ تعالیٰ اچھا رزق دے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ البتہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جسے پسند کریں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بردبار ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ
رِزْقًا حَسَنًا • إِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ
الْرَازِقِينَ • لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ
وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ • (الحج: ۵۸، ۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اُس قیام کرنے والے، روزہ رکھنے والے جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا، [یہ اجر مجاہد کو ملتا رہتا ہے] یہاں تک کہ اللہ (ﷻ) اجر یا غنیمت دے کر واپس گھر لوٹا دے، یا اُسے موت دے کر جنت میں داخل کر دے۔ (بخاری، مسلم)

[اس حدیث شریف میں موت کا ذکر ہے قتل کا نہیں، یعنی اُسے طبعی موت آجائے یا کسی اور طرح سے وہ انتقال کر جائے، ہر حال میں اس کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل ہونے والے کو [ہم شہید شمار کرتے ہیں]۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے، [یاد رکھو!] اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل ہونے والا شہید ہے اور اللہ (ﷻ) کے راستے میں اپنی سواری سے گر کر مرنے والا شہید ہے اور اللہ (ﷻ) کے راستے میں پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور اللہ (ﷻ) کے راستے میں ذات الجنب کے پھوڑے سے مرنے والا شہید ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ابوداؤد)

حضرت ابو نایف اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکلا پھر وہ [طبعی موت] مر گیا، یا قتل کیا گیا [وہ ہر حال میں] شہید ہے، وہ گھوڑے یا اونٹ سے گر گیا، یا کسی زہریلے جانور نے اُسے ڈس لیا، یا وہ اپنے بستر پر مر گیا، یا کسی بھی طرح جیسے اللہ (ﷻ) نے چاہا وہ مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے۔ (ابوداؤد، المسند رک)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب کا قول نقل فرماتے ہیں، اللہ (ﷻ) ارشاد فرماتا ہے: میرا جو بندہ بھی میرے راستے میں میری رضا جوئی کیلئے جہاد میں نکلتا ہے، میں اس کا ضامن ہوں کہ اگر میں نے اُسے لوٹایا تو اجر یا غنیمت دے کر لوٹاؤں گا اور اگر اس کی روح قبض کر لی تو اُسے بخش دوں گا۔ (نسائی، ترمذی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل کیا جائے گا یا انتقال کر جائے گا وہ جنتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ و رجالہ ثقات)

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء اللہ (ﷻ) کی طرف سے آمان پائے ہوئے لوگ ہیں وہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل ہوئے ہوں یا اپنے بستروں پر مرے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک مسلماً)

حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کیلئے نکلا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کو اکٹھا فرمایا پھر ارشاد فرمایا: اور کہاں ہیں اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرنے والے؟ جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکلا، پھر وہ اپنی سواری سے گر کر مر گیا تو اس کا اجر اللہ (ﷻ) کے ذمہ پکا ہو گیا اور اگر طبعی موت مر گیا، تب بھی اس کا اجر اللہ (ﷻ) کے ذمہ پکا ہو گیا اور جو مار کر قتل کیا گیا تو جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ مسند ر میں دو جنازوں پر تشریف لائے، ان میں سے ایک تو منجیق [کے گولے] سے شہید ہوئے تھے، جب کہ دوسرے کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر بیٹھ گئے جس کا انتقال ہوا تھا، کسی نے ان سے کہا: آپ نے شہید کی قبر چھوڑ دی [اور اس طبعی موت مرنے والے کی قبر پر بیٹھ گئے]۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ ان دو طرح کی قبروں میں سے کسی قبر میں سے اٹھایا جاؤں [یعنی میرے نزدیک جہاد میں شہید ہونا اور مرنا برابر ہے اور میں اپنے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک قبر کو پسند کرتا ہوں]۔

اللہ (ﷻ) کا ارشاد و گراں ہے:

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ

اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ • لِيُدْخِلَنَّهُمْ

مُدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ • (الحج: ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کیے گئے یا مر گئے البتہ انہیں اللہ تعالیٰ اچھا رزق دے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ البتہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جسے پسند کریں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بردبار ہے۔

اے بندے! اگر تجھے پسندیدہ جگہ پر داخل کر دیا جائے اور بہترین روزی عطاء کر دی جائے تو پھر تجھے اور کیا چاہئے؟ اللہ کی قسم! میں پرواہ نہیں کرتا کہ ان دو قبروں میں سے کسی سے میں اٹھایا جاؤں گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، والطبری فی التفسیر)

حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک کا اسم گرامی حمزہ رضی اللہ عنہ تھا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں [جہاد کیلئے] اصفہان تشریف لائے اور انہوں نے دعاء فرمائی: اے میرے پروردگار! حمزہ کو گمان ہے کہ وہ تجھ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اگر حمزہ اپنے اس گمان میں سچا ہے، تو آپ اس کے گمان کو سچا فرما دیجئے اور اگر جھوٹا ہے، تب بھی اُسے یہ عطاء فرما دیجئے، اگرچہ وہ ناپسند کرے۔ اے میرے پروردگار! حمزہ کو اس سفر سے واپس نہ لوٹائیے، اس کے بعد ان کے پیٹ میں تکلیف ہوئی اور اصفہان ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعرنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے، اس کے مطابق حمزہ کو شہادت والی موت نصیب ہوئی ہے۔

(اسد الغابہ، ابن مندہ، ابو نعیم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑا تیار کیا پھر اپنے بستر پر مر گیا، وہ بھی شہید ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلحہ یا گھوڑا تیار

کرنے کا ارادہ کیا، مگر تیار کرنے سے پہلے مر گیا، تو وہ بھی شہید ہے اور اگر اس کی نیت تو ہے کہ اسلحہ یا گھوڑا تیار کرے مگر اُسے اس کی استطاعت نہیں ملی اور وہ مر گیا، تو وہ بھی شہید ہے۔

(شفاء الصدور)

مسئلہ

بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جانے والا اور انتقال کرنے والا دونوں بالکل برابر ہیں۔

ان کی دلیل اُمّ حَرَام رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے، جنہیں فُتّی کریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تم پہلوں میں سے ہو اور ان کا گھوڑے سے گر کر انتقال ہوا تھا۔ (بخاری)

دوسرے علماء کرام کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والے کو کچھ زیادہ فضائل حاصل ہیں، یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے ان حضرات کے دلائل یہ ہیں۔

① رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس میں تمہارے گھوڑے کو مار دیا جائے اور تمہیں بھی قتل کر دیا جائے۔ (موارد الظمآن)

② وہ شخص جو کسی چیز کی نیت کرے اور پھر اُسے پا بھی لے، وہ یقیناً اس سے افضل ہے جو کسی چیز کی نیت تو کرے مگر اُسے پانہ سکے۔

③ شہید کو قرآن مجید نے مُردہ کہنے سے منع کیا ہے۔

④ شہید کو ان زخموں کا بھی اجر ملے گا جو اُسے لگتے ہیں، ان زخموں کے فضائل پہلے گزر چکے ہیں۔

⑤ شہید جنت میں جا کر دنیا میں واپس آ کر بار بار شہید ہونے کی تمنا کرے گا، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرنے والا بھی واپسی کی تمنا کرے، مگر وہ بھی واپس آ کر قتل ہونے کی تمنا کرے گا، اسی سے قتل ہونے کی فضیلت ثابت ہو گئی۔

⑥ شہید پر جو احکام جاری ہوتے ہیں، مثلاً اسے غسل نہیں دیا جاتا، بعض ائمہ کے ہاں اس کی جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی جاتی، [جب کہ احناف کے ہاں جنازہ تو پڑھا جاتا ہے مگر

غسل وغیرہ نہیں دیا جاتا]، یہ احکام میت کے لئے نہیں ہیں، اسی طرح اور بھی بہت سے فضائل شہید کو حاصل ہیں۔

دعوت

[اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی قتل ہو یا اس کا کسی اور طرح سے انتقال ہو جائے وہ بلاشبہ شہید ہے جیسا کہ اوپر احادیث گزر چکی ہیں، بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے، پھر آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ کس طرح اُسے قبول کرتا ہے، چونکہ بندے نے اپنی ذمہ داری اداء کر دی ہے، اس لئے اب اُسے جس طرح بھی موت آئے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مقامات اور مغفرت کا مستحق بنتا ہے۔ جہاں تک قتل ہونے والے کے خصوصی فضائل کا تعلق ہے، تو ان کی مثال سونے پر سہاگے جیسی ہے اور بس]۔



فصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رُؤُوسُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سر میں اللہ (ﷻ) کے راستے [جہاد] میں نکل کر درد ہوا، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جو شخص اللہ (ﷻ) کے راستے میں نکل کر ایک دن بیمار ہوا، اللہ (ﷻ) اسے ایک سال کی عبادت کا اجر عطا فرماتا ہے۔ (ابن عساکر)

رُؤُوسُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک دن بیمار ہوا، تو یہ ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور انہیں جہاد کا سامان دینے اور قیامت کے دن تک ان پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

[مجاہد اللہ ﷻ کو بہت پیارا ہے اور اللہ ﷻ کی رحمت بہت وسیع ہے، اس لئے مجاہد کی بیماری پر اتنے فضائل کا ملنا بعید بات نہیں ہے، بس اللہ ﷻ مسلمانوں کو اس راستے کی سمجھ عطا فرمادے، پھر ان کیلئے خیر ہی خیر ہے اور فضائل ہی فضائل۔

یا اللہ! ہم سب مسلمانوں کو جہاد کی سمجھ عطا فرما۔ (آمین ثم آمین)]



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَوَسِّلَهُ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



شوق شہادت، شہادت کی دُعا
اور عرضِ شہداء کا تذکرہ



شہداء زندہ ہیں

شہداء زندہ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے، ان باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، یہ فضائل ایک سچے مسلمان کے دل میں شوقِ شہادت پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں اور یہ اُن دُنیا پرست منافقین جو شہادت کو ہلاکت سمجھتے ہیں کے دساوس کا جواب ہیں۔ (فتح الجواد: ۱/۳۲۴)

مجاہدین کی جانوں کی قیمت

مجاہدین اور شہداء کی جانوں کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ ان کا خریدار خود اللہ تعالیٰ اور درمیان میں سودا کرانے والے سید الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سودے کی قیمت اللہ تعالیٰ کے قُرب والی جنت ہے۔ (فتح الجواد: ۳/۱۱۰)



شوق شہادت، شہادت کی دعاء اور بعض شہداء کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

①

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ (الفاتحہ: ۶، ۵)

ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعاء کیا کریں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اس آیت میں مذکور ہیں:

②

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء: ۶۹)

وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی، اللہ تعالیٰ اُسے شہداء کے مقام تک پہنچادے گا، اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (مسلم شریف)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُونٹنی کے دودھ دُونے کے درمیانی وقفے جتنی دیر جہاد کیا، اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی، پھر وہ انتقال کر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے لئے شہید کا اجر ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

[اس طرح کی روایات کتب حدیث میں بہت زیادہ ہیں ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا دو روایات ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں حاضر ہوا اور
 نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، وہ شخص جب صف میں پہنچا تو اس نے کہا: "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَفْضَلُ
 مَا تُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ" (اے میرے پروردگار! مجھے وہ سب سے افضل چیز عطاء فرمائیے جو
 آپ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں۔) جب نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی، تو
 نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی کون یہ دعاء کر رہا تھا؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں [یہ
 دعاء کر رہا تھا]۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تب تو تیرے گھوڑے کی گونچیں کاٹ دی جائیں گی اور
 تو اللّٰہ (تعالیٰ) کے راستے میں شہید کیا جائے گا (یعنی یہی وہ افضل ترین چیز ہے جو اللّٰہ (تعالیٰ)
 اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں)۔ (ابویعلیٰ، البزار، ابن حبان، المستدرک صحیح الاسناد)

حضرت ابو بزرہؓ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے
 پروردگار! میری امت کی موت اللّٰہ (تعالیٰ) کے راستے میں نيزوں اور طاعون سے مارے
 جانے کو بنا دیجئے۔ (مسند احمد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کیلئے شہادت کی دعاء
 فرمائی، جب کہ آگے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات
 مبارک کیلئے بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں پسند کرتا
 ہوں کہ میں اللّٰہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر
 شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری شریف)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شہداء اُخذ کا تذکرہ کرتے تو
 ارشاد فرماتے: اللّٰہ کی قسم! مجھے یہ محبوب ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں شہید
 کر دیا گیا ہوتا۔ (المستدرک وقال صحیح علی شرط مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ اُخذ کے دن حضرت عبداللہ بن جحش
 ؓ نے مجھے کہا: آؤ! ہم دونوں اللّٰہ (تعالیٰ) سے دعاء مانگیں۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں

کہ ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے، پہلے میں نے دعاء مانگی کہ یا اللہ! آج میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو، کچھ دیر میں اُس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے، پھر اُس کے بعد یا اللہ! مجھے اُس پر فتح نصیب فرما، یہاں تک کہ میں اُسے قتل کر دوں۔ (حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی) اور پھر انہوں نے یہ دعاء مانگی۔ یا اللہ! آج میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو بڑا ہی سخت، زور آور اور غضبناک ہو، میں محض تیرے لئے اُس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے، بالآخر وہ مجھے قتل کر دے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار! جب میں تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے، اے عبداللہ! یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے؟ تو میں عرض کروں: یا اللہ! تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے: تُو نے سچ کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی، میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں۔ (ذرقانی، المسد رک)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے اُمید ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعاء کا پہلا حصہ قبول فرمایا، اسی طرح ان کی دعاء کا آخری حصہ بھی قبول فرمائے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

واقعہ: ۱

غزوہ مؤتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے اُمراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے، تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا: اے ابن رواحہ! کس چیز نے آپ کو ڈرایا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شینگی، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: [ترجمہ: تم میں سے ہر شخص نے جہنم پر سے گزرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات مقتدر ہو چکی ہے] میں نہیں جانتا کہ جہنم پر گزرنے کے بعد میرے لئے واپسی کیسے ہوگی؟ [پس یہی چیز مجھے ڈلا رہی ہے]۔ مسلمانوں نے [لشکر کو رخصت کرتے ہوئے] کہا:

اللہ تعالیٰ کا ساتھ تمہیں نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:] میں واپسی نہیں چاہتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا شوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو، یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے، یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر پر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

واقعہ ۲

ابن عساکر رحمہ اللہ ایک ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو خود غزوہ ثموثہ میں شریک تھے، وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ثموثہ کے دن ہم نے بہت سخت جنگ کی، حضرت زید بن عارثہ رضی اللہ عنہ [امیر لشکر] نے زہرہ پہن لی اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے، پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترے اور زہرہ بھی اُتار دی اور فرمایا: یہ کون لے گا؟ پھر آپ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے لے لیا، وہ بھی پہلے زہرہ پہن کر سوار ہو کر لڑتے رہے، پھر انہوں نے بھی زہرہ اُتاری اور گھوڑے سے اتر کر لڑے اور شہید ہو گئے، تب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا اٹھالیا اور پہلے والے دو حضرات کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَوَفَاءَةً بِبَيْلِدِ رَسُولِكَ“ ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھے اپنے راستے کی شہادت عطا فرمائیے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرمائیے۔ (بخاری)

واقعہ ۳

سَلِمْ بن عامر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں [خراسان اور بصرہ کے حاکم] جراح بن عبداللہ گھمگی رحمہ اللہ کے پاس گیا، تو انہوں نے دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے، اُن کے ڈرراء نے بھی ہاتھ اٹھائے،

وہ کافی دیر دعاء کرتے رہے، پھر مجھ سے کہنے لگے: اے ابوحنیفہ! کیا تم جانتے ہو کہ ہم کیا مانگ رہے تھے؟ میں نے کہا: نہیں، میں نے تو تمہیں توجہ سے دعاء مانگتے دیکھا تو میں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ انہوں نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگ رہے تھے۔ سَلِّمُ ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان تمام حضرات کو شہادت نصیب ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء)

واقعہ ۴

حمید بن ہلال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اشود بن کثوم رحمہ اللہ جب چلتے تھے تو اپنے پاؤں اور انگلیوں کے پوروں کی طرف دیکھتے تھے..... جب وہ جہاد کیلئے نکلے تو انہوں نے دعاء کی: اے میرے پروردگار! میرا نفس آسانی کے دنوں میں یہ گمان کرتا تھا کہ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے، اگر میرا نفس سچا ہے تو پھر اُسے اپنی ملاقات نصیب فرما، اگر یہ جھوٹا ہے تو تب بھی اس پر اپنی ملاقات ڈال دے، اگرچہ یہ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے اور میری موت کو اپنے راستے کی شہادت بنادے اور میرا گوشت درندوں اور پرندوں کو کھلا دے۔ اس کے بعد وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ چل پڑے اور ایک شکاف کے ذریعے ایک چار دیواری میں داخل ہو گئے، اچانک دشمن کا لشکر آ گیا اور وہ اسی شکاف پر قابض ہو گیا، حضرت اشود رحمہ اللہ کے ساتھی تو کسی طرح اس چار دیواری سے نکل گئے، مگر وہ خود نہ نکل سکے، یہاں تک کہ دشمنوں کی بڑی تعداد اس شکاف پر پہنچ گئی، حضرت اشود رحمہ اللہ اپنے گھوڑے سے اترے اور انہوں نے گھوڑے کے منہ پر کوڑا مارا، تو وہ گھوڑا اتنا تیز دوڑا کہ دشمنوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، پھر وہ پانی پر گئے اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے۔ دشمن کہنے لگے کہ عرب لوگ اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہیں، [یعنی نماز پڑھنے کے بعد وہ خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیں گے۔] نماز کے بعد حضرت اشود رحمہ اللہ نے دشمنوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بعد میں مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گزرا تو اس میں حضرت اشود رحمہ اللہ کے بھائی بھی تھے۔ ان کے بھائی سے کسی نے کہا کہ تم اس چار دیواری میں جا کر اپنے بھائی کی بچی کچھی ہڈیاں تو چن کر دفنادو۔ ان کے بھائی نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، میرے بھائی نے ایک دعاء کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول

فرمایا ہے، ان کے بھائی کے اس جواب پر دوسرے مسلمانوں نے تنقید نہیں کی۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی ہشام رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں شریک تھے، رات کو میں بھی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعاء کرتے رہے، جب صبح [لڑائی] ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہو گئی، جبکہ میں محروم رہا۔ (سیر اعلام النبلاء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دشمنوں پر برابر حملے کرتے رہے اور ان کی ایک تعداد کو قتل کر کے شہید ہوئے، شہادت کے بعد گھوڑوں نے انہیں روند ڈالا، یہاں تک کہ ان کے بھائی نے ان کے جسم کے ٹکڑے ایک چادر میں جمع کئے، پھر انہیں دفن دیا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے شہید ہونے کی خبر پہنچی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں وہ اسلام کے بہترین مددگار تھے۔

واقعہ ۵

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ خنْط کی خوشبو لگا رہے تھے۔ میں نے کہا: چچا جان! مسلمانوں پر کیا بیت ربی ہے اور آپ یہاں ہیں۔ [جنگ یمامہ میں ابتداءً مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا، مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی]۔ یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمانے لگے: لو بھتیجے! [ابھی میں نکل رہا ہوں] انہوں نے اسلحہ لٹکایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے اور فرمایا: افسوس ہے مسلمانوں پر، آج یہ کیا کر رہے ہیں اور افسوس ہے دشمنوں پر اور ان کے معبودوں پر، چھوڑ دو میرے گھوڑے کا راستہ تاکہ میں جنگ کی گرمی میں گود جاؤں، اس کے بعد حملہ فرمایا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

مصنّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خنْط کی خوشبو عام طور پر مردوں کو لگائی جاتی ہے، شاید حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے نفس کو موت کیلئے تیار کرنے کی خاطر اور شہادت پانے کے عزم کو مضبوط کرنے کے لئے یہ استعمال فرماتے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، اللہ (تعالیٰ) اس سے فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! تو نے کیا مقام پایا؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے بہترین جگہ پائی۔ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا: تو مجھ سے مانگ اور کسی چیز کی تمنا کر۔ وہ کہے گا: میں تجھ سے [اور] کیا مانگوں اور کس چیز کی تمنا کروں؟ میں تجھ سے یہی مانگتا ہوں کہ مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار شہید کیا جاؤں، وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے کرے گا، پھر ایک جہنمی کو لایا جائے گا۔ اللہ (تعالیٰ) اس سے فرمائیں گے: اے آدم کے بیٹے! تو نے کیسی جگہ پائی؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے بہت بُری جگہ پائی۔ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا: کیا تو اس عذاب سے بچنے کے لئے دُئیے میں زمین بھر سونا دے گا؟ وہ کہے گا: ہاں۔ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تجھ سے اس سے کم مانگا تھا، مگر تو نے نہیں دیا تھا [یعنی دنیا میں تھوڑا سا مال بھی تو نے میرے راستے میں اور نیکی کے کاموں میں خرچ نہیں کیا تھا]۔ (المسند رک، نسائی، ابوعوانہ)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت والے اعلیٰ درجے کی کامیابی اور عظیم الشان نعمتوں کو پالینے کے باوجود شہادت کی تمنا کریں گے، تو وہ شخص جو دنیا کے دھوکے، امتحان اور غم والی جگہ پر ہے وہ کیسے شہادت کی تمنا نہیں کرتا؟ حالانکہ اس کو کچھ علم نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا یا جہنم کا بُرائٹھکانا اس کا مُقَدَّر بنے گا، اس کے علاوہ بھی اور کئی احادیث میں آیا ہے کہ شہداء جنت کی اعلیٰ نعمتوں کی جدائی برداشت کر کے دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے تاکہ شہادت کی لذت اور اس کی فضیلت کو پا سکیں۔ یہ احادیث ان شاء اللہ آگے آئیں گی۔

عاصم بن بہدلہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت خَالِد بن ولید رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے ہر ممکنہ جگہ پر شہادت کو تلاش کیا، لیکن بستر پر مرنا ہی میرا مُقَدَّر تھا اور میرے پاس لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بعد سب سے زیادہ اُمید والا عمل وہ رات ہے جو میں نے ہاتھ میں ڈھال لے کر گزاری تھی اور آسمان سے بارش برس رہی تھی، ہم لوگ صبح کے

انتظار میں تھے، تاکہ علیؑ کا فروں پر حملہ کر دیں، پھر فرمایا: میرے مرنے کے بعد میرا اسلحہ اور میرا گھوڑا جہاد کیلئے دے دینا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

شُفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ غزوہٴ اُحُد کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تقریباً تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے، یہ سارے زمین پر گھسٹتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آتے تھے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا، میرا چہرہ آپ ﷺ کی ڈھال بن جائے اور میری جان آپ ﷺ کی خاطر قربان ہو جائے، آپ ﷺ پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی رہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ [غزوہٴ اُحُد کے دن] حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر دشمنوں پر تیر بر سارہے تھے، حضور اکرم ﷺ پیچھے سے کبھی اپنا سر مبارک اٹھا کر [دشمنوں کی طرف] دیکھتے، تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنا سر آگے کر لیتے اور فرماتے: اے اللہ کے رسول! میری گردن آپ ﷺ کی گردن کے سامنے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں: مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دشمنوں سے قتال شروع ہو جائے اور میرے اندر طاقت نہ ہو تو مجھے چار پائی پر لاد کر میدانِ جنگ میں رکھ دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سیر اعلام النبلاء)

واقعہ: ۶

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہٴ اُحُد کے لئے تشریف لے گئے، تو حضرت حُسَین بن جابر رضی اللہ عنہ [جو حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے] اور حضرت ثابث بن وقش رضی اللہ عنہ کو اونچی جگہ پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا گیا، یہ دونوں بہت بوڑھے تھے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہماری زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی ہیں اور آج کل میں ہم مرنے والے ہیں، تو کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس چلے جائیں، ممکن ہے کہ ہمیں آپ ﷺ کے ساتھ شہادت نصیب ہو جائے۔ یہ دونوں حضرات تلواریں لے کر لڑائی میں شامل ہو گئے اور کسی

کو ان کے بارے میں علم نہیں تھا، حضرت عکاظ بن قیس رضی اللہ عنہ کو تو مشرکوں نے شہید کر ڈالا۔ جب کہ حضرت حُصَیْن بن جابر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی تلواروں کے درمیان آ کر شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! یہ میرے والد ہیں۔ مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں علم نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ ان کے والد کی دیت ادا کریں، تو حضرت حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ نے وہ دیت معاف کر دی اور اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کا مقام اور بڑھ گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

واقعہ ۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحُد کے دن اپنے بھائی سے فرمایا: بھائی جان! میری زہرہ آپ لے لیجئے۔ تو انہوں نے جواب دیا: میں بھی آپ کی طرح شہادت کا طلب گار ہوں، چنانچہ دونوں نے زہرہ چھوڑ دی۔ (الطبرانی، ابوعیثم)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے اور آپ سے پہلے اسلام لائے تھے، وہ بہت لمبے قد کے مالک تھے، غزوہ اُحُد میں باوجود تمنا کے شہید نہیں ہوئے، جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا، وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھتے رہے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور اس جھنڈے کو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا: میرا بھائی مجھ سے پہلے اسلام لایا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: جب بھی صبح کی ہوا چلتی ہے، تو مجھے زید رضی اللہ عنہ کی خوشبو آتی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

واقعہ ۸

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن رواجی کے وقت اپنے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ چھپتے پھر رہے ہیں۔ میں نے کہا:

کیا ہوا بھائی [کیوں چھپتے پھر رہے ہو]؟ کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر رسولِ کریم ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو آپ ﷺ مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس بھیج دیں گے، جب کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات [یعنی شہادت] کا خواہش مند ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے انہیں چھوٹا دیکھ کر فرمایا: تم واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر غمیز رضی اللہ عنہ رونے لگے، تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی تلوار کے پے کو گرہ لگایا کرتا تھا، وہ ہنڈر کے دن سولہ سال کی عمر میں شہید ہوئے، انہیں عمرو بن عبید وڈ نے قتل کیا۔ (اسد الغابہ)

واقعہ: ۹

حضرت کعب بن الاشجار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے کوئی اچھا کام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو بذریعہ وحی فرمایا کہ اس بادشاہ سے کہو، ہم سے جو چاہے مانگ لے، اس پر اس بادشاہ نے کہا: اے میرے رب! میری تمنا ہے کہ میں اپنے مال، اپنے بیٹوں اور اپنی جان کے ساتھ تیرے راستے میں جہاد کروں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک ہزار بیٹے عطاء فرمائے، وہ اپنے مال سے اپنے ایک بیٹے کو سامانِ جہاد فراہم کرتا تھا اور اس کے ساتھ جہاد میں ایک مہینے کیلئے نکل کھڑا ہوتا تھا، اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا، پھر وہ آکر دوسرے بیٹے کو تیار کرتا اور ایک ماہ اس کے ساتھ مل کر جہاد کرتا اور اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا، اور اس کے ساتھ یہ بادشاہ رات کو قیام کرتا اور دن کو روزے کا بھی پابند تھا، جب ایک ہزار مہینوں میں اس کے ایک ہزار بیٹے شہید ہو گئے، تو وہ خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اسی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَا خَيْرَ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ (القدر: ۳) یعنی لَيْلَةُ الْقَدْرِ اس بادشاہ کے ان ہزار مہینوں سے افضل ہے جس میں اس نے اپنی اولاد اور اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور روزے، قیام کی بھی پابندی کی۔ (تفسیر القرطبی)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا وسیع فضل ہے کہ ان کے تھوڑے

سے عمل کو سابقہ امتوں کے بڑے اور طویل اعمال سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ذرا سوچئے! جب اس امت کی ایک رات یعنی لَیْلَةُ الْقَدْرِ بنی اسرائیل کے اس بادشاہ کے ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے، تو اس عمل [یعنی جہاد] کی فضیلت کا کیا حال ہوگا جس میں ایک گھڑی کھڑے رہنا حجرِ اسود کے سامنے لَیْلَةُ الْقَدْرِ پالینے سے افضل ہے؟ جیسا کہ حضرت أَبُو ہُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی روایت میں گزر چکا ہے۔

واقعہ: ۱۰

علاء بن ہلال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قوم کے ایک شخص نے ان سے کہا: اے اَبُو الصَّہْبَاء! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے شہد کا ایک چھتہ اور آپ کو دو چھتے دیے گئے ہیں۔ حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، تم شہید ہو جاؤ گے اور میں اور میرا بیٹا بھی شہید ہوں گے۔ جب حضرت یزید بن زیاد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے یَمَمَکَہ پر حملہ کیا، تو یہ مسلمانوں کا پہلا لشکر تھا جس نے شکست کھائی، اس وقت حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے پیارے بیٹے! تم واپس اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ اپنے لئے تو بھلائی چاہ رہے ہیں اور مجھے واپسی کا حکم دے رہے ہیں، حالانکہ میری والدہ کیلئے تو آپ مجھ سے زیادہ خیر کا باعث تھے۔ حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر آگے بڑھو اور [لڑائی میں شریک ہو جاؤ]، وہ آگے بڑھا اور زخم کھا کر گر گیا۔ حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بڑے تیر انداز تھے، انہوں نے دشمنوں پر تیر برسائے تو وہ اس سے ہٹ گئے، حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے بیٹے کے پاس آئے، کچھ دیر اس پر کھڑے رہے اور اس کیلئے دعاء فرمائی، پھر خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، سیر اعلام النبلاء)

حضرت صَلَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیوی حضرت عَاصِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو جب اپنے خاوند اور بیٹے کی شہادت کی خبر ملی، تو ان کے پاس عورتیں آنے لگیں۔ انہوں نے ان سے فرمایا: اگر تم ہمیں اس اعزاز پر جو اللہ تَعَالٰی نے عطاء فرمایا ہے، مبارک دینے آئی ہو، تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلی جاؤ۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

واقعہ: ۱۱

خَلْف بن ہشام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہتے ہیں: مجھے نَخَع [نامی مقام] کے ایک نوجوان نے بتایا، کہ ہم

ایک بار جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ میں نے اپنے گھوڑے سے آگے والے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے نو جوان کی آواز سنی، جو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا:

اے نفس! تو ہر مرتبہ جہاد میں مجھے کہتا ہے کہ فلانہ تیری بیوی ہے، فلاں تیرے بچے ہیں، تیرا اتنا مال ہے، آج میں نے فلانہ کو طلاق دے دی اور اپنے سارے غلام آزاد کر دیئے اور اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا۔ اے میری جان! آج میں تجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کروں گا، پھر اس نے حملہ کیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا، میں نے اس کے جسم پر اسی سے زائد زخم شمار کئے۔ (جوہرۃ الزمان لابن الجوزی)

واقعہ ۱۲

ابو نعشہ الکندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم حضرت ثؤف یگالی رحمہ اللہ کے پاس آتے جاتے تھے، ایک بار ایک شخص نے انہیں کہا: اے ابو نعشہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ایک لشکر لے کر جارہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے جس کی نوک پر مشعل جل رہی ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ ثؤف رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچا ہے تو مجھے شہادت نصیب ہوگی، انہی دنوں محمد بن مروان رحمہ اللہ کے ہمراہ روم کی طرف لشکر روانہ ہونے لگے، جب حضرت ثؤف رحمہ اللہ جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے، تو میں بھی ان کو رخصت کرنے کے لیے گیا، انہوں نے جب اپنا پاؤں سواری پر رکھا، تو کہنے لگے: اے میرے پروردگار! میری بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے اور ثؤف کو شہادت سے نواز دے۔ لڑائی سے واپسی پر جب لشکر عبّاب [نامی مقام] پر پہنچا تو دشمن مقابلے کیلئے نکل آئے، اسلامی لشکر میں سب سے پہلے حضرت ثؤف رحمہ اللہ نکلے اور انہوں نے دشمنوں پر زوردار حملہ کیا اور ایک کے بعد دوسرے کافر کو قتل کرتے چلے گئے اور پھر شہید ہو گئے۔ ان کے بعض رفقاء نے بتایا کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کا خون ان کے گھوڑے کے خون کے ساتھ بہہ رہا تھا اور دونوں مارے جا چکے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

واقعہ ۱۳

عبدالکریم بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے: انہیں ایک شخص نے یہ قصہ سنایا کہ ہم لوگ

ایک قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اچانک اسلامی لشکر میں سے دو ۲ آدمی نکلے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم غسل کرو گے؟ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرمادے۔ اس کے ساتھی نے کہا: میں نے تو غسل نہیں کرنا، چنانچہ خود اس نے غسل کر لیا، غسل سے فارغ ہو کر وہ قلعے کی طرف بڑھا تو اسے ایک بڑا پتھر لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھی اُسے گھسیٹ کر لارہے تھے، میں ان کے پاس پہنچا تو وہ اس شک میں تھے کہ یہ شہید ہو چکا ہے یا نہیں؟ اچانک وہ نوجوان مسکرانے لگا، ہم نے کہا یہ زندہ ہے۔ پھر وہ تھوڑی دیر ساکت پڑا رہا، پھر ہنسنے لگا، پھر تھوڑی دیر پڑا رہا، پھر وہ رونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے کہا: اے فلاں! خوش ہو جاؤ تم بچ گئے ہو، پھر ہم نے اس کے ہنسنے اور رونے وغیرہ کا اس سے تذکرہ کیا، تو وہ کہنے لگا: جب مجھے چوٹ لگی تو ایک آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یا قوت کے ایک محل میں لے گیا اور مجھے دروازے پر کھڑا کر دیا، اچانک اس محل سے ایسے چُست بچے نکلے کہ ان جیسے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ انہوں نے کہا: خوش آمدید ہمارے آقا۔ میں نے کہا: تم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں، تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے: ہم تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر وہ آدمی مجھے دوسرے اور تیسرے محل میں لے گیا، ہر جگہ اسی طرح بچوں نے میرا استقبال کیا، پھر وہ مجھے ایک محل کے دروازے پر لے آیا، اس میں قالینیں اور غالیچے بچھے ہوئے تھے اور نرم و نازک بچکے لگے ہوئے تھے، وہ مجھے لے کر کمرے میں داخل ہوا، اس کمرے کے دو ۲ دروازے تھے، میں نے خود کو دو ۲ تکیوں کے درمیان گرادیا، اس نے کہا: آج کے دن تم بہت تھک گئے تھے، اس لئے تم نے خود کو تکیوں پر گرادیا۔ اس کے بعد میں اٹھا تو بستر پر لیٹ گیا، میں نے اس سے پہلے کبھی ایسے بستر پر پہلو نہیں رکھا تھا، اسی دوران میں نے ایک دروازے سے کچھ آواز سنی تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایسی حسین کہ اس جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی، مثالی کپڑے اور زیور پہنے ہوئے نمودار ہوئی، وہ ان تکیوں کے درمیان سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور اس نے مجھے سلام کیا، میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں تیری بیوی خور عین ہوں۔ یہ سن کر میں خوشی سے ہنس پڑا، پھر وہ میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اور مجھے دنیا کی عورتوں کی باتیں اس

طرح سے بتاتی رہی، جس طرح یہ سب کچھ اس کے پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے، اسی دوران میں نے دوسرے دروازے پر آہٹ سنی تو وہاں پر بھی میں نے ایک عورت دیکھی، میں نے نہ اس جیسی حسین عورت کبھی دیکھی اور نہ اس کے زیور جیسے زیور، وہ بھی پہلے والی کی طرح آ کر مجھ سے باتیں کرنے لگی اور پہلے والی خاموش ہو گئی، پھر میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا: ابھی نہیں، بلکہ نمازِ ظہر کے وقت، پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ اس نے کچھ کہا یا مجھے ایک ایسے صحرا میں ڈال دیا گیا، جہاں ان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا، تو میں رونے لگ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کے وقت اس کی رُوح پرواز کر گئی۔

(تاویل آی الجہاد، ابن عساکر)

واقعہ ۱۳

مصنّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک بہت نیک دوست نے یہ حکایت سنائی کہ جوانی میں میں تیر اندازوں کے ساتھ اسکندریہ میں تھا، وہاں ہمارے ساتھ مغرب کا رہنے والا ایک شخص آیا جو اپنا ہاتھ ہمیشہ ہم سے چھپاتا تھا، ہم اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، چنانچہ ہمیں شک ہوا کہ شاید اس کو کوئی بیماری ہے، کچھ دن بعد اس نے اپنا ہاتھ کھولا تو اس کی کلائی پر سفید رنگ کے انگلیوں کے نشانات تھے، ہم نے سمجھا کہ اسے برص کی بیماری ہے، مگر اس نے ہم سے کہا: ڈرو نہیں، یہ برص نہیں ہے، ان شاء اللہ کبھی تنہائی میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں گا۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ جماعت کے بڑوں میں سے کسی نے ایک ولی کا تذکرہ کیا، اس شخص نے بھی اس ولی کی تعریف کی، تو جماعت کے بزرگ نے اسے اسی ولی کا واسطہ دے کر کہا کہ تم آج اپنے ہاتھ کی سفیدی کا راز ہمیں بتادو، یہ سن کر اس کے آنسو بہنے لگے اور اس کی حالت بدل گئی اور وہ زور زور سے رونے لگا، مگر جب زیادہ اصرار ہوا، تو اس نے درج ذیل واقعہ سنایا:-

ہم مغرب میں انگریزوں کے ملک کے قریب رہتے تھے، چنانچہ کبھی ہم ان پر اچانک حملہ کرتے تھے تو کبھی وہ ہم پر حملہ آور ہوتے تھے، ایک بار ہم بیس آدمی ان کے ملک میں داخل

ہو کر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے، ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے تھے، ابھی ہم درمیان ہی میں تھے کہ ایک دن سورج نکلنے پر ہم پناہ لینے کیلئے ایک پہاڑ کی غار کی طرف بڑھے، اچانک ہمیں آہٹ سنائی دی تو ہم نے دیکھا کہ اسی غار سے ایک انگریز سپاہی نکل رہا ہے، اس نے جیسے ہی ہمیں دیکھا واپس غار کی طرف دوڑا اور تھوڑی دیر میں غار سے ایک سو سپاہی نکل آئے، یہ سپاہی ہمارے ملک پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے اور دن کے وقت اس غار میں چھپ گئے تھے، جب آمنا سامنا ہو گیا تو اب لڑائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، کیونکہ ہماری اور ان کی لڑائی کا دستور فتح یا موت تھا، چنانچہ سخت لڑائی شروع ہو گئی اور اس لڑائی میں گیارہ آدمی شہید ہوئے، جبکہ ان کے پینتالیس سپاہی مارے گئے، پھر انہوں نے ہم باقی نو افراد پر یک بارگی زوردار حملہ کیا اور میرے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا اور میں بھی شدید زخمی ہو کر انہی شہداء کے ساتھ گر گیا، اسی دوران اچانک آسمان سے ایسی لڑکیاں اتریں کہ ان جیسا حسن و جمال میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، ان میں سے ہر لڑکی ایک شہید کے پاس جاتی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی: یہ میرے حصے کا ہے، ان میں سے ایک میرے پاس بھی آئی اور اس نے کہا: یہ میرے حصے کا ہے، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، لیکن جب اُسے محسوس ہوا کہ میں زندہ ہوں تو اس نے میرا ہاتھ اس طرح چھوڑ دیا جس طرح غصے میں چھوڑا جاتا ہے، کہنے لگی: تم ابھی زندہ ہو، پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ پھر اُس مغربی شخص نے ہمیں اپنا ہاتھ [اچھی طرح] دکھایا تو اس کی گلائی پر پانچ انگلیوں کے دودھ سے زیادہ سفید نشان تھے۔

واقعہ: ۱۵

ابو قتادہ شامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار امیر لشکر تھا، انہیں دنوں میں مسلمانوں کے بعض شہروں میں لوگوں کو جہاد کی دعوت دینے گیا، ایک جگہ میں نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور شہادت کے فضائل بتائے۔ تقریر کے بعد جب میں قیام گاہ پر آیا تو ایک حسین و جمیل عورت نے مجھے آواز دی، پہلے میں نے اسے شیطانی حملہ سمجھا، اس لئے جواب نہ دیا، تو اس نے کہا: نیک لوگ نیکی کا ارادہ کرنے والوں کیساتھ یہی سلوک کرتے ہیں؟ میں اس کے پاس

آیا، تو اس نے مجھے ایک خط اور ایک بند تھیلی دی اور روتی ہوئی چلی گئی۔ میں نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا: آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور انہیں جہاد کا اجر کمانے کی ترغیب دی، مگر میں ایک عورت ہوں جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتی، لیکن میں اپنے بالوں کی دو چوٹیاں کاٹ کر لائی ہوں، تاکہ آپ انہیں اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرما کر میری بخشش کر دے۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی والی رات آئی تو میں نے ان بالوں کو گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیا، صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک خوبصورت اور مضبوط لڑکے کو دیکھا [جو دشمنوں سے برسرِ پیکار تھا]، میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے بیٹے! تم پیادے ہو مجھے خطرہ ہے کہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں گے، تم پیچھے ہٹ کر لڑو۔ وہ لڑکا میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: میں کیسے پیچھے لوٹوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ

الْأَذْبَارِ ﴿الأنفال: ۱۵﴾

میں نے یہ سن کر اسے اپنی کمان دے دی، اس نے مجھے کہا: اے ابو قتادہ! مجھے تین تیر قرضہ دے دو۔ میں نے کہا: یہ قرضے کا وقت نہیں ہے۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے قرضہ دے دو۔ میں نے اسے ایک تیر دیا، اس نے وہ تیر کمان میں رکھ کر مارا اور ایک رومی کو قتل کر دیا۔ میں نے اُسے کہا: میں تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوں۔ اس نے کہا: جی ہاں، پھر اس نے دوسرے اور تیسرے تیر سے بھی دو رومی مار گرائے، پھر اس نے مجھے کہا: میں آپ کو الوداعی سلام کہتا ہوں، اچانک ایک تیر اس کے ماتھے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ میں نے اسے کہا: اے بیٹے! تم نے مجھ سے جو عہد کیا ہے، اُسے نہ بھلانا۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر کہنے لگا: اے ابو قتادہ! جب تم شہر واپس جانا تو میری والدہ کو سلام کہنا اور انہیں میرا یہ برتن دے دینا۔ میں نے کہا: تمہاری والدہ کون ہیں؟ اس نے کہا: وہی عورت میری والدہ ہے جس نے اپنے بال آپ کو کاٹ کر دیئے تھے کہ آپ انہیں گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں۔

أَبُو قَتَادَةَ کہتے ہیں: یہ سن کر میں رونے لگ گیا اور اسی دوران لڑکے کی روح بھی پرواز کر گئی اور ہم نے اُسے دفن کر دیا۔ جنگ کے بعد میں اس کی قبر پر آیا تو دیکھا، اس کی لاش زمین کے اوپر پڑی ہوئی ہے، میں نے دوسری قبر کھود کر اُس میں اُسے دفن دیا، اُس قبر نے بھی اُسے باہر پھینک دیا، میرے ساتھی کہنے لگے: اس لڑکے کو چھوڑ دو، ممکن ہے یہ اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر نکلا ہو، مگر میں حیرت میں پڑا رہا، جب عشاء کی اذان ہو گئی تو میں نے اٹھ کر نماز پڑھی اور پھر اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ کے سامنے گڑ گڑا کر رونے لگا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں؟ اچانک مجھے آواز آئی، اے أَبُو قَتَادَةَ! اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ کے اس ولی کو اسی طرح چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ میں نے اُسے اسی طرح چھوڑ دیا، پرندوں نے آکر اُسے کھالیا اور جنگلی جانوروں نے اس کی ہڈیاں تک نکل لیں، جب میں شہر میں آیا تو اس کے گھر جا کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے ایک چھوٹی سی بچی نکلی، اس نے جب لڑکے کا برتن میرے ہاتھ میں دیکھا، تو کہنے لگی: ہائے امی جان! أَبُو قَتَادَةَ میرے بھائی کا برتن لے کر آئے ہیں اور میرا بھائی ان کے ساتھ نہیں ہے، ہائے افسوس! پہلے سال میرے والد شہید ہو گئے، دوسرے سال میرا بھائی شہید ہو گیا اور اب یہ دوسرا بھائی بھی شہید ہو گیا۔ أَبُو قَتَادَةَ کہتے ہیں کہ یہ سن کر قریب تھا کہ میں رورو کر ہلاک ہو جاتا، پھر وہ عورت نکلی اور اس نے کہا: کیا تم خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟ اگر میرا بیٹا انتقال کر گیا ہے تو تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہوا ہے تو تم مبارک دو۔ میں نے کہا: اَللّٰہُمَّ کی قسم! وہ تو شہید ہوا ہے۔ اس نے کہا: اس کے شہید ہونے کی کیا علامت ہے؟ میں نے کہا: وہ دشمن کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس نے کہا: کیا زمین نے اس کو قبول کیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: الحمد للہ، پھر اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے ایک کالی چادر اور لوہے کی زنجیر نکالی اور کہنے لگی: میرا بیٹا ہر رات یہ کالی چادر پہن کر زنجیر سے اپنے ہاتھ باندھ لیتا تھا اور دعاء کرتا تھا، اے میرے پروردگار! مجھے قیامت کے دن پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹ سے کھڑا فرمانا، بس اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ نے میرے بیٹے کی دعاء قبول فرمائی۔

(جوہرۃ الزمان)

مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت کچھ فرق کے ساتھ ایک اور روایت سے پیچھے گزر چکی ہے۔

دعوت

[اس باب میں مذکورہ احادیث، روایات اور سچے واقعات پڑھنے کے بعد یقیناً ہر مسلمان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوگا کہ وہ بھی سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کی لذیذ موت مانگے اور پھر شہادت کی تلاش میں میدانِ جہاد کا رخ کرے، ایک مسلمان کا جب یہ عقیدہ ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے تو پھر شہادت جیسی عظیم اور پیاری موت مانگنے سے کیوں ڈرا جائے؟ دراصل بعض لوگ شہادت کی موت کو بہت بھیاں لگ موت سمجھتے ہیں، حالانکہ بظاہر بھیاں لگ نظر آنے والی یہ موت اتنی بڑی نعمت ہے جو جنت میں جا کر بھی نہیں بھولے گی اور یہ اتنی عظیم الشان نعمت ہے کہ سید الاولیٰین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اس کی تمنا فرمایا کرتے تھے، جہاں تک بستر کی بظاہر پرسکون نظر آنے والی موت کا تعلق ہے تو معلوم نہیں، اس کے پیچھے کتنا درد اور کتنا عذاب چھپا ہوتا ہے اور جہاں تک جسم کا تعلق ہے تو ہر جسم نے مٹی میں جا کر بکھر ہی جانا ہے۔ اَللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ۔ خواہ اُسے صحیح سالم حالت میں دفن کیا جائے اور بڑی خوبصورت قبر بنائی جائے اور دنیا بھر کی خوشبوئیں اور اعلیٰ ترین کفن استعمال کیا جائے، ہر لاش بالآخر گل جاتی ہے، سڑ جاتی ہے، لیکن اگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو تو وہ کس قدر مبارک ہے۔ وہ مسلمان جو اپنے بچوں کو اس ڈر سے جہاد میں نہیں بھیجتے کہ یہ شہید ہو جائیں گے، انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی تجدید کریں، کیونکہ جہاد میں تو موت نہیں ہے جہاد تو زندگی ہی زندگی ہے، اگر ان کے بچوں کے لئے دنیا سے جدائی کا وقت آچکا ہوگا تو وہ انہیں اگر سات دیواروں کے پیچھے بھی چھپالیں، تو موت وہاں پہنچ کر انہیں دبوچ لے گی، لیکن اگر ابھی موت کا وقت نہیں آیا ہوگا تو

پوری دنیا مل کر انہیں نہیں مار سکتی۔

اسی طرح وہ لوگ جو خون اور زخم کے ڈر سے شہادت کا نام لینے سے گھبراتے ہیں اور شہادت کیلئے دعاء تک نہیں مانگتے، انہیں بھی ان شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہئے، کیونکہ جہاد میں نکلنے والا خون اور اس میں لگنے والے زخم تو سعادت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شہادت کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین]



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مجلد
۱
۲
صلی علیہ وسلم

ورفنا
۱۳۹۷
ک





خدا کے فضائل کا بیان



حیات الشہداء



بیداری میں حورین کی زیارت



خلاصہ فضائل شہداء کرام

- ۱ شہید زندہ ہے۔ (البقرہ: ۱۵۴/ال عمران: ۱۶۹)
- ۲ شہید کو مردہ مت کہو۔ (البقرہ: ۱۵۴)
- ۳ شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملتی ہے۔ (ال عمران: ۱۶۹)
- ۴ شہید کو مردہ گمان نہ کرو۔ (ال عمران: ۱۶۹)
- ۵ شہید کے اعمال جاری رہتے ہیں، یعنی شہادت کے بعد بھی اجر ملتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ (محمد: ۴)
- ۶ شہید جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (محمد: ۶)
- ۷ شہید کے لیے جنت مہکادی گئی ہے۔ (محمد: ۶)
- ۸ قبر، حشر آخرت کی تمام منازل میں شہید کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ (محمد: ۵)
- ۹ شہید بہت خوش ہوتا ہے۔ (ال عمران: ۱۷۰)
- ۱۰ شہید جشن مناتا ہے۔ (ال عمران: ۱۷۱)
- ۱۱ شہید اپنے پیچھے والوں کا خوشی کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔ (ال عمران: ۱۷۰)
- ۱۲ شہید اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا ہے۔ (الاحزاب: ۲۳)
- ۱۳ شہید نے اپنا عہد نباہ لیا، پورا کر دیا۔ (الاحزاب: ۲۳)
- ۱۴ شہید کی حالت کو اللہ تعالیٰ سنوارتا ہے۔ (محمد: ۵)
- ۱۵ شہید کے لیے ہدایت خاصہ کی نعمت ہے۔ (محمد: ۵)
- ۱۶ شہید کے لیے نور ہے۔ (الحمدید: ۱۹)
- ۱۷ شہید کے لیے مغفرت ہے۔ (ال عمران: ۱۵۷)
- ۱۸ شہید کے لیے رحمت ہے۔ (ال عمران: ۱۵۷)
- ۱۹ شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ (ال عمران: ۱۷۱)
- ۲۰ شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ (ال عمران: ۱۷۱)
- ۲۱ شہید خوف اور غم سے آزاد ہے۔ (ال عمران: ۱۷۰)

شہداءِ کرام کے فضائل کا بیان

شہادت ایک عظیم رتبہ اور بہت بلند مقام ہے جو قسمت والوں کو ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدّر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے، شہادت کا مقام ثبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

①

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝
(النساء: ۶۹)

وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

ایک صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہید سے صرف درجہ ثبوت کی وجہ سے افضل ہیں۔

ممکن ہے یہ حدیث کچھ مخصوص شہداء کے بارے میں ہو، جبکہ آیت کریمہ میں عام شہداء کا مقام بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں؟ [اس بارے میں کئی اقوال ہیں]۔

- ① کیونکہ اس کے لئے جنت کی شہادت [یعنی گواہی] دے دی گئی ہے، [کہ وہ یقیناً جنتی ہے]۔
- ② کیونکہ ان کی روہیں جنت میں شاہد [یعنی حاضر] رہتی ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کی روہیں قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی۔ فضّ بن قُمیلؓ فرماتے ہیں کہ شہید بمعنی شاہد ہے اور شاہد کا مطلب جنت میں حاضر رہنے والا۔ علامہ قزطینیؒ فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے۔ (الذکر للقرطبی)
- ③ ابن فارسؒ کہتے ہیں: الشَّهِيدُ بِمَعْنَى الْقَاتِلِ، یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا

جانے والا۔

۴ کیونکہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

۵ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے اس کی جان کو خرید لیا اور اس پر لازم کیا کہ وہ اس عہد کو پورا کرے تو شہید نے جان دے کر گواہی دے دی کہ اس نے یہ عہد پورا کر دیا ہے اور اس کی گواہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ مل گئی، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان پر گواہی [شہادت] کی وجہ سے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۶ ابنِ انباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اُس کے لئے جنت کی شہادت [یعنی گواہی] دیتے ہیں، اسی لئے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۷ اُس کی رُوح نکلتے وقت اُس کا اجر اور مقام اُس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اُسے شہید کہتے ہیں۔

۸ کیونکہ رحمت والے فرشتے اُس کی رُوح لینے کے لئے شاہد (یعنی حاضر) ہوتے ہیں۔

۹ اُس کے پاس ایک شاہد [گواہ] ہے جو اُس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے اور وہ ہے خون، کیونکہ قیامت کے دن شہید جب اٹھے گا تو اس کی رگوں میں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

مُصَنَّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شہید کے فضائل اور مقامات بے شمار ہیں، یہاں میں ان میں سے وہ فضائل بیان کروں گا جن تک میرے قلیل علم اور ناقص سمجھ کی رسائی ہوئی ہے۔

۱ شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ
وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۵۳﴾ (البقرہ: ۱۵۳)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ • فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۖ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ • يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ لَا
يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ • (آل عمران: ۱۷۹-۱۸۱)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ
زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف
سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے،
اس لیے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور
فضل سے خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی
مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔

حضرت عُبَیدُ اللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک سبز نخل میں رہتے ہیں اور ان کے لئے صبح
وشام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔ (مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المسند رک، صحیح علی شرط مسلم)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب
بندے قیامت کے دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر
اٹھائے ہوئے آئیں گے، اُن سے خون بہہ رہا ہوگا، وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں
گے، پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملے گا، یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی
تھی۔ (الطہرانی، مجمع الزوائد)

رَسُولُ اللہ ﷺ اُحد کے دن حضرت مُضَعَب بن عُمَیْر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے
اور حضرت مُضَعَب رضی اللہ عنہ زمین پر شہید پڑے تھے، اس دن انہی کے ہاتھ میں رَسُولُ اللہ ﷺ کا

جہنڈا تھا، رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ

مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ (الاحزاب: ۲۳)

ایمان والوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ سے جو عہد کیا تھا اُسے سچ کر دکھایا پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

بے شک اللہ کے رَسُوْلُ ﷺ تمہارے لئے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ ﷻ کے سامنے شہداء میں سے ہو، پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم ان کے پاس آیا کرو، ان کی زیارت کیا کرو، ان کو سلام کیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا، یہ اُسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ مرسل)

حضرت محمد بن قیس بن مخزومہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو یحییٰ کریم ﷺ کی حفاظت کیا کرتے تھے، اُمّہ کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ یحییٰ کریم ﷺ شہید ہو چکے ہیں، تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یحییٰ کریم ﷺ نے دین پہنچا دیا، چنانچہ اب تم سب [مسلمان] ان کے دین کے لئے جہاد کرو۔ پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے۔ جب ان کی اللہ ﷻ سے ملاقات ہوئی اور اپنے [شہداء] ساتھی بھی ملے، تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: اے ہمارے پروردگار! کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو یحییٰ کریم ﷺ کو ہماری یہ حالت بتا سکے؟ اللہ ﷻ نے فرمایا: میں تمہارا قاصد ہوں، پھر اللہ ﷻ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ یحییٰ کریم ﷺ کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ سَآءَ آخِرَتِكَ۔ (اخرجہ المذہب فی تفسیرہ)

مُصَرِّفِ عِزِّ اللہ ﷻ فرماتے ہیں کہ ان آیات کے شان نزول میں اور بھی کئی صحیح احادیث ہیں

جو ان شاء اللہ آگے آئیں گی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا: اے جابر! کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل و عیال چھوڑ گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ (ﷻ) نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کے پیچھے سے کی، لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا: مجھ سے جو مانگو میں دوں گا۔ تمہارے والد نے کہا: مجھے دُنیا میں واپس بھیج دیجئے، تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ (ﷻ) نے ارشاد فرمایا: میری طرف سے پہلے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا۔ تمہارے والد نے کہا: اے میرے پروردگار! پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے۔ اس پر اللہ (ﷻ) نے یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ سَآءَ آخِرَتِكَ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک)



فصل

حیات الشہداء

شہداء کی زندگی [یعنی حیات الشہداء] کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

① عَلَّامَہ قُرْطُبِی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلاشبہ وہ جنت میں زندہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی رُو حیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں، البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لئے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لئے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

② علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹادی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں، جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

③ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہداء کو جنت کے پھل کھلائے جاتے ہیں یعنی جنت سے باہر رہ کر جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

④ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی رُو حیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قُرْطُبِی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لئے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

⑤ ایک قول یہ ہے کہ ان کی رُو حیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی رُو حیں جو با وضو سوتے ہیں۔

① ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے ہیں اور انہیں زمین نہیں کھاتی، یہی ان کی زندگی ہے۔

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک [واللہ اعلم] شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مُردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی رُوحوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں، ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جَنّت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قدیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جَنّت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جَنّت سے صبح و شام ان کی روزی آتی ہے، جیسا حضرت ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما کی روایت میں گزر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جَنّت میں اور آسمانوں میں اُڑتے پھرتے ہیں، جیسا کہ حضرت جَعْفَرُ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جَنّت کی اونچی مہسروں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابْنِ رَوَاحَہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا۔ ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان، اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا، شہادت سے پہلے جس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا، شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا۔ آئیے! اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن ابْنِ صَخَّصَہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عَمْرُو بن جَمُوح رضی اللہ عنہ اور حضرت عَبْدُ اللہ بن عَمْرُو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے، سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تاکہ ان کی جگہ بدلی جاسکے، یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے، جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہے، ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان

کے زخم پر تھا اور وہ اُسی حالت میں دفن کئے گئے تھے، دیکھا گیا کہ اب تک اُن کا ہاتھ اُسی طرح ہے، لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا، مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا۔ غزوہ اُحُد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے (مؤطا امام مالک، سیر اعلام النبلاء)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شہر کظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا، تو آپ نے اعلان کرایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے، پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تروتازہ تھے، یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کُدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

عبد الصمد بن علی رحمہ اللہ [جو بنو عباس میں سے ہیں،] کہتے ہیں کہ میں اپنے [رشتے کے] چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر آیا، قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا، میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذخر [گھاس] تھی، میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پیتل کی ہانڈی کی طرح [چمک رہا] تھا، میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفن دیا۔ (ابن عساکر)

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتے دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھودی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ (مصنف عبد الرزاق)

ترمذی میں اصْحَبُ الْأُخْدُوْدِ [خندقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ بروج میں ہے،] کا واقعہ مذکور ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ وہ لڑکا جسے بادشاہ نے

شہید کر کے دفن کر دیا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کپٹی پر تھی [کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا]۔ (ترمذی)

مُصَرَّفٌ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

عَلَامَہُ قُرْطُبِی رَضِيَ اللہُ عَنْہُ لکھتے ہیں: تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبد الملک رَضِيَ اللہُ عَنْہُ کا دور حکومت تھا اور حضرت عمرؓ بن عبد العزیز رَضِيَ اللہُ عَنْہُ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے، تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا، تو لوگ ڈر گئے کہ شاید حضور اکرم ﷺ کا پاؤں مبارک ہے، چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے، اس وقت حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے آکر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا: یہ میرے دادا حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (الذکرہ للقرطبی)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مفتخرینؓ نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

[ترجمہ: اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (الحجرات: ۲)]

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے، جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری آواز [طبعی طور پر] بلند ہے، میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ ان میں سے نہیں ہیں، بلکہ آپ خیر والی زندگی جنیں گے اور خیر والی موت مریں گے، ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان: ۱۸)]

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر لیا، گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے، نبی کریم ﷺ نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں تو خوبصورتی کو بھی پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ ان میں سے نہیں [جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے]، بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مُسَیْلَمَہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے، پھر دونوں حضرات نے اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زره پہن رکھی تھی، ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زره اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں، میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا، میں کل جب شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زره اٹھالی، وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس اس کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کُود رہا ہے اور اس نے میری زره کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اُونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے، تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زره اس شخص سے لے لیں، پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ [حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ] سے کہنا کہ میرے ذمہ اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں، [پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا:] اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلامت دینا۔ چنانچہ [صبح] وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا، تو انہوں نے آدمی بھیج کر زره وصول فرمائی، پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے

شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو، سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المسند رک)

مُصَنَّفِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا ایک واقعہ عَلَّامَہ جَزَوْنِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ابو محمد عبد اللہ بن زید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے بارے میں لکھا ہے، یہ واقعہ کچھ معتمد لوگوں نے حضرت ابو محمد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے خود سنا ہے، ابو محمد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: میں عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن کَاصِرَہ اَنْدَلُسِی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا، لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے، میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا، میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا، ایک رات اچانک میں ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے، آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی، میں نے شکر اداء کیا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں۔ چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا، اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی، اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ سورۃ بنی اسرائیل کی تلاوت کر رہا تھا، میں نے اُسے سلام کیا، اس نے جواب دیکر کہا: کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: آپ بیٹھے اور آرام کیجئے، پھر وہ میرے پاس بے موسم کے انگور دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا، میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا، پھر اس نے کہا: کیا آپ سونا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا، یہاں تک کہ سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا، میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اوپر پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سب شہداء کرام تھے۔ میں اُس دن چھپا رہا، جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے اور وہ گزرتے ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور اللہ تَعَالٰی کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے، ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا، اس نے مجھے سلام کیا، تو میں نے کہا: اے بھائی! یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: کہ تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے؟ اس نے کہا: اس کی قیمت

میں سے میرے ذمہ دو ۲ دینار باقی ہیں۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو ۲ دینار ادا کر دوں گا۔ یہ گھڑ سوار گھوڑا چلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا، پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا، جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالمہ [نامی جگہ] پہنچ چکے تھے۔ اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا، کے درمیان دس دن کی مسافت تھی۔ اس شہید نے مجھے کہا: تم اس شہر میں چلے جاؤ، میں اسی میں رہتا تھا، وہاں جا کر تم محمد بن یحییٰ عافقی کے گھر کا پوچھنا، اس گھر میں جا کر تم میری بیوی جس کا نام فاطمہ بنت سالم ہے، کو میرا سلام کہنا اور اُسے یہ پیغام دینا کہ طالق میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار رکھے ہوئے ہیں، تم ان میں سے دو ۲ دینار فلاں آدمی کو پہنچا دو، کیونکہ میرے ذمہ گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں۔ میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی، پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا: یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔ (شرح دیباچۃ الرسالہ)

محمود وراثی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک کالے رنگ کا مبارک نامی شخص تھا، ہم اُسے کہتے تھے: اے مبارک! کیا آپ شادی نہیں کرتے؟ تو وہ کہتے: میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ حور عین سے میری شادی کر دے۔ محمود وراثی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے ہم پر حملہ کر دیا، اس میں مبارک شہید ہو گیا، ہم نے اُسے دیکھا تو اس کا سر الگ پڑا ہوا تھا، اور باقی جسم الگ اور اس کے ہاتھ اس کے سینے کے نیچے تھے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا: اے مبارک! اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں سے آپ کی شادی کرائی ہے؟ انہوں نے اپنا ہاتھ سینے کے نیچے سے نکالا اور تین انگلیاں بلند کر کے اشارہ کیا [کہ تین حوروں سے شادی ہوئی ہے]۔ (روض الریاضین)

سعید الحجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سمندر میں جہاد کے لئے نکلے، ہمارے ساتھ ایک بہت عبادت گزار نوجوان بھی تھا، جب سخت لڑائی شروع ہوئی تو وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کی گردن کٹ گئی، ہم نے دیکھا کہ وہ سر پانی کے اوپر آیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھنے لگا:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا
فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾ (قصص: ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم انہیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے
اور نیک انجام تو پر ہیزگاروں ہی کا ہے۔ (شق العروس و انس النفوس)

عَبْدُ الْعَزِزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں اُمْدُرُ [نامی مقام] پر ایک شخص اپنی بیوی
کے ساتھ رہتا تھا، اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا، ایک بار اس نے دیکھا کہ اس کا وہی بیٹا
گھوڑے پر بیٹھ کر آ رہا تھا، اس نے اپنی بیوی کو بتایا، تو بیوی نے کہا: توبہ کرو، کیونکہ شیطان
تمہیں ورغلا رہا ہے، ہمارا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے۔ وہ توبہ کرنے لگا، مگر اس نے پھر دیکھا کہ واقعی
اس کا بیٹا آ رہا ہے، اس نے بیوی کو بتایا، تو اس نے بھی دیکھ کر کہا: وَاللَّهِ! یہ تو ہمارا بیٹا ہے۔ وہ
نوجوان جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: بیٹا! آپ تو شہید ہو چکے تھے۔ اس نے
کہا: جی ہاں، لیکن ابھی ابھی حضرت عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کا انتقال ہوا ہے اور کچھ شہداء نے
اللَّهُ تَعَالٰی سے ان کے جنازے میں شرکت کی اجازت لے لی ہے، میں بھی ان میں سے ہوں
اور میں نے آپ دونوں کو سلام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی، پھر اس نے ان دونوں کیلئے
دعاء کی اور لوٹ گیا۔ اسی دن حضرت عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کا انتقال ہوا تھا اور اس بستی والوں
کو ان کے انتقال کی خبر اسی بزرگ [یعنی شہید کے والد] نے دی، ورنہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ عَلَّامَةُ أَبُو عَلِيٍّ حُسَيْنُ بْنُ يَحْيَىٰ بُخَارِيُّ حَنَفِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے اپنی کتاب
”رَوْضَةُ الْعُلَمَاءِ“ میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک کوئی نوجوان جہاد میں نکلا، پھر اس نے خواب میں اپنا نخل
اور حُوریں دیکھیں، پھر رومیوں نے مسجد میں گھس کر اُسے شہید کر دیا، کچھ عرصے کے بعد اس
کے والد نے اُسے گھوڑے پر سوار دیکھا تو پوچھا کہ بیٹے آپ تو شہید ہوئے تھے۔ اس نے
کہا: جی ہاں، مگر آج ہم لوگ حضرت عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے جنازے میں شرکت کے
لئے آئے ہیں۔ (روضۃ العلماء)

ابو عمر ان الجونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے فرمایا: مسلمانوں میں ایک شخص بٹال نامی تھا، وہ رومیوں کے علاقے میں چلا جاتا اور ان کا خلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا، پھر اگر اُسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا تھا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا۔ چونکہ رومی اُسے اپنا پادری سمجھتے تھے، اس لئے اس پر شک نہیں کرتے تھے۔ اس طرح سے سالہا سال تک وہ رومیوں کے اندر گھس کر [یہ خفیہ] کارروائیاں کرتا رہا۔ ہارون الرشید رحمہ اللہ کے زمانے میں واپس آیا، تو ہارون الرشید رحمہ اللہ نے اُسے بلایا اور فرمایا: اے بٹال! رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ۔ اس نے کہا: حاضر اے امیر المؤمنین! [لیجئے سنئے]۔

میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا، میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے، میں نے اسے جواب دیا، اس نے مجھے کہا: کیا آپ بٹال کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا: میں بٹال ہوں، تمہیں کیا کام ہے؟ اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا: میں اس لئے آیا ہوں تاکہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں۔ میں نے اُسے دعاء دی اور ساتھ لے لیا۔ ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور ایک قلعے سے دیکھ لیا، وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھے۔ اس نوجوان نے کہا: اے بٹال! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں۔ میں نے اجازت دے دی، وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر کے مقابلے کے بعد شہید ہو گیا۔ وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے: تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ۔ میں نے کہا: میرے پاس تو یہی ٹوپی اور انجیل ہے، اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو، تاکہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے۔ میں جب تیار ہو گیا تو پھر وہ آگے بڑھے۔ میں نے کہا: یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ

کر رہے ہو؟ تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو، چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے، میں نے تین کو تو مار گرایا، مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا، لڑتے لڑتے ہمارے نیزے، تلواریں، ڈھالیں ٹوٹ گئیں، پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی، مگر کوئی غالب نہ آسکا۔ میں نے اُسے کہا: اے رومی! میری نماز قضاء ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہوگی، تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادات کو اداء کریں اور رات کو آرام کریں اور کل صبح پھر مقابلہ کریں۔ اس نے کہا: یہ ٹھیک ہے، وہ خود ایک پادری تھا، ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا۔ میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا: تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو، پھر اس نے دو گھنٹیاں نکالیں، ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا: تم اپنا سر میرے اور میں اپنا سر تمہارے اوپر رکھوں گا، ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا، اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ صبح میں نے نماز پڑھی اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے، میں نے اُسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اُسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اُس نے کہا: اس بار مجھے چھوڑ دو تا کہ ہم پھر مقابلہ کریں۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا، جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا، وہ مجھے گرا کر میرے سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا۔ میں نے کہا: میں تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں، کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے؟ اُس نے کہا: ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔ تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا، جب چوتھی بار اُس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا: میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بظال ہو، اب میں تمہیں لازماً ذبح کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا۔ میں نے کہا: اگر میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے پہچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے۔ اُس نے کہا: تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے، یہ کہہ کر اُس نے خنجر بلند کیا تا کہ میری گردن پر وار کرے، اے امیر المؤمنین! اسی وقت میرا شہید ساتھی اٹھا اور اُس نے تلوار مار کر اُس رومی کا سر اُڑا دیا اور اُس نے یہ آیت پڑھی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ

[اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (ال عمران: ۱۶۹)]

پھر دوبارہ گر گیا۔ یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ (روضۃ العلماء)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بَطَّالِ رحمہ اللہ کا نام عَبْدُ اللہ تھا اور ان کی کنیت أَبُو مُحَمَّد یا أَبُو یَحْیٰ تھی اور وہ تابعی تھے۔ عَلَامَہ ذُہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بَطَّالِ رحمہ اللہ بہادروں اور جانبازوں کے سردار اور شامی اُمراء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ رومی ان کے نام سے خوف اور ذلت محسوس کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے حضرت بَطَّالِ رحمہ اللہ کی طرف بہت غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں، ان میں سے ایک واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک بستی پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا، اس بچے کی ماں نے اُسے کہا: چپ ہو جا، ورنہ تمہیں بَطَّالِ کو دے دوں گی، بچہ پھر بھی روتا رہا تو عورت نے اُسے چار پائی سے اٹھا کر کہا: اے بَطَّالِ! اسے لے لو، میں اندر داخل ہوا اور کہا: لاؤ دے دو۔

شہداء کی حیات کے واقعات بے شمار ہیں، ہم نے ان میں سے چند واقعات ذکر کئے ہیں۔ اور ان کی اسی حیات کو دیکھتے ہوئے کئی ائمہ فرماتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہے، اس لئے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، جبکہ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ برکت کے لئے نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، [حضرات حنفیہ رحمہم کا بھی یہی مسلک ہے (الہدایہ)۔] اسی طرح اکثر [بلکہ تقریباً تمام] ائمہ کے نزدیک شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ انکے خون کے ساتھ انہیں دفن کیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کر دو، چنانچہ انہیں غسل نہیں دیا گیا۔ (بخاری)

اور اس کی وجہ دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن شہداء اپنے خون کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

[حیاتِ شہداء پر اس بحث کے بعد اب دوبارہ ہم شہداء کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں، شہید کی پہلی فضیلت بیان ہو چکی ہے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں۔]

۲ جَنّت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جَنّت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اُسے دُنیا میں لوٹایا جائے یا دُنیا کی کوئی چیز دی جائے، سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دُنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے، یہ تمنا وہ اپنی [یعنی شہید کی] تعظیم دیکھنے کی وجہ سے کریگا۔ (بخاری، مسلم)

[اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض پیچھے گزر چکی ہیں]۔

۳ تمام گناہوں کا کفارہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف)

لیکن علامہ ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لئے قرض کا مُعاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں یہ فرما دیا گیا کہ اللہ (تعالیٰ) اس کا قرضہ اداء کر دے گا۔ (مقدمات ابن رشد)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جَنّت میں جانے سے روکتا ہے، یہ وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو، مگر نہ وہ اُسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے، یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر اداء کئے بغیر مر گیا ہو۔ لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا، مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا، تو اُمید ہے کہ ان شاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جَنّت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا، وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید، کیونکہ مسلمانوں کے حاکم پر اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہیں۔

رَسُوْلُ اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا، وہ اللہ (تعالیٰ) اور اس

کے رُؤل کے ذمہ ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے وَرثہ کے لئے ہے۔ (بخاری)
اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے اداء نہ کئے، تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کر دے گا۔

رُؤل اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اداء فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور اُسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ضائع کر دے گا۔ (بخاری)

عَلَامَہ قُرْطُبی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں۔ (الذکرہ للقرطبی)
مُصَنِّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عَلَامَہ قُرْطُبی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے والد کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ غزوہ اُحُد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا، پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا تو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا، اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

۷ فرشتوں کے پروں کا سایہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو رُؤل اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اور اُن کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے، تو میں نے ارادہ کیا کہ اُن کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤں۔ تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا، اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی، لوگوں نے کہا: یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے۔ اس پر رُؤل اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو؟ ابھی تک فرشتوں نے ان پر [یعنی شہید پر] اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔ (بخاری)

۵ جنت میں داخلے کی پکی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ۖ (سورۃ توبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنت ہے۔

وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالُهُمْ ۖ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا اللَّهُ ۖ (سورۃ محمد: ۴، ۵، ۶)

اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد نہیں کرے گا، جلدی انہیں راہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی حقیقت انہیں بتادی ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا، پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا، میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا، ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ ❶ شہید، ❷ حرام سے اور سوال سے بچنے والا، ❸ وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر [خوشی سے] ہنستا ہے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کس طرح؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک تو دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا، پھر دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ

کی رضا جوئی میں مارا گیا، اللہ (تعالیٰ) اُسے عذاب نہیں دے گا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے، اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار خوریں ہیں، اس محل میں صرف نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موفوفاً رجالہ ثقات)

حضرت انس بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنت میں کون جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں جائیں گے، شہید جنت میں جائیں گے، وہ بچہ جسے زندہ درگور کر دیا گیا ہو، وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمّ رُجیع بنت براء رضی اللہ عنہا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے [میرے بیٹے] حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے، اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو میں ان پر خوب روؤں گی۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں! جنت میں تو کئی باغات ہیں، تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ [یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے] میں ہے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک بدبودار جسم والا بد صورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے، اگر میں ان [کافروں] سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں۔ چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے چہرے کو سفید، جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرمادیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یا کسی اور کیلئے فرمایا: میں نے اس کی بیوی خور عین کو دیکھا کہ ان کے اوئی بچے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے بچے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المستدرک، بیہقی)

مُصَنَّفٌ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اس کا لے شخص کا نام یہ حال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ہے۔

حضرت عَبْدُ اللہ بن عَبَّاسٌ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے جَعْفَر بن ابی ظَلَّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو جَنَّت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا، جو جَنَّت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خُون لگا ہوا ہے۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

۶ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں

حضرت عَبْدُ اللہ بن عَبَّاسٌ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بھائی [اُحَد کے دن] شہید ہو گئے تو اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے ان کی رُو حیں سبز پرندوں میں داخل فرمادیں، وہ جَنَّت میں نَہروں پر اُترتے ہیں اور جَنَّت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں، جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی، تو انہوں نے کہا: کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جَنَّت میں زندہ ہیں اور کھاپی رہے ہیں تاکہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بُزدلی نہ دکھائیں؟ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے فرمایا: میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں، چنانچہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اِلٰی آخِرہ۔ (ال عمران: ۱۶۹) (ابوداؤد، مستدرک) صحیح مُسَلِم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

۷ قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا [مُرابط] قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا، جب اس کے لئے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے، کیونکہ وہ مُرابط سے افضل ہے۔ مُرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے راستے میں قربانی کیلئے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

راشد بن سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

مَا رَزَقَ اللَّهُ! کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے؟ [کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے]۔ رَزَقَ اللَّهُ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس کے سر پر تلواروں کی چمک اُسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں آدمی سے دو فرشتوں کا سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مؤمن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جاسکے، لیکن وہ شخص جو میدانِ قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاشا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا، تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سرِ جسموں سے اُڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی لوگ اُسے نظر آتے ہیں، مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ تعالیٰ کو سپرد کرنے کیلئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جما رہتا ہے، تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لئے کافی ہے، کیونکہ اگر اُسکے دل میں شک یا تردد ہوتا تو میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا، مگر ایسا نہیں ہوا، ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

[اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں، شہید تو انہی چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لئے جان کی قربانی دیتا ہے وہ توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مر جاتا ہے، جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَزَقَ اللَّهُ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَبَقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ط (الزمر: ۶۸)

[اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائے گا جو کوئی آسمانوں اور جو کوئی زمین

میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔]

کہ اس آیت کا مُصداق کون لوگ ہیں جنہیں اللہ (تعالیٰ) بے ہوشی سے بچائے گا؟
جبریل علیہ السلام نے فرمایا: وہ اللہ (تعالیٰ) کے (راستے کے) شہداء ہوں گے۔ (المسند رک)

ایک اور روایت میں ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: [آیت اُوپر مع ترجمے کے گزر چکی ہے]۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ شہداء ہوں گے، اللہ (تعالیٰ) انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ (تعالیٰ) کے عرش کے ارد گرد ہوں گے، فرشتے اُن کیلئے یا قوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی اور زین سونے کی ہوگی، ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہوگی، ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے، ان گھوڑوں کا قدم تاحد نظر پڑتا ہوگا، شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھریں گے، پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے، چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) لوگوں کا کس طرح سے فیصلہ فرماتا ہے، [جب وہ آئیں گے تو] اللہ (تعالیٰ) ان پر [خوشی سے] ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ (تعالیٰ) جس کیلئے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (رواہ ابن ابی الدنیا، الجامع الصغیر للسیوطی)

شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) [قیامت کے دن] بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا، پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا، تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ (تعالیٰ) کا کرم کن پر ہونے والا ہے۔ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا: تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لئے اپنا خون بہایا تھا، پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

۸ اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاں سات انعامات ہیں: ❶ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش

کردی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے ۲ اور اُسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے، ۳ عذابِ قبر سے اُسے بچایا جاتا ہے، ۴ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اُسے امن دے دیا جاتا ہے، ۵ اُس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یا قوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، ۶ بہتر حورِ عین سے اس کی شادی کردی جاتی ہے، ۷ اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

۹ قیمت اٹکے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

حضرت مقداد بن مغویہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں:-

۱ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اُس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے، ۲ اُسے عذابِ قبر سے بچالیا جاتا ہے، ۳ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے، ۴ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یا قوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، ۵ بہتر حورِ عین سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے، ۶ اور اُس کے اقارب میں ستر کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی، مصنف عبدالرزاق، ابن ماجہ)

۱۵ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا تمام آنکھوں کے سامنے

[اس بارے میں کئی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں، مزید روایات ملاحظہ فرمائیں۔]

حضرت سہیلؓ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے، تو زمین پر اُس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اللہ (تعالیٰ) اُس کے سارے گناہ بخش دیتے ہیں، پھر اُس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اُس کی رُوح کو ڈال کر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے، پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر

چڑھتا ہے، گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو، پھر اُسے آسمانوں پر لیجا یا جاتا ہے، وہ آسمان کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اُس کے لئے رحمت کی دعاء اور استغفار کرتا ہے، یہاں تک کہ اُسے اللہ (تعالیٰ) کے حضور پیش کیا جاتا ہے، جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے، پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں، پھر اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے اُسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے، پھر اُسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے، وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے، ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کیلئے نئی چیزیں دی جاتی ہیں، دن کو مچھلی جنت کی نہروں میں تیرتی رہتی ہے، شام کے وقت بیل اُسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے، جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اُسے اپنی دُم سے دُبح کر دیتی ہے، شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں، وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

II خون خشک ہونے سے پہلے حورین کی زیارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں [یعنی حوریں] اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رَسُوْل! کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کے

ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا: سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے [یعنی وہ شہید ہو جائے]۔ (مسند احمد)

مُصَنِّفِ رِوَاۓ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والا شہید ہونے والے سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عَمْرُو بن اَلْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ہِشَام بن اَلْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ؟ انہوں نے فرمایا: ہم دونوں [بھائی] غزوہ یرموک میں شریک تھے، رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی، جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی جبکہ میں محروم رہ گیا، پس اسی سے تمہیں ان کی افضلیت معلوم ہو جانی چاہئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

۱۲ چوٹی بھرنے جتنا درد اور تکڑائی الموت کے حفاظت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چوٹی بھرنے سے۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی)

حضرت اَنَس بن مَالِک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور صبر نازل ہو جاتا ہے تو مجاہد کیلئے قتل ہونا گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عَبْد اللہ بن عَمْرُو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فُلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ [موت] شہید پر اور مظلوم قتل کئے جانے والے پر چٹھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اللہ (تعالیٰ) کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے، اے قبروں والو! تم کسی پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اور شہید ہر روز دو بار اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی

زیارت کرتا ہے، اُسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔ (ابن عساکر)

مُصَنَّف رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں: میں نے شیخ شہاب الدین سُبُحُوْر دینی رَحِمَہُ اللہ کے والد محترم کی طرف منسوب کتاب ”مَجْمُوعُ اللَّطَائِفِ“ میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ! میری رُوح جلدی سے قبض فرمائیے گا اور مجھے درد سے بچائیے گا۔ ایک دن وہ شخص تفریح کے لئے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا، اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آ گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو اُس کا حال پوچھا: اُس نے جواب دیا: میں باغ میں سویا تھا، جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جَنّت میں تھا۔ حضرت عَبْدُ اللہ بن مُبَارَک رَحِمَہُ اللہ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس بارے میں کچھ واقعات پچھلے ابواب میں بھی گزر چکے ہیں۔

۱۲۔ فِشْرَتُول کا داخلہ اور سلام

پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ (تعالیٰ) شہداء کو بلا کر بغیر حساب کتاب جَنّت میں داخل فرمادے گا تو فرشتے آ کر اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم رات دن آپ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے؟ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا: یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ پھر [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد، المسند رک صحیح الاسناد)

مُطَلِّب بن خُطَب رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں کہ شہید کیلئے جَنّت میں ایک بالا خانہ ہے جو صُنْعَاء [یَمَن] سے جَابِیَہ [شام] تک کی مسافت جتنا ہے، اس کے اوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مُشک اور کافور ہے، فرشتے شہید کے پاس اللہ (تعالیٰ) کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے

سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آجائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

۱۲) اللہ تعالیٰ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد راضی نہیں ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستر حضرات جو قراء کہلاتے تھے، بھیج دیئے، ان میں میرے ماموں حضرت خزام رضی اللہ عنہ بھی تھے، [مدینہ منورہ میں] یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آکر پانی ڈالتے تھے، پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحابِ صفہ اور دوسرے فقراء کیلئے کھانا خریدتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان حضرات کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا، انہوں نے [شہادت کے بعد] عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! ہماری خبر ہمارے نبی ﷺ تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت خزام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے آر پار کر دیا۔ حضرت خزام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رَبِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے] فرمایا: تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے: اے ہمارے پروردگار! ہماری خبر ہمارے نبی ﷺ تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بَیْرُ مَعُونۃ پر [ستر قراء] حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن اُمیۃ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے، تو کافروں کے سردار عامر بن طفیل نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے ان سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا: میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا، یہاں تک کہ مجھے آسمان ان کے اور زمین کے درمیان نظر آ رہا تھا، پھر انہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پڑھنے پر شہید ہونے والے [ستر] حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پاچکے ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔

پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (بخاری)

۱۵ شہادت کی قبولیت کیلئے ماضی میں نیک اعمال شرط نہیں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی [جنگی] ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام لاؤ، پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، پھر [اسی وقت] جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری)

[یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت کے اعلیٰ مقامات کے مستحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا: کیا میرے لئے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: اگرچہ میں نے اللہ (تعالیٰ) کے لئے نماز نہ پڑھی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (کتاب السنن سعید بن منصور)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی، ایک مسلمان اس کے مقابلے کیلئے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے، مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا، پھر وہ مشرک رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: آپ لوگ

کس بات پر قال کرتے ہیں؟ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ ہم لوگوں سے اس وقت تک قال کرتے ہیں، جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ (تعالیٰ) کے بندے اور اس کے رَسُوْل ہیں اور ہم اللہ (تعالیٰ) کے حقوق کو پورا کرتے ہیں۔ اس شخص نے کہا: واللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے، میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ [شہادت کے بعد] اُسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تینوں جَنّت میں سب سے زیادہ آپس میں محَبّت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ قاتل اُس کے لئے بلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

حضرت جَابِر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا، رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے اس چرواہے سے اللہ (تعالیٰ) نے جو چاہا بیان فرمایا، تو وہ چرواہا کہنے لگا: میں آپ ﷺ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں، اب میں ان بکریوں کا کیا کروں؟ یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مارو، یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی۔ اس نے ایک مُٹھی کنکریاں، یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری، وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا میدانِ جہاد میں آیا، جہاں اُسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا اور اس نے اللہ (تعالیٰ) کے لیے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ، چنانچہ اُسے رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے خیمے میں لایا گیا۔ آپ اُس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بڑا خوب رہا، ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حُورِ عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

مُصَنَّفٌ عَلَيْهِ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا، البتہ ابنِ اخیوط عَلَيْهِ السَّلَام نے اس کا نام اُسْلَم رَضِيَ اللہُ عَنْہُ بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۶ شہیدِ پرانیئے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کی فضیلتِ درجہ نبوت کی وجہ سے

[اس بارے میں ایک روایت پہلے گزر چکی ہے، مزید روایات یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔]

حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں: ۱۔ ایک وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ (تَعَالٰی) کے راستے میں نکلا، وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا، وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کیلئے آیا ہے، اگر وہ [دورانِ جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اُسے عذابِ قبر سے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہے گا اور خورِ عین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز و اکرام کا لباس اُسے پہنایا جائے گا اور اُس کے سر پر وقار اور ہیبت کی کاج تاج رکھ دیا جائے گا۔ ۲۔ دوسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے، لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر [دورانِ جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا گھٹنا اللہ (تَعَالٰی) کے سامنے ابراہیم عَلِیْہِ السَّلَام کے ساتھ ہوگا:

”فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ“ (قر: ۵۵)

[ترجمہ: عزت کے مقام میں قادر مطلق بادشاہ کے حضور میں۔]

۳۔ تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا، وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو، اگر [دورانِ جہاد] اس کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، وہ کہے گا: ہمارے لئے راستہ کھول دو، ہم وہ ہیں جنہوں نے اپنا خون اور مال اللہ (تَعَالٰی) کے لئے لٹا دیا۔ رَسُوْلُ اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم عَلِیْہِ السَّلَام یا کسی اور نبی سے کہیں

گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کیلئے راستہ چھوڑ دیں گے، یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے ٹور کے منبروں پر آئیں گے اور ان کے اوپر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ (ﷻ) لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ فرماتے ہیں، انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی، وہ جنت میں جو پسند کریں گے اُسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ (الہزار، بیہقی، الترغیب والترہیب)

۱۷ خورعین سے شادی

[اس بارے میں بہت سی روایات پہلے گزر چکی ہیں مزید چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔]
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے جنت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی رُوح کو اس جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے، شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پُرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا بُرا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سُن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اُسے دیکھ رہے ہیں، پھر اس کی بیویاں خورعین آ جاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

[اس بارے میں روایات بے شمار ہیں اور ان میں سے کئی ایک آپ پیچھے پڑھ بھی چکے ہیں۔]
خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے! کبھی کبھار خورعین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آ جاتی ہیں، تاکہ اُسے یہ بشارت دیں کہ اللہ (ﷻ) نے اس کے لئے شہادت کی خلعتِ فاخرہ تیار کر رکھی ہے، اس بارے میں کچھ نئے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔
حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی اپنی ”کتاب الجہاد“ میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ ابو ذرؓ نامی بزرگ کا ہے، وہ بیان

فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منورہ کے دو مجاہد تھے، ان میں سے ایک کا نام زیادؓ تھا، ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجھنق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے، پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے، جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے جنت کا نقشہ اور محورِ عین کا حلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے، اس پر میں ہنسا، پھر جب میں نے حور کا قرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا: ظہر تک انتظار کرو۔ اس پر میں رو پڑا۔ ابو ادریسؓ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظہر کی اذان ہوئی اور اس کی روح نکل گئی۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)



فصل

بیداری میں محرمین کی زیارت

بعض اوقات محرمین کسی مجاہد کو حالت بیداری میں بھی نظر آ جاتی ہے، تاکہ وہ شہادت پانے کیلئے بھرپور جدوجہد کرے۔

واقعہ: ۱

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ ایک جہاد کے دوران ہم انگوروں کے ایک باغ سے گزرے، ہم نے اپنے ایک نوجوان ساتھی کو ایک کپڑا دیا کہ اس میں انگور بھر کر لے آؤ۔ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے سونے کے پلنگ پر محرمین کو دیکھا، اس نے [کوئی غیر عورت سمجھ کر] اپنی نظریں جھکا لیں، پھر اس نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں بھی ویسی ہی ایک عورت تھی، اس نے پھر نظریں جھکا لیں۔ اس عورت نے کہا: تمہارے لئے ہمیں دیکھنا حلال ہے اور تم اپنی محرمین بیویوں کو دیکھ رہے ہو اور آج تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔ وہ نوجوان انگور لئے بغیر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا۔ ہم نے اُسے کہا: کیا ہوا، کیا تم ڈر گئے ہو؟ ہم نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر نور اور حُسن پہلے سے بڑھا ہوا ہے، ہم نے اُس سے پوچھا کہ انگور کیوں نہیں لائے؟ وہ بالکل خاموش رہا، یہاں تک کہ ہم نے اُسے قسم دے کر پوچھا، تو اس نے پورا ماجرا سنا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب لڑائی کا اعلان ہوا تو وہ بہت جلدی دشمنوں کی طرف بڑھنے لگا، ہم نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ اس کی سواری کو روکے رکھے، تاکہ ہم تیار ہو کر اکٹھے نکل سکیں، پھر ہم سب شہادت کی تمنا کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے، وہ ہم میں سب سے آگے تھا اور اس دن وہی سب سے پہلے شہید ہوا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

جہاں تک ان حُوروں کی خواب میں زیارت کا تعلق ہے، تو اس کے قصے اور واقعات بے شمار ہیں [جن میں سے بعض پچھلے ابواب میں گزر چکے ہیں]۔

شیخ عبد الواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جہاد کیلئے روانگی سے پہلے میں نے تلاوت قرآن پاک کا اعلان کیا اور ہم میں سے ایک نے یہ آیت پڑھی: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے [اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔] یہ آیات سن کر ایک پندرہ سالہ نوجوان جس کا والد اس کے لئے بے شمار مال چھوڑ کر انتقال کر چکا تھا، مجھے کہنے لگا: اے شیخ عبد الواحد! کیا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں بیٹا۔ اس نے کہا: میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی جان و مال کو جنت کے بدلے اللہ تعالیٰ کو بیچ دیا ہے۔ میں نے کہا: بیٹا! تلوار اٹھانا آسان کام نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کر کے پیچھے ہٹ جاؤں، یہ کیسے ممکن ہے؟ اس نوجوان نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دیا اور اپنے پاس صرف گھوڑا، اسلحہ اور جہاد کیلئے خرچہ رکھا اور کوچ کے دن ہمارے ساتھ شامل ہو گیا۔ میں نے اُسے نفع مند سودے پر مبارک باد دی، وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا، دن کو وہ روزے سے ہوتا تھا اور رات اس کی سجدوں میں گزرتی تھی، وہ ہماری اور ہمارے گھوڑوں کی خدمت میں لگا رہتا تھا اور بڑی چوکسی سے ہمارا پہرہ دیتا تھا۔ جب ہم روم پہنچ گئے تو ایک دن وہ بے تابانہ آوازیں لگانے لگا: اے میری خور عینا! ساتھیوں نے کہا: شاید اس کی عقل میں کچھ فرق آ گیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: اے بیٹے! کہاں ہے تمہاری خور عینا؟ اس نے کہا: میں آج اُدگھ رہا تھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور مجھے ایسے باغات سے گزارتا ہوا لے گیا جن میں صاف سُتھرے پانی، سفید دودھ اور شراب کی ٹہریں تھیں، ان کے کنارے حسین و جمیل مثالی لڑکیاں تھیں، میں ان میں سے ہر ایک سے خور عینا کا پوچھتا، تو وہ کہتیں کہ وہ آگے رہتی ہے، ہم تو اس کی خادماں ہیں، یہاں تک کہ میں شہد کی ٹہر تک پہنچا اور وہاں موتی کے نخل میں میری ملاقات خور عینا سے ہوئی، گفتگو کے بعد جب میں نے اُسے گلے لگانا چاہا تو اس نے کہا: ابھی نہیں، ہاں آج ہمارے

ساتھ افطار کرنا۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور اب مجھے شام تک صبر نہیں ہو رہا۔ شیخ عَبْدُ الْوَاحِدِ عَزَّوَاللہ فرماتے ہیں: ابھی ہماری یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دشمن کا ایک گروہ آپہنچا، ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گیا۔ آخری بار میں نے اُسے دیکھا کہ خون میں لت پت پڑا ہوا بھرپور طریقے سے مسکر رہا ہے اور اسی حال میں اس نے دُنیلے فانی کو خیر باد کر دیا۔ (کتاب الوعظ والرقاق)

اس واقعے اور اس طرح کے دوسرے واقعات میں حُورِ عِینا کا ذکر ہے۔ حُورِ عِینا، حُورِ عِین کا مفرد ہے یعنی ایک حُورِ عِینا۔ حُورِ عِینا کا معنی ہے۔ گورے رنگ اور بڑی بڑی کالی آنکھوں والی عورت۔ یہ حسین مخلوق جنت میں مردوں سے زیادہ ہے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جنتی کو کئی کئی حُوریں ملیں گی، قرآن مجید میں ان کی صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

كَانَتْهُنَّ الْيَاقُوتَ وَالْمَرْجَانَ •

ترجمہ: [گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں۔] (الرحمن: ۵۸)

دوسری جگہ اللہ تبارک کا فرمان ہے:

وَحُورٌ عِیْنٌ • كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ •

ترجمہ: [اور بڑی بڑی آنکھوں والی حُوریں جیسے موتی کئی تہوں میں رکھے ہوئے ہوں۔]

(واقعہ: ۲۲، ۲۳)

اور احادیث میں ان حُوروں کی جو شان بیان کی گئی ہے وہ تو عقلمندوں کو حیران کر دینے والی اور بصیرت والوں کو تعجب میں ڈالنے والی ہے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور ان کے بعد والے آسمان کے سب سے روشن ستارے سے زیادہ نور والے ہوں گے اور ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا [لطافت کی وجہ سے] ان کے گوشت کے باہر سے نظر آئے گا اور کوئی بھی جنت میں کنوارہ نہیں رہے گا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر جنت کی

عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر جھانک لے تو آسمان وزمین کا درمیان خوشبو سے بھر جائے اور ان دونوں کے درمیان روشنی پھیل جائے اور اسکے سر کا دوپٹہ دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عَبْدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جَنَّتِ عورت کی پنڈلی کا گودا ستر جوڑوں کے باہر سے نظر آئے گا اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا:

كَانَتْهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالنَّرْجَانُ

[گویا کہ وہ یاقوت اور نمونگا ہیں۔] (الرحمن: ۵۸)

رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر جَنَّتِ کی ایک عورت اُوپر سے جھانک کر دیکھ لے تو زمین مُشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند اپنی روشنی کھودیں۔

(الہزار، الطبرانی، الترغیب والترہیب)

حضرت ابو سَعیْد خُدْرِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے اس آیت ”كَانَتْهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالنَّرْجَانُ“ (سورۃ الرحمن) کے بارے میں فرمایا کہ جَنَّتِ اپنا چہرہ اس حُور کے آئینے سے زیادہ شفاف رُخسار میں دیکھے گا اور اس کے زیر استعمال موتیوں میں ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر سکتا ہے اور اسکے خاوند کی نگاہ اس تک ستر جوڑوں سے گزر کر پہنچے گی، یہاں تک کہ وہ اس کی پنڈلی کے گودے کو دیکھے گا۔ (مسند احمد، ابن حبان، ترمذی)

ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ حُور سات ستمندروں میں اپنا لعاب ڈال دے تو یہ ستمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب)

ایک روایت میں ہے کہ جَنَّتِ جب جَنَّتِ میں داخل ہوگا تو ستر سال تک تو وہاں کے بستروں پر تکیہ لگا کر سُکون حاصل کرے گا، پھر اُس کی حسین و جمیل حُوریں اُس کے پاس آجائیں گی۔ (ابن حبان، موارد الظمآن)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حُوروں کو چالیس سال تک تو دیکھتا ہی رہے گا اور اپنی نظریں

نہیں پھیرے گا۔ (الترغیب والترہیب)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے ادنیٰ مقام والا شخص وہ ہوگا جو ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات، اپنی بیویوں اپنے عیش و آرام کی چیزوں اور اپنے خادموں کو دیکھے گا اور اہل جنت میں سے اللہ (ﷻ) کے نزدیک سب سے اعلیٰ مقام والا وہ ہوگا جو صبح شام اللہ (ﷻ) کی زیارت کرے گا۔ (ترمذی، ابویعلیٰ)

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جہنم سے نکلنے والے آخری شخص کو دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی، یعنی جس دن سے دنیا پیدا ہوئی، اس سے فنا ہونے کے دن تک کی دنیا سے دس گنا بڑی جنت تمام تر نعمتوں کے ساتھ اللہ (ﷻ) اُسے عطاء فرمائیں گے، جب ادنیٰ جنتی کا یہ مقام ہے تو پھر اعلیٰ جنتی کا مقام کیا ہوگا اور پھر مجاہد کا مقام کیا ہوگا جس کے لئے اللہ (ﷻ) نے جنت کے سو درجے بنائے ہیں اور پھر غور کیجئے کہ شہید کا مقام کیا ہوگا جو کہ اللہ (ﷻ) کو بہت محبوب ہے، بس اس کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے اللہ (ﷻ) کے اس فرمان کو پڑھئے جو شہید سے کم درجے والوں کیلئے بیان ہوا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

يَعْمَلُونَ • (السجدہ: ۱۷)

ترجمہ: پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے عمل کے بدلہ میں ان کے آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ (ﷻ) نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا کھٹکا کسی دل پر گزرا ہے۔ (بخاری، مسلم)

[جنت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے ہر حدیث میں جنت کے عجیب و غریب اور اعلیٰ ترین فضائل اور احوال بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ نے بھی کئی احادیث ذکر فرمائی ہیں، ہم ان میں سے مزید ایک حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں جنت اور اس کی عمارتوں کے متعلق کچھ بیان فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی اینٹیں سونے چاندی کی، اس کا گارامشک، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت اور اس کی مٹی زعفران ہے، جو اس میں داخل ہوگا، ہمیشہ نعمتیں پائے گا اور کبھی نہیں مڑ جائے گا، ہمیشہ اس میں رہے گا کبھی نہیں مرے گا، جنت والوں کے کپڑے میلے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی سدا بہار رہے گی۔ (ترمذی، ابن حبان، مسند احمد)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت تو ہم مسافروں کا وطن ہے اور وطن کی باتیں انسانوں کو آکٹاہٹ میں جٹلا نہیں کرتیں، بلکہ محبوبوں سے ملاقات کی جگہ کا تذکرہ تو شوق کی آگ کو بھڑکادیتا ہے، جنت اور اس کی خوروں اور نعمتوں کا تذکرہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس میں لگ گئے تو اصل مقصود کا ذکر رہ جائے گا، بس شوق شہادت پیدا کرنے کیلئے اتنا تذکرہ بھی کافی ہے۔ اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اس باب کا اختتام ایک نچے واقعہ پر کرتے ہیں۔

رافع بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہشام بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے خود دیکھا ہے اور اس واقعے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نفع پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس لئے سنارہا ہوں تاکہ تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے کہا: ضرور سنائیے۔ انہوں نے کہا: ہم نے ۳۸ھ میں جہادِ روم میں حصہ لیا، اس وقت ہمارے امیر مسلم بن عبد الملک اور عبد اللہ بن ولید رضی اللہ عنہما تھے۔ یہی وہ جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طوائف [نامی مقام] مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرمایا۔ اس جہاد میں ہم اہل بصرہ اور اہل جزیرہ اکٹھے تھے اور ہم نے خدمت، پہرے داری، اور جانوروں کا چارہ لانے کیلئے باریاں مقرر کر رکھی تھیں، ہماری جماعت میں سعید بن حارث رحمۃ اللہ علیہ نام کے ایک شخص بھی تھے، وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر سجدوں میں لگے رہتے تھے، ہم چاہتے تھے کہ خدمت میں ان کی باری ہلکی رکھیں اور ان کی جگہ خدمت کر لیا کریں تو وہ اس بات کو نہیں مانتے تھے، بس صبح شام، رات

دن وہ محنت ہی محنت میں لگے رہتے تھے۔ ایک بار ہم نے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ہم سخت مشکلات میں مبتلا تھے، رات کو سعید بن حارث رضی اللہ عنہ کے پہرے کی باری تھی، انہوں نے اس رات عبادت اور پہرے داری میں اتنی مشقت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود کو ان کے سامنے حقیر سمجھنے لگا۔ میں نے رات گزارنے کے بعد کہا: اے سعید! آپ کے نفس اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اتنا عمل کیا کرو، جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو۔ میں نے یہ اور اس طرح کی کئی احادیث انہیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا: اے میرے بھائی! ہمارے پاس چند گنے پنے سانس، فنا ہونے والی عمر اور گزر جانے والے دنوں کے علاوہ اور کیا ہے؟ میں تو موت کے انتظار میں ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور میں نے انہیں ثابت قدمی کی دعاء دی۔ پھر ان سے کہا: آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجئے، تاکہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو تو آپ اس کے لئے تیار ہوں، وہ خیمے کے ایک کونے میں سو گئے، باقی تمام ساتھی مختلف کاموں میں بکھر گئے اور میں کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ اچانک مجھے خیمے میں باتیں کرنے کی آواز آئی، میں حیران ہوا اور جلدی سے اندر گیا تو وہاں سعید رضی اللہ عنہ سو رہے تھے، وہ نیند میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے انہوں نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، پھر آرام سے واپس کھینچ لیا اور پھر کہا: رات تو وہی رات ہوگی، پھر وہ اچھل کر جاگ گئے اور وہ کانپ رہے تھے۔ میں نے انہیں سینے سے لگا لیا، وہ برابر تڑپتے رہے، پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن واپس آ گیا اور وہ ذکر کرنے لگ گئے، میں نے کہا: کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: سب ٹھیک ہے۔ میں نے نیند کے دوران ان کے باتیں کرنے اور ہنسنے کا تذکرہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ مجھے معاف رکھئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا اور اپنی دوستی کا حق بتلایا تو وہ کہنے لگے: جب میں سو گیا تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے، لوگ قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہیں، اچانک دو خوبصورت ترین شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے: خوش ہو جاؤ، اے سعید! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری محنت کی قدر فرمائی ہے اور تمہارے اعمال اور دعاؤں کو قبول کر لیا ہے اور تمہیں زندگی ہی

میں بشارت دے دی ہے، آؤ! ہم تمہیں وہ نعمتیں دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار فرمائی ہیں۔ وہ مجھے تمام لوگوں سے الگ کر کے دائیں جانب لے گئے، جہاں پر ایک گھوڑا موجود تھا جو ہمارے گھوڑوں جیسا نہیں تھا، وہ تو بجلی کی چمک کی طرح تیز رفتار تھا، وہ ہمیں لے کر ہوا کی طرح تیز اڑتا ہوا ایک ایسے بڑے محل کے پاس آیا جس کے اول آخر اور بلندی کی انتہا پر نظر نہیں پڑتی تھی، وہ محل گویا کہ شفاف چاندی کا تھا اور نور کی طرح چمک دمک رہا تھا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہم نے اس میں داخل ہو کر وہ چیزیں دیکھیں جن کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور نہ ان کا کھٹکا آدمی کے دل پر گزر سکتا ہے، ہم نے اس محل میں ستاروں کی تعداد میں ایسے خدمتگار بچے دیکھے جو موتیوں کی طرح تھے، جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو خوبصورت آواز میں پکارنے لگے: یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، اللہ تعالیٰ کا ولی آگیا، خوش آمدید اے اللہ کے ولی! پھر ہم آگے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سونے کے پلنگ بچے ہوئے تھے، ان موتیوں سے جڑے پلنگوں پر ایسی لڑکیاں بیٹھی تھیں جن کی شان مخلوق میں سے کوئی بیان نہیں کر سکتا، ان کے درمیان میں ایک بلند پلنگ پر ان میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ کمالات والی لڑکی تھی، اُن دونوں آدمیوں نے مجھے کہا: یہ تیرا گھر ہے، یہ لڑکی تیری بیوی ہے، یہی تیرا ٹھکانا ہے اور منزل ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی چلے گئے اور لڑکیاں بے تاب کیساتھ میری طرف بڑھیں اور مجھے خوش آمدید کہنے لگیں اور مبارک باد دینے لگیں اور اس طرح استقبال کرنے لگیں جس طرح گھر والے اپنے کسی سفر سے واپس آنے والے کا کرتے ہیں، پھر انہوں نے مجھے درمیان والے پلنگ پر اس لڑکی کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہنے لگیں: یہ تیری بیوی ہے اور اس جیسی ایک بیوی اور بھی ہے اور ہم بہت عرصے سے تیرے انتظار میں تھے۔ پھر میں اس لڑکی سے باتیں کرتا رہا، وہ بھی میرے ساتھ باتیں کرتی رہی، اس نے بتایا کہ میں تیری ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں، تو ایک دن میرے پاس رہے گا اور دوسرے دن دوسرے محل میں دوسری بیوی کے پاس۔ پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ واپس کر دیا اور کہنے لگی: آج نہیں، آج تمہیں دُنیا میں واپس جانا ہے۔ میں

نے کہا: میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ اس نے کہا: ابھی تو آپ کو جانا ہے اور تین دن وہاں رہ کر آپ نے تیسری رات ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے ان شاء اللہ۔ میں نے کہا: رات تو وہی رات ہوگی، اس کے بعد میں جاگ گیا۔

ہشامؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو جس نے تمہیں آخرت کا بدلہ جیتے جی دکھا دیا۔ انہوں نے کہا: میری زندگی میں آپ یہ بات کسی کو نہ بتائیے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا: ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا: بعض جنگ کرنے گئے ہیں اور بعض دوسرے کاموں کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر وہ اٹھے، انہوں نے غسل کیا، خوشبو لگائی اور اسلحہ اٹھا کر میدانِ جنگ میں چلے گئے، وہ روزے کی حالت میں تھے، سارا دن وہ لڑتے رہے اور شام کو واپس آ گئے۔ واپسی پر ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ آج انہوں نے [یعنی سعیدؓ نے] تو وہ کام کیا جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا، انہوں نے آگے بڑھ کر حملے کئے، اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کے درمیان ڈالا، مگر انہیں کوئی تیر یا پتھر نہیں لگ رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا: اگر تمہیں اصل بات معلوم ہو جائے تو تم بھی اسی کی طرح آگے بڑھو گے۔ اس کے بعد سعیدؓ نے کسی چیز سے روزہ افطار کیا اور رات بھر مُصلے پر کھڑے رہے اور صبح پھر روزہ رکھا اور پچھلے دن کی طرح جہاد کیا، تیسرے دن میں بھی ان کیساتھ نکلا، تاکہ ان کا پورا معاملہ دیکھ سکوں، وہ سارا دن بہادری سے لڑتے رہے، مگر دشمن کا کوئی ہتھیار اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی تھی، یہاں تک کہ سورج غروب کا ہونے وقت قریب آ گیا اور وہ پہلے سے زیادہ چُست نظر آنے لگے۔ اس وقت قلعے کے اُپر سے ایک کافر نے تاک کر انہیں تیر مارا، جو ان کی گردن پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے، ساتھیوں نے جلدی بڑھ کر اٹھایا اور پیچھے لے آئے، اس وقت ان کے جسم میں کچھ جان تھی۔ میں نے انہیں کہا: مبارک ہو! اس چیز کی، جو آپ کو آج افطار کے وقت ملنے والی ہے، کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس پڑے، گویا کہ مجھے واقعہ خفیہ رکھنے کا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیا کہ میں وعدہ خلافی سے بچ گیا،

پھر ان کی رُوح پرواز کر گئی۔ اس کے بعد میں نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے لوگو! ہمیں بھی اس طرح عمل کرنا چاہئے، آؤ! میں تمہیں تمہارے اس بھائی کا واقعہ سناؤں۔ لوگ جمع ہو گئے میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا تو لوگ رونے لگے۔ میں نے اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا، پھر انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس سے میدانِ جنگ گونج اٹھا، دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ہر طرف پھیل گئی اور ہمارے امیر مُسلم بن عُبَیْدُ الْمَلِک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تک بھی پہنچ گئی، ہم نے ان سے کہا: آپ کا انتظار ہے، آئیے! جَنَازہ پڑھائیے۔ انہوں نے کہا: ان کا جَنَازہ وہی شخص پڑھائے گا جس کو اس واقعے کا علم ہوا ہے۔ ہِشَام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے جَنَازہ پڑھایا اور اسی جگہ ان کو دفن کر کے ان کی قبر کے نشان کو مٹا دیا۔ رات کے وقت سارے لوگ انہیں کی باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کو جہاد پر ابھارتے رہے اور صبح کے وقت سب نے ایک نئے عزم اور اللہ تَعَالٰی سے ملاقات کے دِلہانہ جذبے کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا اور سورج چڑھتے ہی اللہ تَعَالٰی نے ان کی برکت سے قلعہ فتح فرمادیا، ان پر اللہ تَعَالٰی کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن الحسن علی بن النضر السمری)

دعوت

[شہادت کے فضائل اور شہداء کے واقعات ہم نے تفصیل کے ساتھ پڑھ لئے اور احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان کے سچا ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ فضائل صرف صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ یا اُمت کے پہلے لوگوں کے لئے نہیں ہیں، بلکہ یہ فضائل قیامت تک کے انسانوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ جس طرح ماضی کے خوش قسمت افراد نے ان فضائل کو پڑھا، سمجھا اور ان پر یقین کیا اور پھر میدانوں میں نکل کر بھرپور محنت کر کے ان فضائل کو پالیا، اسی طرح آج ہمیں بھی یقین اور عمل کی آنکھوں سے ان فضائل کو پڑھنا چاہئے اور ان کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اس وقت تک بچیں سے نہیں بیٹھنا چاہئے، جب تک یہ فضائل حاصل نہ

ہو جائیں اور اگر یہ فضائل حاصل ہو گئے تو پھر ہمارے لئے چین ہی چین ہوگا، مزے ہی مزے ہوں گے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کے لئے خصوصی طور پر تیار فرمائی ہیں۔ اسی طرح ہم نے اس باب میں حضرات شہداء کرام کے جو واقعات پڑھے ہیں، وہ کوئی دیو مالائی کہانیاں یا کوہِ قاف کے چنات کے واقعات نہیں ہیں، یہ سارے لوگ ہماری طرح گوشت پوست کے بنے ہوئے تھے، جن کے سینے میں بھی ہماری طرح دل اور ان کی رگوں میں ہماری طرح خون تھا، ان کے ارد گرد بھی دنیا کے تقاضے، مجبوریاں اور دنیا کی پُرکشش چیزیں بکھری پڑی تھیں، ان کے دلوں میں بھی ہماری طرح اُمیدیں اور اُردمان پیدا ہوتے تھے اور انہیں بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل و عیال سے پیار تھا، لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے تو خوشی سے جھوم اٹھے کہ واہ! اللہ تعالیٰ ہمارا خریدار بن گیا ہے، چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ ہم جان و مال کا یہ سودا کہاں جا کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں؟ تو جواب ملا کہ تم میدانِ جہاد میں نکل کر یہ سودا پیش کرو۔ چنانچہ وہ دیوانہ وار میدانِ جہاد کی طرف دوڑے، ان کے گوشت پوست کے جسم فولاد بن گئے، ان کے سینے میں دھڑکنے والا دل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے دھڑکنے لگا اور اس میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ایسا سمایا کہ اس میں سے ہر طرح کا خوف اور ڈر نکل گیا اور یہ دل بزدلی اور دنیا کی محبت سے پاک ہو گیا، ان کے جسم میں چلنے والا خون جوش مارنے لگا اور بیوی بچوں کی محبت نے انہیں یہ سکھایا کہ وہ جلد از جلد اپنی جان اللہ تعالیٰ کو دے کر اپنے بیوی بچوں کی شفاعت کا انتظام کریں، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور کفر سے نفرت کرتے ہوئے تلوار اٹھائی اور پھر ان کی تلوار خون اُگلنے لگی اور اس وقت تک خون اُگلتی رہی، جب تک خود اُن کی گردن نے اپنا سارا خون زمین پر نہیں بہا دیا۔ ان لوگوں

نے خود کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ دیا تھا اور جو چیز خریدی جاتی ہے اس سے پیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا پھر خود انہیں خریدا اور پھر ان پر اپنا پیار بکھا اور فرمادیا اور ان کے ہر عمل کو عبادت اور ہر اداء کو طاعت بنادیا اور ان پر فخر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف میرے ہیں، صرف میرے اور میری خاطر جان دیتے ہیں، میری خاطر گٹ مرتے ہیں، میرے دشمنوں سے زمین کو پاک کرتے ہیں اور میرے نام کی بلندی کے لئے خود اپنے لہو کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمت اور اپنے فضل کے سارے دروازے کھول دیئے، یہ دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں، آج بھی شہادت کا بازار گرم ہے، اللہ تعالیٰ آج بھی خریدنے کے لئے تیار ہے اور خوش قسمت لوگ آگے بڑھ بڑھ کر خود کو بیچ رہے ہیں، دنیا والوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاتھوں میں۔ آج پھر افغانستان، کشمیر، فلسطین اور دیگر کئی محاذوں پر شہداء کے استقبال کے لئے خوریں اتر رہی ہیں۔ وہ تمام کرامات جو ہم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شہداء اور ان کے بعد کے شہداء کی پڑھی ہیں، ایک ایک کر کے اس زمانے کے شہداء کو بھی نصیب ہو رہی ہیں اور ایسے عجیب و غریب واقعات بھی ظاہر ہو رہے ہیں جن کی ماضی میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں، اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا تو ہم آپ کے سامنے اس زمانے کے شہداء کرام کی کچھ کرامات کا تذکرہ کرتے جو افغان جہاد کے دوران ظاہر ہوئیں، جو کشمیر میں کھلی آنکھوں سے دیکھی گئیں اور جو فلسطین، فلپائن، بوسنیا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دکھائیں، مگر اس وقت ہمارے لئے ان واقعات کو لکھنا ممکن نہیں ہے، لیکن جس اللہ تعالیٰ نے ماضی کے شہداء کو کرامتوں سے نوازا، وہی اللہ تعالیٰ آج کے شہداء کرام پر بھی وہی فضل فرما رہا ہے، بلکہ اس زمانے میں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے بعض اوقات زیادہ فضل کا معاملہ فرماتا ہے، تاکہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کے

دل مضبوط ہو جائیں۔

اے مسلمانو! یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہے، جان تو جسم سے نکلنی ہی ہے اور ایک رات قبر میں سونا ہی ہے، پھر ہم کس چیز سے ڈریں اور کس چیز سے گھبرائیں؟ آج ہم سے وہ چیز مانگی جا رہی ہے جو ہم نے ایک نہ ایک دن دینی ہے اور ہم کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جا رہی ہے جس سے بچنا کسی کے بس میں نہیں، ہم نے جب مرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنے کیلئے پیش کریں اور اس جان کو جہاد کے میدانوں میں لے جا کر پاک کریں اور اسے اس قابل بنائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو سکے اور جنت کی نعمتوں کی مستحق ہو سکے۔

شہادت سے ڈرنا ایک غفلت اور بیوقوفی ہے، کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے اور شہادت سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے، کیونکہ حقیقی مؤمن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی جان اور مال دے کر اس کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے اور وہ اسے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے، کیونکہ جان دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے، اب اُسی کی دی ہوئی چیز واپس اُسی کو دے کر اس کی رضا اور جنت کی نعمتیں پانا نفع کا سودا نہیں تو اور کیا ہے؟





مالِ غنیمت میں خیریت بہت بڑا کثافہ ہے
اور اگر خزان مالِ ابطال تو ہیشہ نہیں ہے

خیریت کی سزا میں

خانِ حکم



برائی خصلت

خیانت ایک بُری خصلت ہے، دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔ یہ بری خصلت انسان کی انفرادی زندگی کو بھی برباد کرتی ہے اور اس کی اجتماعی زندگی کو بھی۔ اور افسوس یہ ہے کہ شیطان اس کو ”حکمت عملی“ اور ”عقلندی“ قرار دیکر انسان کو اس پر پکا کرتا ہے۔ چنانچہ آج عقلمند آدمی وہی کہلاتا ہے جو ہر حال میں اپنے ”ذاتی مفادات“ کا تحفظ کرتا ہے خواہ اس کی خاطر اسے مسلمانوں کو یا جماعت کو جتنا بڑا نقصان پہنچانا پڑے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۵۵)

امانت کی اہمیت

پہاد میں کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ ہر مجاہد اپنے اندر صفت ”امانت“ کو مضبوط کرے..... اور ہر طرح کی خیانت سے بچے۔ فرائض کی پابندی کرے سنتوں کا اہتمام کرے، اپنے امیر کی اطاعت کرے، اجتماعی اموال میں پوری احتیاط رکھے..... اور جو ذمہ داری اسے دی جائے اسے پوری طرح سے نبھائے، عسکری اور اجتماعی رازوں کی حفاظت کرے، کافروں اور منافقوں سے دوستانہ تعلقات نہ رکھے..... اور کسی بھی طرح دشمنان اسلام کے کام نہ آئے۔ امانت انسان کو قیمتی بناتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مستحق ہو جاتا ہے جبکہ خیانت انسان کو بے کار، ناقابل اعتبار اور حقیر بنا دیتی ہے۔ (فتح الجواد: ۲/۱۵۴)



مالِ غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور اگر خائن مارا جائے تو شہید نہیں بنے

خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے! ”غُلُول“ مالِ غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں، وہ اس طرح کہ لشکر کا امیر یا کوئی مجاہد مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے اور اسے تقسیم والے تک نہ پہنچائے، خواہ یہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔ بعض علماء کے نزدیک اسے غُلُول اس لیے کہتے ہیں کہ شریعت نے ہاتھوں کو ایسا کرنے سے باندھ دیا ہے، مالِ غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ اور بڑی سخت معصیت ہے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین چیزوں (یعنی) تکبر، مالِ غنیمت میں خیانت اور قرض سے پاک مراء، وہ جَنَّت میں جائے گا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، المستدرک)
مالِ غنیمت میں خیانت پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، ہم ان میں سے چند کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

❶ خیانت والا مال جہنم کی آگ

حضرت عَبْدُ اللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عُمَرُ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: خیبر کے دن پُنی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: کہ فلاں شہید ہوا ہے اور فلاں شہید ہوا ہے، یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گزرے اور کہا: یہ شہید ہے۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر گز نہیں، میں نے اُسے جہنم میں ایک ایسی چادر میں دیکھا ہے جو اُس نے مالِ غنیمت سے چُرائی تھی یا اُس عبا میں دیکھا ہے جو اُس نے مالِ غنیمت سے چُرائی تھی۔ پھر رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابْنِ خَطَّاب! لوگوں میں اعلان کر دو کہ جَنَّت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے۔ (مسلم شریف)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث شریف میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا مُؤْمِن نہیں ہے اور اسکی تائید حضرت ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایمان والا مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرتا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خیبر کے لیے نکلے، اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں فتح عطاء فرمائی، ہمیں مالِ غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا، بلکہ سامان، کھانے کی اشیاء اور کپڑے ملے۔ پھر ہم وادیِ قُرَیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا ایک غلام بھی تھا۔ اور یہ غلام قبیلہ جُذَام کے رِفَاعَہ نامی ایک شخص نے رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا، جب ہم نے وادی میں پڑاؤ ڈالا تو وہ غلام اپنا سامان کھول رہا تھا کہ اسے ایک تیر لگا جو اس کی موت کا سبب بن گیا۔ ہم نے کہا: یا رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لئے شہادتِ مُبارک ہو۔ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! وہ چادر جو اُس نے مالِ غنیمت میں سے تقسیم کرنے والے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے لے لی تھی، آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے۔ یہ سن کر لوگ سخت خوفزدہ ہو گئے اور ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے لیکر حاضر ہوا، اس نے کہا: میں نے یہ خیبر کے دن لئے تھے۔ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وادیِ القُرَیٰ میں قتل ہونے والے اس غلام کا نام بُدْعَم ہے، جبکہ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح کا واقعہ کُزَکَرہ نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم (ممکن ہے کہ وہ دوسرا واقعہ ہو۔)

حضرت ابو زافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرمالتے، تو بُؤَعْبُرُ الْاُحْصَل قبیلے کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ گفتگو فرماتے اور پھر مغرب کے لئے واپس لوٹ آتے تھے۔ ایک بار رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے لئے جلدی جلدی (مسجد نبوی کی طرف) آرہے تھے کہ ہمارا گزر بقیع (قبرستان) سے ہوا، تو

رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: اُف ہے تجھ پر، اُف ہے تجھ پر، اُف ہے تجھ پر۔ اَبُو زَافِع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے دل کو بھاری گزری، میں آپ ﷺ سے پیچھے ہو گیا اور میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ مجھے فرما رہے ہیں۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا ہو گیا تمہیں چلتے کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا: آپ نے ابھی کچھ کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کہا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ نے مجھ پر اُف فرمائی ہے۔ رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ میں نے فلاں شخص کو کہا ہے۔ میں نے اُسے فلاں قبیلے میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا تھا، اُس نے ایک چادر چُرالی، پس اُسی چادر جیسی آگ کی زَرہ اُسے پہنا دی گئی ہے (نسائی، ابن حبان)

حضرت اَبُو حَازِم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ پُتّی کریم ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں سے (تقسیم سے پہلے) ایک چادر لائی گئی اور عرض کیا گیا: یا رَسُولُ اللہ (ﷺ)! یہ آپ کیلئے ہے تاکہ آپ دھوپ کے وقت اس سے سایہ حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی آگ کے سائے کے نیچے بیٹھے؟ (کتاب المراسیل لابن داؤد)

حضرت عُبَیدُ اللہ بن مَسْعُود رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے: خیانت سے حاصل شدہ مال جہنم کا انگارہ ہے اور ایسا خزانہ آگ کا خزانہ ہے۔ (ابن عساکر)

عَلَامَہ ابنِ جَریر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نہاؤند (نامی علاقے) میں حضرت عُمَرُ رضی اللہ عنہ نے سَائِب بن اَفْرَغ رضی اللہ عنہ کو نگرانِ مالیات بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطاء فرمادے، تو مالِ غنیمت ان میں تقسیم کر دینا اور خُسُ (یعنی پانچواں حصہ) الگ کر دینا۔ حضرت سَائِب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مجاہدین میں مالِ غنیمت تقسیم کر رہا تھا کہ ایک کافر آیا اور اُس نے کہا: اگر آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو امان دے دیں تو میں آپکو یَزْدَگَر د کے خزانے کا پتہ بتا دوں گا اور یہ خزانہ آپ کا اور آپ کے امیر کا ہو جائے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ وہ مجھے لے گیا، اس نے مجھے موتیوں اور ہیرے جوہرات سے بھری ہوئی دو بڑی ٹوکریاں دکھائیں، میں نے انہیں اٹھوایا اور حضرت عُمَرُ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بیٹُ المال میں دے دو۔ میں نے وہ بیٹُ المال میں دے دیں اور جلدی سے کوفہ کی

طرف لوٹا، ابھی کوفہ پہنچا ہی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاصد آ گیا اور اس نے میرے اُونٹ کے بالکل پیچھے اپنا اُونٹ بٹھایا اور کہا: فوراً امیر المؤمنین سے ملو، میں فوراً واپس گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: کیا ہوا مجھے اور اُمّ السائب کے بیٹے کو؟ میں نے عرض کیا: کیا ہوا اے امیر المؤمنین؟ فرمانے لگے: میں رات کو سویا تو دیکھا کہ فرشتے مجھے ان دو ٹوکریوں کی طرف گھسیٹ رہے ہیں اور ان ٹوکریوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ان آگ کی ٹوکریوں سے جلائیں گے۔ تو میں نے کہا: میں ان ٹوکریوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں گا، اے سائب! یہ دونوں ٹوکریاں لے جاؤ اور انہیں مسلمانوں کو دیئے جانے والے مال میں شامل کر لو۔ سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انہیں اٹھا کر لے گیا اور (تقسیم کیلئے) کوفہ کی مسجد میں جا کر ڈال دیا۔ (ابن جریر فی تاریخ)

۲ خینیت ایما ہوا مال گردن کا سوار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کا تذکرہ فرمایا اور اُسے بہت عظیم اور بدتر گناہ قرار دیا اور فرمایا: میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اُونٹ سوار ہو جو آوازیں نکال رہا ہو۔ (پھر وہ) مجھے پکار کر کہے: یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اللہ (تعالیٰ) کے احکام پہنچا چکا ہوں۔ (یا) اسکی گردن پر گھوڑا سوار ہو جس کی پہنچانے کی آواز ہو، (پھر وہ) مجھے پکار کر کہے: یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اللہ (تعالیٰ) کے احکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اسکی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ منہ نہ رہی ہو اور وہ کہے: یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ میں کہوں گا: میں تو اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اسکی گردن پر کوئی جان سوار ہو جو چیخ رہی ہو (پھر وہ) مجھے پکار کر کہے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری مدد فرمائیے۔ میں کہوں گا: میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اُس کی

گردن پر کپڑے چیتھڑے بل رہے ہوں وہ پھر کہے: یا رسول اللہ (ﷺ)! میری مدد فرمائیے۔ میں کہوں گا: میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ اُس کی گردن پر بے آواز سونا چاندی مُسَلَط ہوگا، وہ کہے گا: اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیے۔ میں کہوں گا: میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔
(بخاری، مسلم واللفظ للبخاری)

جانوروں کے بولنے اور کپڑے (یا کاغذ) کے پٹنے میں حکمت یہ ہے کہ جس نے جو چیز بھی چرائی ہوگی اور اس میں خیانت کی ہوگی وہ چیز اپنی اپنی بولی میں اس کے سر پر شور کرے گی، تاکہ خود اُسے بھی تکلیف ہو اور لوگوں کے سامنے بھی رُسا ہو جائے اور تمام انسانوں کو اس کی خیانت کا پتہ بھی چل جائے اور یہ سب کچھ محشر کے ہولناک دن ہوگا جس کی تکلیفیں، گرمی اور پسینہ پہلے ہی اس شخص پر مُسَلَط ہوگا۔ (واللہ اعلم)

عَطِیَّہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی (جہاد کے دوران) سواری مر گئی، وہ حضرت مالک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس وقت ان کے سامنے مالِ غنیمت کا ایک تُرکی گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا: امیر صاحب! مجھے یہ گھوڑا دے دیجئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس نے کہا: میں آپ کو گھوڑا اٹھانے کے لئے تو نہیں کہہ رہا، میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ مجھے دے دیجئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مالِ غنیمت کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ (ال عمران: ۷۵)

[اور جو کوئی غنیمت کرے گا اس چیز کو قیامت کے دن لائے گا جو

خیانت کی تھی۔]

چنانچہ میں تو اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، ہاں! اگر تم تمام لشکر والوں سے پوچھ لو اور وہ تمہیں اپنا حصہ دے دیں تو میں بھی اپنا حصہ تمہیں دے دوں گا۔ (ابن عساکر)

مُصَنَّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں اور جہاد میں

زیادہ شرکت کرنے اور چالیس سال تک رومیوں کے ساتھ جہاد میں مجاہدین کی قیادت کرنے کی وجہ سے مَالِکُ الشَّرَایَا کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے ہاتھ جب مالِ غنیمت لگتا تھا، تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو، چنانچہ لوگ مالِ غنیمت لا کر جمع کر دیتے تھے اور نبی کریم ﷺ اس میں سے خُمُس نکال کر باقی تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایک بار اعلان کے بعد ایک شخص بالوں کی ایک رسی لایا اور کہنے لگا: یا رَسُوْلَ اللہ! یہ میں نے مالِ غنیمت میں پائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بلال کے تین مرتبہ آواز لگانے کو سنا تھا۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم اس وقت یہ رسی کیوں نہیں لائے؟ تو وہ شخص معذرت کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم یہ رسی قیامت کے دن ہی لے کر آنا، کیونکہ میں تو اب آپ سے نہیں لوں گا۔ (ابوداؤد، ابن حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت ایسا بھیاں گ جرم ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی شفاعت تک نصیب نہیں ہوگی، بھلا اس سے بڑھ کر ہلاکت اور تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ رَحْمۃُ اللعالمین کی رحمت اور شفقت سے انسان محروم ہو جائے؟ اے ہمارے پروردگار، اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِین! ہمیں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ فرما، بے شک ہم کتنے بڑے مجرم ہی کیوں نہ ہوں۔ (آمین)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک کا غزوہ خیبر کے دن انتقال ہو گیا، دوسرے حضرات نے اس کا تذکرہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو، (میں نہیں پڑھوں گا)۔ یہ سن کر چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اس ساتھی نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں نکل کر خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے اُس کے سامان کی تلاشی لی، تو اُس میں یہودیوں کے کپڑے سینے والے تسموں میں سے ایک تسمہ موجود تھا جس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۳ خان کی پردہ پوشی کرنے والا بھی اسی جیسا ہے

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خیانت کرنے والے کو چھپایا وہ بھی اُسی جیسا ہے۔ (ابوداؤد)

۴ خینیت آگ ٹہنے کی طرح ہے اور عار ٹہے تھوڑی تو بیا زیادہ

حضرت عرو باض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ غنیمت میں سے ایک بال اٹھا کر فرماتے تھے: اس میں خُص کے علاوہ میرا بھی اتنا حصہ ہے جتنا تمہارا اور خُص بھی تمہاری طرف ہی لوٹتا ہے، (اے لوگو!) سوئی دھاگا اور اس سے بھی کم درجے کی چیزیں (مالِ غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس) جمع کرادیا کرو اور خیانت سے بچو، کیونکہ وہ عار ہے، آگ ہے اور خائن کے لئے قیامت کے دن ذلت ہے۔ (مسند احمد، بزار)

[اس مفہوم کی احادیث مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ کثرت سے آئی ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں سے حقیر سی خیانت بھی قیامت کے دن ذلت اور آگ کا باعث بن جائے گی۔ العیاذ باللہ]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے ایک غزوے میں غنیمت کے اُونٹ کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس اُونٹ کے کوہان کے بال اپنی دو انگلیوں کے درمیان پکڑ کر فرمایا: یہ بھی تمہارے مالِ غنیمت میں سے ہے اور اس میں میرا حصہ بھی تمہارے حصے جتنا ہے، سوائے خُص کے اور وہ بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے، مالِ غنیمت کے سوئی دھاگے کو بھی اور اس سے زیادہ اور اس سے کم کو بھی جمع کرادیا کرو اور مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو، کیونکہ خیانت دُنیا اور آخرت میں خیانت کرنے والوں کے لیے ذلت اور آگ کا سبب ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں دُور والوں اور قریب والوں سب سے جہاد کیا کرو اور اللہ (تعالیٰ) کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو اور سفر و حضر میں اللہ (تعالیٰ) کی حُدود کو قائم رکھا کرو اور اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرو، کیونکہ جہاد جنت کے دروازوں

میں سے بڑا دروازہ ہے۔ اس کے ذریعے اللہ (تعالیٰ) تفکرات اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن شہیق رضی اللہ عنہ یلقین کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ غنیمت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے پانچواں حصہ اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہے اور باقی چار حصے مجاہدین کے لئے۔ میں نے عرض کیا: کیا اس میں سے کسی چیز کا کوئی شخص دوسرے سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، یہاں تک کہ وہ تیر جو تم اپنے پہلو سے نکالو، تم اس کے بھی اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ (السنن الکبریٰ اسنادہ قوی)

[یعنی اگر دشمن کا تیر تمہارے پہلو میں لگا، پھر تم نے وہ تیر نکال لیا تو وہ بھی مالِ غنیمت میں جمع ہوگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔]



فصل

خنیت کی سزائیں

جہاد میں مالی خیانت کرنے والے کو دو سزائیں ملتی ہیں:- ایک سزا دُنیا میں اور ایک سزا آخرت میں۔

آخرت کی سزائیں

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ خیانت کرنے والا جہنم میں ڈالا جائے گا اور جو چیز اس نے خیانت کر کے لی ہوگی وہ قیامت کے دن یا تو آگ بنا کر اُسے پہنا دی جائے گی، یا اُس پر لادی جائے گی۔ اسی طرح وہ قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا اور آپ ﷺ اُسے صاف جواب دے دیں گے کہ تیرے لئے میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اسی طرح اگر وہ جہاد میں مارا گیا تو وہ شہید بھی نہیں ہوگا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے قسم کھا کر اسکی شہادت کی نفی فرمادی ہے، تو آپ ﷺ کی قسم کے بعد اس کی ناکامی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ [ایسا شخص ظاہری طور پر مجاہد اور شہید ہے، لیکن حقیقت میں نہ تو وہ مجاہد ہے اور نہ شہید۔ جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے]۔

جہاد میں نکلنے والوں کی دو سزائیں اور مجاہدین کی صفات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں نکلنے والے دو طرح کے ہیں:-

① وہ لوگ جو جہاد میں نکل کر خود بھی کثرت سے اللہ (ﷻ) کا ذکر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی یاد دہانی کراتے ہیں اور زمین میں فساد نہیں پھیلاتے، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اپنے پسندیدہ قیمتی اموال جہاد میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ان پر رشک کرتے ہیں جو اپنے مال اللہ (ﷻ) کے راستے میں زیادہ خرچ کرتے ہیں، یہ لوگ جب لڑائی میں ہوتے ہیں تو اس بات سے حیا کرتے ہیں کہ اللہ (ﷻ) ان کے دل میں کوئی شک یا مسلمانوں کو رُسوا کرنے والی کوئی بات دیکھے، جب انہیں خیانت کا موقع ملتا ہے تو ان

کے دل اور ہاتھ خیانت سے پاک رہتے ہیں، شیطان ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ان کے دلوں پر وار کر سکتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اللہ (ﷻ) اپنے دین کو عزت عطا فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

۲ دوسرے وہ لوگ ہیں جو جہاد میں نکل کر نہ خود کثرت سے اللہ (ﷻ) کا ذکر کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی یاد دہانی کراتے ہیں اور اپنا مال بھی خوش دلی سے خرچ نہیں کرتے اور جو کچھ مجبوراً خرچ کرتے ہیں، اُسے بھی اپنے اُوپر چُٹی (یعنی جُرمانہ) سمجھتے ہیں اور شیطان انہیں اس مال کے خرچ ہونے پر غم میں ڈال دیتا ہے، لڑائی کے وقت یہ لوگ سب سے پیچھے اور سب سے زیادہ رُسا کرنے والوں میں ہوتے ہیں اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چُھپ جاتے ہیں اور وہیں سے بیٹھ کر جنگ کا منظر دیکھتے ہیں، پھر اگر اللہ (ﷻ) مسلمانوں کو فتح دے دیتا ہے، تو یہ سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے [یعنی اپنے کارنامے بیان کرنے والے] ہوتے ہیں، اگر انہیں مالِ غنیمت میں خیانت کا موقع ملتا ہے، تو اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور شیطان انہیں سمجھاتا ہے کہ یہ مالِ غنیمت ہے اگر انہیں وسعت ملتی ہے تو اُکڑتے ہیں اور اگر انہیں تنگی کا سامنا ہوتا ہے تو شیطان انہیں لالچ میں مبتلا کر دیتا ہے، ان لوگوں کو مجاہدین کا کوئی اجر نہیں ملتا، سوائے اس کے کہ ان کے جسمِ مجاہدین کے جسموں کے ساتھ اور ان کا چلنا مجاہدین کے چلنے کے ساتھ نظر آتا ہے، جبکہ ان کی نیت اور اعمالِ مجاہدین سے بالکل مختلف ہوتے ہیں، قیامت کے دن پہلے اللہ (ﷻ) انہیں مجاہدین کے ساتھ جمع فرمائے گا، پھر انہیں الگ کر دے گا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک سندہ صحیح)

ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جس نے خیانت کر کے کوئی چیز لے لی تو اس چیز کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالا جائے گا اور خیانت کرنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ آگ میں غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لائے۔ (ابن عساکر)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات اُونٹنیوں کے وزن کا ایک پتھر جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ ستر سال تک نیچے گرتا رہے گا اور خیانت سے حاصل کئے مال کو بھی اس کے ساتھ ڈالا جائے گا اور پھر خیانت کرنے والے کو کہا جائے گا کہ وہ اُسے اُٹھا کر لائے، یہی اللہ (ﷻ)

کے اس فرمان کا مطلب ہے: ”وَمَنْ يَغْلُظْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ (آل عمران: ۱۶۱)

[اور جو کوئی خیانت کرے گا اس چیز کو قیامت کے دن لائے گا جو خیانت کی تھی۔]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خیانت کرنے والوں پر یہ عذاب ہوگا کہ وہ چیز لائی جائے گی جو انہوں نے خیانت سے لی ہوگی اور اُسے جہنم کے سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لاؤ اور وہ چیز آگ کے سمندر کی تہ تک پہنچ جائے گی اور اس کی تہ کو اللہ (تعالیٰ) کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، چنانچہ وہ لوگ اس میں جہاں تک اللہ (تعالیٰ) نے چاہا غوطہ لگائیں گے، پھر وہ سانس لینے کے لئے اپنے سر نکالیں گے تو ان میں سے ہر انسان کی طرف ستر ہزار فرشتے لوہے کے ہتھوڑے لیکر بڑھیں گے اور ان کے سروں پر ماریں گے اور ہمیشہ یہ لوگ اسی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں خیانت اللہ (تعالیٰ) کی ناراضی اور غصے کا موجب ہے جیسا کہ قرآن پاک میں: **كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ**۔ (آل عمران: ۱۶۲) [وہ اُس شخص کی طرح (مرکب خیانت) ہو سکتا ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی ناخوشی میں گرفتار ہو۔] سے مراد وہ لوگ ہیں جو خیانت کرتے ہیں۔ خود سوچئے کہ اللہ (تعالیٰ) کی ناراضی سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی ہے؟

خیانت کی دنیوی سزائیں

خیانت کی دنیوی سزا یہ ہے کہ جس قوم میں بھی خیانت آ جاتی ہے، ان کے دلوں پر دشمنوں کا رعب چھا جاتا ہے اور فتح اُن سے دور ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت آ جاتی ہے، اُن کے دلوں پر اللہ (تعالیٰ) (دشمنوں) کا رعب ڈال دیتا ہے اور جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے، اُن میں کثرت سے موت واقع ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اللہ (تعالیٰ) اُن کی روزی کم کر دیتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے، اُس میں خون خرابا عام ہو جاتا ہے اور جو لوگ عہد توڑتے ہیں، اُن پر اللہ (تعالیٰ) دشمنوں کو مسلط فرما دیتا ہے۔ (موطا امام مالک موقوفہ، ابن ماجہ) یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے، لیکن ایسی باتیں اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتیں، اس لئے

یہ مرفوع روایت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث طبرانی اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رُؤُلُ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: اگر میری اُمت خیانت نہیں کرے گی، تو کبھی بھی دشمن اُس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا دشمن تمہارے مقابلے میں ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مقدار خُم کر لڑتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں اور کبھی کبھار تین بکریوں کے دودھ دوہنے کی مقدار بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! تم لوگ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے لگے ہو۔ (الطبرانی باسناد جید)

مُصَنَّفِ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حبیب بن الفخری الشَّامی امام بخاری رضی اللہ عنہ کے بقول صحابی ہیں، انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے حدیث سنی ہے، جبکہ واقِدی رضی اللہ عنہ نے ان کے سماع کا انکار کیا ہے، رومیوں سے زیادہ جنگیں کرنے کی وجہ سے انہیں ”حَبِیبُ الرُّومِ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کی شان میں حضرت حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فِيهِمْ حَبِيبٌ شَهَابُ الْمَوْتِ يَقْدَمُهُمْ

مُشِيرٌ أَقْدَبًا فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ

ترجمہ: ان مجاہدین میں حبیب بھی ہیں جو موت کا شعلہ ہیں، وہ ہمیشہ گرکن کے ان کے آگے رہتے ہیں اور ان کے چہرے سے غضب ظاہر ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد سے واپس آنے والوں سے پوچھتے تھے: کیا دشمن تمہارے مقابلے میں جم کر لڑتا تھا؟ اگر وہ کہتے کہ ہاں۔ تو آپ فرماتے: تم نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہوگی۔ (ابن عساکر منقطع)



فصل

خانِ حکم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ جس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہو، تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی کرو۔ (ابوداؤد)

صالح بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم ولید بن ہشام رحمہ اللہ کے ساتھ جہاد میں نکلے، ہمارے ساتھ حضرت سالم بن عبد اللہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بھی تھے، ایک شخص نے کچھ خیانت کی تو ولید رحمہ اللہ نے اس کا سامان جلانے اور اسے لوگوں میں گھمانے اور مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ ضبط کرنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والوں کو کیا سزا دی جائے گی؟ اس میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

[زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے تعزیر ہے، یعنی مسلمانوں کا شرعی حکمران یہ فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا سزا دی جائے۔ حضرات حنفیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (عمدة القاری، ج: ۱۰ ص ۴۰۶) اسی طرح خیانت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیانت کیا ہو مال واپس لوٹا دے، لیکن اگر اس مال کے مالک ادھر ادھر منتشر ہو چکے ہوں اور ان تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس مال کا پانچواں حصہ بیٹ المال میں جمع کرادے اور باقی صدقہ کر دے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیلات فقہ یا احکام جہاد کی کتابوں میں مذکور ہیں۔]

مثلاً:

مجاہدین کے لئے جائز ہے کہ وہ دورانِ جہاد دشمنوں سے چھینے ہوئے مال میں سے کھانے پینے کی اشیاء، اپنی سوار یوں کا چارہ اور گولہ بارود وغیرہ تقسیم سے پہلے بھی استعمال کر سکتے ہیں، اسی طرح جلانے کے لئے لکڑیاں اور لگانے کے لئے تیل بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

دعوت

[حضرات مجاہدین کے لئے یہ باب نہایت اہمیت کا حامل ہے، جہادی تربیت کے دوران ہی مجاہدین کو یہ باب اچھی طرح سے پڑھا اور سمجھا دینا چاہئے تاکہ اجتماعی اموال میں خیانت کے جرمِ عظیم سے وہ واقف ہو جائیں اور جہاد کے دوران وہ آخری حد تک اس سے بچیں۔ اسی طرح مجاہدین کے شعبہ مالیات میں کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اس باب کی احادیث کتبوں پر لکھ کر اپنے کمرے میں دیواروں پر لگا دیں، تاکہ بار بار پڑھنے سے خود کو بھی یاد دہانی ہوتی رہے اور ہر آنے جانے والا بھی ان اہم احکام سے واقف ہو سکے، ویسے تو ایک مجاہد کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اجتماعی اموال میں خیانت کا تصور بھی کر سکے، کیونکہ وہ تو اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کو دینے کے لئے میدانوں میں اُترتا ہے، تو اسے مال سے کیا غرض؟ لیکن مسلسل یاد دہانی نہ ہونے کی وجہ سے اور زیادہ عرصہ محاذِ جنگ سے دور رہنے کی وجہ سے بعض مجاہدین کو شیطان پھسلا دیتا ہے اور وہ اس تباہ کن گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دُنیا کے چند حقیر گلوں کی خاطر جہاد جیسے عظیم الشان عمل کو تباہ کر دیتے ہیں، ایسے ظالموں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو مسجد کی بیرونی چار دیواری میں داخل ہو کر نماز کیلئے جانے کے بجائے مسجد کے بیت الخلاء میں گھس کر پیشاب پینے لگے اور غلاظت کھانے لگے اور کوئی بد نصیب آدمی مسجد میں داخل ہو کر وہاں کی پٹائیوں یا گھڑی وغیرہ کو چُرانے کی کوشش کرے، باہر والے لوگ تو یہ دیکھ کر کہ یہ آدمی مسجد میں داخل ہوا ہے، اُسے نمازی سمجھیں گے لیکن حقیقت میں وہ نمازی نہیں، بلکہ پیشاب پینے اور غلاظت کھانے اور پٹائیاں اور گھڑی چوری کرنے والا ہے۔ اسی طرح مجاہدین کیساتھ منسلک ہر فرد کو لوگ مجاہد سمجھتے ہیں، لیکن ان میں سے کچھ تو واقعی مجاہد ہوتے ہیں اور وہ اپنی جان اور مال دے کر اور تقویٰ کے ذریعے اپنی جان کو سنوار کر اللہ تعالیٰ کیلئے پیش کرتے ہیں اور

اپنے جہاد کا اجر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں مانگتے، یہ لوگ یقیناً کامیاب ہیں اور انہی کے لئے ہزاروں لاکھوں بشارتیں اور خوشخبریاں ہیں۔ جبکہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کا جہاد میں آنے کا مقصد ہی دنیا کمانا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ جان دینا چاہتے ہیں نہ مال، وہ تو جہاد کے اس پاک راستے میں دنیا کی غلاظت کھانے کے لئے آتے ہیں اور اپنی بدقسمتی کی بقدر غلاظت کھا کر مر جاتے ہیں۔ جبکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ابتداء میں خالص جہاد ہی کے لئے نکلتے ہیں، مگر پھر جہاد کے کاموں کے لئے مالداروں اور دنیوی عہدیداروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں یا مجاہدین کی کسی ذمہ داری کو پا کر وہ اپنے اصل مقصد کو بھول جاتے ہیں اور انہیں یہ خیال آتا ہے کہ میرے پاس اچھا مکان، اچھی گاڑی اور اچھے کپڑے ہونے چاہئیں اور شیطان انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمہاری ان چیزوں سے مجاہدین کو فائدہ پہنچے گا، چنانچہ وہ خیانت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ابتداء میں تو جان دینے کے لئے نکلتے ہیں، مگر مالِ غنیمت کے ڈھیر دیکھ کر ان کی نیت خراب ہو جاتی ہے، یا لوگوں کی واہ واہ اور تعریف انہیں دنیا پرست بنا دیتی ہے اور وہ حرام مال کو کھا کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔

اے مجاہد بھائیو! یاد رکھو، مالِ غنیمت میں خیانت اور اجتماعی اموال میں خیانت ایسا بدترین گناہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں چلنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا گیا، پھر تم اُسے کیسے معاف کراؤ گے؟ اگر تم نے دنیا کمائی ہے تو محنت مزدوری کر کے کماؤ، جہاد کے مال میں خیانت کر کے اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو رسوا نہ کرو۔ یاد رکھو! یہ مال سور کے گوشت کی طرح اور گدھے کے خون کی طرح اور کتے کے پیشاب کی طرح حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے بیوی بچوں کو ایسی غلاظت نہ کھلاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی مُقرر ہے، اگر تم نے حرام سے پرہیز کیا تو ان شاء اللہ تمہیں یہ روزی

حلال اور باعزت ذریعے سے مل جائے گی۔

مجاہدین کو چاہئے کہ اپنے مالی نظام کو لکھ کر علماء کرام کے سامنے پیش کریں، تاکہ وہ اُسے شریعت کی روشنی میں پرکھ سکیں۔ اسی طرح ہر مذہبی رقم اُسی مد میں خرچ کیا کریں اور اپنا ذمہ دار صرف اُسے بنائیں جس کو دین کا علم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہو، اگر آپ نے ایسے لوگوں کو اپنا قائد نہ بنایا تو ممکن ہے کہ جاہل اور غافل لوگ اپنی جہالت اور بے پروائی کی وجہ سے آپ کو بھی مالی خیانت میں مبتلا کر دیں اور حرام مال کھلا دیں تو یہ بہت بڑی بد قسمتی کی بات ہوگی۔

یاد رکھئے! دنیا میں اسلامی نظام تبھی نافذ ہو سکے گا، جب ہم اُسے سب سے پہلے اپنے اُپر نافذ کریں گے اور اسلام کے ایک ایک حکم کو اہمیت دیں گے۔ آج بعض مجاہدین اپنے جہاد کے نشے میں آ کر اسلام کے دیگر احکام کو حقیر سمجھتے ہیں، یاد رکھئے! ایسے لوگ مجاہد نہیں بلکہ محض جنگجو ہیں، کیونکہ مجاہد تو اسلام کا محافظ ہوتا ہے اور وہ تو اسلام کے کسی حکم کی حقیر برداشت ہی نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ وہ خود اسلام کے کسی حکم کو حقیر سمجھے۔

جہاد بلاشبہ ایک عظیم الشان نعمت ہے اور بہت بڑی سعادت ہے اور اس نعمت اور سعادت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ دل ریاکاری سے اور ہاتھ خیانت سے محفوظ ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی مجاہد بنائے اور ہمیں ریاکاری اور خیانت سے محفوظ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



مسلمان قیدیوں کو دشمن کی قید خانے سے چھڑوانے
کیلئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیڑا



مظلوم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا پیار

کافروں کا ظلم اور ان کی دشمنی مسلمانوں کے حق میں کتنی اچھی رہی کہ اللہ تعالیٰ کو ان مسلمانوں پر اتنا پیار آیا کہ ان کی خاطر دوسرے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا اور ان مظلوموں کی فریاد اور دعاء کو قرآن پاک کا حصہ بنایا اور ان کے غم اور دکھ میں پوری اُمت کو شریک فرمایا۔ کافروں کے ظلم کے سامنے حق پر ڈٹے رہنا اور سخت حالات کا سامنا کرنا اگرچہ بہت مشکل ہے۔ مگر آخرت کے اعتبار سے ایک مؤمن کے لئے بہت بڑی چیز ہے۔ اس کے برعکس کافروں کی یاری، ان کی نوازشات اور ان کی محبت میں مسلمانوں کے لئے نقصان ہی نقصان ہے۔ اور خسارہ ہی خسارہ۔ (فتح الجواد: ۱/۳۸۱)

برحق جہاد میں بھی مشکلات آتی ہیں

غزوہ تبوک کے پورے بیان سے یہ سبق بار بار ملتا ہے کہ وہ جہاد جو بالکل برحق اور خالص شرعی ہو اس میں بھی تکلیفیں، مشقتیں اور پریشانیاں آتی ہیں، یہ سبق ذہن میں رہے تو بہت سے اشکالات ختم ہو سکتے ہیں، غزوہ تبوک میں تو حضور اکرم ﷺ خود کمان اور قیادت فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ مشکلات اور تکلیفیں بھی آرہی تھیں..... تو کیا یہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت موجود نہیں تھی؟ بے شک موجود تھی مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت مختلف رنگوں اور صورتوں میں نازل ہوتی ہے، مثلاً کبھی اسباب کی فراوانی کی صورت میں اور کبھی صبر و استقامت نازل کرنے کی صورت میں۔ یہاں نصرت کا رنگ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر تکلیفوں کے باوجود ان کو ثابت قدم رکھا اور اپنے راستے پر ان کو چلاتا رہا اور ہر قدم پر ان کو اجر و رحمت سے نوازتا رہا۔ (واللہ اعلم بالصواب) (فتح الجواد: ۳/۱۲۲)

مسلمان قیدیوں کو دشمن کی قید سے چھڑانے کیلئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱

وَمَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ
لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ
نَصِيرًا ۝ (النساء: ۷۵)

اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے
بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو
جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی
سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور
ہمارے واسطے اپنے ہاں سے کوئی حمایتی
کردے اور ہمارے واسطے اپنے ہاں سے کوئی
مددگار بنادے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جہاد کو اپنے کلمے کی
بلندی، اپنے دین کے غلبے اور کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے فرض فرمایا ہے، اگرچہ اس میں
جائیں چلی جائیں اور قیدیوں کو دشمنوں سے لڑ کر یا انہیں مال دے کر چھڑانا مسلمانوں پر فرض
ہے اور مال کے ذریعے چھڑانا زیادہ تاکیدِ فرض ہے، کیونکہ یہ جان قربان کرنے سے آسان
اور ہلکا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کو چھڑائیں، خواہ انہیں
اپنا سارا مال ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قیدیوں کو چھڑاؤ۔ (بخاری)

اسی طرح وہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ [جس طرح سے

ممکن ہو، رہائی اور دیگر معاملات میں [تعاون کریں، کیونکہ یہ فدیہ دے کر چھڑانے سے بھی آسان ہے۔

اگر مسلمانوں نے کسی قیدی کو [کافروں سے] فدیہ دے کر چھڑایا، تو اگر وہ قیدی مالدار ہے تو کیا رہائی کے بعد وہ مسلمانوں کو فدیے کی رقم واپس کرے گا یا نہیں؟ علماء کرام کے دونوں طرح کے اقوال ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ رقم واپس کرے گا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان قیدی کافروں سے فدیے کا معاہدہ کر کے واپس مسلمانوں میں آ جائے، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا فدیہ اداء کریں اور ان کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس قیدی کو واپس کافروں کو دے دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاِنْ يَأْتِكُمْ اُسْرٰى تَفْدُوهُمْ وَهُوَ مُحْرَمٌ عَلٰیكُمْ فَخَرٰجُهُمْ (البقرہ: ۸۵)

اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا تاوان دیتے ہو حالانکہ تم پر ان کا

نکالنا بھی حرام تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط مبارک میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کی ہر جماعت اپنے قیدیوں کا فدیہ معروف طریقے سے اور مسلمانوں کے درمیان [فدیے کے حقے کے بارے میں] انصاف کے ساتھ اداء کرے گی اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے مقروض ساتھیوں کا فدیہ اور دیت اداء کرنے میں مدد کریں۔

(ابن عساکر عن کثیر بن عبد اللہ و حوضیف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات مہاجرین اور انصار کو خط لکھا کہ اپنی دیتیں اداء کیا کرو اور اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد)

[جنگی قیدیوں کے بارے میں پہلے طریقہ یہ تھا کہ انہیں گرفتار کرنے والے ان کی آزادی کیلئے کچھ رقم مقرر کر دیتے تھے کہ اس قیدی کو ہم اتنی رقم لیکر چھوڑ سکتے ہیں، یہ رقم فدیہ

کہلاتی تھی اور حضور اکرم ﷺ نے اسی معروف طریقے کے مطابق قیدیوں کو چھڑانے کی تاکید فرمائی ہے، چونکہ اصل تاکید قیدی چھڑانے کے بارے میں ہے، اس لئے قیدی چھڑانا لازم ہوگا خواہ کسی طریقے سے ممکن ہو۔]

عَلَامَةُ قُرْطُبِي رحمه الله لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكَ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكَ النَّصْرُ (الانفال: ۷۲)

اور اگر وہ دین کے معاملہ میں مدد چاہیں تو تمہیں ان کی مدد کرنی لازم ہے

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جنہوں نے دشمن کی زمین سے دائرہ اسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو، اگر مسلمانوں کو مدد کیلئے پکاریں کہ آؤ اور لشکر یا مال کے ذریعے سے ہمیں کافروں سے چھڑاؤ، تو مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر وہ تمہیں ایسی قوم کے خلاف مدد کے لئے بلائیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو تو پھر تم معاہدہ نہ توڑو بلکہ معاہدے کی مدت گزرنے کا انتظار کرو۔

ابن العرabi رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کمزور مسلمان اپنی آزادی اور رہائی کیلئے بلائیں تو مسلمانوں پر ان کی مدد لازم ہے، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان رشتہ ولایت قائم ہے، پس مدد کی پکار سننے کے بعد کسی مسلمان کی آنکھ کیلئے جائز نہیں، کہ وہ آرام کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کی مدد کیلئے نکل پڑنا چاہئے یا اپنا سارا مال خرچ کر دینا چاہئے، یہاں تک کہ کسی مسلمان کے پاس ایک درہم باقی نہ رہے۔

یہی امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا قول ہے، لیکن آج جس طرح سے مسلمانوں نے اپنے قیدی بھائیوں کو کافروں کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھا ہے، حالانکہ ان کے ہاتھوں میں بے شمار مال، قوت اور طاقت ہے، اس پر ہم صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ہی پڑھ سکتے ہیں۔ (تفسیر القرطبی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رَزَوُلُ اللّٰہِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمنوں کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو فدیہ دے کر چھڑایا، تو میں [محمد ﷺ] وہی قیدی ہوں۔ (الطبرانی، مجمع الزوائد)

[یعنی کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا گویا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو چھڑانے جیسا ہے۔
 سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس عمل کی
 اور کیا تاکید ہو سکتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے کسی مسلمان کے قید ہونے
 کو اپنے قید ہونے جیسا اور اس کے چھڑانے کو اپنے چھڑانے جیسا قرار دیا ہے۔]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسلمان کو مشرکوں کے ہاتھ
 سے چھڑاؤں، تو یہ مجھے پورے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ قسطنطنیہ میں قید مسلمانوں کے نام خط میں لکھتے ہیں:

اما بعد! معاذ اللہ آپ لوگ خود کو قیدی شمار کرتے ہیں، [ایسا ہرگز نہیں بلکہ] آپ
 تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے ہوئے لوگ ہیں، یہ بات آپ کے علم میں
 رہنی چاہئے کہ میں جب اپنی رعایا کے درمیان کچھ تقسیم کرتا ہوں تو آپ لوگوں
 کے گھر والوں کو دوسروں سے زیادہ اور بہتر چیزیں دیتا ہوں، میں فلاں آدمی
 کے ہاتھ آپ لوگوں کیلئے پانچ دینار بھجوا رہا ہوں، اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ظالم
 رومی آپ لوگوں تک یہ مال نہیں پہنچنے دیں گے تو میں اس سے زیادہ بھجواتا، میں
 نے آپ تمام لوگوں کو منہ مانگا فدیہ دیکر چھڑوانے کیلئے فلاں آدمی کو بھجوا دیا
 ہے، آپ لوگ خوش ہو جائیے اور خوش خبری پائیے۔ والسلام۔ (ابن عساکر)

مسئلہ:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کافر ہمارے ایک دو مسلمانوں کو گرفتار کر لیں، تو کیا ان کے اس فعل کو اسلامی ممالک
 میں کافروں کی فوجوں کے داخلے جیسا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کا یہ فعل اسلامی حدود میں فوجیں داخل کرنے کی طرح شمار
 ہوگا [اور اسلامی سرحدوں میں کافروں کے داخل ہونے سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔]
 کیونکہ ایک مسلمان کی حرمت کسی شہر یا ملک کی حرمت سے زیادہ ہے، چنانچہ شرعی حکم یہ ہوگا کہ

اگر وہ اس قیدی کو ایسے علاقے میں لے گئے ہیں جو مسلمانوں کے ملک کے قریب ہے اور حملہ کر کے قیدی کو ٹھہرانا ممکن ہو، تو فوراً ان پر حملہ کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسے لے کر دُور دراز علاقوں میں چلے گئے ہوں اور بڑے لشکر کے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو پھر تیاری مکمل ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔ (الروضۃ للودئی)

واقعات

قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں کے ایک حکمران نے کافروں سے معاہدہ کر لیا تھا کہ ایک دوسرے کے افراد کو قیدی نہیں بنائیں گے، انہیں دنوں ایک مسلمان کافروں کے ملک میں جانا ہوا تو ایک بند گھر میں سے ایک عورت نے [دیکھ کر کہ یہ مسلمان ہے] اُسے پکارا اور کہا: اپنے حاکم کو بتادینا مجھے کافروں نے گرفتار کر رکھا ہے، یہ شخص جب واپس ہوا اور اس کی مسلمان حکمران سے گفتگو ہوئی تو آخر میں اس نے اس عورت کا تذکرہ کیا، ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ مسلمان حکمران کھڑا ہو گیا اور اس نے فوری طور پر لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور اس پورے علاقے پر قبضہ کر کے مسلمان عورت کو آزاد کرالیا۔

علامہ قزطینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آندلس کے حکمرانوں میں سے منصور بن ابی عامر رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی نہیں گزرا، انہوں نے پچاس سے زائد جنگیں لڑیں اور انہیں جنگوں میں اُن کی وہ مشہور لڑائی بھی ہے جس میں مسلمانوں کو دو پہاڑوں کے درمیان ایسی تنگ جگہ سے گزرنا تھا، جہاں سے ایک وقت میں صرف ایک گھڑسوار گزر سکتا تھا، چنانچہ رومیوں نے بے شمار فوج لا کر اس تنگ درے کو بند کر دیا اور منصور رحمۃ اللہ علیہ کی پیش قدمی کو روک دیا، منصور رحمۃ اللہ علیہ کو جب صورتِ حال کا علم ہوا تو انہوں نے [عجیب جنگی تدبیر کا مظاہر کرتے ہوئے] خیمے اکھاڑنے اور وہاں پر مضبوط عمارتیں بنوانے کا حکم دے دیا اور انہوں نے وہاں پر اپنے محل کا نقشہ بھی بنادیا اور چاروں طرف اپنے گورنروں کو لکھ دیا کہ مجھ سے پہلے حکمرانوں نے اس جگہ کو نظر انداز کر کے غلطی کی ہے اور میں نے استخارہ کے بعد یہاں قیام کا فیصلہ کیا ہے، چنانچہ میں یہاں ایک شہر آباد کر رہا ہوں، تم لوگ کاریگروں اور مزدوروں کو جلد بکھوادو۔ رومیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو

صلح کیلئے جھک گئے اور منت سماجت کرنے لگے۔ مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں تو اس وقت صلح کروں گا جب تم اپنے بادشاہ کی بیٹی میرے نکاح میں دو گے۔ رومیوں نے جواب دیا کہ ایسی ذلت کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے لڑائی کا عزم ظاہر کیا، دوسری طرف مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیس ہزار شہسوار تھے، دونوں لشکروں کا خوفناک مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو شکست ہوئی، مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے، میرمنشی اور چند مجاہدین کے ساتھ اکیلے رہ گئے، انہوں نے حکم دیا کہ میرا خیمہ کسی بلند جگہ پر نصب کر دو، چنانچہ ایسا کیا گیا، مسلمانوں نے جب امیر کے خیمے کو دیکھا تو سب دوبارہ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی، ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور کافی سارے گرفتار ہوئے۔ رومیوں نے پھر صلح کی درخواست کی، تو مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پرانی شرط دہرائی اور ساتھ بے شمار مال و دولت دینے کیلئے بھی کہا۔ رومی راضی ہو گئے اور روم کے معزز لوگوں نے وہ مال اور لڑکی سلطان مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائی، لڑکی کو الوداع کرنے والے معزز رومیوں نے اُسے کہا: اب تم اپنی قوم کی فلاح کیلئے کچھ کرنا تو اس لڑکی نے جواب دیا:

”عزّت عورتوں کے جسم سے نہیں، بلکہ مردوں کے نیزوں سے حاصل کی جاتی ہے۔“

جب مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ فتح مند ہو کر واپس اپنے شہر پہنچے تو ایک عورت نے کہا: آپ اور دوسرے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں، جبکہ میں رو رہی ہوں، کیونکہ میرا بیٹا تو رومیوں کے پاس قید ہے۔ مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور وہ جب دوبارہ شہر میں آئے تو ان کے ساتھ اس عورت کا بیٹا بھی تھا۔ (تاریخ قرطبی)

اللہ تعالیٰ ان بلند ہمت حضرات پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور انہوں نے دین اسلام کی عزّت و عظمت کی جو لاج رکھی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

انہیں سلطان مَنْصُور رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ جہاد سے واپس آتے تھے تو اپنے کپڑوں، اپنی زرہ اور دوسرے سامان کا غبار جھاڑ کر اپنے پاس جمع فرما لیتے تھے، چنانچہ اُن کے پاس بہت سا غبار جمع ہو گیا تھا، جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی

کہ مجھے اسی غبار میں دفن کیا جائے۔ سبحان اللہ! کیا عمدہ خوشبو اور کیا پاکیزہ مٹی ان کو آخری وقت میں نصیب ہوئی۔

عارف باللہ امام عبد الغفار بنی نوح القوسیؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے [عباسی] خلیفہ مُعْتَصِم باللہ کو خبر پہنچی کہ ایک رومی فوجی افسر نے ”عمّوریہ“ سے قید ہونے والی ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارا، تو اس عورت نے پکار کر کہا: ”وَالْمُعْتَصِمَاةُ“۔ یہ سن کر فوجی افسر نے اُسے [طنزاً] کہا: مُعْتَصِم باللہ تو تمہارے پاس اَبْلَق گھوڑے پر بیٹھ کر ہی آ سکے گا۔ یہ خبر جب مُعْتَصِم باللہ کو پہنچی، تو اس نے اَبْلَق گھوڑوں کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیئے اور ان گھوڑوں کو خریدنے کیلئے اپنے خزانے کے منہ کھول دیئے، یہاں تک کہ اس نے اس رنگ کے اٹھارہ ہزار گھوڑے جمع کر لئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسی ہزار اَبْلَق گھوڑے جمع کئے اور پھر اس نے پورے عزم، سچی نیت اور اسلامی غیرت کے جذبے سے سرشار ہو کر بھرپور حملہ کیا اور اس پورے علاقے کو فتح کر لیا، حالانکہ اس سے پہلے یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہو رہا تھا۔ مُعْتَصِم باللہ نے اسلامی غیرت میں آ کر وہاں کافروں کو خوب قتل کیا اور زیادہ سے زیادہ قیدی بنائے اور شہروں کو آگ لگا دی اور اس عورت کو اور اُسے تھپڑ مارنے والے رومی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ دونوں جب آئے تو مُعْتَصِم اَبْلَق گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: ”لو! میں اَبْلَق گھوڑے پر بیٹھ کر آ چکا ہوں“۔ [اَبْلَق اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جس میں سیاہ و سفید دونوں رنگ ہوں۔] (الوحید فی سلوک اہل التوحید)

مُصَنِّفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اسلام کی عزت و عظمت کی حفاظت کرنی چاہیے اور مسلمان حکمران کو یہی کردار اپنانا چاہئے۔ اے اللہ! ان حکمرانوں کو ان کی اس عالی ہمتی پر اجر عطا فرما۔ مشہور شاعر ابوتماّم طائیؒ نے ”عمّوریہ“ کی اس لڑائی کے بارے میں ایک قصیدہ لکھا ہے، اس میں یہ خوبصورت شعر بھی ہے:

لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فِيهِ يَوْمَ ذَاكَ عَلَى
بَنِي بَاهِلٍ وَلَمْ تَغْرُبْ عَلَى عَذَبِ

ترجمہ: اس دن کا سورج ایسے مسلمان پر مَطْلُوع نہیں ہوا جس کی بیوی (لشکر میں ہو اور گرفتار ہو کر) اس سے جُدا ہونے والی ہو اور اس دن کا سورج کسی کُنوارے پر غروب نہیں ہوا [یعنی ہر کُنوارے کو کوئی باندی مل گئی]۔

اس قصے سے بھی زیادہ عجیب واقعہ عَلَّامَہ قُرْطُبِیؒ اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں۔ حضرت مُعَاوِیَہؓ کے زمانے میں ایک مسلمان کو گرفتار کر کے [رُومیوں کے پایہ تخت] قُسْطَنْطِیْنِہ پہنچا دیا گیا۔ اس مسلمان نے رُومی بادشاہ کے سامنے جرأت کے ساتھ بات کی تو سپہ سالار نے اُسے تھپڑ مار دیا، اس قریشی قیدی کی زبان سے نکلا: ”اے مُعَاوِیَہ! ہمارا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا، آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم اس طرح سے ضائع کئے جا رہے ہیں۔“ یہ بات جب حضرت مُعَاوِیَہؓ تک پہنچی تو آپ نے فدیہ بھجوا کر اس قیدی کو آزاد کر دیا اور اس سے اس رُومی سپہ سالار کا نام پوچھ لیا جس نے اُسے تھپڑ مارا تھا۔ پھر حضرت مُعَاوِیَہؓ نے بہت زیادہ غور و فکر کے بعد اپنے ایک نہایت معتمد، صاحب فراست اور تجربہ کار عسکری قائد کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا اور اُسے کہا: تم کسی تدبیر سے اس سپہ سالار کو پکڑ کر لے آؤ۔ اس قائد نے کہا: اس کام کیلئے پہلے میں ایک ایسی گشتی بنانا چاہتا ہوں جس کے چُپو خفیہ ہوں اور وہ بے حد تیز رفتار ہو۔ حضرت مُعَاوِیَہؓ نے فرمایا: جو تمہیں سمجھ میں آئے وہ کرو اور آپ نے اُسے ہر طرح کے اسباب فراہم کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔ جب گشتی تیار ہو گئی تو آپ نے اُسے بے شمار مال و دولت اور تحائف دے کر فرمایا کہ تم ایک تاجر بن کر قُسْطَنْطِیْنِہ جاؤ اور کچھ تجارت کرنے کے بعد بادشاہ کے وزیروں سپہ سالاروں اور حُصُوصی درباریوں کو تحفے تحائف دینا، مگر اس سپہ سالار کو کچھ نہ دینا، جب وہ تم سے شکوہ کرے تو کہنا کہ میں تو آپ کو نہیں پہچانتا تھا، اب میں نے آپ کو پہچانا ہے تو اگلی بار آپ کے شایانِ شان تحفے لے آؤں گا، فی الحال تو آپ کے مناسب میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ اس قائد نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ قائد واپس آ گیا اور اس نے پوری کارگزاری حضرت مُعَاوِیَہؓ

کو سنائی، انہوں نے پہلے سے کئی گنا زیادہ مال و دولت اور تحفے تحائف دے کر اُسے کہا: رُوم واپس جاؤ، دوسروں کیساتھ اس سپہ سالار کو بھی تحفے دینا اور واپسی کے وقت اُسے کہنا کہ میں تم سے خصوصی مگر خفیہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں، تمہیں جو چیز ضرورت ہو وہ مجھے بتادو میں تمہارے لئے لے آؤں گا، تاکہ پہلے والی کمی کی تلافی ہو سکے۔ اس سپہ سالار نے ایک رنگ برنگی منقش ریشمی چادر کی فرمائش کی اور اس کی لمبائی چوڑائی بھی بتائی۔ وہ قائد جب واپس آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ چادر تیار کروانے کا حکم دیا اور ایسی چادر تیار کروائی جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ چادر اُسے دے کر فرمایا کہ جب تم قسطنطنیہ کے ساحل کے قریب پہنچنا تو اس چادر کو کشتی کے اوپر بچھا دینا اور اُسے کسی طرح اپنی کشتی پر بلوالینا، جب وہ آجائے تو اُسے یہ چادر اور دوسرے تحفے دے کر باتوں میں لگا دینا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دینا کہ وہ خفیہ چٹو چلا کر کشتی کھلے سمندر میں لے آئیں، وہاں آ کر کشتی کے بادبان کھول لینا اور سپہ سالار کو باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ عسکری قائد چادر لے کر روانہ ہو گیا، رومی سپہ سالار کو جب کشتی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اُسے دیکھنے کیلئے نکل آیا، جب اس نے وہ ریشمی چادر دیکھی تو اس کی عقل اڑ گئی اور وہ خود اس کشتی پر جا پہنچا، خفیہ چٹو چل رہے تھے اور رومی کو کچھ پتہ نہیں تھا جب کشتی کے بادبان کھلے تو اس نے حیرانی سے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ مسلمانوں نے اُسے اُس کے ساتھیوں سمیت باندھ دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس قریشی مسلمان کو بلوایا اور فرمایا: کیا اس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: اٹھو اور ویسا تھپڑ تم بھی مارو، مگر اس سے زیادہ نہیں۔ قریشی نے اُٹھ کر تھپڑ مار دیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے عسکری قائد سے فرمایا: اب اس رومی کو وہ چادر دے کر واپس چھوڑ آؤ اور اس رومی سے کہا: اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ مسلمانوں کا خلیفہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمہارے تخت پر بیٹھنے والے تمہارے سپہ سالاروں اور سرداروں سے اپنے کسی مسلمان کا بدلہ لے سکے۔ جب کشتی والے اُسے لیکر قسطنطنیہ پہنچے تو دیکھا کہ رومیوں نے ساحل پر حفاظتی زنجیریں لگا دیں ہیں، چنانچہ انہوں نے اس رومی سپہ سالار کو وہیں پھینکا اور اُسے چادر بھی دے

دی۔ جب یہ واقعہ رومی بادشاہ تک پہنچا تو اس کے دل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و ہیبت اور زیادہ بڑھ گئی۔ (تاریخ قرطبی)

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سلیمان بن عبد الملک رحمہ اللہ نے صرف ایک مسلمان عورت کی رہائی کیلئے ایک لاکھ بیس ہزار کابری لشکر اور ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل بحری لشکر روانہ فرمایا۔ (ابن کثیر) اسی طرح ایک بار مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ کچھ مسلمان قیدی ”انطاکیہ“ میں لائے گئے ہیں۔ غلام زرافہ رحمہ اللہ نے فوراً اسلامی لشکر لے کر ”طرشوش“ کی طرف سے حملہ کر دیا اور محاصرے کے بعد شہر فتح کر کے چار ہزار قیدیوں کو آزاد کرالیا۔

حضرت عماد الدین زرنگی رحمہ اللہ نے ”زہاغ“ نامی شہر پر حملہ کیا اور منجیقوں کے ذریعے ان پر پتھر اور آگ برسائی اور اس کی حفاظتی دیوار کو منہدم کر دیا اور اندر داخل ہو کر جنگ فرمائی اور اپنے پانچ سو قیدی رہا کر لئے اور دشمن کو خوب نقصان پہنچایا اور ان کے افراد کو قیدی بنالیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ۵۸۳ھ میں ”حطین“ پر حملہ کر کے اپنے بیس ہزار قیدی آزاد کروائے اور کافروں کے ایک لاکھ افراد کو قیدی بنالیا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہشام بن عبد الملک رحمہ اللہ ایک باعزم اور بیدار مغز حاکم تھے اور انہوں نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے اور اپنے والیوں کو متحرک کر کے ہر طرف اسلامی لشکر پھیلا دیئے، ان میں سے ایک لشکر نے ”بلاد حریر“ پر حملہ کر کے دس ہزار مسلمان قیدی آزاد کرائے، انہیں قید کرنے والے دس ہزار گھڑ سواروں کو ان کے بادشاہ ابن خاقان سمیت قتل کر دیا اور ان کے دوسرے لشکر نے ”الشیریر“ پر حملہ کر دیا اور پندرہ سو جوان غلام لے کر صلح کی، ان کے مغربی لشکر نے روم پر حملہ کیا اور اتنی غنیمت حاصل کی کہ اس میں سے بیس ہزار غلام اور بے شمار کپڑے اور تحفے ہشام بن عبد الملک رحمہ اللہ کیلئے روانہ کئے، ان کے سندھ والے لشکر نے کئی علاقے فتح کئے اور مال غنیمت کا جو پانچواں حصہ ہشام بن عبد الملک رحمہ اللہ کے لئے روانہ کیا، وہ ساڑھے تین لاکھ غلاموں اور دو لاکھ دراہم پر مشتمل تھا۔ (تاریخ قرطبی)

حضرت موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے مروان کو

ایک لشکر دے کر بھیجا تو اس نے ایک لاکھ قیدی لائے اور اپنے بھتیجے کو لشکر دے کر بھیجا تو اس نے بھی ایک لاکھ بربری قیدی لائے۔ (سیر اعلام النبلاء)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب میں قیدی کے باندھنے کے بارے میں باب ذکر کیا ہے ”بَابُ فِي الْأَسِيرِ يُوَقَّتُ“ اور پھر یہ حدیث لائی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) ان لوگوں پر خوش ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف گھسیٹا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

[یعنی جب مسلمان کافروں کو قید کرتے ہیں اور انہیں باندھ کر لے آتے ہیں تو پھر ان کا حُسن سلوک دیکھ کر کئی قیدی مسلمان ہو جاتے ہیں تو گویا کہ یہ لوگ زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف گھسیٹ کر لائے گئے]

دعوت

[اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں مغلوب ہونے کیلئے نہیں بھیجا، بلکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے بھیجا ہے، اسلام ایک عزت و عظمت والا دین ہے اور جو اس دین کو قبول کر لیتا ہے اور مسلمان بن جاتا ہے تو اس کی عزت و عظمت بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان کی عزت و حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے اور چونکہ مسلمان کی عزت و حرمت کے ذریعے ہی اسلام کی عزت و حرمت کا پتہ چلتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مسلمان کی خاطر اپنی اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے، جب تک آپ نے ایک ایک مسلمان پر ہونے والے ہر ظلم کا بدلہ کافروں سے نہیں لے لیا، غزوہ مہدینہ کے موقع پر صرف ایک مسلمان یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے آپ نے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر بیعت لی اور خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا عزم فرمایا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ایک مسلمان کی

قدر و قیمت کیا ہے؟ اور آپ ﷺ کو علم تھا کہ اگر ایک مسلمان کے خون کو نظر انداز کر دیا گیا، یا ایک مسلمان کی حفاظت کو اہمیت نہ دی گئی تو پھر کوئی مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے گا اور کافر انہیں ترنوالہ سمجھ کر نگل جائیں گے اور آپ ﷺ کافروں کے ہاتھوں میں پھنس جانے والے مسلمانوں کا درد سمجھتے تھے، اس لئے آپ ﷺ مسلسل ان مسلمانوں کیلئے دعاء فرماتے تھے جو کافروں کے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ ان کی آزادی اور رہائی کی فکر فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کیلئے کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو جانا بہت بڑی آزمائش ہے، کافروں تو اسلام کے بدترین دشمن ہیں، مگر چونکہ انہیں ہر جگہ اپنی دشمنی اُتارنے کا موقع نہیں ملتا، اس لئے وہ اپنی ساری بھڑاس مظلوم و مجبور مسلمان قیدیوں پر اُتارتے ہیں اور انہیں طرح طرح کی خوفناک آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ کافروں کے ہاتھوں قید ہونا کتنی بڑی آزمائش ہے؟ اس کا اندازہ نہ کوئی انسان گھر بیٹھ کر لگا سکتا ہے اور نہ اپنے مسلمان ملکوں کی قید پر اُسے قیاس کر سکتا ہے ہاں اگر کوئی آزادی کی حالت میں رہ کر کافروں کی قید کا اندازہ لگانا چاہتا ہے تو یہ اندازہ صرف حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف سے لگا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے قیدی کو چھڑانے کو خود حضور اکرم ﷺ کے چھڑانے کی طرح قرار دیا ہے، حضور اکرم ﷺ سے عشق رکھنے والا کوئی مسلمان کیا اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ کافروں کی قید میں ہوں؟ ایک مسلمان کو تو اس بات کا تصور کرنے سے ہی پسینہ آ جاتا ہے اور اس کا جسم کا پھٹنے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگتا ہے، بس آپ ﷺ اس حدیث شریف کے ذریعے سے مسلمانوں کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ جب بھی کوئی مسلمان کافروں کی قید میں ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ خود کو قید میں محسوس فرماتے ہیں اور جب کوئی شخص اس قیدی کو رہا کرواتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اتنے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ خود آپ ﷺ کو رہائی ملی ہو۔

ﷺ

ﷺ

ﷺ

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے آزاد مسلمان کوئی اثر لیں یا نہ لیں، قیدی مسلمان اس حدیث شریف کو مجھوم مجھوم کر پڑھتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے قرب اور محبت کے لمس کو اپنے دل پر مرہم کی طرح محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم لاکھوں بار قربان ہو جائیں رحمت اور شفقت کے عظیم پیکر حضرت محمد ﷺ پر، جنہوں نے ہم قیدیوں کی تسلی کیلئے ایسی بات فرمادی جسے سوچ کر قید کی تلخی بھی میٹھی معلوم ہونے لگتی ہے۔

۳۔ مرض عشق کا کیا مبارک مرض ہے

عیادت کو کیا کیا حسیں آرہے ہیں

اس باب میں ہم نے جو واقعات پڑھے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کو دل کے کانوں سے سنا تھا اور سمجھا تھا، چنانچہ وہ ایک مسلمان عورت کی خاطر لاکھوں کے لشکر لے کر شہروں کے شہر تباہ کر دیتے تھے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اُسے آزاد نہ کرالیتے تھے، چنانچہ اس دور میں مسلمان محفوظ تھے، کافر باوجود خواہش کے انہیں گرفتار کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا تھا اور کسی مسلمان قیدی پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے کافروں کو خود خوف کی وجہ سے پسینہ آ جاتا تھا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم صرف اس پر ہاتھ نہیں اٹھا رہے ہیں، بلکہ ہم پوری اُمتِ مسلمہ کو چھیڑ رہے ہیں اور ہماری مار سے جو درد اس کے جسم میں اُترے گا وہ پوری اُمتِ مسلمہ کے دل میں اُتر جائے گا اور وہ بے تاب ہو کر نکل کھڑی ہوگی اور پھر کافروں کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ مگر آج مسلمانوں نے اس حدیث کو بھلا دیا ہے، انہوں نے آپ ﷺ کی خوشی اور آپ کے غم کی پرواہ کرنا چھوڑ دی ہے اور اب وہ ایک جسم کی طرح نہیں رہے، بلکہ جسم کے فالج زدہ حصوں کی طرح ایک دوسرے سے کٹ چکے ہیں

اور بے حس ہو چکے ہیں۔ آج ہزاروں مسلمان کافروں کی قید میں جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں، ان کی داڑھیاں نوچی جاتی ہیں، ان کے ناخن کھینچے جاتے ہیں اور لوہے کی گرم سلاخوں سے انہیں داغا جاتا ہے اور ان پر ہر وہ ظلم ڈھایا جاتا ہے جو کوئی جانور بھی دوسرے جانور پر نہیں ڈھاسکتا۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کی قدر جانوروں سے بھی گرا دی گئی ہے۔ آج مسلمان قوموں، قبیلوں اور ملکوں میں تقسیم ہو کر اپنی اسلامی شناخت کو کھو چکے ہیں، ہر جگہ منافق ان پر حکومت کر رہے ہیں، آج ان کا خون پانی سے ستا بنا دیا گیا ہے، جبکہ کافروں نے اپنے لوگوں کی قدر بڑھادی ہے، وہ اپنے ایک ایک قیدی کیلئے ملکوں کی فوجوں کو حرکت میں لے آتے ہیں، وہ اپنے ایک ایک فرد کے تحفظ کیلئے جنگیں لڑنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں، جبکہ حضور اکرم ﷺ کے اُمتی جہاد چھوڑ کر ذلیل ہو رہے ہیں، رُسوا ہو رہے ہیں۔

الحمد للہ کافی عرصہ بعد اب پہلی بار افغانستان میں اسلام کو اقتدار ملا ہے اور ظلم کی خوفناک اور تاریک رات میں یہ پہلا دیا جلا ہے، اُمید کا یہ چراغ ان قیدیوں کو بھی پہلی دفعہ نظر آیا ہے جن کو کافر لاوارث ہونے کے طعنے دیتے تھے اور وہ برملا کہتے تھے کہ ہمارا وارث ”اللہ“ ہے، صرف ”اللہ“، صرف ”اللہ“، تو کافر پوچھتے تھے کہاں ہے اسلامی اُتوت؟ کہاں ہیں تمہیں چھڑانے والے؟

آج اسلام کا جو چراغ افغانستان میں روشن ہوا ہے، اُسے پوری دُنیا کا کفر مل کر بجھانے کی کوشش کر رہا ہے، کاش! مسلمان متحد ہو کر اس کی حفاظت کریں، تاکہ یہ نور پھیلے اور یہ دیا سورج بنے اور اُمتِ مُسلمہ ان عظمتوں کو پاسکے جو مدت سے مسلمانوں کیلئے ترس رہی ہیں۔

یا اللہ! ہم سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطاء فرما، آمین۔ [





حضور اکرم ﷺ کے عز واثا اور سرایا کا مختصر تذکرہ
اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر حوال

عز واثا نبوی ﷺ

مذکرہ سرایا

صحابہ رضی اللہ عنہم ہابیرین اور اسلاف رحمۃ اللہ علیہم
کے جہادی واقعات



جہاد نہ ہوتا تو حق ہر زمانے میں مغلوب ہوتا

اگر قتال و جہاد نہ ہوتا تو حق ہر زمانے میں مغلوب ہوتا۔ عیسائیوں اور صابئوں میں جن لوگوں نے جہاد کو بے فائدہ سمجھا وہ اپنے مذہب کے خلاف بات کرتے ہیں کیونکہ جہاد کے ذریعے اگر دین کا دفاع نہ ہو تو پھر دین ہی باقی نہ رہے۔ (فتح الجواد: ۱۹۱/۳)

کفار کے دباؤ کا علاج

مسلمانوں نے ”حَدَّ یَیِّیَہ“ میں صلح کی اور اس کی وجہ سے وہ کچھ غمگین تھے تو آپ ﷺ نے اس کا علاج فوری طور پر ”غزوہ خیبر“ لڑنے سے فرمایا پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر کفار کی طرف سے جب دباؤ بڑھ جائے تو اس کا علاج قتال فی سبیل اللہ ہے کہ اس کی برکت سے کفار کا رعب اور دباؤ ختم ہو جاتا ہے۔ (فتح الجواد: ۱۵۷/۳)

صرف شرعی جہاد مطلوب ہے

مسلمان جہاد کے لئے مکمل طور پر تیار رہے، وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لئے دین پر لٹانے کا عزم رکھے، پھر جس جگہ لڑنے کی شرعی طور پر اجازت ہو وہاں جم کر لڑے اور جس جگہ لڑنے کی شرعی اجازت نہ ہو وہاں بالکل نہ لڑے، خواہ دشمن اس کو جتنا بھی بھڑکائیں اور ابھاریں۔ (فتح الجواد: ۱۵۲/۳)



حضور اکرم ﷺ کے عز و شرف اور رسالہ کا مختصر تذکرہ اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر احوال

امام ابو عبد اللہ النخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت کا حکم مختلف مراحل سے گزر کر نازل ہوا۔

- ۱ سب سے پہلے آپ ﷺ پر خود آپ کی ذات کے بارے میں احکام نازل ہوتے رہے۔
- ۲ پھر آپ پر کافروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا:

قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ (مدثر: ۲) ”[اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ۔]“

- ۳ آپ کو اس بارے میں کچھ خوف لاحق ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں:
- يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ (المائدہ: ۶۷)
- اے رسول! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُتر رہا ہے اُسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق اداء نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

- ۴ جب کافروں نے دعوت سن کر مذاق اڑایا، آپ ﷺ کو جھٹلایا تو صبر کا حکم نازل ہوا:
- فَاصْذَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۚ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۚ (الحجر: ۹۴، ۹۵)

سو تو کھول کر سنا دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کر۔ بے شک ہم تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کیلئے کافی ہیں۔

- ۵ پھر آپ ﷺ کو ان سے اعراض کا حکم دیا گیا:

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُزْهُمْ هَجْرًا جَمِيعًا ۝ (زل: ۱۰)

اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں عمدگی سے چھوڑ دو۔

اور آپ ﷺ سے فرمایا گیا:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (انعام: ۶۸)

اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو ان سے الگ ہو جا۔

۶ پھر آپ ﷺ کے سوا دوسرے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی گئی اور یہ ارشاد

نازل ہوا:

وَمَنْ يَهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا كَثِيرًا

وَسَعَةً ۝ (النساء: ۱۰۰)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وطن چھوڑے، اس کے عوض زمین میں بہت جگہ

اور کشادگی پائے گا۔

۷ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَبِّ ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ۔ (بنی اسرائیل: ۸۰)

اور کہہ اے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچا دے۔

۸ پھر مسلمانوں کو ان لوگوں سے قتال کی اجازت دی گئی جو خود مسلمانوں سے قتال کریں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ (البقرہ: ۱۹۰)

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ

زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۹ پھر خود جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی:

أُوْذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوْا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝ (الحج: ۳۹)

جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے، اس لیے کہ ان

پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

❶ پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض کر دیا اور مکہ میں پیچھے رہ جانے والوں پر ہجرت فرض کر دی اور یہ آیات نازل ہوئیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا
وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ (البقرہ: ۲۱۶)
تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار
سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے
لیے مضر ہو اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۗ (التوبہ: ۱۲۳)
اپنے نزدیک کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ: ۲۳۳)
اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو اور سمجھ لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اور اسی طرح کی دوسری آیات نازل ہوئیں:

❷ پھر جہاد کو ایک ایسی لازمی چیز قرار دے دیا گیا جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ
لَهُمُ الْجَنَّةَ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ
وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ
بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَ
ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر
خرید لیے ہیں کہ ان کیلئے جنت ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر قتل کرتے

ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں یہ تو زلات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اُسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے پس جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جب جہاد کو فرض کر دیا گیا تو اُسے ماننا اور کرنا ایمان کا جزو بن گیا اور اس کی فرضیت اس شرط پر ہوئی کہ جو اس میں نکل کر قتل کرے گا یا قتل ہوگا تو اُسے جنت ملے گی اور اس چیز کو ایک خرید و فروخت کی شکل میں پیش کیا گیا کہ مسلمان مجاہدین بیچنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ خریدار ہے اور خریدنے والا جب قیمت پیش کر دے تو بیچنے والے پر بیچی گئی چیز دینا لازم ہو جاتا ہے، پس اس سے جہاد کی فرضیت اور اس کا لازم ہونا سمجھ میں آ گیا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

مُصَنَّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی سودے کے قیمتی ہونے کا اندازہ تین چیزوں سے لگایا جاتا ہے:-

- ① خریدنے والے کی عظمت سے، کیونکہ بڑے لوگ کبھی حقیر چیزیں خریدنے کیلئے نہیں نکلتے۔
 - ② خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان خرید و فروخت کروانے والے کی عظمت سے، کیونکہ بڑے لوگ کبھی کسی ادنیٰ سودے کے درمیان نہیں آتے۔
 - ③ قیمت کی عظمت سے، کیونکہ کسی گھٹیا چیز کیلئے بڑی قیمت نہیں لگائی جاتی۔ بس اسی سے آپ مجاہدین اور شہداء کی جانوں کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ ان کے خریدار خود اللہ تعالیٰ ہیں اور درمیان میں سودا کروانے والے سید اکابر کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سودے کی قیمت اللہ تعالیٰ کے قُرب والی جنت ہے۔
- بعض عارفین نے فرمایا کہ جانیں تین قسم کی ہیں:-

ایک وہ ہے جن کی آزادی کی وجہ سے ان کا سودا نہیں ہوا، یہ انبیاء علیہم السلام کی جانیں ہیں۔ دوسری وہ جانیں، جن کا سودا ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا، یہ کافروں کی

جائیں ہیں۔

تیسری وہ جائیں، جن کے اعزاز کی وجہ سے ان کا سودا ہو گیا، یہ ایمان والوں کی جائیں ہیں۔

مُصَنَّف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں اور غلام کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی جو وہ اپنے آقا کو بیچ سکے، [کیونکہ غلام اور اس کی تمام چیزیں اس کے آقا کی ہوتی ہیں۔] غلام اُسی وقت اپنے آپ کو آقا کے پاس بیچ سکتا ہے، جب آقا اُسے آزاد کر دے، پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کی جان خرید لیتا ہے پہلے انہیں جہنم سے آزاد کرتا ہے اور اس بات کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مجاہدین کیلئے آگ کے حرام ہونے اور ان کے لیے آگ سے آزاد ہونے کا ذکر ہے۔

تفہیم لطیف

جب اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ میں نے ایمان والوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے تو ایمان والوں نے عرض کیا: یا اللہ! اس کی کیا قیمت ملے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ..... تمہیں جنت ملے گی۔ پھر انہوں نے پوچھا: ہم سودا کس طرح آپ کے سپرد کریں؟ تو جواب ملا: يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ..... میدانِ جہاد میں چلے آؤ، لڑو اور جائیں قربان کرو، سودا ہم تک پہنچ جائے گا۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یا اللہ! آپ نے خود فرمایا کہ خرید و فروخت کے وقت دو گواہ بنالیا کرو اور ضمانت لکھو الیا کرو، تو اس خرید و فروخت کے گواہ کون ہیں؟ جواب ملا: وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ..... کہ تم دو گواہوں کی بات کرتے ہو، ہم نے اس خرید و فروخت پر تین کتابوں اور ان پر عمل کرنے والی تین اُمتوں کو گواہ بنادیا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یا اللہ! آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں، آپ سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا، اگر آپ نے ہمارا اجر منادیا تو ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے۔ جواب ملا: وَمَنْ آوَىٰ بَعْدِي مِنْ اللَّهِ..... کہ ہم سے بڑھ کر عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر ہر خرید و فروخت کے بعد یا تو ندامت اور غمی پہنچتی ہے یا فرحت اور خوشی، تو یہ خرید و فروخت کس

قسم کی ہے؟ ارشاد ہوا: فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ..... تم لوگ اس معاملے پر خوشیاں مناؤ اور اس کی مزید تاکید کیلئے فرمایا: وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ..... اور بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا، تو آپ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے پوچھا: یہ کس کا کلام ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ (تعالیٰ) کا کلام ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو نفع والا سودا ہے، ہم اس خرید و فروخت کو کبھی ختم نہیں کریں گے، چنانچہ جہاد میں نکل کر شہید ہو گیا۔



فصل

غزواتِ نبوی ﷺ

حضور اکرم ﷺ کے غزوات مبارکہ [جن میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔] ابنِ اسحاق رحمہ اللہ اور موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ستائیس ہیں اور باقی حضرات نے ان کی تعداد پچیس بتائی ہے، جبکہ بعض روایات سے ان دونوں کے علاوہ تعداد بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ سرایا جن میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا [اور خود تشریف نہیں لے گئے۔] ابنِ سعد رحمہ اللہ اور حافظ دمیاطی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق چھپتن ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سرایا کی تعداد سینتالیس ہے، جبکہ بعض نے اڑتالیس اور بعض نے چھتیس کی تعداد بھی بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ہم ابنِ اسحاق رحمہ اللہ کی روایت سے ترتیب وار غزوات اور سرایا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱ غزوۃ البوا

اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں، یہ صفر ۱ھ میں پیش آیا اور اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

۲ غزوۃ بواط

یہ ربیع الاول ۲ھ میں پیش آیا۔

۳ غزوۃ العشیرہ

یہ جمادی الاولیٰ ۲ھ میں پیش آیا۔

۴ غزوۃ بدر الاولیٰ

یہ ابنِ اسحاق رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق غزوۃ العشیرہ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا، آپ ﷺ اس میں کُرز بن جابر الغفیری کے پیچھے نکلے تھے۔

۵ غزوۃ بدر الکبریٰ

یہ عظیم الشان معرکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کے رؤسا کو

ہلاک فرمایا، سترہ رمضان ۲ھ کی صبح پیش آیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ اور مشرکوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور اس لڑائی میں ہر تین مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد طائوت کے اس لشکر کے برابر تھی، جنہوں نے ٹہر کو عبور کر لیا تھا۔ (بخاری)

غزوہ بدر کے بعض اہم واقعات

مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ ایک اونٹ سوار آیا ہے اور اس نے اُبلّح میں کھڑے ہو کر چیخ کر یہ اعلان کیا: اے آلِ قدر! تین دن میں اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف نکلو۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، پھر وہ اپنا اونٹ لے کر مسجد حرام کی طرف گیا اور وہاں پر اس نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پھر وہی اعلان کیا، پھر وہ جبلِ ابی قُبیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے وہی آواز لگائی اور اوپر سے اس نے ایک چٹان پھینکی، جب وہ چٹان نیچے پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا، جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خواب بتایا اور کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی بڑی بلا اور مصیبت آنے والی ہے، مگر تم یہ خواب کسی کو نہ بتانا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب اپنے قریبی دوست ولید بن عتبہ کو بتادیا اور اُسے یہ خواب خفیہ رکھنے کی ہدایت کی، مگر ولید نے اپنے باپ کو بتادیا اور یوں یہ خواب پورے مکہ میں پھیل گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجد حرام گئے، تو ابو جہل نے انہیں طنزاً کہا: اے ابو فضل! تمہارے مرد تو نبوت کا دعویٰ کرتے تھے، اب تمہاری عورتیں بھی اس کا دعویٰ کرنے لگی ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو انہوں نے عاتکہ کا خواب بیان کیا اور کہنے لگا: اگر تین دن میں یہ خواب سچا نہ نکلا تو ہم

لکھ کر لٹکا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ ابو جہل نے اس خواب کو لے کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کو خوب بدنام کیا، تو تیسرے دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابو جہل کا علاج کرنے نکلے، مگر جب آپ رضی اللہ عنہ حرم میں پہنچے تو ابو جہل تیزی سے باہر نکل رہا تھا، کیونکہ اس نے ضَمَضَم بن عمرو غفاری کی آواز سن لی تھی، وہ اپنے اُونٹ پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے کپڑے پھاڑ رکھے تھے اور اُونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی اور گجاوہ اُٹا پھیرا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: اے قریش! اپنے قافلے کی خبر لو، تمہارے اموال ابو سفیان کے قافلے میں ہیں اور اس پر محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ بھاگو! جلدی کرو، مدد کو پہنچو۔ یہ سنتے ہی لوگ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے اسے ابن الحضرمی کا قافلہ سمجھ رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ اب کچھ اور دیکھیں گے۔ اہل مکہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں بچا جو نہ خود نکلا ہو یا اس نے اپنی جگہ کسی کو نہ بھیجا ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ستر اُونٹوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے، ہر اُونٹ پر تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے، راستے میں آپ کو قریش مکہ کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع فرمائی اور انہیں مشورہ کیلئے جمع فرمایا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کیساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا، ان کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے اللہ کے رسول: اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے، آپ اس کو سرانجام دیجئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اللہ کی قسم! ہم بنی اسرائیل کی طرح ہر گز یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن ہم تو یوں کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب قتال کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ قتال کریں گے، اگر آپ ہمیں بَرَکۃ النعماد [نامی مقام] تک لے جائیں تو ہم آپ کیساتھ جانے کیلئے تیار ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کی تعریف فرمائی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو، یہ جملہ آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا تھا۔ چنانچہ اسے سن کر انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یَا رَسُولَ اللَّهِ! شاید آپ ہم انصار سے پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یَا رَسُولَ اللَّهِ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے، اطاعت اور جانثاری کے بارے میں ہم آپ سے پختہ عہد و پیمان کر چکے ہیں۔ آپ جو چاہیں کر گزریں، ہم آپ کیساتھ ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اگر آپ ہم کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے، ہم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہم کل دشمنوں سے مقابلے کو بُرا نہیں سمجھتے، ہم لڑائی میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور مقابلے کا حق ادا کرنے والے لوگ ہیں، اُمید ہے اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، آپ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہمیں لے چلے۔

مُسلم کی روایت میں یہ تقریر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، مگر وہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بدر میں شریک ہونا بالاتفاق ثابت نہیں ہے۔

آپ ﷺ یہ باتیں سن کر خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ابُو جَہْل یا ابُو سُفْیَان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر فتح یا نصرت فرمائے گا، اللہ کی قسم! گویا میں مشرکوں کے قتل ہو کر گرنے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے کوچ کرنے کا حکم فرمایا اور بدر کے قریب آ کر آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا۔

حضرت خُباب بن مُنذِر بن جمُوح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے یہ پڑاؤ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈالا ہے تو پھر ہمارے لئے یہاں سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں یا آپ ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت اس جگہ کو منتخب فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنگی حکمتِ عملی کے تحت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یَا رَسُولَ اللَّهِ! پھر تو ہمیں مشرکوں کے سب

سے قریبی پانی کے پاس پڑاؤ ڈالنا چاہئے، تاکہ ہم پیچھے سے کنویں کو بند کر دیں اور حوض بنا کر پانی جمع کر لیں اور یوں مشرکوں کو پانی نہیں مل سکے گا۔ آپ ﷺ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور اس پر عمل فرمایا، ابنِ سعد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر حضرت خُباب رضی اللہ عنہ کے مشورے کی تائید فرمائی۔ (طبقات ابن سعد)

ابنِ مطلق رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق قریش نے عُمَیر بن وَهَبِ جُحَی کو بھیجا کہ محمد ﷺ کے لشکر کا اندازہ لگا کر آؤ، اس نے لشکر کے گرد گھوڑا گھمایا اور کہنے لگا: تین سو سے کچھ زیادہ یا کچھ کم ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے کہیں پیچھے کوئی کمین گاہ تو نہیں بنائی ہوئی کہ جس میں انہوں کوئی ٹمک چھپا رکھی ہو، چنانچہ دور دور تک گھوڑا دوڑاتا رہا اور واپس آ کر کہنے لگا: میں نے کچھ نہیں دیکھا، لیکن اے قریش والو! میں نے ہر طرف مصیبتیں ہی مصیبتیں دیکھی ہیں، یثرب کے اُونٹ اپنے اوپر سُرخ موت کو اٹھا کر لائے ہیں، تمہارے مقابلے میں ایسے لوگ ہیں جن کی پناہ گاہ صرف اُن کی تلواریں ہیں، واللہ! اگر تم ان میں سے کسی ایک کو قتل کرو گے تو تمہیں بھی قتل ہونا پڑے گا، اگر تم میں سے ان کی تعداد کے برابر لوگ قتل ہو گئے تو زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ اس لئے آپس میں مشورہ کرلو۔ اسی وقت عامر بن حُضرَی کھڑا ہوا اور اس نے اپنے پُرانے مقتولوں کا نام لے کر لوگوں کو پھر بھڑکا دیا۔

مشرکوں میں سب سے پہلے اَسُوذ بن عَبْدُ اللّٰہِ اَسُوذِی نامی شخص نکلا، یہ بہت بُرا اور بد اخلاق آدمی تھا، اس نے کہا: میں نے قسم کھائی ہے کہ یا تو مسلمانوں کے حوض میں سے پانی پیوں گا، یا اس حوض کو گرا دوں گا، یا میں اس کی خاطر مرجاؤں گا، جب وہ آگے بڑھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اُسے روکنے کیلئے نکلے، دونوں میں مقابلہ ہوا، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا پاؤں پنڈلی کے درمیان سے کاٹ دیا، وہ گر گیا اور پھر گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھنے لگا، کیونکہ وہ اپنی ضد اور قسم پوری کرنا چاہتا تھا، مگر جب وہ حوض تک پہنچا تو وہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُسے مار دیا اور وہ حوض میں گر گیا۔

مشرکین کی طرف سے باقاعدہ مبارزے کیلئے تین آدمی نکلے، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن

رَبِیْعَہ، اور ولید بن عتبہ، انہوں نے لکار کر مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی، مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری صحابی نکلے، یہ تھے حضرت عوف، حضرت معوذہ دونوں عفراء کے بیٹے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ مشرکین نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم گروہ انصار میں سے ہیں۔ تو مشرکین میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے افراد ہمارے مقابلے کے لئے نکالو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبیدہ بن حارث، اے حمزہ، اے علی (رضی اللہ عنہ)! کھڑے ہو جاؤ، حکم کے مطابق یہ تینوں حضرات نکل کھڑے ہوئے، چونکہ چہروں پر نقاب تھے اس لئے [مشرکین نے ان سے بھی نام پوچھے۔ جب انہوں نے نام بتائے تو مشرکوں نے کہا: ہاں! تم ہمارے برابر کے محترم لوگ ہو۔ مقابلہ شروع ہوا تو حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے شیبہ اور ولید کو بغیر مہلت دیئے قتل کر دیا، جبکہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ [جو بڑی عمر کے تھے] کا عتبہ کیساتھ مقابلہ ہوتا رہا، دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کیا حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا، اس وقت حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کی مدد کو آ پہنچے اور انہوں نے عتبہ کا کام تمام کیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے لے آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما کر اپنے عریش [یعنی اپنے لئے بنائے گئے مخصوص چھپر] پر تشریف لے گئے اور آپ کیساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آ کر دعاء میں مشغول ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاء کے دوران یہ بھی فرمایا کہ اے میرے پروردگار! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک کر دی گئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائیں سن لی ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلکی سی اُدگھ آئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر خوشخبری لو! اللہ تعالیٰ کی مدد آ چکی ہے، یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اُسے ہانک رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر غبار ہے۔

غزوہ بدر کے دن ایسی ہوا چلی کہ اس جیسی سخت ہوا انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، پھر وہ ہوا چلی گئی اور دوسری بار ہوا آئی، پھر وہ بھی چلی گئی اور تیسری بار ہوا آئی۔ پہلی بار جو ہوا آئی تھی، وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ، دوسری بار کی ہوا، ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے جو حضور اکرم ﷺ کے دائیں طرف اترے، تیسری بار کی ہوا، ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جو حضور اکرم ﷺ کے بائیں طرف اترے، اس دن کئی کافروں کے سر اڑ گئے، مگر معلوم نہ ہوا کہ انہیں کس نے مارا ہے اور بعض لوگوں کے ہاتھ کٹ گئے، مگر کاٹنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن مقتول مشرکوں میں سے فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو ہم گردن اور جوڑوں پر آگ سے جلے ہوئے کالے نشانوں سے پہچانتے تھے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک فرشتہ ہی سب مشرکوں کے لئے کافی تھا تو پھر اتنے سارے فرشتے کیوں بھیجے گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کیلئے اور اپنے نبی پاک کے اعزاز و اکرام کے اظہار کیلئے اتنی تعداد میں فرشتے بھیجے۔

بعض علماء کا یہ بھی فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے فرشتے اس لئے بھیجے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو قیامت کے دن تک کے لئے جہاد کرنے والا بنادیا ہے، چنانچہ مسلمانوں کا جو لشکر ایمان اور ثابت قدمی کیساتھ لڑتا ہے، یہ فرشتے اترتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جن پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی، وہ قیامت کے دن تک مجاہدین کے مددگار ہیں۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں بدر والوں کا کیا مقام ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں مسلمانوں میں سب سے افضل شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا حال ہے، (یعنی انہیں بھی فرشتوں میں افضل

سمجھا جاتا ہے)۔ (بخاری)

رَسُولُ اللہ ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لیکر شَآہَتِ النُّجُوۃ فرما کر قریش کی طرف پھینکی اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا، تھوڑی دیر میں مشرکین کو شکست ہو گئی اور ان کے کئی بڑے سردار مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے۔

حضرت عُبَیْدُ اللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑا، اُوپر سے ایک کوڑے اور ایک گھڑسوار کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا: اے خَیْزُوم! آگے بڑھ، اس کے بعد مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک زمین پر چپٹ پڑا ہوا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے۔ اس اَنصاری صحابیؓ نے یہ سارا واقعہ بُنی کریم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ چوتھے آسمان کی مدد تھی، اس دن ستر مشرک مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ (مسلم)

قَاسِمُ بن ثَابِت رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ جس دن قریش مکہ کا مسلمانوں سے مُقابلہ ہوا، اس دن جَنَات میں سے ایک پکارنے والے جن نے بلند آواز میں اشعار پڑھے، مگر وہ خود نظر نہیں آ رہا تھا، [اشعار کا مفہوم یہ ہے:]

خَنِیْئُ لوگ جنگ کے لئے ہذر کی طرف بڑھ چکے ہیں
اور ان کی یلغار کے ذریعے کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں ٹوٹ جائیں گی،
اس جنگ نے قریش کے مردوں کو ہلاک کر دیا
اور ان کی عورتوں کو حسرت کے ساتھ سینہ پیٹتے ہوئے گھروں سے نکال دیا،
ہلاکت ہے اس کے لئے جو محمد ﷺ کا دُشمن ہوا
اور ہدایت کے راستے سے بھٹک کر گمراہیوں میں پڑ گیا۔

کسی نے یہ آواز سن کر پوچھا کہ خَنِیْئُ کون ہیں؟ تو دوسروں نے کہا کہ محمد ﷺ اور اُنکے ساتھی، کیونکہ اُن کا گمان ہے کہ وہ حضرت اِبْرَہِیْم حَنِیْف عَلَیْہِ السَّلَام کے دین پر ہیں، ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں ہذر میں مشرکین کی شکست کی خبر پہنچ گئی۔

۶ غزوہ بنی سلیم

ابنِ اُحلق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بئر سے واپس تشریف لے آئے، تو ابھی آپ ﷺ نے سات راتیں بھی قیام نہیں فرمایا تھا کہ آپ ﷺ خود بنی سلیم سے مقابلے کیلئے نکلے اور آپ ﷺ ایک ”کدڑ“ نامی چشمے تک پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے تین دن قیام فرمایا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ (السيرة النبوية لابن هشام)

۷ غزوہ بنی قنیقاع

۲ھ شوال کی پندرہ یا سولہ تاریخ، جبکہ آپ ﷺ کی ہجرت کا بیسواں مہینہ شروع ہو چکا تھا، یہ غزوہ پیش آیا، مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں میں سے یہ سب سے پہلا قبیلہ تھا جس نے عہد شکنی کی اور حضور اکرم ﷺ کو سختی سے جواب دیا اور جنگ کیلئے قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعے کا سخت محاصرہ کر لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور وہ یہ معاہدہ کر کے قلعے سے اتر آئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہونگے اور ان کی عورتیں اور بچے خود ان کے رہیں گے۔ قلعے سے اترنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کی مشکلیں باندھ دیں اور اس کام پر حضرت منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی منت سماجت کرنے پر انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے مال و اسباب سمیت جلا وطن ہونے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ وہ ”اڈرعات“ کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد)

۸ غزوہ سولہ

۵/ ذوالحجۃ ۲ھ میں آپ ﷺ [دوسو سواروں کو لے کر] ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کیلئے نکلے، مگر مشرکین بھاگ گئے اور جاتے وقت خود کو ہلکا کرنے کیلئے سٹو کی تھیلیاں پھینکتے گئے، اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام سونق پڑ گیا [سونق عربی میں سٹو کو کہتے ہیں]۔

۹ غزوہ غطفان

اسی کو غزوہ انماز اور غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں، یہ ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا، آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور خود چار سو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے ساتھ روانہ ہوئے، مگر اس غزوے میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔

۱۵ غزوہ بنی سلیم

اس کو غزوہ بُجْران یا بُجْران بھی کہتے ہیں، یہ جگہ حجاز کا مُعَدِن ہے، آپ ﷺ نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا، [دُشمن بھاگ چکے تھے اس لئے] جُمَادی الاولیٰ میں آپ ﷺ نے واپسی فرمائی۔ [یہ پہلے والے غزوہ بنی سلیم کے علاوہ ہے اور سیرت کی کتابوں میں غزوہ بُجْران کے نام سے مشہور ہے۔]

۱۱ غزوہ اُحُد

یہ غزوہ ۷ شوال ۳ھ آپ ﷺ کی ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا، اس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی، جب کہ مُشرکین کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، ان کے پاس سات سو زہر ہیں، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ تھے، جب کہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ ابتداء میں جتنے مشرک بھی مقابلے کیلئے نکلے، مسلمانوں نے انہیں خاک و خون میں تڑپا دیا، یہاں تک کہ جب مشرکوں کا جھنڈا اٹھانے والا کوئی نہیں رہا تو ایک عورت نے یہ جھنڈا اٹھالیا، یہ دیکھ کر مشرک پھر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے، لیکن جب آخری جھنڈا بردار بھی قتل ہو گیا تو مشرک شکست کھا کر بے تحاشا دوڑنے لگے اور ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ان کی عورتیں ہلاکت ہلاکت پکار رہی تھیں، مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں پیچھے درے پر مقرر مسلمان تیراندازوں میں سے اکثر نے اپنی وہ جگہ چھوڑ دی جس پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل [جو دونوں اس وقت مُشرکین کیساتھ تھے۔] نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ اسی اثناء میں شیطان نے حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ اُڑادی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مگر حضور اکرم ﷺ ڈٹ کر لڑتے رہے، اس غزوے کے متفرق واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

۱۲ غزوہ حَمْرَاءِ الْأَسَد

اتوار کی صبح ۱۶ شوال ۳ھ میں یہ غزوہ پیش آیا، قریش مکہ جب غزوہ اُحُد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا، چنانچہ ہمیں واپس مدینہ منورہ پر حملہ کر دینا چاہئے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ ﷺ کے زخمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے نکل کر آٹھ میل دُور حَمْرَاءِ الْأَسَد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مشرکین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر نگہ کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے مدینہ منورہ پر حملے کا راہہ منسوخ کر دیا۔

۱۳ غزوہ بَنِي نَضِير

یہ غزوہ رَجَبِ الْأَوَّل ۴ھ میں پیش آیا، جب آپ ﷺ کی ہجرت کا چھتیسواں مہینہ شروع ہوا تھا، یہودیوں کے قبیلے بَنُو نَضِير نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حُضُورِ اکرم ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا، کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رُعب طاری کر دیا اور انہوں نے صلح کی درخواست کی، چنانچہ انہیں اسلحہ کے سوا باقی اتنا سامان جو ان کے اُونٹ اٹھا سکیں، لے کر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی گئی، ان میں سے اکثر نے خیر کا رُخ کیا، جبکہ بعض شام جا کر آباد ہو گئے، اس غزوے کے بیان میں قرآن مجید کی سورۃ حَشْر نازل ہوئی۔

۱۴ غزوہ ذَاتِ الرِّقَاع

یہ غزوہ جُمَادِی الْأَوَّلِ ۴ھ میں پیش آیا، رِقَاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں۔ حضرت اَبُو مُوسَىٰ اشْعَرِیؓ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے، اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذَاتِ الرِّقَاع پڑ گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رِقَاع اس جگہ کے ایک درخت یا پہاڑ کا نام تھا، اس

کی طرف یہ غزوہ منسوب ہے۔ آپ ﷺ چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنی محارب، بنی ثعلبہ اور بنی غطفان کے مقابلے کیلئے نکلے تھے، اس غزوے میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلوٰۃ الخوف بھی پڑھائی۔

۱۵ غزوہ بدرِ ضعیفی

اس غزوے کو غزوہ بدرِ مؤید بھی کہتے ہیں، یہ غزوہ شعبان ۲ھ میں پیش آیا، گذشتہ سال اُحد کے موقع پر ابو سفیان سے آئندہ سال بدر کے مقام پر جنگ کا وعدہ تھا، اس لئے آپ ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ ابو سفیان بھی ننگہ سے نکلا، مگر اُسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

۱۶ غزوہ دؤمۃ الجندل

ربیع الاول ۵ھ میں آپ ﷺ کو دؤمۃ الجندل [نامی مقام] کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا، آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر روانہ ہوئے، آپ ﷺ رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے، جب دؤمۃ الجندل والوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی، تو وہ بھاگ گئے اور آپ ﷺ بیس ربیع الثانی ۵ھ میں واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

۱۷ غزوہ خندق یا احزاب

یہ غزوہ شوال ۵ھ میں پیش آیا، جب مشرکین نے مدینہ منورہ پر مشترکہ چڑھائی کی اور ابو سفیان کی قیادت میں قریش اور عیینہ بن حصن کی قیادت میں غطفان کے مشرک، بنو قریظہ، بنو مرہ اور اُحییٰ قباہل کے مشرکین کے ساتھ مل کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ نے بھی تین ہزار مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے مشورے سے مدینہ کے باہر خندق کھودی، مشرکین کا لشکر اس خندق کے پاس آ کر رک گیا، خندق کے دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر تھا۔ بیس دن سے زائد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے اور

تیسروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مشرکین کی طرف سے عمرو بن عبدود خندق پار کرنے میں کامیاب ہوا، مگر وہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی میں سخت خوف، سردی اور بھوک پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت نعیم بن مسعودؓ اشجعیؓ رضی اللہ عنہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی قوم سے چھپ کر مسلمان ہو چکا ہوں، آپؐ کو چاہیں مجھے حکم دیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایک تجربہ کار آدمی ہو، تم سے جو ہو سکے مشرکین کے خلاف تدبیر کرو، کیونکہ جنگ نام ہی اصل میں جیلہ اور تدبیر کا ہے۔ حضرت نعیم بن مسعودؓ پہلے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کے پاس آئے، جاہلیت کے زمانے میں آپؐ کے ان سے قریبی تعلقات تھے، پہلے آپؐ نے ان سے خوب محبت جتائی اور پھر انہیں سمجھایا، کہ قریش اور غطفان تو باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں، جب کہ تم تو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہو، آج قریش اور غطفان محمدؐ [صلی اللہ علیہ وسلم] اور ان کے ساتھیوں پر حملے کے لئے آئے ہیں اور تم بلا شرط ان کی مدد کر رہے ہو، حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ اگر قریش کو فتح ہوگئی تو ٹھیک ہے، لیکن اگر انہیں شکست ہوئی تو وہ اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تم یہاں کے مسلمانوں کے سامنے اکیلے رہ جاؤ گے اور پھر جو کچھ تمہارے ساتھ ہوگا وہ تمہیں معلوم ہے، اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کی اس وقت تک مدد نہ کرو، جب تک وہ اپنے چند بڑے معزز لوگ تمہارے ہاتھوں رہن نہ رکھ دیں۔ یہودیوں نے کہا: یہ تو بہت اچھا مشورہ ہے اور ہم اسی کے مطابق کریں گے۔ اس کے بعد حضرت نعیمؓ رضی اللہ عنہ قریش کے پاس آئے اور ان سے اپنی محبت اور دوستی جتائی، جس کا قریش نے اقرار کیا۔ پھر انہیں فرمایا کہ مجھے ایک اہم بات پتہ چلی ہے جو میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ تم دھوکہ نہ کھا جاؤ، لیکن میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم میرا نام نہیں لو گے۔ قریش نے یہ شرط مان لی تو حضرت نعیمؓ نے فرمایا کہ یہودی محمدؐ [صلی اللہ علیہ وسلم] سے مل چکے ہیں اور انہوں نے ماضی کی ندامت اور محمدؐ [صلی اللہ علیہ وسلم] کی ناراضی دور کرنے کیلئے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ قریش اور غطفان کے چند بڑے معزز لوگ محمدؐ [صلی اللہ علیہ وسلم] کے حوالے کریں گے، تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں اور پھر یہودی اور محمدؐ [صلی اللہ علیہ وسلم] مل کر

باقی قریش والوں کو ختم کر دیں، اس لئے اگر یہودی تم سے کچھ مُعَزَّز لوگ بطور ضمانت مانگیں تو تم نہ دینا۔ اس کے بعد حضرت فُحَیمؓ غطفان قبیلے والوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنے تعلق اور محبت کو جتلا کر انہیں بھی وہی باتیں بتائیں جو قریش کو بتائیں تھیں۔ یہ سب سوال و جواب ہفتے کی رات اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اَبُو سَفْیَان اور غطفان کے رُؤَسَا نے اپنا ایک وفد بِنُو قُرَیظہ کے پاس بھیجا کہ ہم اس طرح پڑے پڑے تباہ ہو رہے ہیں، تم لوگ لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ، تاکہ ہم صبح حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج ہفتے کا دن ہے، ماضی میں بھی اسی دن میں تَجَاوُز کی وجہ سے ہماری قوم پر عذاب آیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے کچھ افراد ہمارے پاس رَہْن نہیں رکھواؤ گے، ہم لڑائی کیلئے نہیں نکلیں گے۔ مُشرکین کو جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا: واقعی فُحَیم بن مَسْعُود نے سچ کہا تھا، چنانچہ انہوں نے یہودیوں کو جواب بھیجا کہ ہم کسی کو تمہارے پاس رَہْن نہیں رکھیں گے، اگر تم لڑائی کیلئے نہیں نکلتے ہو تو پھر ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے جب یہ پیغام سنا تو کہنے لگے: بے شک فُحَیم بن مَسْعُود نے سچ کہا تھا، اس طرح ان میں چھوٹ پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو الٹ کر رکھ دیا۔

حضور اکرم ﷺ کو جب ان کے درمیان انتشار کی خبر ملی تو آپ نے حضرت حذیفہؓ کی خبر لینے کیلئے بھیجا اور ان کیلئے گرفتاری سے حفاظت کی دعاء فرمائی۔ حضرت حذیفہؓ ان کے مجمع میں گھس گئے، اس وقت اَبُو سَفْیَان نے اعلان کیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے [تاکہ ہم میں کوئی مُخَرَّنہ گھسا ہوا ہو]۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے اپنا نام بتا دیا [اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا]۔ اس کے بعد اَبُو سَفْیَان نے کہا: اے قریش! یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے، ہمارے جانور ہلاک ہو چکے ہیں، بِنُو قُرَیظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ہوانے ہمیں سخت پریشان کر دیا ہے اور ہمارا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے، اس لئے تم واپس لوٹ چلو، میں تو جا رہا ہوں، یہ کہہ کر وہ اپنے اُونٹ پر بیٹھ گیا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس

وقت مجھے خیال آیا کہ میں تیر چلا کر اَبُو مُثَنِّیْنَ کو ہلاک کر دوں، مگر مجھے آپ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ اے حَذِیْقَہ! کوئی نئی بات نہ کرنا، چنانچہ میں واپس آ گیا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جب غطفان والوں کو قریشیوں کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوراً واپس لوٹ گئے۔

۱۸ غزوہ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا۔ ظہر کے وقت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا، اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قریظہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے، میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزاتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ جو مسلمان بھی فرمانبردار ہے، وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ ۲۳ ذوالقعد ۵ھ بدھ کے دن کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے، آپ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ فرمالیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا، بنو قریظہ سخت تنگی میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر رعب ڈال دیا، چنانچہ وہ قلعوں سے اتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے۔

اس پر آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، آپ ﷺ نے اس فیصلے کو جاری فرما دیا اور بنو قریظہ کے چھ سو یا سات سو دشمن اسلام یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

۱۹ غزوہ بنی النجیان

یہ غزوہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا، آپ ﷺ دو سو سواروں کے ہمراہ حضرت حنیب

بن عدی، حضرت عائشہ بن ثابت رضی اللہ عنہا اور دیگر شہداء رَجُوع کا بدلہ لینے کیلئے تشریف لے گئے، مگر بنو نضیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔

۱۵ غزوہ ذی قرد

یہ غزوہ ۶ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا، ذی قرد نامی مقام پر حضور اکرم ﷺ کی اُونٹنیوں کی چراہ گاہ تھی، عیینہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اُونٹیاں بھی چھڑالیں اور مالِ غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ ادھر حضور اکرم ﷺ پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے۔ [اس کا تفصیلی واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔]

۱۶ غزوہ بنی مُضَلِّق

اس کو غزوہ مُزَسِّع بھی کہتے ہیں۔ ابنِ اسحق رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ شَعْبَان ۶ھ میں پیش آیا، جب کہ ابنِ سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خُندَق سے پہلے شَعْبَان ۵ھ میں پیش آیا۔ حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملے کیلئے بہت سی فوج جمع کر لی ہے، آپ ﷺ نے نہایت تیز رفتاری سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا، وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لاسکے، ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد، عورت، بچے، بوڑھے گرفتار ہو گئے، مسلمانوں کے ہاتھ دو ہزار اُونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے آئے، جب حضور اکرم ﷺ نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی حضرت مجوزہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا تو مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیئے۔

۱۷ غزوہ حدیبیہ

یہ غزوہ ذوالقعدہ ۶ھ میں پیش آیا، آپ ﷺ اپنے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرے کیلئے نکلے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے ستر اُونٹ بھی تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو روکنے کیلئے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے قاصد کو روک لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر اور میدانِ جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت کر لی، مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہو گئی۔ تفصیلی واقعات کیلئے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۳ غزوہ خیبر

خیبر قلعوں والے ایک شہر کا نام ہے۔ غزوہ حدیبیہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محکم مکہ میں خیبر کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو میرے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے:]

اے اللہ! تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے
اور نہ صدقہ خیرات کر سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔
اے پروردگار! ہم تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں،
پس دشمنوں سے لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطاء فرما
اور خاص سیکنہ ہم پر نازل فرما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سن کر پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں عامر ہوں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ (تعالیٰ) تمہاری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی کو مغفرت کی دعاء دیتے تھے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ عامر رضی اللہ عنہ کی شجاعت سے ہمیں چند روز اور نفع عطاء فرماتے۔ (مسلم شریف)

اس جنگ کے دوران اہل خیبر کا مشہور سردار مَرْحَبُ مُقَابِلَہ کیلئے نکلا اور اس نے یہ شعر پڑھا، [مفہوم:]

اہل خیبر اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں مَرْحَبُ ہوں،
سلاح پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر

پڑھا، [مفہوم:]

اہلِ خِیْبَہ جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں،
سلاح پوش، بہادر اور جنگوں میں گھسنے والا ہوں۔

مقابلے کے دوران حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار پلٹ کر اُن کے اپنے گھٹنے پر لگی جس سے وہ شہید ہو گئے، ان کے اس طرح شہید ہونے پر بعض لوگوں نے کہا کہ عامر رضی اللہ عنہ کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے لوگوں کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ جھوٹ بولتے ہیں، عامر (رضی اللہ عنہ) کیلئے دو اجر ہیں، [ایک شہادت کا اور دوسرا لوگوں کی اُن پر باتیں بنانے کا]۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قلعے کی فتح کیلئے اب ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، میں ان کو ہاتھ پکڑ کر لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ مَرْحَب کے مقابلے میں نکلے، مَرْحَب نے میدان میں نکل کر وہی اشعار پڑھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رَجَز پڑھے، [مفہوم:]

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام خیدر یعنی شیر رکھا ہے
اور میں جنگل کے شیر کی طرح دیکھنے والوں کو ہیبت میں ڈالنے والا،
میں آج تمہارا پورا حساب چکادوں گا۔

مقابلہ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں مَرْحَب کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا، پھر اس کا بھائی یا سر مقابلے میں نکلا، تو حضرت زُبَیر رضی اللہ عنہ نے اُسے قتل کر دیا۔
مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی بات زیادہ درست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مَرْحَب کو قتل کیا، جب کہ بعض لوگ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مَرْحَب کا قاتل بتاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللَّهُ أَكْبَرُ خَيْرٌ مِنْ خَيْبَرٍ إِنَّ إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ
”اللَّهُ تَعَالَى سب سے بڑا ہے۔ خیبر تباہ ہو گیا، بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں، تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوتی ہے۔“

یہودی آپ ﷺ کے لشکر کو دیکھ کر گلیوں میں بھاگنے لگے، آپ ﷺ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور باقی کو قیدی بنایا۔

۳۲ غزوہ غمرہ القضاء

اس کا نام قصاص بھی ہے، علامہ سنن ابی عیسیٰ رحمہ اللہ نے اسی نام کو ترجیح دی ہے۔ بعض اہل سیر نے اسے غزوات میں شمار نہیں کیا، محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے ششواں تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ ﷺ مختلف سرایا کو روانہ فرماتے رہے، پھر ذو القعدہ میں آپ ﷺ پچھلے سال کے عمرے کو قضا کرنے کیلئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھی تھی اور وہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ [مفہوم:]

او کافروں کی اولاد! آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو،
آگے سے ہٹ جاؤ اور ساری خیریں اللہ کے رسول ﷺ میں ہیں،
اے میرے پروردگار! میں رسول اللہ ﷺ کے فرمانوں پر ایمان رکھتا ہوں
اور ان کے قبول کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حق جانتا ہوں،
او مشرک! ہم تم سے جہاد اور قتال اس کا حکم مانتے ہوئے کرتے ہیں
جیسا کہ قرآن کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم تم سے لڑتے ہیں،
ہم تمہیں ایسی مارماریں گے کہ تمہاری کھوپڑیاں سر سے الگ ہو جائیں گی
اور دوست کو دوست بھول جائے گا۔

۱۵ فتح مکہ

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضور اکرم ﷺ کی قیادت مبارکہ میں رَمَضَانَ ۸ھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

۱۶ غزوہ مُخَنِّئِ

اسے غزوہ ہَوَازِن بھی کہتے ہیں، یہ غزوہ ۶/ شَعْبَانَ ۸ھ میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے جب مکہ مکرمہ فتح کر لیا، تو مُخَنِّئِ میں مقیم ہَوَازِن اور ثَقِیْف کے قبیلوں کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کر دیں، چنانچہ یہ سارے قبائل اور ان کی تمام شاخیں اپنے سردار مالِک بن عَوْفِ نَضْرِی کی قیادت میں جمع ہو گئیں، ان کی تعداد بیس ہزار تھی، یہ لشکر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا۔ آپ ﷺ بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے، ان میں دس ہزار کا مدنی لشکر اور دو ہزار اہل مکہ تھے، ابتداء میں مسلمانوں کو ہَوَازِن اور ثَقِیْف کے تیر اندازوں نے پیچھے دھکیل دیا، مگر حضور اکرم ﷺ ہزاروں تیروں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو آوازیں دیتے رہے، بالآخر مسلمان جمع ہو گئے اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور ان کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے، جب کہ ان کے علاوہ چوبیس ہزار اُونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

۱۷ غزوہ طَلَف

شَعْبَانَ ۸ھ ہی میں غزوہ طَلَف پیش آیا، مُخَنِّئِ میں شکست کے بعد ثَقِیْف کے لوگ طَلَف واپس آ کر قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنے لشکر سمیت تشریف لا کر ان کا محاصرہ کر لیا، اہل طَلَف نے خوفناک تیر اندازی کی، جس سے بارہ مسلمان شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دُبابہ اور منجیق بھی استعمال فرمائی، کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دُبابہ میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نَقَب لگانے کیلئے آگے بڑھے، تو اہل قلعہ نے اُوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کر دیں جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا، تو انہوں نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کے واسطے دیئے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں

اللہ تعالیٰ اور قراہتوں کیلئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے قلعے کے پاس یہ آواز لگوائی کہ جو غلام بھی قلعے سے اتر کر آجائے گا وہ آزاد ہے، چنانچہ بارہ تیرہ غلام نیچے اتر آئے، ان میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہؓ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفلؓ نے کہا: یا رسول اللہ! لومڑی اپنے بھٹ میں ہے، اگر آپ ﷺ یہاں ٹھہرے رہے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ چھوڑ دیں گے تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد اہل ظائف خود مسلمان ہو گئے اور ان کے سردار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

۱۸ غزوہ تبوکؓ

رجب ۹ھ بروز جمعرات آپ ﷺ تیس ہزار جانثاروں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کیلئے روانہ کر دیا تھا اور انہیں ایک سال کی پیشگی تنخواہ دے دی تھی اور اس لشکر کا اگلا حصہ ”بلقاء“ تک پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے سخت گرمی، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کرامؓ کو نکلنے کا حکم دیا، چنانچہ مخلص اہل ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے، جب کہ منافق بہانے بنانے لگے۔ آپ ﷺ کے ترغیب دینے پر مالدار مسلمانوں نے اپنا مال خوب خرچ کیا اور آپ ﷺ سے دعائیں حاصل کیں، جب کہ بعض غریب مسلمان حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں نکلنے کیلئے سواری مانگنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں۔ اس پر وہ روتے ہوئے واپس ہو گئے اور ان کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

حضرت ابوخنیسہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تبوک روانہ ہوئے اور میں مدینہ منورہ میں رہ گیا، میری دو بیویاں تھیں، ایک دن سخت گرم دوپہر کے وقت ان دونوں بیویوں نے میرے لئے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور ٹھنڈا پانی اور کھانا لا کر رکھا، تو یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا:

ابوخیثمہ! تو تو ٹھنڈے سائے میں حسین بیویوں کے ساتھ عیش کر رہا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی اور لو میں ہیں، یہ تو انصاف کی بات نہیں ہے۔ پھر میں نے اپنی بیویوں سے کہا: اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے چھپر کے نیچے نہیں آؤں گا، جب تک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤں، تم دونوں میرا توشہ تیار کرو۔ انہوں نے توشہ تیار کیا، میں اپنی سواری لے کر نکل پڑا اور حضور اکرم ﷺ سے آ ملا۔

ابن النخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دس سے زائد راتیں بیوک میں قیام فرمایا، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

یہ وہ عزّ و ات تھے جن میں حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔

[سبحان اللہ! آقائے نامدار ﷺ تو آٹھ سال کے عرصے میں ستائیس یا اٹھائیس بار ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر میدانوں میں نکلیں، جب کہ آپ ﷺ سے عشق و محبت کے دعوے کرنے والے لوگ زندگی بھر جہاد کا نام تک نہ لیں، کیا آج ہماری زندگیاں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ قیمتی ہیں؟ کیا ہمارے اوقات حضور اکرم ﷺ سے زیادہ قیمتی ہیں؟ یا نعوذ باللہ ہم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ مصروف ہیں؟ یا ہم پر آپ ﷺ سے زیادہ ذمّہ داریاں ہیں؟ کچھ بھی نہیں، بلکہ بات تو صرف ایمان کی ہے، بے شک جس میں ایمان ہو گا وہ یہ سن کر کہ حضور اکرم ﷺ اتنی بار جہاد کیلئے نکلے تھے، کبھی چین سے گھر نہیں بیٹھے گا، بلکہ وہ بھی جنت اور نجات کے ان میدانوں کی طرف دیوانہ وار دوڑے گا۔]



فہرست

تذکرہ سرایا

حضور اکرم ﷺ نے ان غزوات کے علاوہ کئی سرایا بھی روانہ فرمائے، ان میں سے ایک سرئیہ سب سے زیادہ مشہور ہے اور آپ ﷺ کی زیادہ توجہات کی وجہ سے وہ سرئیہ نہیں بلکہ غزوہ مؤتہ کہلاتا ہے، اس کے اکثر واقعات متفرق طور پر پیچھے گزر چکے ہیں۔

[ذیل میں ہم سرایا کی مختصر فہرست پیش کر رہے ہیں، اگر تفصیلی واقعات دیکھنے ہوں تو سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے، اس فہرست کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آٹھ دس سال کے مختصر عرصہ میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کیلئے جو محنت فرمائی ہے وہ ہمارے سامنے رہے، ممکن ہے یہی ہماری بیداری کا ذریعہ بن جائے۔]

نمبر شمار	سرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	رواگی بطرف
۱	سرئیہ عبیدہ رضی اللہ عنہ	مشکوٰۃ ۱ھ	ساتھ یا آٹنی	ربیع
۲	سرئیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	ذوالقعدہ ۱ھ	بیس	خزاز
۳	سرئیہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	رجب ۲ھ	گیارہ	مخلفہ
۴	سرئیہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ	رمضان ۲ھ	ایک	برائے قتل عصماء یہودیہ
۵	سرئیہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ	مشکوٰۃ ۲ھ	ایک	برائے قتل ابوعفک یہودی
۶	سرئیہ کعب بن اشرف	ربیع الاول ۳ھ	ایک مع رفقاء	برائے قتل کعب بن اشرف
۷	سرئیہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	جمادی الثانی ۳ھ	ایک سو	برائے قافلہ قریش
۸	سرئیہ ابی سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ	محرم ۴ھ	ڈیڑھ سو	ابنائے خونیلد
۹	سرئیہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	محرم ۵ھ	ایک	برائے قتل خالد بن سفیان ہنذلی
۱۰	سرئیہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	محرم ۶ھ	تیس	بطرف قرظاء

۱۱	سُرَّیْہُ عَبْدِ اللہ بن عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	جُمَادِی الثَّانِی ۵۳ھ	پانچ	برائے قتلِ ابورافع یہودی
۱۲	سُرَّیْہُ سَعِید بن زَید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			
۱۳	سُرَّیْہُ عَکَّاشَہ بن مَخْضَم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الاول ۵۶ھ	چالیس	غمر
۱۴	سُرَّیْہُ مُحَمَّد بن مُسْلِمَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الثَّانِی ۵۶ھ	دس	ذی القُصَّہ
۱۵	سُرَّیْہُ ابْنِ عُبَیْدَہ بن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الثَّانِی ۵۶ھ	چالیس	ذی القُصَّہ
۱۶	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الثَّانِی ۵۶ھ	ایک مع رفقاء	مجموعہ
۱۷	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	جُمَادِی الاولی ۵۶ھ	ایک سو ستر	عصیں
۱۸	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	جُمَادِی الثَّانِی ۵۶ھ	پندرہ	طرف
۱۹	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	جُمَادِی الثَّانِی ۵۶ھ	پانچ سو	محمی
۲۰	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	رَجَب ۵۶ھ		وادی القریٰ
۲۱	سُرَّیْہُ عَبْدِ الرَّحْمٰن بن عَوْف رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	شَعْبَانَ ۵۶ھ	سات سو	دُومۃ الجندل
۲۲	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			مذین
۲۳	سُرَّیْہُ عَلِی بن ابی طَالِب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	شَعْبَانَ ۵۶ھ	ایک سو	فدک
۲۴	سُرَّیْہُ زَید بن حَارِثَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	رَمَضَانَ ۵۶ھ		اُمّ قریظہ
۲۵	سُرَّیْہُ عَبْدِ اللہ بن رَوَاحَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	شَوَّال ۵۶ھ	تیس	اُسَیر بن رزام یہودی
۲۶	سُرَّیْہُ عَمْرُو بن ابی اُمَیۃ الضمری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ	۵۶ھ	دو	قتلِ ابومُضَنِّان
۲۷	سُرَّیْہُ عُمَر بن خَطَّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			محرزہ
۲۸	سُرَّیْہُ ابْنِ بَکَر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			ابن کلاب نجد
۲۹	سُرَّیْہُ بَیْشَر بن سَعْد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			فدک
۳۰	سُرَّیْہُ عَالِب بن عَبْدِ اللہ بنِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			میفعہ
۳۱	سُرَّیْہُ بَیْشَر بن سَعْد اَنصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ			یمین و مجاز

۳۲	سُرَّیہ ابن ابی العوجاء <small>رضی اللہ عنہ</small>	ذوالحجۃ ۵۷	پچاس	بنو مسلم
۳۳	سُرَّیہ غالب بن عبد اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	صفر ۵۸		کندہ
۳۴	سُرَّیہ غالب بن عبد اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>			فدک
۳۵	سُرَّیہ شجاع بن وھب <small>رضی اللہ عنہ</small>			بنو غالب
۳۶	سُرَّیہ کعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small>			ذات اطلاق
۳۷	غزوہ مؤتہ	جمادی الاولیٰ ۵۸	تین ہزار	مؤتہ
۳۸	سُرَّیہ عمرو بن العاص <small>رضی اللہ عنہ</small>	جمادی الثانی ۵۸	تین سو تیس	ذات الساکل
۳۹	سُرَّیہ حُطَّاء <small>رضی اللہ عنہ</small>	رجب ۵۸	تین سو	صیف البحر
۴۰	سُرَّیہ ابی قتادہ <small>رضی اللہ عنہ</small>			نجد
۴۱	سُرَّیہ ابی قتادہ <small>رضی اللہ عنہ</small>			انضم
۴۲	سُرَّیہ ابی حذرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>		دو	قتل رفاعة بن قیس
۴۳	سُرَّیہ خالد بن ولید <small>رضی اللہ عنہ</small>	رمضان ۵۸	تیس	انہدام عزی
۴۴	سُرَّیہ اذطاش	۵۸		اذطاش
۴۵	سُرَّیہ عمرو بن عاص <small>رضی اللہ عنہ</small>			سواغ
۴۶	سُرَّیہ سعد بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>	رمضان ۵۸	بیس	انہدام مناة
۴۷	سُرَّیہ خالد بن ولید <small>رضی اللہ عنہ</small>	شوال ۵۸	ساڑھے تین سو	بنو بکر
۴۸	سُرَّیہ قنیل بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small>			انہدام ذی الکفین (بت)

۴۹	سُرَّیہ عَیْنِیہ بن حَضَن الْقَزَارِی رَضِی اللہُ عَنْہُ	مُحَرَّم ۹ھ	پچاس	(بنو حنیملہ) مقام شقیاء
۵۰	سُرَّیہ قُطَیْبہ بن عامر رَضِی اللہُ عَنْہُ	صَفَر ۹ھ	بیس	خضم
۵۱	سُرَّیہ ضُحَّاکُ بن سُفْیان کَلَابِی رَضِی اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الْأَوَّل ۹ھ		بنو کلاب
۵۲	سُرَّیہ عَلَقْمَہ بن مُجَرَّم زَمْدَجِی رَضِی اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الثَّانی ۹ھ	تین سو	جَبشہ
۵۳	سُرَّیہ عَلِی بن ابْنِ کَالِب رَضِی اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الثَّانی ۹ھ	ڈیڑھ سو	انہدام بُت فُلَس
۵۴	سُرَّیہ عَکَّاشَہ بن مَحْصَن رَضِی اللہُ عَنْہُ			عُذْرَہ
۵۵	سُرَّیہ خَالِد بن دَلِید رَضِی اللہُ عَنْہُ	رَبِیعُ الثَّانی ۹ھ	چار سو بیس	اُکَیْدِر

مُصَنِّف رَحِمَہُ اللہُ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض میں اختلاف بھی ہے، ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے اُسے ذکر نہیں کیا۔



فصل

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؓ اور اسلاف کے جہادی واقعات

دیے تو حضور اکرم ﷺ کے غزوات مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سرایا کا تذکرہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کیلئے کافی ہے، لیکن چونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے حالات سے زیادہ سبق لیتی ہے اور اس میں اپنے جیسے لوگوں کے مقابلے میں آگے بڑھنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے، اس لئے حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد کے بعض جہادی واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کو مزید ترغیب ہو اور وہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جہاد کی شمعیں روشن کریں۔ یہ تمام واقعات علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی تاریخ سے مختصراً نقل کئے جا رہے ہیں۔

واقعہ ۱

حضور اکرم ﷺ کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو کئی عرب قبائل مرتد ہو گئے اور بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سب کے خلاف جہاد کیلئے کھڑے ہوئے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فتح عطاء فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ طلحہ اَسَدِی کی طرف بھیجا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی، طلحہ کے کئی ساتھی مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے، خود طلحہ مسلمان ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

واقعہ ۲

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعی نبوت مُسَیْلَمَہ کذاب کا رخ فرمایا، ”یَمَامَہ“ میں دونوں لشکروں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی، مُسَیْلَمَہ کا لشکر چالیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا، خونریز لڑائی کے بعد مُسَیْلَمَہ قتل ہو گیا اور اس کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور اس لڑائی میں کئی

مسلمان بھی شہید ہوئے، جن میں بڑی تعداد حُظا قرآن کی تھی۔ یہ ”جنگ یمامہ“ ۱۲ھ میں پیش آئی۔

واقعہ ۳

۱۳ھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ”فلسطین“ کی طرف بھیجا اور حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو لشکر دے کر ”بلقاء“ کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ سارے حضرات ”بُصرہ“ (شام) میں جا کر اترے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، اہل بُصریٰ جزیہ دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے، یہ ملک شام میں فتح ہونے والا پہلا شہر تھا۔ اسی سال ”جنگ اُجنادین“ بھی ہوئی جس میں مُشرکوں کو سخت شکست ہوئی۔ اسی سال ”جنگ صُفَر“ ہوئی اس میں بے شمار کافر مارے گئے اور انہیں عبرتناک شکست ہوئی، رومیوں کے خون سے اس دن نہر کا پانی سُرخ ہو گیا، حضرت اُمّ حکیم رضی اللہ عنہا نے اس دن خیمے کے ستون سے سات رومیوں کو قتل کیا، اسی سال ”جنگ فُحل“ بھی پیش آئی جس میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور اسی سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

واقعہ ۴

۱۴ھ میں ”دِمشق“ فتح ہوا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عمومی سپہ سالار تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے ہمراہ تھے، دِمشق کے باہر مسلمانوں اور رومیوں کا سخت مقابلہ ہوا، رومیوں کو شکست ہوئی اور وہ دِمشق میں قلعہ بند ہو گئے، مسلمانوں نے چاروں طرف سے دِمشق کا محاصرہ کر لیا۔ انہی دنوں میں سے ایک دن رومیوں کے سردار ”بابان“ کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو رومی اس کے جشن میں لگ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہ تو خود سوتے تھے اور نہ کسی کو سونے دیتے تھے، انہوں نے رسی کی سیڑھی تیار کی اور رات کو حضرت قُتُباع بن عمرو اور مُذْعُوْر بن عَدِی رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا اور لشکر والوں سے کہا کہ جب تم لوگ دیوار کے اوپر سے ہماری تکبیر کی آواز سُنو تو

حملہ کر دینا۔ حضرت قَعْقَاعُ اور حضرت مُذَنَّبُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے دیوار پر چڑھ گئے اور انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا، تو حضرت خَالِدِ بنِ وَلَیْدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے حملہ کر دیا، اس اچانک حملہ نے اہلِ دِمَشْق کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ حضرت خَالِدِ بنِ وَلَیْدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ لڑتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے، جبکہ حضرت أَبُو عُبَیْدَہ بنِ جَرَّاحِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مُصَالَحَت کے ذریعے دوسری طرف سے شہر میں داخل ہوئے اور ان دونوں حضرات کی ملاقات شہر کے وسط میں ہوئی۔

واقعہ ۵

۱۵ھ میں ”جنگِ یمُوک“ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا، اس جنگ میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ تھی، مسلمانوں کا لشکر تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور لشکر کے امیر حضرت أَبُو عُبَیْدَہ بنِ جَرَّاحِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تھے۔ رومیوں نے مضبوطی کیساتھ لڑنے کیلئے خود کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا، لیکن جب انہیں شکست ہوئی تو پھر یہی زنجیر ان کیلئے مصیبت بن گئی اور ان میں سے جو کوئی بھی دریا میں گرتا تھا، وہ اپنے ساتھ پانچ چھ کو لے ڈوبتا تھا، اس لڑائی میں بے شمار رومی مارے گئے اور مسلمان اُمراء میں سے بھی کئی حضرات نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اسی سال ”جنگِ قَادِسیہ“ بھی ہوئی جس میں مسلمانوں کے امیر حضرت سَعْدِ بنِ اَبِی وَثَّافِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ تھے، جب کہ مشرکین کی کمان ”رُتَم“ کے ہاتھ میں تھی اور ان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ ستر ہاتھی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی، حالانکہ مسلمانوں کی تعداد سات سے آٹھ ہزار کے مابین تھی، اس لڑائی میں رُتَم مارا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار غنائم آئے۔

حبیب بن صُہْبَانِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اس دن ہمیں اتنا سونا اور چاندی ملا کہ بعض لوگ سونے کو چاندی کے بدلے بیچ رہے تھے، ہر گھڑ سوار کو مالِ غنیمت میں بارہ ہزار درہم آئے، مالِ غنیمت میں ایک ساٹھ در ساٹھ گز لمبی چوڑی چادر بھی تھی جس میں ریشم، سونے اور چاندی کا کام ہوا تھا۔ حضرت سَعْدِ بنِ اَبِی وَثَّافِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے مجاہدین سے درخواست کی کہ اگر وہ خوش دلی سے اس قالین کے چار حصے چھوڑ دیں تو یہ سارا حضرت عُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔

تمام مجاہدین نے خوشی سے اجازت دے دی، تو یہ قالین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے کاٹ کر اس کے ٹکڑے لوگوں میں تقسیم فرمادیئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا ایک ٹکڑا ملا جو بیس ہزار درہم میں فروخت ہوا۔

واقعہ ۶

۱۶ھ میں ”جنگِ جُلُوْلَاء“ ہوئی اس میں ایک لاکھ آتش پرست مارے گئے، مسلمانوں کو اس جنگ میں بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا، غنائم کی تعداد ایک کروڑ اتنی لاکھ کے لگ بھگ تھی، جب کہ علامہ شافعی رحمہ اللہ نے یہ تعداد تین کروڑ بتائی ہے۔

تین سال کے عرصے میں مسلمانوں نے قیصر روم اور کسریٰ فارس کی کرسیوں پر قبضہ کر لیا اور اتنی غنیمت حاصل کی جس کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ”جَابِیَہ“ (شام) میں اپنا مشہور خطبہ دیا اور یہ خطبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شان سے دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور چمڑے اور کھجور کی چھال سے بنا ہوا بستر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

واقعہ ۷

۲۰ھ میں ”مَصْر“ جنگ کے زور پر فتح ہوا اور اسی سال ”جنگِ ثُسُر“ ہوئی اور ایک سال تک مسلمانوں کو فتح نہیں ہوئی، انہی دنوں کافروں میں سے ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعرى رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر آپ مجھے میرے خاندان والوں سمیت امان دے دیں تو میں آپ کو ”ثُسُر“ میں داخلے کا راستہ بتا سکتا ہوں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے۔ تو اس نے کہا: آپ مجھے ایک تیرا کی جاننے والا عقلمند آدمی دے دیجئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ حضرت مجزاة بن ثور رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، وہ آدمی حضرت مجزاة بن ثور رضی اللہ عنہ کو پانی کے راستے سے لے کر گیا، دونوں کبھی تیرتے اور کبھی گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے، حضرت مجزاة بن ثور رضی اللہ عنہ نے ”ہَرْمُزَان“ کو بھی دیکھا اور اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا،

مگر انہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا حکم یاد آ گیا کہ اپنی طرف سے کوئی کام نہ کرنا، جب وہ راستہ دیکھ کر واپس آ گئے تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے پینتیس ۳۵ آدمی ان کے ساتھ بھیج دیئے، یہ لوگ بطنوں کی طرح تیرتے ہوئے شہر میں داخل ہو کر دیواروں پر چڑھ گئے اور نعرہ تکبیر بلند کر کے لڑائی شروع کر دی، اس لڑائی میں حضرت مجزاة رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور یہ شہر فتح ہو گیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن لڑائی کی وجہ سے ہم نے فجر کی نماز دوپہر کو پڑھی اور مجھے یہ نماز پوری دنیا مل جانے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ”تُسْتَر“ کا محاصرہ دو سال جاری رہا، پھر ”ہزمزان“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے شہر سے نکل آیا اور مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں مقیم ہوا۔

واقعہ ۸

۲۱ھ میں ”اِسْکَنْدَرِیہ“ فتح ہوا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قبطیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ اسی سال ”جنگِ نہاوند“ بھی ہوئی، اس میں کافروں نے خود کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا، مسلمانوں نے ان پر ایسا خوفناک اور جرأت مندانہ حملہ کیا جس کی نظیر نہیں ملتی، اس لڑائی میں کافروں کا اتنا خون بہا کہ میدان جنگ میں گھوڑے پھسل کر گر گئے۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل کر گر گیا اور انہیں ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ کافر شکست کھا کر بھاگے تو ایک تنگ جگہ پر پھنس گئے اور وہاں پر ایک لاکھ کی تعداد میں مارے گئے، جب کہ مقابلے کے دوران مارے جانے والوں کی تعداد الگ ہے۔

واقعہ ۹

۲۲ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ”قُبْرُص“ پر سمندر کے راستے حملہ کیا، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے، اہل قُبْرُص نے جزیہ دے کر صلح کر لی، اسی سال حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے افریقہ پر حملہ کیا، ان کیساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی، جب کہ ان کے مد مقابل ”جرجیز“ کا لشکر دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھا، ”سُبَيْطَلہ“ نامی جگہ پر

دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مجرچیز اپنے لشکر کے پیچھے اپنے تیز رفتار ترکی گھوڑے پر بیٹھا ہے اور دوڑ کیوں نے اس پر مور کے پروں سے سایہ کر رکھا ہے اور اس کے اور اس کے لشکر کے درمیان خالی زمین ہے، یہ دیکھ کر وہ واپس آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ سے بات چیت کی اور ان کی اجازت سے تیس گھڑسوار کو لے کر ”مجرچیز“ کی طرف بڑھے، ایک ہی حملے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد دفاعی حصار کو توڑ ڈالا اور مجرچیز کے قریب پہنچے تو وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگنے لگا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسے نیزہ مار کر گرا دیا اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا اور مسلمانوں نے زوردار حملہ بھی شروع کر دیا، کافروں کو عبرتناک شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو گئے، مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اور ہر گھڑسوار کو تین ہزار دینار مال غنیمت میں ملے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ”اضطر“ فتح فرمایا، ان کے لشکر کے اگلے حصے کے سپہ سالار حضرت عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ تھے، یہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ”اضطر“ پہنچ کر شدید لڑائی ہوئی، جس میں حضرت عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اگر انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا تو اتنے کافر قتل کریں گے، کہ شہر کے دروازے سے خون بہنے لگے۔ جب مسلمان نقب لگا کر شہر میں داخل ہو گئے اور اندر مقابلہ شروع ہوا تو حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کافروں کو خوب قتل کیا، مگر دروازے سے خون نہیں بہہ رہا تھا، کسی نے ان سے کہا: آپ نے تو آج مخلوق کو تباہ کر دیا۔ یہ سُن کر انہوں نے خُون پر پانی بہانے کا حکم دیا، تب خون پانی کے ساتھ مل کر دروازے پر بہنے لگا۔

واقعہ ۱۵

۳۳ھ میں ”قارن“ نے ”بادغیس“ اور ”ہرات“ میں سے چالیس ہزار کا لشکر جرّار مسلمانوں کے خلاف جمع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عازم رضی اللہ عنہ نے چار ہزار مجاہدین کے ساتھ مقابلہ فرمایا اور اُسے سخت شکست سے دوچار کر دیا اور بہت سے افراد کو قتل کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بنالیا۔

واقعہ ۱۱

۳۲ھ میں حارث بن مرثد فہریؓ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور ”مکڑان“ کے آگے تک پہنچ گئے، اسی طرح انہوں نے سندھ اور بلوچستان کے کئی علاقے فتح کئے، لیکن ایک تنگ جگہ پر ان کے خلاف حملہ ہوا اور وہ اپنے رفقاء سمیت شہید ہو گئے۔

واقعہ ۱۲

۳۳ھ میں مہلب بن اپی صفرہؓ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور ”مڈرائیل“ تک پہنچے، دشمنوں کو نقصان پہنچایا اور غنیمت لے کر صحیح سالم واپس لوٹے، یہ ان کی پہلی لڑائی تھی۔

واقعہ ۱۳

۳۵ھ میں عبداللہ بن سوارؓ نے ”مکڑستان“ کے علاقے ”قیقان“ کو فتح کیا اور خوب مال غنیمت حاصل کیا۔

واقعہ ۱۴

۵۰ھ میں رنان بن سلمہؓ نے بھی ”قیقان“ پر حملہ کیا، ان کے مقابلے میں دشمن کا بہت بڑا لشکر آ گیا۔ حضرت رنانؓ نے فرمایا: مسلمانو! تمہارے لئے خوشخبری ہے یا تو جنت کی یا مال غنیمت کی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

واقعہ ۱۵

۶۳ھ میں عقبہ بن نافعؓ نے ”قیقوان“ کی طرف سے ”سوس اقصى“ (جنوب مراکش) پر حملہ کیا اور فتح پائی، واپسی پر ان کا مقابلہ افریقی سردار ”کسیلہ“ کے لشکر سے ہوا، جس میں عقبہؓ شہید ہو گئے، اس کے بعد حضرت عقبہؓ کے جانشین زہیر بن قیسؓ نے ”کسیلہ“ کا مقابلہ کیا، اس مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ”کسیلہ“ کو شکست دی اور وہ خود اپنے لشکر کے بڑے حصے سمیت مارا گیا۔

واقعہ ۱۶

۸۴ھ میں موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ نے ”أُذْرَبَ“ نامی شہر فتح کیا اور کافی تعداد میں کافر قتل کئے اور پچاس ہزار افراد کو قید کیا۔ اسی سال محمد بن مرزوان رضی اللہ عنہ نے ”آرمینیا“ پر حملہ کیا اور ان کے چرچوں اور جائیدادوں کو جلا ڈالا، یہ سال ”سَنَةُ الْحَرِيقِ“ (آگ والے سال) کے نام سے مشہور تھا۔

واقعہ ۱۷

۸۵ھ میں حضرت قتیبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے ”بُخَارَا“ کے گرد و نواح پر حملہ کیا اور ایک خوفناک جنگ کے بعد کافروں کو شکست دی اور مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مالِ غنیمت آیا۔ اسی سال موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ”سَرْدَانِيَه“ پر قبضہ کر لیا اور اسی سال ان کے بھتیجے ایوب بن حبیب رضی اللہ عنہ نے ”مَمْطُورَه“ کو فتح کیا اور مالِ غنیمت میں دیگر اشیاء کے علاوہ تیس ہزار قیدی بھی حاصل کئے۔ اسی سال مسلمہ بن عبدالملک رضی اللہ عنہ نے ”مَمْنُغَم“ اور ”مُجِيرَه“ اَلْفَرَسَان“ کو کامیاب جنگوں کے بعد فتح فرمایا، یہ سال مسلمانوں کیلئے بڑی فتوحات کا سال رہا۔

واقعہ ۱۸

۸۸ھ میں رومیوں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور مسلمانوں کی طرف بڑھے، مسلمہ بن عبدالملک رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی اور بے شمار کافر مارے گئے اور مسلمانوں نے ”مُزْنُومَه“ اور ”طَوَانَه“ کے علاقے بھی فتح کر لئے۔ اسی سال قتیبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ جہاد کیلئے نکلے ان کے مقابلے میں ترکوں کے علاوہ ”فَرَعَانَه“ اور ”صُغْد“ کے لوگ بھی نکلے، اور اس دو لاکھ کے لشکر کی قیادت چین کے بادشاہ کا بھانجا کر رہا تھا، حضرت قتیبہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔

واقعہ ۱۹

۹۰ھ میں حضرت قتیبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے ”وَرْدَانُ خُدَاه“ سے دوسری جنگ لڑی، اس

نے حضرت مُخْتَبِہؓ کے خلاف ترکوں کو جمع کر لیا، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور وہ بکھر گئے۔ اسی سال حضرت مُخْتَبِہؓ نے ”ظالِقَان“ اور ”خُرَاسَان“ والوں سے بھی جنگیں فرمائیں اور ان میں سے بے شمار کفار کو قتل کیا، کیونکہ انہوں نے عہد توڑا تھا۔

واقعہ ۲۵

مُخْتَبِہ بن مُسْلِمؓ ہلبیؓ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اچانک ”شَمْرَقَنْد“ پر حملہ کیا، اہل شَمْرَقَنْد نے ”شَاش“ (تاشقند) اور ”فَرغانہ“ کے حُکام سے مدد مانگی، ان دونوں علاقوں کے حُکام اہل شَمْرَقَنْد کی مدد کیلئے نکل کھڑے ہوئے، جب حضرت مُخْتَبِہ بن مُسْلِمؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے صَاحِب بن مُسْلِمؓ کی قیادت میں اپنے گھڑسواروں کو راستے میں چھپا دیا، جب یہ لشکر والے ان چند گھڑسواروں کی کمین گاہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان پر شدید حملہ کر دیا اور سوائے چند بچ جانے والوں کے باقی پورے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا، ان میں سے چند لوگ قید ہوئے، انہوں نے کہا: اس جنگ میں مارے جانے والے اکثر لوگ ہمارے شہزادے، سردار اور مشہور بہادر تھے، مسلمانوں نے ان کے سر جمع کر لئے اور ان کا سامان لے کر حضرت مُخْتَبِہ بن مُسْلِمؓ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر حضرت مُخْتَبِہؓ نے اہل صُغْد پر مُجَنِّقوں اور لشکروں سے حملہ کر دیا، اہل شہر نے صلح کر لی اور اس صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ اپنے بتوں کے زیور بھی دیں گے، جب ان بتوں کو جمع کیا گیا تو وہ ایک بڑے محل کی طرح تھے، حضرت مُخْتَبِہ بن مُسْلِمؓ نے انہیں جلانے کا حکم دیا۔ تو اہل شہر کہنے لگے: جو ان بتوں کو جلائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت مُخْتَبِہؓ نے کہا: میں انہیں اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا، چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں آگ لے کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان بتوں کو آگ لگا دی، ان بتوں کے جلنے کے بعد ان کے اندر سے پچاس ہزار ہشقال سونا چاندی نکلا۔ اس کے بعد حضرت مُخْتَبِہ بن مُسْلِمؓ نے اپنے بھائی عَبْدُ اللہؓ کو وہاں کا حاکم بنایا اور انہیں کہا کہ جو مُشرک بھی شہر کے دروازے سے داخل ہو اس کے ہاتھوں پر مہر لگی ہونی چاہئے اور جس کے پاس بھی تم کوئی لوہا یا چھری پاؤ تو اسے قتل کر دو اور کسی مُشرک کو یہاں رات گزارنے کی اجازت

نہ دو، یہ ہدایات دے کر حضرت قتیبہؓ ”مزو“ کی طرف روانہ ہو گئے۔

واقعہ ۳۱

۹۳ھ میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں اور حضرت عمرؓ کے زمانے جیسا جہاد دیکھنے کو ملا۔

واقعہ ۳۲

۹۵ھ میں مغرب کے حاکم حضرت موسیٰ بن نصیرؓ ”مضر“ تشریف لائے اور اپنے ساتھ ”آندلس“ کی فتح سے حاصل ہونے والے قیدی اور غنائم لے کر ولیدؓ کے پاس پہنچے۔ ان لڑائیوں میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ ”آندلس“ کے ایک قلعے پر جب کافی کوشش کے باوجود فتح حاصل نہ ہوئی تو موسیٰ بن نصیرؓ عورتوں اور مجاہدین کے سامنے میدان میں اترے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اس قدر آہ و زاری کے ساتھ دعاء کی کہ مسلمانوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ ”آندلس“ فتح ہو گیا، آندلس کی فتح کے بعد ایک شخص اُن کے پاس آیا اور اُس نے کہا: میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے، میں آپ کو خزانہ دکھاتا ہوں، اس کے ساتھ آدمی بھیج دیئے گئے، اس نے ایک جگہ کھودنے کیلئے کہا: جب وہاں کھودا گیا، تو اس قدر یا قوت اور زُمرّد کے ڈھیر نکلے کہ دیکھنے والے مَبْهُوت رہ گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں ”آندلس“ سے ملنے والے خزانوں کے عجیب و غریب واقعات مذکور ہیں۔

واقعہ ۳۳

۹۸ھ میں یزید بن مہلبؓ نے ”ظہرِ نستان“ کی طرف خروج کیا، وہاں کے لوگوں نے صلح کی درخواست کی، مگر یزیدؓ نے انکار کر دیا اور سخت لڑائی کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے شکست دی اور ہر سال سات ہزار دینار اور دیگر سامان اور غلام بطور جزیئے پر صلح کی، مگر ”ظہرِ نستان“ والوں نے دھوکہ دیا، تو یزید بن مہلبؓ نے پھر ان پر حملہ کیا اور مہینوں تک ان سے لڑائی کی اور پھر وہ خود سُپردگی پر راضی ہوئے، جس کے بعد ان کے تمام لڑنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔ یزیدؓ نے ان میں سے بارہ ہزار لڑنے والوں کو ”جُرْجَان“

کے دریا پر لا کر قتل کیا اور وادی میں ان کا خون بہنے لگا، یزید بن مہلبؓ نے اس خون میں پن چکی لگا کر آٹا پیسا اور اس کی روٹی پکا کر کھائی اور اپنی قسم کو پورا کیا۔ اسی سال سلیمان بن عبد الملکؓ نے ”قُطَيْبِيَّة“ پر بھی بہت بڑا حملہ کیا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے، پھر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی۔

واقعہ ۳۲

۱۲۱ھ میں مرؤان بن محمدؓ نے روم کے علاقے ”بَیْتُ الشَّرِیْرِ“ پر حملہ کیا اور رومیوں کو قتل کیا اور قیدی بنایا، اسی طرح دوسرے قلعے پر بھی فتح حاصل کی، پھر آپ ”غومیک“ نامی قلعے میں داخل ہوئے جس میں بادشاہ کا تخت تھا، بادشاہ تو بھاگ گیا، مگر قلعے والوں نے مرؤانؓ کے ساتھ کافی جزیہ دے کر صلح کر لی، اس کے بعد انھوں نے ”أَزْز“، ”بَطْرَان“ اور ”تومان“ کے علاقے بھی فتح کیے اور ”مَسْدَار“ کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔

واقعہ ۳۵

۱۲۲ھ میں ”طَبْرِسْتَان“ کے بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا اور اپنے علاقے میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس کی سرکوبی کیلئے حازم بن خزیمہ اور ابو الحُصیب مرزوقؓ روانہ ہوئے، انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، مگر طویل محاصرے کے باوجود کوئی کامیابی نہیں ملی۔ مرزوقؓ نے کافی غور کے بعد ایک جنگی تدبیر کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم مجھے مارو اور میرا سر اور داڑھی مونڈ دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو مرزوقؓ بھاگ کر کافر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور اُسے کہا کہ مسلمانوں کو شبہ تھا کہ میری ہمدردیاں اور محبت آپ کے ساتھ ہے، اس لئے انہوں نے میرے ساتھ یہ کیا ہے، اب میں واقعی آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کو مسلمانوں کے لشکر کی کمزوریاں اور راز بتاؤں گا۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے انہیں اپنا مقرب بنالیا اور آہستہ آہستہ ان کی باتوں میں آ کر دھوکے میں آ گیا اور انہیں اپنے قلعے کے ایک دروازے کا نگران بنادیا۔ اس کے بعد مرزوقؓ چپکے سے اپنے لشکر میں آئے اور انہیں ایک مُعِیَّن رات حملے کا حکم دے دیا۔

مسلمانوں نے اسی رات حملہ کیا تو مرزوق رحمۃ اللہ علیہ نے اندر سے دروازہ کھول دیا اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ ”ظہرِ نستان“ کے بادشاہ نے زہر نگل کر خودکشی کر لی اور اس کے سارے جنگجو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

اسی سال عَبْدُ الرَّحْمَنِ الدَّاهِلِ رحمۃ اللہ علیہ حاکم اَنْدَلُس نے عیسائیوں کو امان نامہ لکھ کر دیا۔ جس کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”جانوں اور عزتوں کی حفاظت کیلئے ہمدردی اور رحمہ کی بنیاد پر یہ امان نامہ ہے جو مُعَازِزِ امیر اور عظیم حکمران عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن مُعَاوِیَہ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ شرافت و صاحبِ خیر کی طرف سے رومی سرداروں، ان کے راہبوں اور تمام علاقوں میں ان کے پیروکاروں اور ”اَہْلِ قُصَااَہ“ کیلئے ہے۔ امیر المومنین یہ عہد اپنی طرف سے ناقابلِ تنسیخ طور پر دے رہے ہیں کہ جب تک یہ لوگ اطاعت پر قائم رہیں گے اور جزیے میں یہ چیزیں ہر سال اداء کرتے رہیں گے ان کیلئے امان ہوگی۔ ① دس ہزار اوقیہ سونا، ② دس ہزار رطل چاندی، ③ دس ہزار بہترین گھوڑے، ④ دس ہزار بہترین چجر، ⑤ ایک ہزار زرہیں، ⑥ ایک ہزار خود، ⑦ ایک ہزار نیزے..... لیکن اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کیا یا کسی مسلمان کو دھوکہ دیا تو یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔ امیر المومنین اپنے ہاتھ سے ان کیلئے پانچ سال کی امان لکھ کر دے رہے ہیں، جس کا آغاز

”صَفَرُ ۴۲۲ھ سے ہوگا۔“

رومی اس معاہدے پر قائم رہے، لیکن جب امیر عَبْدُ الرَّحْمَنِ الدَّاهِلِ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حَکَم بن ہِشَام رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت آئی تو انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ امیر حَکَم بن ہِشَام رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر حملہ کیا، رومیوں کو ”طَلِیظَہ“ سے بھی پیچھے دھکیل دیا۔ اس کے بعد رومی ”سَمُوْرَہ“ [نامی شہر] میں جمع ہو گئے، وہاں ان کا مسلمانوں سے بہت سخت مقابلہ ہوا جس میں رومیوں کو شکست ہوئی،

مسلمان لشکر جب غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوئے تو رومی شہر کے ایک طرف جمع ہونے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، ادھر سردیوں کی وجہ سے بارش کا بھی خطرہ تھا، چنانچہ امیر حکم رحمۃ اللہ علیہ کو اس سال واپس آنا پڑا۔ اگلے سال امیر حکم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ تیاری کے ساتھ حملہ کیا اور ”سُمُوْرہ“ کے راستے میں رومیوں کے کئی لشکر کاٹ ڈالے اور دومیہ کی مسلسل لڑائیوں کے بعد ”سُمُوْرہ“ شہر فتح کر لیا اور اس میں تین لاکھ رومیوں کو قتل کیا، جب اس لڑائی کی خبر روم کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے پھر صلح کی درخواست کی، تو امیر حکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا کی شرائط پر صلح کو قبول فرمایا اور مزید یہ شرط بھی رکھی کہ وہ اپنے پایہ تخت ”رُومِیہ“ کی مٹی دیں گے، جس سے ”قُرطُبہ“ کے کناروں میں اُونچے ٹیلے بنائے جائیں گے، جو رومیوں کی ذلت اور اسلام کی عظمت کے مینارے ہوں گے۔

انہی امیر حکم بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے عَبْدُ الرَّحْمٰنِ نَاصِر رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنہوں نے ۳۲۵ھ میں رومیوں کے خلاف بڑی فتوحات حاصل کیں اور ساڑھے پچاس سال کا پورا دور حکومت جہاد اور لشکروں کی تیاری میں گزارا۔ عَلَامَةُ ابُو الْفَيْض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب امیر عَبْدُ الرَّحْمٰنِ النَّاصِر رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت میں ان کے آرام کے دن گئے گئے تو وہ صرف چودہ دن نکلے۔

واقعہ ۳۶

۱۵۰ھ میں ”اَسْنَدِیْس“ نامی سردار نے ”ہرات“ اور ”بجستان“ میں سے تین لاکھ جنگجو جمع کر کے ”خُرَاسان“ کے اکثر علاقے پر قبضہ کر لیا۔ حَازِم بن خُزَیْمَہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے مقابلے پر نکلے، دونوں کے درمیان جم کر لڑائی ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی اور مسلمانوں نے ایک جنگی چال کے ذریعے کافروں کو شکست دے دی۔ ستر ہزار افراد کو قیدی بنالیا اور دس ہزار سے زائد قتل کر دیئے گئے، ”اَسْنَدِیْس“ بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا، مگر مسلمانوں نے اس کا گھیراؤ کر کے اُسے پکڑ لیا۔

واقعہ ۳۷

۱۶۵ھ میں ہَارُونُ الرَّشِید رحمۃ اللہ علیہ نے رومیوں کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے شہروں میں

گھٹتے چلے گئے، یہاں تک کہ ”خَلِجُ قُسْطَنْطِیْنِہ“ تک جا پہنچے، پھر رومیوں کی ملکہ نے ستر ہزار دینار دے کر تین سال کیلئے صلح کر لی، اس سے پہلے مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت اور قیدی ملے تھے، جانور اور مویشی تو اس قدر ہاتھ آئے کہ عمدہ ترکی گھوڑا ایک درہم میں بیچا گیا، ایک اچھی زرہ ایک درہم میں اور بیس تلواریں ایک درہم میں فروخت کی گئیں اور دشمن کے پچاس ہزار افراد مارے گئے۔

واقعہ: ۲۸

۳۳۹ھ میں یحییٰ بن علیٰ ازمنی رحمۃ اللہ علیہ نے روم پر حملے کئے اور ”قُسْطَنْطِیْنِہ“ کے قریب جا پہنچے۔

واقعہ: ۲۹

۳۴۰ھ میں ایک لاکھ رومیوں کا لشکر ”مُزْمُسُوس“ میں اُترا، تو یازمان خادِم رحمۃ اللہ علیہ نے اُن پر شب خون مارا اور اُن میں سے ستر ہزار افراد کو اُن کے بادشاہ سمیت قتل کر ڈالا اور اُن کی صلیبِ الصلیبوت (سب سے بڑی صلیب) بھی حاصل کر لی۔ (سیر اعلام النبلاء)

واقعہ: ۳۰

۳۹۱ھ میں غلام زرافہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”مُزْمُسُوس“ کی طرف حملہ کیا اور ”اَنطَاکیہ“ تک جا پہنچے، انہوں نے چار ہزار مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کروالیا اور اتنا مالِ غنیمت حاصل کیا کہ ہر ایک گھڑسوار کو ہزار دینار ہاتھ آئے۔

واقعہ: ۳۱

۵۰۵ھ میں صلیبیوں کے متحدہ لشکروں نے ”صُور“ نامی علاقے کا محاصرہ کر لیا اور ستر ہاتھ اُونچے لکڑی کے تین بُرج بنائے اور ہر بُرج میں ایک ہزار جنگجو بٹھا کر ان بُرجوں کو شہر کی حفاظتی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ مسلمانوں نے ان بُرجوں کے محافظوں کو منتشر کر کے ان بُرجوں کے ارد گرد لکڑیوں کے گھٹے ڈال کر ان میں آگ لگادی اور تیروں کی بوچھاڑ کر کے صلیبیوں کو

نیچے اترنے پر مجبور کیا، چنانچہ بُرج میں موجود تقریباً سارے صلیبی جل مرے، پھر مسلمانوں نے دوسرے دو ۲ بُرجوں پر آگ کی ہانڈیاں پھینک کر انہیں بھی آگ لگا دی، یہ جنگ کافی عرصہ چلتی رہی۔

واقعہ ۳۲

۵۴۳ھ میں تین عیسائی بادشاہوں نے ”بیت المقدس“ میں موت کا عہد کیا اور ”عکاء“ واپس جا کر اپنے لشکروں میں سات لاکھ دینار تقسیم کئے اور انہیں ساتھ لے کر مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کیا، اچانک اس لشکر نے سب سے پہلے ”دمشق“ پر دس ہزار گھڑسواروں اور ساٹھ ہزار پیادوں کے ساتھ اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمان بھی مقابلے کیلئے نکلے، ان میں سے دو سو شہید ہوئے، دوسرے دن بھی مقابلہ جاری رہا اور بے شمار صلیبی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے، پانچویں دن غازی اُتابک زنگی رحمہ اللہ بیس ہزار گھڑسواروں کے ہمراہ مسلمانوں کی مدد کیلئے پہنچ گئے اور ان کے پیچھے ان کے بھائی نور الدین زنگی رحمہ اللہ بھی پہنچ گئے، ان دنوں دمشق میں ہر طرف آہ و بکا رہی ہوئی تھی، مُصَنَّف عثمان رحمہ اللہ جامع مسجد کے درمیان میں رکھ دیا گیا تھا، عورتیں اور بچے ننگے سر اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کر رہے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مدد بھیج دی۔ صلیبیوں کے ساتھ ایک سفید ڈاڑھی والا پادری تھا، وہ گدھے پر سوار ہوا، اس نے ایک صلیب گلے میں لٹکائی اور دو صلیبیں ہاتھ میں لے کر صلیبیوں سے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مجھ سے دمشق کی فتح کا وعدہ کیا ہے، صلیبی اس کے گرد جمع ہو گئے اور وہ شہر کی طرف بڑھا، مسلمانوں نے جب اُسے دیکھا تو پورے اخلاص اور جرات کے ساتھ آگے بڑھے اور حملہ کر کے اسے اور اس کے گدھے کو مار گرایا اور صلیبیں جلا ڈالیں، اسی دوران پیچھے سے زنگی برادران رحمہ اللہ کا لشکر تشریف لے آیا اور صلیبیوں کو سخت شکست ہوئی۔

واقعہ ۳۳

۵۵۲ھ میں نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے جہاد کا اعلان فرمایا، جب یہ اعلان ”دمشق“ میں ہوا

تو فُتہاء، مُصلحاء، اور نو جوان سبھی تیار ہو گئے، نُور الدین زنگی رحمہ اللہ نے ”انیاس“ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر کے سخت حملے کئے اور تلوار کے زور پر اُسے فتح فرمالیا۔ صلیبیوں نے ”انیاس“ کے حاکم ہنری کی مدد کیلئے لشکر بھیجے، مگر جب وہ وہاں پہنچے تو شہر تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ جب نُور الدین زنگی رحمہ اللہ کو صلیبیوں کے ”طبریہ“ پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے لشکر لے کر ان کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے، جب یہ لشکر صلیبیوں کے قریب پہنچا تو صلیبی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر چار جماعتوں میں تقسیم ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ نُور الدین رحمہ اللہ فوراً اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور ان کے لشکر کے بہادر بھی اتر پڑے اور انہوں نے دشمنوں پر تیر چلانے شروع کئے، بس اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی اور کافروں کا لشکر مرداروں اور قیدیوں کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور ان میں سے صرف دس آدمی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے، مسلمانوں میں صرف دو آدمی شہید ہوئے، ان میں سے ایک ایسا بہادر تھا جو چار صلیبی بہادروں کو قتل کر کے شہید ہوا۔ مسلمان جب صلیبیوں کے سر اور مالِ غنیمت کے ڈھیر اٹھا کر جھنڈے لہراتے ہوئے ”دمشق“ پہنچے تو اہل دمشق نے رو کر نُور الدین زنگی رحمہ اللہ کیلئے دعائیں کیں۔

واقعہ ۳۲

۵۵۳ھ میں امیر المؤمنین عبد المؤمن بن علی رحمہ اللہ نے ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ ”مہندیہ“ کا رخ کیا اور اس محفوظ ترین شہر کو خشکی اور سمندر ہر طرف سے محاصرے میں لے لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی حفاظتی دیوار پر چھ ۶ گھوڑے گزر سکتے تھے اور اس کا اکثر حصہ سمندر میں تھا، پھر اہل شہر جزیئے پر راضی ہو گئے۔ صلیبی لشکر سمندر کے ذریعے سردیوں میں ”صقلیہ“ کی طرف روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر ڈوب مرے۔

واقعہ ۳۵

۵۵۳ھ میں امیر المؤمنین عبد المؤمن رحمہ اللہ کی قیادت میں ایک لاکھ کا لشکر ”افریقہ“ کی طرف روانہ ہوا، ان سب کے نام دیوان میں لکھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کاریگر، تاجر اور غلاموں کی بہت بڑی تعداد بھی تھی، لشکر کے نظم و ضبط کا یہ عالم تھا کہ پورا لشکر کھیتوں کے درمیان

تنگ راستوں سے گزرتا تھا اور کوئی شخص کھیت میں سے ایک بالی بھی نہیں توڑتا تھا اور نہ امیر کے رُعب کی وجہ سے اُسے قدموں کے نیچے روندتا تھا، ان کے خیمے اور بازار دو ۲ فُرُخ کے علاقے میں لگتے تھے اور پورا لشکر ایک امام کے پیچھے ایک ہی تکبیر کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کوئی شخص نماز سے پیچھے نہیں رہتا تھا، یہ لشکر افریقہ پہنچا اور اُسے فتح کر لیا۔

واقعہ ۳۱

۵۵۹ھ میں نُور الدین زنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور صلیبیوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا، جس میں صلیبیوں کے دس ہزار جنگجو مارے گئے اور ”انطاکیہ“ اور ”طرابلس“ کے حکمرانوں سمیت بہت بڑی تعداد میں صلیبی گرفتار ہوئے۔

واقعہ ۳۲

۵۱۹ھ میں صلیبی جنگجو اچانک ”اسکندریہ“ کی طرف حملہ آور ہو گئے، ان کے ساتھ تیس ہزار کا گھڑ سوار اور پیادہ لشکر تھا، ان کے ساتھ ان کا بحری بیڑہ بھی تھا، سرحد پر موجود مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا، مگر صلیبیوں کا حملہ سخت تھا، چنانچہ سرحدی محافظوں میں سے دو سو شہید ہو گئے اور باقی کو بھی شہر کی دیوار پناہ تک پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ صبح کے وقت انہوں نے ”اسکندریہ“ پر حملہ شروع کر دیا اور تین ۳ بڑے دُبا بے اور کالے پتھر پھینکنے کیلئے تین منجیقیں بھی نصب کر دیں اور وہ حملہ کرتے ہوئے ”اسکندریہ“ کی دیوار پناہ تک پہنچ گئے، اہل اسکندریہ نے اس فوج کا ایسی جانبازی سے مقابلہ کیا جس نے صلیبی لشکر کو خوف زدہ کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ”قاٹوس“ میں تھے، انہیں اس حملے کی اطلاع بھیج دی گئی، انہوں نے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا، ادھر لڑائی جاری تھی کہ مسلمانوں نے تیسرے دن اچانک ”اسکندریہ“ کا دروازہ کھول دیا اور صلیبیوں کو غفلت میں آ لیا اور ان کے دُبا بے جلا ڈالے اور عصر تک دُوبد لڑائی ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے صلیبیوں کو خوب قتل کیا گیا، پھر مسلمان نماز کیلئے دوبارہ شہر میں چلے گئے، پھر مغرب کے وقت انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور صلیبیوں کے خیموں پر حملہ کر دیا اور بے شمار صلیبیوں کو تہ تیغ کیا اور پھر سمندر میں موجود ان کے

بیڑے پر حملہ کر دیا اور بعض کشتیوں کو غرق کر دیا اور بعض کو نذر آتش کر دیا اور کچھ کشتیاں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ صلیبوں کے اس لشکر میں سے چند افراد ہی بچ سکے، باقی سارا لشکر مارا گیا یا گرفتار ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت بڑی غنیمت لگی۔

واقعہ ۳۸

۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر طرف جہاد میں بھرتی کا اعلان فرمادیا، پھر آپ لشکر لے کر ”طبرئہ“ کی طرف بڑھے اور بزورِ جنگ اُسے فتح کر لیا، یہ صورت حال دیکھ کر صلیبوں نے بھی لڑائی کی تیاری کی اور ہر دور دراز اور قریب کے علاقوں کے صلیبی ان کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں بارہ ہزار گھڑسوار تھے اور پیادہ لشکر اس کے علاوہ تھا، صلیبوں کی تعداد اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔ کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے رہے، بالآخر ”جبلِ حطین“ لڑائی کا مرکز بنا، اس لڑائی میں صلیبوں کی بد قسمتی عروج پر رہی اور ان کے بڑے بڑے سردار، حکام پکڑے گئے، جن میں ان کا بادشاہ ”ریوٹلم گائی“ بھی شامل تھا۔ عمادُ الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس دن جنگ میں اتنے صلیبی قتل اور گرفتار ہوئے کہ مقتولین کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج قتل ہو چکی ہے، جبکہ قیدیوں کے ڈھیر دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج زندہ گرفتار کر لی گئی ہے، ایک مسلمان سپاہی تیس تیس صلیبوں کو خیمہ کی ایک رسی میں باندھ کر ہنکاتا پھر رہا تھا، اس لڑائی نے صلیبوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا، ان کی مقدس بڑی صلیب مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی تھی اور ان کا مشہور جنگجو بادشاہ ریچینا لڈ [جس نے ایک بار مسلمانوں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا تھا اور جب انہیں قتل کرنے لگا تو ان سے کہا: اب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی مدد کیلئے کیوں نہیں بلاتے ہو؟] ملعون بھی مسلمانوں کی قید میں تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے کہا: اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مدد آ چکی ہے، پھر اُسے قتل کر دیا۔ [قتل سے پہلے اس کے سامنے اسلام پیش کرنے کی بھی ایک روایت ہے۔] اس جنگ سے حاصل ہونے والے قیدی دمشق کے بازاروں میں ایک ایک جوتے کے بدلے میں فروخت ہوئے، جب قاضی ابن ابی عسرون رحمۃ اللہ علیہ دمشق داخل ہوئے تو عیسائیوں کی بڑی صلیب ان کے سامنے سرنگوں پڑی ہوئی

تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حملے اور یلغار کو جاری رکھا، اور آپ نے اور آپ کے بھائی کے لشکر نے ناصریہ، قیساریہ، عکا، صفوریہ، شقیف، غولہ، تہنن، صیدا، بیروت، صور، عسقلان کے علاقے فتح کئے اور زملہ وغیرہ مضافاتی علاقے فتح کرنے کے بعد سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصل منزل مقصود بیت المقدس کا رخ کیا، فلسطین کے وہ تمام علاقے جن پر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے قبضہ کر لیا تھا، وہاں کے صلیبی اور عسقلان کے شکست خوردہ لشکروں نے بھی ”بیت المقدس“ میں پناہ لی تھی اور ساٹھ ہزار صلیبی جنگجو بیت المقدس پر اپنے قبضے کو برقرار رکھنے کیلئے جمع تھے، مسلمانوں نے پورے عزم اور ولولے کیساتھ صلیبیوں پر حملہ کر دیا، بالآخر صلیبیوں نے امان مانگی، سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور یہ قرار پایا کہ بیت المقدس کے تمام مسیحی فی مردس دینار، فی عورت پانچ دینار اور فی بچہ دو دینار فدیہ اداء کریں اور چالیس دن تک جو فدیہ نہیں دے گا، وہ غلام شمار کیا جائے گا۔ اس قرارداد کے بعد جمعہ ۲۷ رجب ۵۸۳ھ (بمطابق ستمبر ۱۱۸۷ء) صلیبیوں نے بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اکانوے ۹۱ سال سے جاری ظلم و بربریت کا وہ دور ختم ہو گیا جس نے پوری اُمتِ مسلمہ کے سر شرم سے جھکائے رکھے تھے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پاک گھر پھر اپنے حقیقی پاسبانوں کے ہاتھ میں آ گیا اور مسجد اقصیٰ نے سکون کا سانس لیا۔ جب سلطان ایوبی رحمۃ اللہ علیہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو اسکے ایک حصہ میں خنزیر بندھے ہوئے تھے اور اس کے غربی حصے میں فوج کیلئے بیت الخلاء تھے اور محراب کو بند کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے فوراً اسکی پاکی و صفائی کا اہتمام کیا اور مسجد میں قیمتی قالین بچھادیئے گئے اور خوبصورت اور قیمتی قدیلوں سے اُسے منور کیا گیا، شعبان کے پہلے جمعے میں اکانوے سال بعد مسجد اقصیٰ سے دوبارہ اذان گونجی اور اس کے منبر سے خطبہ دیا گیا اور سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اظہارِ تشکر کیلئے گنبدِ صخریٰ میں نماز اداء فرمائی، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت المقدس کی فتح کا اعزاز بخشا تھا۔ صلیبیوں نے گنبدِ صخریٰ میں جو تبدیلیاں کر دی تھیں، وہ ختم کر دی گئیں اور سلطان قلی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خود مسجد اقصیٰ میں حاضری دی اور گلاب کے پانی سے اُسے غسل دیا اور اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دینے کی سعادت حاصل کی اور ہر طرف خوشبوئیں بکھیر دیں۔

دعوت

[آج جب کہ پچاس سال ہونے کو ہیں اور مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ناجائز قبضے میں ہے، ہم ان واقعات کو مسجد اقصیٰ کی فتح کے واقعے پر ختم کر رہے ہیں تاکہ اس باب کو پڑھنے والا ہر شخص غزوہ بدر سے لے کر مسجد اقصیٰ کی دوبارہ فتح تک کی تاریخ کو بار بار پڑھے اور اپنے دل میں اس نیت اور عزم کو پختہ کرے جو عزم سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل میں پختہ کیا تھا اور بلا آخر وہ مسجد اقصیٰ کو خنزیروں سے پاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بات صرف عزم کی ہے، بات صرف سچی نیت کی ہے، پھر یہ عزم اور نیت انسان کو گھر نہیں بیٹھنے دیتی اور منزل تک پہنچے بغیر چھین نہیں کرنے دیتی۔ سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی ہماری طرح ایک انسان تھے، لیکن ان کے دل میں یہ بے چینی تھی کہ مسجد اقصیٰ کافروں کے قبضے میں کیوں ہے.....؟ ان کے دل میں یہ خلش تھی کہ اگر ہم اپنے مقدس مقامات کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تو پھر زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے.....؟ اُس زمانے میں بھی مسلمان انتشار کا شکار تھے، اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد جہاد سے غافل ہو کر عیش پرستی میں پڑ چکی تھی، اُس زمانے میں بھی سفید چہرے والا کالا یورپ اسلام کو مٹانے کیلئے اور اس کے سینے میں صلیب گھونپنے کیلئے متحد ہو چکا تھا، مگر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُپر آرام کو حرام کر لیا اور گھوڑے کی پشت کو اپنا تخت اور رات کے وقت اپنے مصلے کو اپنا بستر بنایا، اور ایک طرف پکار پکار کر مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی اور بڑے بڑے علماء کرام سے جہاد پر کتابیں لکھوا کر پوری اسلامی دنیا میں پھیلائیں اور منبر و محراب کے مجود کو برق صفت، شعلہ عزم خطباء کے ولولہ انگیز خطبات سے توڑ ڈالا اور دوسری طرف سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے حد درجے کی آہ و زاری کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ سے بیت المقدس واپس لینے کی توفیق مانگی، چنانچہ مسلمان متحد ہو گئے اور آسمان سے مدد کے دروازے بھی کھل گئے اور لاکھوں نفوس پر مشتمل صلیبیوں

کے اہنی لشکر جو خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے، سلطان صلاح الدین ائیوبی رحمہ اللہ کے سامنے مکڑی کے جالے ثابت ہوئے۔ آج پھر وہی ماحول ہے، آج پھر کفر نے خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھ رکھا ہے، آج پھر مسلمانوں میں انتشار اور مجہد کی کیفیت ہے، مگر اس خاک کے اندر بہت سے شرارے چھپے ہوئے ہیں اور اُمتِ مُسْلِمَہ آج بھی سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتی ہے، مگر ضرورت ہے سلطان صلاح الدین ائیوبی رحمہ اللہ جیسے ایک قائد کی، جو خود عمل کا پیکر ہو، جو خود بے چینی اور خلش میں مبتلا ہو، جس کے عزم میں آہن کی سختی اور جس کی نیت میں حوضِ کوثر کی پاکیزگی ہو، جو درد سے بولتا ہو اور اپنا درد بانٹنے کی طاقت رکھتا ہو، جس کا دل اُمت کی حالت دیکھ کر زخمی ہو، مگر وہ ان زخموں کو کافروں کی طرف منتقل کرنے کا عزم رکھتا ہو، جو خود کو بھول چکا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھتا ہو، جس کی نگاہیں بلند اور ارادے پختہ ہوں، جو اپنی ذات کے چکر اور ہر طرح کے رعب سے آزاد ہو، جو صرف موت کے آئینے میں رُخِ یار کو تلاش کرتا ہو اور فقر سے محبت کرتا ہو۔ آج افغانستان کی طرف سے ایک خوبصورت جھلک تو نظر آئی ہے، کیا معلوم یہی وہ بدرِ منیر ہو جو اُمتِ مُسْلِمَہ کی تاریک رات کو روشن کر سکے، لیکن اچھا قائد اچھے لوگوں کو ہی ملتا ہے اور ماہر کسان اچھی زمین ہی سے فصل نکال سکتا ہے، آج ہر مسلمان کو جہاد کیلئے تیار ہونا ہوگا، آج ہر مسلمان کو اپنی ذات کے خول سے نکلنا ہوگا، آج ہر مسلمان کو اپنے اندر آہنی عزم اور نچھی نیت پیدا کرنی ہوگی۔

آج ہر مسلمان کو اسلامی ممالک کی ایک ایک چپّہ زمین آزاد کرانے کا عزم کرنا ہوگا، آج ہر مسلمان کو خون کے ایک ایک قطرے کا بدلہ لینے کی نیت کرنی ہوگی، آج مسلمانوں کو اسلام کی عظمت کی خاطر خاک اور خون میں تڑپنے کا شوق اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا، تب ان شاء اللہ تعالیٰ خود انہی مسلمانوں میں سے کوئی سلطان صلاح الدین ائیوبی رحمہ اللہ بھی پیدا ہو جائے گا اور کسی ماں کا بیٹا تُوڑ الدین زنگی رحمہ اللہ جیسا بھی کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انہی اکابر جیسا عزم، حوصلہ اور نیت عطاء فرمائے۔ (آمین ثم آمین)



السلطنة لعبد

بدر بن عثمان بن عبد



نُصرت اور شجاعت کی فضیلت، بُزدلی اور کمزوری
کی مذمت اور ان کے علاج کے طریقے اور اُمت کے
لعضب جانیواؤں کے حالات کا بیان

مذکورہ شجاعت اور بُزدلی کے اسباب و علاج

مذکورہ شجاعت اُمت سے ابطالِ اسلام



امیر کی صفات

- ۱ نرم دل اور بااخلاق ہو۔
- ۲ اپنے رُفقاء کو (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) مُعاف کرنے والا ہو۔
- ۳ جماعت اور رُفقاء کے لئے استغفار کرتا ہو۔
- ۴ جماعت کا نظام مشورہ سے چلانے والا ہو۔
- ۵ صاحبِ عزم ہو۔ (۶) مُتوکل علی اللہ ہو۔ (فتح الجواد: ۱/۲۹۹)

غور فرمائیں

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال فرماتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء، علماء، فقہاء علیہم السلام بھی جہاد فرماتے تھے جہاد کے دوران اُن پر سخت حالات، ظاہری شکست اور آزمائشیں بھی آتی تھیں ان تینوں امور پر غور کیا جائے تو جہاد کے خلاف اُٹھائے جانے والے بہت سے وساوس کا جواب مل سکتا ہے۔ (فتح الجواد: ۱/۲۵۵)



نُکُت اور شجاعت کی فضیلت، بُزدلی اور کمزوری کی مُزمت اور ان کے علاج کے طریقے اور امت کے بعض جبانوں کے حالات کا بیان

مُسلّم شریف کی روایت ہے کہ پُئی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور مسلمان زیادہ بہتر اور اللہ (ﷻ) کے نزدیک زیادہ محبوب ہے کمزور مسلمان سے اور ہر ایک میں بھلائی ہے، اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں نفع پہنچائے اور اللہ (ﷻ) سے مدد مانگو اور کم ہمتی نہ دکھاؤ۔ (مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد) کئی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بُزدلی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں، کم ہمتی اور سُستی سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، بُزدلی، زیادہ بڑھاپے اور بَخل سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، عذابِ قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں پُئی کریم ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور میں آپ ﷺ کو اکثر یہ دعاء پڑھتے ہوئے سُنتا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ
وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدِّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔

اے میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں، فکر سے اور غم سے، کم ہمتی اور سُستی سے، بَخل اور بُزدلی سے اور قرضے کے بوجھ سے اور لوگوں کے دبا لینے سے۔ (بخاری، ترمذی)

ان دُعاؤں میں حضور اکرم ﷺ کے جامع کلمات کا اعجاز نظر آتا ہے، آپ ﷺ نے ہم

(فکر) اور حَزَن (غم) کو جمع فرمایا، کیونکہ ”ہَم“ یعنی فکر آئندہ آنے والے حالات سے ہوتا ہے اور ”حَزَن“ یعنی غم گزشتہ حالات پر ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے ”عَجْز“ (کم ہمتی یا کمزوری) اور کَسَل (سستی) کو جمع فرمایا، کیونکہ ”عَجْز“ یعنی کم ہمتی اور کمزوری کا معنی یہ ہے کہ انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس پر قدرت نہیں پاتا اور ”کَسَل“ یعنی سستی کا معنی یہ ہے کہ انسان کا بدن ضروری چیزوں کو اداء کرنے سے کمزوری دکھاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بُخْل (کنجوسی) اور جُبْن (بزدلی) کو جمع فرمایا، کیونکہ بُخْل نام ہے، مال خرچ نہ کرنے کا اور جُبْن نام ہے، جہاد میں جان قربان نہ کرنے کا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ضَلَع الدِّین (قرضے کے بوجھ) اور غَلَبَةُ الرِّجَالِ (لوگوں کے غالب آجانے) کو جمع فرمایا ہے، کیونکہ ان میں سے پہلی چیز انسان کے باطن کو مغلوب کرتی ہے جبکہ دوسری چیز اس کے ظاہر کو محکوم بنا دیتی ہے۔

حضرت مُصْعَبُ بن سَعْدٍ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) حضرت سَعْدُ بنِ العَدْنِ رضی اللہ عنہ ہمیں پانچ دعائیں مانگنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ ان کا حکم فرمایا کرتے تھے۔
[وہ پانچ دعائیں یہ ہیں :-]

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبُكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبُكَ مِنْ
اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَزْدِ الْعُصْرِ وَاَعُوْذُبُكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا یَعْنِیْ فِتْنَةَ
الدَّجَالِ وَاَعُوْذُبُكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

اے میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بخل سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بزدلی سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ میں بدترین عمر کی طرف لوٹا یا جاؤں [یعنی بہت بوڑھا ہو جاؤں] اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنے یعنی دجال کے فتنے سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں عذابِ قبر سے۔ (بخاری، مسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت سَعْدُ بنِ العَدْنِ رضی اللہ عنہ ہمیں یہ دُعاء اس طرح سکھاتے تھے جس طرح کتابت سکھائی جاتی ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ رَسُوْلُ اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دُعاء مانگا کرتے تھے۔ (بخاری)

فصل

تذکرہ شجاعت اور بُزدلی کے اسباب و علاج

شجاعت

دل کے اپنے عزم پر پختہ رہنے کو شجاعت کہتے ہیں اور یہی ہر کمال حاصل کرنے کا اصل ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعے انسان بلند مقام تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکتا ہے اور دل کا پختہ اور مضبوط ہونا بھی تبھی ممکن ہے، جب انسان کا مزاج اور اس کی عقل درست ہو اور اس کی طبیعت میں اعتدال ہو، اگر انسان کے دل کی قوت حد اعتدال سے بڑھ جائے تو پھر یہ خواہ مخواہ کا تھوڑ (لا پرواہی) بن جاتا ہے اور اگر دل کی قوت کم ہو جائے تو یہی بُزدلی کہلاتی ہے، تھوڑ [یعنی بے لگام بہادری] اور بُزدلی دونوں ناپسندیدہ چیزیں ہیں اور ان دونوں کے درمیانی درجے کو شجاعت کہتے ہیں، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ انسان کا دل ہمیشہ اعتدال پر رہے اور کسی طرح کی افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہو۔ جہاں تک بُزدلی کا تعلق ہے تو اس کا علاج کرنا چاہئے، [کیونکہ وہ ایک سخت بیماری ہے] اور اس کا علاج اسی وقت ممکن ہے، جب ان اسباب کا خاتمہ کیا جائے جن کی وجہ سے انسانی طبیعت میں اعتدال نہیں رہتا اور انسان بُزدلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ [ذیل میں ان بعض اسباب کو ان کے علاج سمیت ذکر کیا جاتا ہے جن سے بُزدلی پیدا ہوتی ہے۔]

بُزدلی کی وجہ یا تو جہالت اور ناواقفیت ہوتی ہے، چنانچہ مسلسل تجربے اور علم کی وجہ سے ایسی بُزدلی ختم ہو جاتی ہے، یا پھر کمزوری اور خوف کی وجہ سے انسان بُزدل ہو جاتا ہے، ایسی بُزدلی کا علاج یہ ہے کہ وہ کام جس سے انسان کو خوف آتا ہو بار بار کرے، اس طرح سے اس کی بُزدلی دور ہو جائے گی، یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ ابتداء میں امامت، خطابت اور محکم کے سامنے بات کرنے سے خوف آتا ہے اور زبان لڑکھڑا جاتی ہے، لیکن اگر بار بار یہ کام کئے جائیں تو کمزوری دور ہو جاتی ہے اور اس کی بجائے انسان اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہے، کیونکہ جمہور کے نزدیک انسانی اخلاق اور طبیعتیں اس قابل ہیں کہ انہیں بدلا جاسکتا ہے۔ آپ

نے جوگیوں کے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ خوفناک سے خوفناک سانپ کو آسانی سے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں، کیونکہ ان کی طبیعت کو اس کا عادی بنادیا جاتا ہے، جب کہ ایک زبردست بہادر آدمی جس کا سانپ سے واسطہ نہ پڑا ہو، وہ سانپ کو چھونے کی ہمت بھی نہیں کرتا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑی سی تربیت کے بعد وحشی جانور اور درندے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی ابتدائی فطرت اور طبیعت کے خلاف ہے، اسی طرح بعض اکٹھے رہنے والے جانوروں کو جب تربیت دے دی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگ جاتے ہیں اور اپنے ہم نسل بھائیوں کو پھاڑ دیتے ہیں۔ آپ نے مرغوں، دُنبوں اور دوسرے جانوروں کی لڑائیاں دیکھی ہوں گی، حالانکہ عام فطرت و عادت کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں لڑتے۔ اسی طرح تربیت کے ذریعے دو دشمنوں کو دوست بنادیا جاتا ہے، جیسا کہ مدار یوں کے ہاں آپ نے بلی پر چوہے کو سوار دیکھا ہوگا اور کتے اور بلی کو بھی باہم شیر و شکر دیکھا ہوگا، حالانکہ آپ ان کی باہمی دشمنی کو خوب جانتے ہیں۔ تو جب جانوروں کا مزاج، طبیعت اور عادتیں اس طرح سے بدلی جاسکتی ہیں، تو انسان تو زیادہ آسانی سے شر اور خیر کو قبول کر لیتا ہے، کیونکہ ان دونوں چیزوں کا مادہ اس میں رکھا گیا ہے اور اس کی طبیعت جانوروں کی بنسبت زیادہ آسانی سے کسی چیز کو قبول کر لیتی ہے۔

ایک اہم نکتہ:

فتح اور کامیابی کا یقین انسان میں قوت اور بہادری پیدا کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے بہادروں کو کس طرح سے پچھاڑتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں جب کسی سے لڑتا ہوں تو پہلے سے یہ ذہن بنالیتا ہوں کہ میں اُسے قتل کر دوں گا۔

بعض مجاہدین کا قول ہے کہ جنگ کے دوران اپنے دل میں جرأت بھر لو، کیونکہ یہی کامیابی کا سبب ہے۔

قدماء کا قول ہے کہ جس نے دشمن کو مرعوب کر دیا، اس نے اپنے لئے لشکر تیار کر لیا۔ اگر ہم تجربے کی آنکھ سے دیکھیں تو ہمیں پسائی اختیار کرنے کی وجہ سے مارے جانے والے زیادہ نظر آئیں گے اُن کی بنسبت، جو آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

اپنے دل سے وہم اور وسوسوں کو نکال دینے سے ہی انسان اپنی منزل کو پاسکتا ہے، جب کہ پسپائی اختیار کرنا موت کا دسترخوان ہے اور اسی سے دشمنوں کی ہمت بڑھتی ہے اور ہر وہ چیز جس کا رعب انسان کے دل پر چھا چکا ہو، اُسے صرف شجاعت کے ذریعے سے دل سے نکالا جاسکتا ہے، مثلاً اگر آپ کا دل چاہے کہ کسی انسان کو اپنا مال دے دیں تو ایک دم طبیعت پریشان ہو جائے گی اور دل پر کمزوری چھا جائے گی اور نفس کہے گا کہ کل تمہیں خود اس مال کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور شیطان فقر و فاقے سے ڈرائے گا، لیکن اگر آپ نے اپنے عزم کو پختہ کر لیا اور دل کو مضبوط کر لیا تو دل سے وسوسے دھل جائیں گے اور کمزوری اور بے بسی کی بجائے دل میں طاقت محسوس ہونے لگے گی۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس شخص کو مخلوق کا طاقتور ترین اور سب سے مضبوط شخص قرار دیا گیا ہے جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ (ﷻ) نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہل رہی تھی اور مجھک رہی تھی، چنانچہ اللہ (ﷻ) نے اس پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تو وہ رُک گئی۔ فرشتے پہاڑوں کی طاقت دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہوں نے پوچھا: اے ہمارے رب! کیا آپ نے پہاڑوں سے بھی طاقتور کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ اللہ (ﷻ) نے فرمایا: ہاں لوہا [یعنی لوہا پہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہے]۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز آپ نے پیدا فرمائی ہے؟ اللہ (ﷻ) نے فرمایا: ہاں آگ۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا آگ سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا پانی سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہوا۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا ہوا سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ اللہ (ﷻ) نے فرمایا: وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ (ترمذی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص صدقہ مخفی رکھنے پر قادر ہو گیا وہ مخلوق میں سب سے زیادہ طاقتور ہے اور اس طاقت سے مراد جسمانی طاقت نہیں، بلکہ اس کے دل کی مضبوطی ہے کہ اس نے جس چیز کا عزم کیا، اُسے کر دکھایا، بس اسی دل کی مضبوطی کو شجاعت اور بہادری کہتے ہیں۔

امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرائض ہیں

- ۱ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کر سکتا ہے اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچ سکتا ہے۔
 - ۲ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان ہر طرح کے فضائل کو حاصل کر سکتا ہے۔
 - ۳ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان نفس کی غلامی اور گندگیوں میں نشتر کرنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔
 - ۴ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کی ایذا کو اور اپنے دوست کی بیوفائی کو برداشت کر سکتا ہے۔
 - ۵ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان راز کو چھپا سکتا ہے اور ذلت سے بچ سکتا ہے۔
 - ۶ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان مشکل کاموں میں کُود سکتا ہے۔
 - ۷ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان بڑے بڑے ناپسندیدہ بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔
 - ۸ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان لوگوں کی عادتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔
 - ۹ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان اپنی سوچ اور عقل کے ہر ارادے اور عزم کو پورا کر سکتا ہے۔
 - ۱۰ دل کی مضبوطی کے ذریعے ہی انسان دل میں نفرت اور غصہ رکھ کر اوپر سے مُسکرا سکتا ہے۔
- جیسا کہ حضرت اَبُو دُرْدَاءَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا فرمان ہے کہ ہم کچھ لوگوں کے سامنے مُسکراتے ہیں، جبکہ ہمارے دل اُن پر لغت بھیج رہے ہوتے ہیں۔
- حضرت عَلِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا فرمان ہے کہ ہم بعض ایسے ہاتھوں سے مُصافحہ کرتے ہیں جنہیں ہم کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ [جائز حالات کے تحت ایسا کرنا بے شک بہادریوں کا کام ہے، جبکہ بُزدل آدمی اپنے اندر کا سب کچھ اُگل کر دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور کمزور ہو جاتا ہے۔]
- خوب جان لیجئے کہ جنگ کے دوران بہادری تین طرح کی ہے:-
- ۱ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں اور دشمنوں کے ساتھ آنکھیں چار ہو جائیں تو مجاہد کو چاہئے کہ دونوں لشکروں کے درمیان نکل کر اعلان کرے کہ

”هَلْ مِنْ مُبَادِرٍ“ ہے کوئی جو میرے مقابلے کی ہمت کر سکے۔“

۲ جب جنگ شروع ہو جائے اور صفیں بکھر جائیں اور کسی کو علم نہ ہو کہ کدھر سے موت آئے گی، اس وقت اپنے حواس پر قابو رکھے، دل کو مضبوط اور عقل کو حاضر رکھے اور بدحواسی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

۳ اگر مجاہدین پسپا ہونے لگیں تو اُن کے پیچھے جا کر انہیں واپس آنے کی ترغیب دے اور اُن کے دلوں کو مضبوط کرے اور ایمان آفریز اور جذبات افزا باتیں کر کے ان کے حوصلے بڑھائے اور اپنے ساتھیوں کو سہارا دیکر پھر لڑائی پر آمادہ کرے، ایسے حالات میں بہادری بہت پسندیدہ عمل ہے۔ اسلاف کا قول ہے کہ بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا، غافلین کے پیچھے استغفار کرنے والوں کی طرح ہے۔

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ سب سے بڑا بہادر وہ ہے جو اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی نفس پر قابو پالے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے۔

(تہمتی باسناد ضعیف)

پس جس نے اپنے نفس کو شریعت کے تابع بنا دیا کہ جہاں شریعت کچھ کرنے کا حکم دے، وہ کر گزرے اور جہاں روک دے، وہاں رک جائے، جہاں آگے بڑھائے، آگے بڑھ جائے اور جہاں پیچھے ہٹائے، پیچھے ہٹ جائے، تو ایسا شخص سب سے بڑا بہادر ہے، لیکن وہ شخص جو ہر حال میں کچھ کرنا ہی چاہتا ہو خواہ وہ کام کرنا جائز ہو یا نہ ہو۔ تو ایسا شخص بہادر نہیں ہے، بلکہ وہ بھیڑیے، گدھے اور خنزیر کی طرح محض ضدی اور نفس پرست ہے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور وہ نہیں ہے جو مد مقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھ سکے۔ (بخاری، مسلم)

ابنِ حبان رحمہ اللہ کی روایت میں الفاظ یہ ہیں: طاقتور وہ نہیں ہے جو لوگوں پر غالب آجائے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے۔

بزدلی انسان کیلئے ہلاکت ہے اور بہادری اس کی ڈھال ہے، اس لئے حدیث شریف

میں بزدلی کو ایک مرد کیلئے بدترین بیماری قرار دیا گیا ہے۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی میں سب سے بُری چیز سخت کنجوسی اور سخت بزدلی ہے۔ (ابوداؤد)

بزدلی درحقیقت تقدیر کے بارے میں شک اور اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کا نتیجہ ہے، کیونکہ جس انسان کو یقین ہو کہ موت کا وقت مُقرر ہے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سچ فرمایا ہے کہ ہر شخص کے لئے موت کا وقت طے ہے، تو ایسا شخص کبھی بزدلی اور فرار کو اختیار نہیں کر سکتا، ہاں اگر اُسے تقدیر کے بارے میں شک ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو بھی سچا نہ جانتا ہو، تو وہ بزدلی اختیار کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید گھر بیٹھنے سے میری موت ٹل جائے گی یا میری زندگی لمبی ہو جائے گی، حالانکہ موت ایسی چیز ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی ڈھال نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تقدیر بدل جائے اور تقدیر اٹل ہے وہ نہیں بدلتی۔

رَسُولُ اللہ ﷺ نے حضرت عَبْد اللہ بن عَبَّاس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند باتیں بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں یاد رکھے گا اور تم اُسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تمہیں مانگنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ جب تمہیں مدد چاہئے ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو، خوب اچھی طرح جان لو کہ اگر تمام لوگ تمہیں نفع پہنچانے کیلئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے، مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے، مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھایا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں [یعنی تقدیر لکھی جا چکی ہے]۔ (ترمذی)

نبیہتی کی روایت میں ہے:

خوب اچھی طرح جان لو! جو [نفع یا نقصان] تمہیں پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو [نفع یا نقصان] تمہیں نہیں پہنچنا وہ نہیں پہنچ سکے گا، خوب جان لو کہ فتح صبر کے ساتھ اور کُشاہی مصیبت کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (نبیہتی)



فصل

مذکورہ شجرانِ اُمت و ابطالِ اسلام

سید الکونین و ائینِ نبی ﷺ کی شجاعت و بہادری

سب سے بہادر اور سب سے مضبوط دل والے انسان ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں، آپ ﷺ نے بہت مشکل مقامات پر اس وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، جب بڑے بڑے بہادر میدان چھوڑ جاتے تھے، مگر آپ ﷺ ان خوفناک اور خون آشام مقامات پر ڈٹے رہے، آگے بڑھتے رہے اور آپ ﷺ کے عزم اور آپ کی یلغار میں ذرہ برابر کمی نہ آئی، دنیا کا ہر بہادر کہیں نہ کہیں فرار یا کمزوری کا شکار ہوا، مگر آقائے دو جہاں ﷺ نے اس کا تصور تک نہیں فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٍ** (القلم: ۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے، ایک رات اہل مدینہ نے کوئی خوفناک آواز سنی، لوگ اس آواز کی طرف دوڑے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وہاں سے واپس آتے ہوئے پایا، کیونکہ آپ ﷺ ان سے پہلے اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے، [واپسی پر دیکھا گیا کہ] آپ ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے گلے میں تلوار لٹک رہی ہے اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں: ڈرنے کی کوئی بات نہیں، ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شجاع، زیادہ دلیر، زیادہ سخی اور زیادہ راضی ہونے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (نسائی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی اور میدانِ کارزار گرم ہو جاتا تھا تو ہم بنی کریم ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی آپ کی بنسبت دشمن

کے زیادہ قریب نہیں ہوتا تھا، بدر کے دن ہم پُنی کریم ﷺ کی آڑ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور آپ ﷺ نے اس دن سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی۔ کہا جاتا تھا کہ بہادر وہی ہے جو جنگ میں پُنی کریم ﷺ کے قریب ہو، کیونکہ آپ ﷺ دشمن کے قریب ترین ہوتے تھے۔ (صحیح، مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی دشمنوں سے لکراؤ ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ [اپنے لشکر میں سے] سب سے پہلے جنگ شروع فرماتے تھے۔

(اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصمہانی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قیس قبیلے کے ایک شخص نے کہا: کیا آپ لوگ حنین کے دن پُنی کریم ﷺ کو [میدان جنگ میں اکیلا] چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پُنی کریم ﷺ نے فرار اختیار نہیں فرمایا، قبیلہ ہوازن کے لوگ اُس دن تیر بر سار ہے تھے، ہم نے جب اُن پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، ہم لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو اُنہوں نے ہمیں تیروں پر لے لیا، میں نے پُنی کریم ﷺ کو [تیروں کی اس بوچھاڑ میں] اپنے سفید خچر پر دیکھا اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اُس خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

اَنَا بَنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

ہ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ

میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔

میں سچا نبی ہوں،

(بخاری، مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کی قسم! جب سخت لڑائی ہوتی تھی تو ہم پُنی کریم ﷺ کی پناہ میں آ جاتے تھے اور ہم میں زیادہ بہادر وہی ہوتا تھا جو پُنی کریم ﷺ کے قریب رہ کر لڑتا تھا اور جب اُبی بن خلف [مشرک] نے اُحد کے دن آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگا: محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر یہ سچ گئے تو میں نہیں بچوں گا اور وہ [پہلے] پُنی کریم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرقہ مکی کھلاتا ہوں، میں اسی

پر بیٹھ کر آپ کو قتل کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اُسے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ غزوہ اُحُد کے دن اُبی بن خلف نے اپنے اُسی گھوڑے پر بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ پر حملہ کیا، کچھ مسلمان اسے روکنے کیلئے آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو اور راستہ چھوڑ دو، نبی کریم ﷺ نے حضرت حارث بن صمۃ رضی اللہ عنہ سے برچھی لے لی اور اُسے قول کر اُبی بن خلف کو گردن پر دے ماری، جس کے بعد وہ کئی بار اپنے گھوڑے سے گرا — ایک روایت یہ ہے کہ یہ برچھی اس کی پسلی پر لگی تھی، جب وہ زخمی ہو کر واپس لوٹا تو کہنے لگا: مجھے ٹخہ (نبی کریم ﷺ) نے قتل کر دیا۔ مُشرکین نے کہا کہ تمہیں زیادہ زخم نہیں آیا۔ کہنے لگا: اگر میرا یہ زخم سب لوگوں میں بانٹ دیا جائے تو سب مارے جائیں گے، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے، کہ ٹخہ (نبی کریم ﷺ) نے کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کریں گے؟ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر ٹھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ یہ ملعون مکہ واپس جاتے ہوئے مقامِ سرف پر مر گیا۔

نبی کریم ﷺ نے رُکّانہ پہلوان سے کشتی فرمائی اور اُسے پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)
حافظ مزیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رُکّانہ کو دو یا تین بار پچھاڑ دیا اور ایک روایت کے مطابق یہی واقعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ (تہذیب الکمال للمزیٰ)
حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رُکّانہ جسے نبی کریم ﷺ نے پچھاڑا تھا، لوگوں میں سب سے طاقتور آدمی تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی شجاعت کسی بیان کی محتاج نہیں ہے، ہم نے یہاں اس کا مختصر تذکرہ کر دیا ہے، جو مزید تفصیلات دیکھنا چاہتا ہے وہ سیرت اور مغازی کی کتب کا مطالعہ کرے۔
حضور اکرم ﷺ کی شجاعت اور دل کی مضبوطی سمجھنے کیلئے تھوڑا سا معراج کے واقعے پر غور کیجئے، آپ کو خود آپ ﷺ کے مضبوط دل اور ناقابل شکست حواس کا اندازہ ہو جائے گا، خصوصاً آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا اور رُوبانی کو برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد ہم آپ ﷺ کی اُمت میں سے کچھ بہادروں کا تذکرہ کرتے

ہیں، اگرچہ ان کی تعداد بے شمار ہے، لیکن ہم حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت کچھ حضرات کا تذکرہ کریں گے۔

خلیفہ رسول ینار غار رسول الفضل النحلائی بعد الانبیاء علیہ السلام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

محمد بن عقیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ حاضرین مجلس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ سب سے بہادر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے جسے بھی مقابلے کی دعوت دی، اس کا پورا حساب چکا دیا، لیکن لوگوں میں سب سے بہادر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جب غزوہ بدر کا دن تھا تو ہم نے حضور اکرم ﷺ کے لئے ایک عریش [چبوترہ] بنادیا تھا اور ہم نے کہا کہ اللہ کے نبی (ﷺ) کے ساتھ کون رہے گا؟ جو مشرکوں کو آپ ﷺ تک نہ پہنچنے دے، اللہ کی قسم! اس دن یہ سعادت صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی حاصل کی اور وہ اپنی کھلی تلوار لے کر حضور اکرم ﷺ کے سرمبارک کے پاس کھڑے رہے۔

مکہ میں ایک بار مشرک حضور اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، ان میں سے کوئی آپ ﷺ کو گھسیٹ رہا تھا، کوئی دھکے دے رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے: کیا تم ہی سارے معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود کی دعوت دیتے ہو؟ اللہ کی قسم! اس دن ہم میں سے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے، وہ کسی مشرک کو مار کر ہٹاتے تھے، کسی کو گھسیٹتے تھے اور کسی کو دھکے دے کر حضور اکرم ﷺ سے دور کرتے تھے اور کہتے تھے: اے مشرک! ہلاک ہو جاؤ، کیا تم انہیں اس لئے مارتے ہو کہ یہ کہتے ہیں: میرا رب اللہ (ﷻ) ہے؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرکاء مجلس سے فرمایا: میں تمہیں اللہ (ﷻ) کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آلِ فرعون میں سے [خفیہ] ایمان لانے والا افضل ہے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ شرکاء مجلس خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک گھڑی، آل

فرعون میں سے ایمان لانے والے شخص کے زمین بھر کے اعمال سے افضل ہے، وہ مؤمن تو اپنا ایمان چھپاتا تھا جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ (مجمع الزوائد)

مُصَنَّف رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں: بے شک حضرت عَلِیُّ رَضِیَ اللہ عنہ نے سچ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہادر تھے، آپ کے دل کی مضبوطی، عزم کی پختگی اور حواس کی قوت کا اندازہ غزوہ بدر، غزوہ اُحُد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ [ہجرت کا پورا واقعہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہادری، شجاعت اور قوت قلبی کا بھرپور ثبوت ہے۔]

اور آپ نے سب سے زیادہ قوت کا مظاہرہ اس وقت کیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے وصال فرما گئے، اس زلزلہ خیز موقع پر جب کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے حواس کھو بیٹھے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُمتِ مسلمہ کو سنبھالا، بے شک اگر اس دن آپ مثالی ہمت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو نہ معلوم اُمت کا کیا حال ہوتا؟

اسی طرح اپنے دورِ خلافت میں آپ نے مُرتدین، مدعیانِ نبوت کے علاوہ مانعینِ زکوٰۃ سے بھی جہاد کا فیصلہ فرمایا، وہ آپ کی قوتِ قلبی اور فراستِ ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے، یہ ان کی شجاعت ہی تو تھی کہ اسلام کی عمارت جس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُسے وہاں سے ذرہ برابر نہیں ہلانے دیا اور دین میں ایک شوشہ برابر کی برداشت نہیں فرمائی، آپ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔

عزّتِ اسلام، امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور ایمانی قوت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو لوہے کا پہاڑ قرار دیا گیا ہے۔

رَنَوَلُّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے یہ فرمانا [بھی ان کی فضیلت کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہے] کہ اے ابنِ خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! شیطان جس گلی میں آپ کو دیکھتا ہے، اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا یہ دعاء فرمانا کہ اے میرے پروردگار! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخشے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت سے ہم عزت مند چلے آتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کیساتھ لڑائی کر کے کعبہ میں نماز اداء فرمائی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز اداء کی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا: آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔ (الریاض النضرہ لمحج الدین طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت اعلیٰ درجہ کے شجاع تھے، اسلام کی عظمت کی خاطر آپ کے بہادرانہ کارنامے بے شمار ہیں، جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جن کے ساتھ کشتی کی اور اُسے تین بار پچھاڑ دیا۔ (الریاض النضرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ شیطان اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی بُرائی کی ترغیب دے سکے۔ (الریاض النضرہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان عمر کے قدموں کی آہٹ سن کر بھاگ جاتا ہے۔ (الریاض النضرہ)

علامہ قزطینی رحمہ اللہ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں کان پکڑ کر چھلانگ لگاتے تھے اور بغیر کسی چیز کو پکڑے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھتے تھے۔

[مثال حیا، ذوالنورین، امیر المؤمنین، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ]

مکہ مکرمہ میں اپنے مالدار گھرانے کی سختیاں جھیلنا، حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں

کرنا، غزوہٴ حُدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کا سفیر بن کر جانا، یہ سارے واقعات آپ کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہیں، ہم نے پیچھے حدیث شریف کے حوالے سے پڑھ لیا کہ جو شخص خفیہ صدقہ دینے پر قادر ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے مضبوط اور طاقتور ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تو کوئی صبح اور کوئی شام خفیہ اور علانیہ صدقات سے خالی نہیں تھی، اسلام کی خاطر ان کا بے دریغ مال لٹا دینا ان کی قوت قلبی اور مضبوط ایمان کا ثبوت ہے، اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کی جو مثال قائم کی، وہ بلاشبہ بہت عظیم کارنامہ ہے، آپ نے ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کی وصیت اور حکم پر عمل کرتے ہوئے قمیصِ خلافت کو نہیں اُتارا اور دوسری طرف باوجود قوت اور طاقت کے اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں نہیں لڑایا، بلکہ آدھی دنیا سے زائد کا یہ عظیم حکمران نہایت مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

اسد اللہ العربی، امیر شجاعت، امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ کی بہادری کی ایک امتیازی شان تھی، غزوہٴ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے آپ کو لشکر اسلام کا جھنڈا عطا فرمایا تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔ ابنِ عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر لڑائی میں شریک رہے، سوائے غزوہٴ تبوک کے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ نے خود آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور ارشاد فرمایا: اے علی! آپ میرے لئے اسی طرح ہیں جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

غزوہٴ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، وہ شخص میدان سے بھاگنے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر [اس قلعے کو] فتح فرمائے گا، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ

رہی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطاء فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی۔

(بخاری، مسلم و جملہ اصحاب الصحاح والسنن)

مُصْعَبُ بن نَکَاشٍ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عَلِیُّ رضی اللہ عنہ بہت مہارت کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور اپنے مد مقابل کو سخت غلطی میں ڈالتے تھے، جب آپ حملہ کرتے تھے تو ہر طرف سے خوب چوکنا رہتے تھے، اس لئے کوئی آپ پر قابو نہیں پاسکتا تھا، آپ کی زورہ صرف آپ کے سینے کو ڈھانپتی تھی، پیٹھ کو نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کو پشت کی طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہوتا؟ فرمانے لگے: اگر دشمن میری پیٹھ پر وار کرنے کی جگہ پالے، پھر بھی اگر عَلِیُّ فتح جائے تو اللہ تعالیٰ دشمن کو باقی رکھے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابُو زَافِعِ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب غزوہ خَیْبَر میں حضور اکرم ﷺ نے جھنڈا حضرت عَلِیُّ رضی اللہ عنہ کو دے دیا تو ہم بھی ان کے ساتھ گئے، جب قلعے کے قریب پہنچے تو قلعے کے یہودیوں نے مقابلہ کیا، حضرت عَلِیُّ رضی اللہ عنہ ان سے لڑتے رہے، اس لڑائی میں آپ کی ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر گئی تو آپ نے ایک دروازہ بطور ڈھال کے ہاتھ میں لے لیا اور قلعہ فتح ہونے تک آپ اُسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے، فتح کے بعد آپ نے اُسے پھینک دیا، اس کے بعد ہم سات آدمیوں نے زور لگا کر اس دروازے کو اُلٹنا چاہا تو نہ اُلٹ سکے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

بُشَيْرُ بْنُ الْحَخَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت عَاشِرُ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی غزوہ اُحُد کا تذکرہ فرماتے تھے تو کہتے تھے: وہ دن تو سارا کا سارا عَلَیُّ رضی اللہ عنہ کے نام رہا، میں جب سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹا۔ تو میں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک شخص کو لڑتے دیکھا۔ میں نے کہا: یہ عَلَیُّ رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے، جو اس شرف کو حاصل کر گئے جسے میں حاصل نہ کر سکا اور فرمایا کہ اس دن عَلَیُّ رضی اللہ عنہ کو ستر سے زائد تیر، تلوار اور نیزوں کے زخم لگے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحُد کے دن مسلمان [اچانک حملے سے بوکھلا کر] پیچھے

ہٹ گئے، صرف ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور وہ اپنی ڈھال کے ذریعے حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بہت زبردست تیر انداز تھے انہوں نے اس دن دو یا تین کمائیں توڑیں اور جو مسلمان بھی اپنے ترکش میں تیر لے کر گزرتا تھا تو حضور اکرم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ تیر حضرت طلحہ کو دے دو۔ آپ رضی اللہ عنہ مشرکوں کو دیکھنے کیلئے سر مبارک اُپر اٹھاتے تھے، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے: میرے ماں باپ آپ (رضی اللہ عنہ) پر قربان ہوں، اے اللہ کے نبی! آپ کو دشمنوں کا تیر نہ لگ جائے، میری گردن آپ کی گردن کے لئے بطور ڈھال حاضر ہے۔ اس دن [اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت آنے والی] اُونگھ کی وجہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار چھوٹ کر گر گئی۔

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا، انہوں نے اسی ہاتھ سے [تیر روک کر] حضور اکرم رضی اللہ عنہ کا بچاؤ کیا تھا۔ غزوہ اُحد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اسی جانثاری کے اعتراف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے حضرات نے بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور حضور اکرم رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنے پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے انہیں جنت اور حوروں کی دعائیں دیں اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی خود حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور انہیں اسلام کی چکی کا محافظ اور حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں کا امام قرار دیا۔ (ابن عساکر)

نبشہ بالچہ حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ

اسلام کیلئے سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی شجاعت اور دلیری سے عبارت ہے، مکہ مکرمہ میں ایک بار جب شیطان نے افواہ اڑادی کہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا گیا ہے، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے، اس واقعہ پر حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر واقعی مجھے پکڑ لیا گیا ہوتا، تو تم کیا کرتے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جن کی عمر

اس وقت بارہ سال تھی، کہنے لگے: اگر ایسا ہو جاتا تو میں اہل مکہ کو اتنا قتل کرتا کہ ان کے خون کی نہر چلا دیتا اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور آپ ﷺ نے اپنی چادر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنا دی۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے: یا رسول اللہ! اللہ (ﷻ) نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا سلام زبیر کو پہنچا دیجئے اور انہیں خوشخبری دے دیجئے کہ آپ کی بعثت سے قیامت قائم ہونے تک جتنے لوگ بھی اللہ (ﷻ) کے راستے میں تلوار اٹھائیں گے، ان سب کا ثواب اللہ (ﷻ) زبیر کو عطاء فرمائیں گے اور ان کے اجر میں بھی کمی نہیں کی جائے گی، کیونکہ زبیر نے سب سے پہلے اللہ (ﷻ) کے راستے میں تلوار اٹھائی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرا سامنا عبیدہ بن سعید سے ہوا، جو لوہے میں غرق تھا اور اس کی آنکھوں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور سیدھا اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا وہ مردار ہو کر گر گیا۔ میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کافی زور لگایا اور اپنا نیزہ اس کے جسم سے نکال لیا، مگر وہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پورے جسم پر زخموں کے نشان تھے اور یہ سارے زخم انہیں جہاد کرتے ہوئے لگے تھے۔ ان کے بیٹے غزوہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بچپن میں ان کے بعض زخموں میں ہاتھ ڈال کر کھیلتا رہتا تھا یعنی وہ زخم بہت گہرے تھے۔ (الریاض النضرۃ)

غزوہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے، جب وہ گھوڑے پر بیٹھتے تھے تو ان کے پاؤں زمین پر لگتے تھے اور وہ بڑے بالوں والے تھے، بچپن میں بعض دفعہ میں ان کے بال پکڑ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ (الریاض النضرۃ)

جنگِ جمل میں جب ابنِ جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان کی تلوار کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس تلوار نے کتنے طویل عرصے تک حضور اکرم ﷺ کے غموں کو دور کیا۔ (الریاض النضرۃ)

بیشمار بالچشم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دعاء دی تھی کہ اے میرے پروردگار! ان کے

نشانے کو درست کردے اور ان کی دُعا کی قبول کر لے۔ [یعنی انہیں درست نشانے والا تیر انداز اور مستجاب الدعوات بنادے۔] (مجمع الزوائد)

حضرت عَلِیُّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُولُ اللہ ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا ہو سوائے حضرت سَعْدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے، میں نے سنا کہ آپ ﷺ انہیں فرما رہے تھے: اے سَعْد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ (الریاض النضرۃ)

ابْنُ عَبَّادِ النُّبَرِ رَحِمَہُ اللہُ کہتے ہیں کہ حضرت سَعْدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قریش کے مشہور اور بہادر شہسواروں میں سے تھے جو جنگ کے دوران حضور اکرم ﷺ کے محافظ ہوتے تھے، حضرت سَعْدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ہی کوفہ آباد کیا اور کافروں کو مار بھگایا اور اہلِ فَارِس کے ساتھ جنگیں کیں، حضرت عُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے انہیں اہلِ فَارِس کے ساتھ جنگ میں امیر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے فَارِس کے اکثر شہروں کی فتح ان کے ہاتھ پر فرمائی۔ (الاستیعاب)

حضرت سَعِيدُ بْنُ مُسَيْبٍ رَحِمَہُ اللہُ کی روایت ہے کہ غزوہٴ اُحُد کے دن حضرت سَعْدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عَبَّادُ اللہ بن عَبَّاسِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سَعْدِ بنِ اِیُّی وَ قَاضِ ایک ہزار گھڑسواروں کے برابر ہیں۔ (الریاض النضرۃ)

زُہْرِی رَحِمَہُ اللہُ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سَعْدِ بنِ اِیُّی وَ قَاضِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے ایک پرانا اُونی جُبہ منگوایا اور فرمایا: مجھے اسی میں کفن دینا، کیونکہ غزوہٴ بدر کے دن میں نے یہی پہن کر مُشرکین کا مقابلہ کیا تھا اور یہ میں نے آج کے دن کیلئے چھپا رکھا تھا۔ (صفوة الصفاۃ)

ابنِ الامۃ حضرت ابُو عَبَّیدَہ عامِر بنِ عَبَّاسِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

زُبَیْر بنِ بَکَّار رَحِمَہُ اللہُ لکھتے ہیں کہ حضرت ابُو عَبَّیدَہ بنِ جَرَّاحِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بدر سمیت تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے، غزوہٴ اُحُد کے دن خود [جنگی ٹوپی] کی دو کڑیاں حضور اکرم ﷺ کے چہرے میں گھس گئی تھیں، حضرت ابُو عَبَّیدَہ بنِ جَرَّاحِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے اپنے دانتوں

سے کھینچ کر وہ کڑیاں نکالیں، تو ان کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور اس سے اُن کے چہرے کا حسن بڑھ گیا، بلکہ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جیسا خوبصورت منہ کسی کا نہیں ہے اور لوگ کہتے تھے کہ قریش کے دوزیرِ یک مُرد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا والی بنایا اور انہی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے یرموک اور جابیہ کی فتوحات عطا فرمائیں۔

ابن اثیر رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ غزوہ ہند کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مشرک والد آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے بچتے پھر رہے تھے، لیکن جب ان کے والد ان کے پیچھے پڑے رہے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے [اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے] انہیں قتل کر دیا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ
عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ
مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا
إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۲﴾ (المجادلہ: ۱۲)

آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور وہ انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی

ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے خبردار ابے شک
اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

عَلَامَہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اُحد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اکتیس مُشرک قتل فرمائے، پھر آپ پیٹھ کے بل گر پڑے، زہرہ آپ کے پیٹ سے ہٹ گئی تو اس پر ایک مُشرک نے برچھی مار دی، پھر ہندہ نے آپ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر پجالیایا، مگر نکل نہ سکی، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حمزہ کا جگر اُس کے پیٹ میں چلا جاتا تو جہنم کی آگ اُسے نہ چھوٹی۔ شہادت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ کو شدید صدمہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان مشرکوں میں سے ستر کو مار کر ان کا اسی طرح حلیہ بگاڑ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۶)

اور اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کیلئے بہتر ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُمیہ بن خلف نے ان سے پوچھا کہ [غزوہ بدر کے دن] تم میں سے وہ کون شخص تھا جس کے سینے پر شتر مرغ کے پرتھے؟ میں نے کہا وہ حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اُمیہ نے کہا: انہوں نے ہمارا بہت بُرا حشر کیا۔ غزوہ بدر کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو تلواریں لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لڑ رہے تھے۔ (بحوالہ ابن اسحاق)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ناک کان کٹے دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سسکیاں لینے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر صفیہ بُرانہ مناتیں، تو میں حمزہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا، تاکہ قیامت کے دن ان کا حشر پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے ہوتا۔

صَفِیۃ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت مخدومہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی بہن ہیں۔

ذوالجینین حضرت شیخ جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ اپنے بھائی حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے دس سال بڑے تھے، غزوہ مؤتہ کے دن آپ شہید ہوئے، آپ نے جب جھنڈا اٹھا تو آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، آپ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، جب وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈا سینے سے لگالیا، یہاں تک کہ آپ آگے بڑھتے ہوئے شہید ہو گئے اور آپ کے جسم پر ٹوے سے زیادہ زخم تھے۔

بطلِ اسلام حضرت براء بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے بھائی ہیں اور شہسواری اور بہادری میں آپ کا نام بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ عَلَامَہ ابنِ اثیر رَحِمَہُ اللہُ فَرَمَاتے ہیں کہ تَنْسَر کی لڑائی میں آپ نے ایک سو کافروں کو مقابلے کی دعوت دے کر قتل کیا، جب کہ عمومی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے قتل ہونے والے ان کے علاوہ ہیں۔ (اسد الغابہ)

ایک لڑائی میں آپ اپنی ڈھال پر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم اپنے نیزوں کے ذریعے اس ڈھال کو اٹھا کر مجھے دیوار کے اس طرف کافروں میں پھینک دو۔ ان کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کے ساتھی ان تک پہنچے تو اس وقت تک حضرت براء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ دس کافروں کو قتل کر چکے تھے اور ان کے جسم پر آتی سے زائد زخم تھے، حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک مہینہ ان کی تیمارداری کی، یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گئے۔

بطلِ اسلام حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

ان کے اُبوجہل پر حملہ کرنے اور اپنے لٹکے ہوئے بازو کو توڑ کر پھینک دینے اور اس حالت میں بھی لڑائی میں جے رہنے کا قصہ پیچھے گزر چکا ہے۔

بطلِ اسلام حضرت ابودجائہ شمس بن خرمشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

یہ وہ سعادت مند بہادر مجاہد ہیں، جنہیں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوہ اُحُد کے دن اپنی تلوار مبارک عطاء فرمائی، اس دن حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعلان فرمایا کہ اس تلوار کا حق کون اداء کرے

گا؟ ایک شخص کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں تلوار نہیں دی، بالآخر حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا: یَا رَسُولَ اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس سے کافروں کو اتنا مارا جائے کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کا حق اداء کروں گا۔

آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطاء فرمادی، وہ ایک بہادر مرد تھے اور جنگ کے وقت دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلتے تھے۔ حضرت زُبَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اللہ کے نبی نے میرے مانگنے پر مجھے تلوار عطاء نہیں فرمائی اور ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمادی، اب میں دیکھتا ہوں کہ ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہولیا، انہوں نے ایک سُرخ رنگ کی پٹی نکالی اور اُسے اپنے سر پر باندھ لیا، انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے، حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ [مفہوم:]

میں وہی ہوں جس سے میرے محبوب دوست نے عہد لیا ہے
اس حال میں جب ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے،
وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں کھڑا نہ ہوں گا
اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تلوار سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے ہوئے ہر سامنے آنے والے مُشرک کو قتل کرتے چلے گئے۔ آپ جنگِ یمامہ میں پاؤں ٹوٹنے کے باوجود لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔

بَطْنِ اِسْلَام حضرت ابوطالبہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی زید بن سہل رضی اللہ عنہ ہے، غزوہ اُحُد کے دن آپ حضور اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اپنے ترکش کو پھیلا لیا اور کہنے لگے: میرا چہرہ آپ ﷺ کے چہرے کی ڈھال اور میری جان آپ ﷺ کی جان کے لئے قربان ہے۔ مَحْنَن کے دن آپ نے بیس مُشرک قتل فرمائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابو طلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابو طلحہ کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

سَيْفُ الْمُسْلِمِينَ حَضْرَتُ خَالِدِ بْنِ وَلِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

آپ بہادروں کے سردار اور جنگوں کے امام ہیں، جب سے آپ اسلام لائے حضور اکرم ﷺ نے آپ کو گھوڑے کی لگام تھما کر جہاد میں نکالا اور آپ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے رہے، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مرتدین کے ساتھ جہاد کی کمان سونپی، جس کا آپ نے حق اداء کر دیا۔ آپ نے روم و فارس کے یوانوں کو اپنی قوتِ ایمانی، شجاعت اور مردانگی سے ہلا کر رکھ دیا، ان جنگوں میں آپ کے کارنامے بہت عجیب اور حیرت انگیز ہیں، آپ ساٹھ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو آپ کے جسم پر کوئی ایک بالشت برابر جگہ ایسی نہیں تھی جس پر شہداء کی مہر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کا زخم نہ ہو۔

قینس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا، انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زہر ہے، آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اُسے پی لیا اور آپ کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے ساتھی کہا کرتے تھے کہ آپ احتیاط کیجئے، کہیں کافر آپ کو زہر نہ دے دیں، آپ کی شجاعت کے واقعات اور آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔

بَطْنِ إِسْلَامِ حَضْرَتُ سَلْمَنِ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

آپ کی شجاعت اور دلیری اور جانبازی کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں کہ آپ نے اکیلے ایک پورے لشکر کو شکستِ فاش دی اور آپ نے ایک سریے میں سات مشرک قتل فرمائے۔

بَطْنِ إِسْلَامِ حَضْرَتُ هِشَامِ بْنِ عَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

آپ کی مکہ مکرمہ سے روانگی، شہادت کی تمنا اور میدانِ جنگ میں شجاعت و ایثار کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ کے لئے خراجِ تحسین بھی بیان ہو چکا ہے۔

بطلِ اسلام حضرت عکاشہ بن محضہ رضی اللہ عنہ

آپ کی بہادری مشہور و معروف ہے۔ ابنِ اسحق رضی اللہ عنہ نے آپ کے واقعات میں لکھا ہے کہ غابہ کی لڑائی میں آپ نے ایک مُشرک اُوبار اور اس کے بیٹے عمر بن اُوبار کو ایک ہی اُونٹ پر دیکھا تو ان دونوں کو اکٹھا اپنے نیزے میں پڑو کر قتل کر دیا اور کچھ اُونٹیوں کو چھڑا لیا۔

بطلِ اسلام حضرت خواتِ بنِ جبیر رضی اللہ عنہ

ان کی بہادری کے بھی عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں، واقِدِی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت خواتِ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین کام میں نے ایسے کئے جو کسی نے نہیں کئے ہوں گے، میں ایسی جگہ ہنسا جہاں کوئی نہیں ہنسا، میں نے ایسی جگہ مُجَل کیا، جہاں کوئی بھی مُجَل نہیں کرتا اور میں ایسی جگہ سویا، جہاں کوئی بھی نہیں سو سکتا، غزوہ اُحُد میں میرے بھائی شہید ہو گئے، میں کسی طرح اُن تک پہنچ گیا، دیکھا کہ اُن کا پیٹ چاک کر دیا گیا ہے اور اُن کی آنتیں باہر نکلیں پڑی ہیں، میں نے ایک اور مسلمان سے مدد چاہی اور بھائی کی آنتیں پیٹ میں ڈال کر اُسے اپنے غمّے سے باندھ دیا اور ہم دونوں مُشرکین کے درمیان سے انہیں اُٹھا کر لارہے تھے، اچانک شہید کے پیٹ سے ان کی آنتوں کی آواز آئی تو میرا سانس ڈر گیا اور اس نے شہید کو چھوڑ دیا، اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر ہم چل پڑے، ایک جگہ پہنچ کر میں نے اپنی کمان کی ایک طرف سے زمین کھودنا شروع کی، چونکہ کمان پر تانت تھی اور میں اس بات سے مُجَل کیا کہ وہ ٹوٹ جائے۔ زمین کھود کر میں نے بھائی کو دفن کر دیا اور میدان کی طرف آیا تو ایک گھڑ سوار کو دیکھا جو اپنا نیزہ میری طرف سیدھا کر چکا تھا اور مجھے قتل کرنا چاہتا تھا، اس وقت مجھے نیند آ گئی، جب میں بیدار ہوا تو وہ گھڑ سوار وہاں نہیں تھا۔

بطلِ اسلام حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ

آپ مضبوط، طاقتور و نومند سوار تھے، آپ کی آواز میں بلا کی گڑک تھی، جب آپ جنگِ صفین میں شریک ہوئے تو آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی، آپ کی بہادری کے واقعات بے حد مشہور ہیں۔

عَلَامَہ طرکوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن معرک رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کے دن اہل فارس کے سردار رستم پر حملہ کیا، رستم ایک بڑے ہاتھی پر سوار تھا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ہاتھی کی گونچیں پکڑ کر کھینچیں تو رستم نیچے گر گیا اور اس کے اوپر ہاتھی آگرا، اس دن رستم کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں چالیس ہزار دینار تھے، رستم کے قتل ہونے کے بعد اہل فارس کو سخت ہزیمت ہوئی۔

بطلان اسلام حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

آپ زمانہ جاہلیت میں جانبازوں کے سردار تھے، پھر جب اسلام لائے تو آپ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور آپ نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے، یَمُوک کے دن سخت جنگ کے بعد شہید ہو گئے، اس دن آپ کے جسم پر ستر سے زائد زخم آئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ یَمُوک کے دن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ہرمیدان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں جنگ لڑی اور آج میں تم سے [دُشمن پر حملہ کرنے کے لئے] بھاگ رہا ہوں، پھر آپ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو آج موت پر بیعت کرے؟ یہ سُن کر حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما نے چار سو مسلمان گھڑ سواروں سمیت بیعت کی اور یہ سب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ڈٹ کر لڑتے رہے، یہاں تک کہ سارے زخمی ہو کر گر پڑے، بعض ان میں سے بعد میں شفا یاب ہو گئے، جب کہ باقی وہیں شہید ہو گئے۔ (ابن عساکر)

زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ اس لڑائی میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر نیزوں میں گود رہے تھے اور ان کا سینہ اور چہرہ زخمی ہو چکا تھا، کسی نے انہیں کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور اپنے ساتھ کچھ نرمی کا معاملہ کیجئے۔ فرمانے لگے: کل تک میں لات اور عزیٰ بتوں کے لئے خود کو مشقت میں ڈالتا تھا، اب تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رُؤل کے لئے لڑ رہا ہوں۔ نہیں، اللہ کی قسم! نہیں، اب میں اپنی جان لگا کر ہی چھوڑوں گا، چنانچہ آگے بڑھتے ہوئے شہید ہو گئے۔

بطلانِ اسلام حضرت طلحہؓ بن خویلد رضی اللہ عنہ

آپ مرد شجاع اور عظیم جانباز تھے، قادیسیہ کی لڑائی میں آپ نے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے اور نہادوند کی لڑائی میں آپ شہید ہوئے۔

ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ اپنی بہادری اور قوت کی وجہ سے ایک ہزار گھڑسواروں کے برابر شمار کئے جاتے تھے۔

طبرانی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ میں آپ کی طرف دو ہزار آدمیوں کی مدد بھیج رہا ہوں، یہ ہیں عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ، [یعنی یہ دونوں دو ہزار کے برابر ہیں]۔ آپ ان دونوں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کریں، البتہ انہیں امیر نہ بنائیں۔ (مجمع الزوائد)

امیر بنانے سے غالباً اس لئے منع فرمایا کہ یہ دونوں حضرات بہت زیادہ بہادر تھے اور لشکر کو زیادہ آگے لے جا کر لڑاتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت طلحہؓ جنگ قادیسیہ کے دنوں میں رستم کے لشکر میں گھس گئے اور رات کو ان کی نگرانی کرتے رہے، رات کے آخری حصے میں آپ نے اس لشکر میں بندھے ہوئے سب سے قیمتی گھوڑے کی رسی کاٹی اور اُسے اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر اپنے گھوڑے کو دوڑایا، اس گھوڑے کے مالک اور دوسرے اہل لشکر کو جب علم ہوا تو وہ گھوڑوں پر آپ کے پیچھے نکلے اور ایک گھڑسوار آپ تک پہنچ گیا، حضرت طلحہؓ نے اپنے نیزے کے ذریعے اس گھڑسوار کی کمر توڑ دی اور اس کا گھوڑا بھی اپنے ساتھ لے لیا، اس کے بعد ایک اور گھڑسوار آپ تک پہنچا تو حضرت طلحہؓ نے اُسے بھی قتل کر دیا، پھر جب تیسرا گھڑسوار آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اُسے گھیر کر خود سُپردگی کی دعوت دی، وہ گھڑسوار ڈر گیا اور اُس نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضرت طلحہؓ نے اُسے گرفتار کر لیا۔ مالِ غنیمت کے گھوڑے اور اُس قیدی کو لیکر حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس پہنچے، وہاں اُس قیدی سے گفتگو کیلئے کہا گیا، تو اُس نے کہا: میں نے بہت جنگیں لڑی ہیں اور بڑے بڑے بہادر

دیکھے ہیں اور اُن سے بچہ آزمایا ہے، لیکن میں نے اِن [یعنی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ] جیسا بہادر نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے، انہوں نے دو لشکر عبور کئے اور ایک ایسے لشکر میں رات گزاری جس میں ستر ہزار مسلح [ان کے] دشمن موجود تھے، پھر وہاں سے خالی ہاتھ آنا گوارا نہیں کیا، بلکہ لشکر کے بہترین شہسوار کا گھوڑا بھی چھین لیا، پھر ہم نے ان کا پیچھا کیا اور ہم میں وہ شہسوار ان تک پہنچا جو ہمارے درمیان ہزار گھڑسواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، انہوں نے اُسے بھی قتل کر دیا، پھر پہلے بہادر جیسا ایک اور شہسوار ان تک پہنچا، مگر وہ بھی مارا گیا، پھر میں ان تک پہنچا اور میرے خیال میں ہمارے لشکر میں مجھ جیسا کوئی نہیں ہے، لیکن جب میں نے موت کو دیکھا تو گرفتاری دینے پر راضی ہو گیا۔

پھر یہ قیدی مسلمان ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کے لئے اہم کارنامے سرانجام دیئے۔

بطلانِ اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

آپ خود بھی عظیم بہادر تھے اور مثالی بہادر باپ کے صاحبزادے تھے، آپ جانبازوں کے بھی سردار تھے اور عابدوں کے بھی، آپ اس بات کو عیب سمجھتے تھے کہ تلوار کا وار خطا ہو یا ٹیڑھا پڑے، آپ نے افریقہ کی لڑائی میں کافروں کے سردار جریر کو قتل فرمایا۔

عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تھا: ۱ شجاعت میں، ۲ عبادت میں، ۳ بلاغت میں۔

عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور منجیق کے پتھر آپ کے کپڑوں کے کناروں پر لگ رہے ہوتے تھے، مگر آپ کی توجہ نماز ہی میں رہتی تھی۔

بطلانِ اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

یہ اس نام کے ایک دوسرے جانباز اور شجاع صحابی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جو حنین کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جنگِ اُجنادین میں شہید ہوئے۔ ابوالخوثرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُجنادین کے دن

کافروں میں سے ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اُسے مار گرایا، پھر ایک اور کافر نکلا، اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اُسے بھی مار گرایا، پھر ایک اور کافر نکلا، اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مقابلے کیلئے نکلے، دونوں نے نیزوں سے مقابلہ کیا، پھر تلواریں لے لیں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے کاندھے پر وار کیا اور فرمایا: لو! میں عبدالملک کا پوتا ہوں، آپ کی تلوار اس کی زرہ کاٹتی ہوئی اس کے کندھے کو لگی اور وہ زخمی ہو کر واپس دوڑا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو قسم دی کہ اب وہ مقابلے کیلئے نہ نکلیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں رُک نہیں سکتا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے گرد دس رومی پڑے تھے، جن سب کو آپ نے قتل کیا تھا اور آپ اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ان کے درمیان شہید پڑے تھے، آپ کو تیس زخم لگے تھے اور اس وقت آپ کی عمر بھی تیس سال تھی۔

بطلِ اسلام حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہما

آپ غسیلُ الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ تھے اور مسلمانوں میں اپنی شجاعت اور عبادت سے پہنچانے جاتے تھے، آپ نے یزید کے حالات سے ناخوش ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے موت پر بیعت کر لی تھی اور حرۃ کی لڑائی میں آپ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت شہید ہوئے۔ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا: آپ تو شہید ہو گئے تھے؟ فرمانے لگے: ہاں، میں نے اپنے رب کے پاس ہوں، اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا ہے، میں جہاں سے چاہتا ہوں جنت کے پھل کھاتا ہوں اور میرے ساتھی بھی میرے جھنڈے کے گرد میرے ساتھ ہیں۔ (اسد الغابہ)

بطلِ اسلام حضرت صفحاک بن سفیان بن عوف غامری رضی اللہ عنہ

ابن اثیر رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضرت صفحاک رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سربازک کے پاس کھڑے رہتے تھے اور آپ بہادری میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور آپ کا

شمار سو گھڑ سواروں کے برابر کیا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے، تو آپ ﷺ نے حضرت خُثَّاکِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو بنو سُلَیْم کا امیر بنایا، ان کی تعداد نو سو تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا شخص نہ دوں جو ایک سو کے برابر ہے تاکہ تم ایک ہزار ہو جاؤ؟ پھر آپ ﷺ نے حضرت خُثَّاکِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو ان پر مقرر فرمایا۔

بطلِ اسلام حضرت ضرار بن اُزور رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ مشہور و معروف شہسوار اور ممتاز جانباز تھے، یمامہ کی لڑائی میں مُسَیْلَمہ کذاب کے خلاف آپ نے عجیب جانبازی کا مظاہرہ کیا اور پاؤں زخمی ہونے کے بعد گھٹنوں کے بل لڑتے رہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ جنگِ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ جنگِ یَرْمُوک میں بھی شریک تھے اور آپ دِمْشَق کی فتح میں بھی پیش پیش تھے۔ فُتُوْحُ الشَّام میں عَلَامَہِ واقِدِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ان کی بہادری کے عجیب و غریب حیرت انگیز حالات لکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بطلِ اسلام حضرت ضرار بن خَطَّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ قریش کے شہسواروں اور مشہور جانبازوں میں سے تھے، تاریخِ دِمْشَق میں مذکور ہے کہ آپ اس لڑائی میں حضرت اَبُو عُبَیْدَہ بن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ تھے۔

ابنِ اثیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی روایت یہ ہے کہ ایک بار انہوں نے حضرت اَبُو بَکْر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے کہا: ہم قریشی لوگ تم میں اچھے رہے، ہم تمہیں جَنَّت میں پہنچاتے رہے اور تم لوگ ان کو جہنم میں ڈالتے رہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ہم نے جاہلیت میں مسلمانوں کو قتل کیا، وہ جَنَّت میں چلے گئے، جب کہ آپ لوگوں نے مُشرکوں کو قتل کیا۔ ایک بار آپ نے قبیلہ اُوس اور خُزَرج کے لوگوں کو فرمایا: غزوہ اُحُد کے دن میں نے تمہارے گیارہ آدمیوں کی خُورِ عین سے شادی کرائی تھی۔ (اسد الغابہ)

بطلِ اسلام حضرت حُلَیْبِیْنِی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

آپ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کے جانبازوں میں سے تھے، حضرت اَبُو ہُرَیْرَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک جہاد میں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمائی، آپ نے اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے پوچھا: کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو؟ [یعنی کسی کو شہید پاتے ہو؟] انہوں

نے عرض کیا: جی ہاں! فلاں، فلاں اور فلاں کو۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میں جُلَیْبِیْب کو نہیں پارہا، انہیں تلاش کرو۔ جب انہیں مقتولین میں تلاش کیا گیا تو آپ اُن سات کافروں کے پہلو میں پڑے تھے جنہیں آپ نے قتل فرمایا تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور اُن پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: جُلَیْبِیْب نے سات کافر مارے، پھر کافروں نے انہیں شہید کر دیا، یہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور زمین کھود کر ان کے لئے قبر بنائی اور خود انہیں قبر میں رکھا۔

بطلانِ اسلام حضرت عیسیٰ بن مسعودؓ بنی اسرائیل رضی اللہ عنہ

آپ بہادر، سرفروش، جانباز اور بہت عقلمند تھے، آپ نے مغرب کی طرف کئی حملے فرمائے، آپ نے افریقہ پر بھی حملہ کیا اور اس لڑائی میں اہل افریقہ کا سردار جرجیر مارا گیا، آپ نے ذَاتِ الصُّوْرٰی میں ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل رومی بیڑے کو بُری طرح سے تہہ تیغ کر ڈالا، آپ فاتح افریقہ تھے، آپ کی دعاء تھی کہ آپ کا آخری عمل نماز ہو، چنانچہ آخری دن آپ نے فجر کی نماز پڑھی، دائیں طرف سلام پھیر لیا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے انتقال فرما گئے، آپ کا انتقال رملہ میں ہوا۔

بطلانِ اسلام حضرت قنقش بن عمروؓ بنی امیہ رضی اللہ عنہ

قادسیہ اور دوسری لڑائیوں میں آپ نے اہل فارس کے خلاف مثالی کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قنقش رضی اللہ عنہ کی آواز لشکر میں ایک ہزار آدمیوں سے بہتر ہے، قادسیہ کی لڑائی میں انغواث کے دن آپ نے تیس حملے فرمائے اور ہر حملے میں ایک کافر کو قتل کیا۔

بطلانِ اسلام حضرت حکیم بن جحبہؓ بنی امیہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی بہت بہادر صحابی ہیں اور آپ کی بہادری اور دینداری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف تھی، جنگِ جمل کے دن شہید ہوئے اور اس دن بھی نہایت بہادری سے لڑے۔

بطلِ اسلام حضرت سُوید بن غَفَلہؓ

آپ عامِ اُنیل [ہاتھیوں کے حملے والے سال] میں پیدا ہوئے، مگر آپ نے حضورِ اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی، قادیہ کی لڑائی میں آپ شریک تھے، اسی لڑائی میں لوگوں نے ایک بار پکارا کہ شیر آگیا، شیر آگیا۔ حضرت سُوید بن غَفَلہؓ اس شیر کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر ایسی تلوار ماری، جو اس کی ریڑھ کی ہڈی سے گزرتی ہوئی دُم کے پاس جا کر نکلی، آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ایک کنواری لڑکی سے شادی کی، آپ نے ایک سو اٹھائیس سال یا ایک سو ستائیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

بطلِ اسلام حضرت اَبُو مُحَمَّد طَلْحَالؓ

ان کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطلِ اسلام حضرت اَبُو فَارِسِ دِیَہؓ

آپ بہترین تیر انداز تھے، ان کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار بحری لڑائی میں رومیوں نے مسلمانوں پر آتش گیر مادہ پھینکنا شروع کیا، حضرت مُعَاویہؓ نے حکم دیا کہ اگر دشمن ایسا کرے تو تم بھی یہی کچھ کر سکتے ہو۔ ایک رومی نے اپنی کشتی پر سے پیتل کی ہانڈی میں آتش گیر مادہ بھر کر اُسے حضرت اَبُو فَارِسِ دِیَہؓ کی کشتی پر پھینکنے کی تیاری کی، تو حضرت اَبُو فَارِسِ دِیَہؓ نے اُسے تیر مار کر قتل کر دیا اور وہ ہانڈی اُسی کشتی میں گر گئی اور پوری کشتی اور اس کے تین سو سوار جل مرے، چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ اَبُو فَارِسِ دِیَہؓ کے ایک تیر نے تین سو کا فر مار دیئے۔

بطلِ اسلام حضرت اِبْنُ حَبَشِہ زُرَیؓ

ہَارُونُ الرَّشِیدؓ ایک بار رومیوں کے مقابلے کے لئے نکلے اور آپ نے ایک قلعے کا محاصرہ کر لیا، مگر طویل محاصرے کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، ایک دن سخت لڑائی کے بعد امیر المؤمنین ہَارُونُ الرَّشِیدؓ دو پہر کو قیلو لے کیلئے لیٹ گئے، اسی وقت رومیوں کے قلعے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک طاقتور شہسوار مکمل اسلحہ پہن کر اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سوار

ہو کر نکلا اور اس نے نہایت فصاحت کے ساتھ اعلان کیا کہ اے اہل عرب! میرے مقابلے کیلئے بیس شہسواروں کو نکالو۔ چونکہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ سو رہے تھے، اس لئے کوئی مسلمان اس کے مقابلے کے لئے نہ نکلا۔ وہ رومی فخر کے ساتھ اکڑتا پھر رہا تھا اور مسلمان سخت غم اور پریشانی کے عالم میں تھے، کیونکہ بغیر امیر کی اجازت کے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک چیونچ کرنے کے بعد وہ رومی ہنستا ہوا واپس چلا گیا اور اس کے ساتھی بھی قہقہے لگانے لگے، جس سے مسلمانوں کا صدمہ اور بڑھ گیا۔ جب ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے اور انہیں یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بہت غمگین ہوئے اور کہنے لگے: تم لوگوں نے مجھے بیدار کیوں نہیں کیا اور تم میں سے کوئی اس کے مقابلے میں کیوں نہیں نکلا؟ حاضرین مجلس میں سے بعض نے کہا کہ اُس شخص کا غرور اُسے ضرور دوبارہ لائے گا، مگر ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ پوری رات نہ سو سکے، صبح کے وقت وہ رومی پھر نکلا اور اس نے اپنے گزشتہ چیونچ کو دہرایا، ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ اس کے مقابلے میں بیس شہسوار نکل پڑیں۔ یہ سن کر ابن خلد نے فرمایا: امیر المؤمنین! ایسا نہ کیجئے، بلکہ ہم میں سے بھی صرف ایک آدمی کو نکلتا چاہئے، اگر وہ کامیاب ہو گیا تو الحمد للہ اور اگر وہ مارا گیا تو وہ شہید ہوگا، لیکن رومی یہ تو نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے آدمی کے مقابلے میں بیس مسلمان نکلے تھے۔ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے درست کہا۔ مسلمانوں کے لشکر میں ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نام کے مشہور و معروف بہادر شخص موجود تھے، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے مقابلے کی مدد مانگتا ہوں۔ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اچھا گھوڑا اور اسلحہ دینے کا حکم دیا، تو انہوں نے کہا: مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے دعائیں دے کر انہیں رخصت کیا اور ان کو آگے تک چھوڑنے کے لئے بیس گھڑسوار ساتھ بھیجے، جب یہ لوگ میدانِ مقابلہ تک پہنچے تو رومی نے کہا: مسلمانو! تم نے دھوکہ دیا ہے، میں نے بیس آدمی کہے، جب کہ تم انگیس ہو۔ مسلمانوں نے کہا: ہم میں سے صرف ایک ہی تمہارا مقابلہ کرے گا، ہم تو اس ایک کو رخصت کرنے آئے ہیں۔ رومی نے ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا تم ابن جزری ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں۔ رومی نے کہا: پھر تو تم برابر کے معزز آدمی ہو۔ پس مسلمان لوٹ آئے اور رومی اور ابنِ جُزَی مَصلیٰ کا مقابلہ سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔ دونوں لشکر اپنے اپنے جانباز کو دیکھ رہے تھے، اچانک ابنِ جُزَی مَصلیٰ پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے، یہ دیکھ کر رومیوں نے خوشی سے شور مچا دیا اور مسلمان سخت غمزدہ ہو گئے، ابنِ جُزَی مَصلیٰ پیچھے ہٹ رہے تھے اور رومی ان کا پیچھا کر رہا تھا، اچانک ابنِ جُزَی مَصلیٰ رومی کی طرف مڑے اور اُسے اُس کی زین سے اُچک کر اٹھالیا اور اس کا سر کاٹ کر اس کے دھڑ کو زمین پر پھینک دیا، اس پر مسلمانوں نے تکبیر کا ایسا نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونج اُٹھے، اس کے بعد مسلمانوں نے قلعے پر زوردار حملہ کیا اور پورا قلعہ فتح کیا اور رومیوں کو خوب قتل اور قید کیا۔

بطلانِ اسلام حضرت موسیٰ بن نصیبؓ

آپ لنگڑے تھے، مگر بہت بارعب، صَاحِبُ الرِّأْی، جانباز بہادر تھے، ایک بار سُلَیْمَان بن عَبْدِ الْمَلِکؓ نے ان سے پوچھا کہ لڑائی کے وقت آپ کس چیز کی پناہ لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: دعاء اور صبر کی۔ پھر پوچھا کہ کونسا گھوڑا آپ نے ڈٹ کر لڑنے والا پایا؟ انہوں نے کہا: اَشَقْرُ [یعنی بھورے رنگ والا گھوڑا]۔ پھر پوچھا کہ آپ نے کس قوم کو زیادہ سخت لڑنے والا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہر قوم کا اپنا انداز ہے، میں کس کس کا تذکرہ کروں۔ سُلَیْمَانؓ نے کہا: مجھے رومیوں کے بارے میں بتاؤ۔ فرمایا: وہ اپنے قلعوں میں شیر ہوتے ہیں اور اپنے گھوڑوں پر عقاب ہوتے ہیں اور اپنی کشتیوں میں عورتیں بن جاتے ہیں، جب بھی موقع پاتے ہیں، اس کا فائدہ اُٹھاتے ہیں اور جب مد مقابل کو غالب ہوتا دیکھتے ہیں تو پہاڑوں میں جا چھتے ہیں اور پسپائی کو عار نہیں سمجھتے۔ پوچھا: بَربر کیسے ہیں؟ موسیٰؓ نے فرمایا: وہ لڑنے میں، بہادری میں، ثابت قدمی اور گھڑ سواری میں عربوں کے مشابہ ہیں، لیکن وہ لوگوں میں سب سے زیادہ دھوکے باز [یعنی عہد توڑنے والے] ہیں۔ سُلَیْمَانؓ نے پوچھا: اَنْدَلُس والے کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ ناز و نعمت میں پلے ہوئے شہزادے اور بُزدلی نہ کرنے والے شہسوار ہیں۔ سُلَیْمَانؓ نے پوچھا: فرنگی کیسے ہیں؟ فرمایا: ان کے پاس تعداد، بہادری، سختی اور

جنگ سب کچھ ہے۔ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کی جنگ کیسی رہی؟ فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے کبھی اپنا جھنڈا پیچھے ہٹا نہیں دیکھا، میں چالیس سال کی عمر میں جنگوں میں کودا تھا، اب اسی سال کا ہو گیا ہوں، مگر میں نے کبھی مسلمانوں کو شکست کھاتے نہیں دیکھا، پھر منوسی بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں نے وہ دن دیکھے ہیں جب [مال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے] ایک ہزار بکریاں ایک سو درہم کی اور ایک اونٹنی دس درہم کی بکی تھی اور لوگ گائے کے پاس سے گزر جاتے تھے اور اُسے دیکھتے تک نہ تھے اور میں نے شاطر انگریز کو اس کی بیوی بچوں سمیت پچاس درہم میں فروخت ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بطلان اسلام حضرت مہلب بن ابی صفرہ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی بہادری کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں، ان کے بعض واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطلان اسلام حضرت ابن فحخون رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی بہادری اور شجاعت کا اعتراف دشمن تک کرتے تھے، یہاں تک مشہور ہے کہ اگر کوئی رومی سپاہی اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا اور گھوڑا پانی نہ پیتا تو وہ کہتا تھا: کیا تو نے ابن فحخون کو پانی میں دیکھ لیا ہے؟ خلیفہ مستعین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہادری کے اعتراف میں ان کے لئے بڑا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اور اپنے ہاں بلند مقام دے رکھا تھا، مگر حاسدوں نے ابن فحخون رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح خلیفہ کی نظروں سے گرا دیا۔ ایک بار خلیفہ مستعین رحمۃ اللہ علیہ رومیوں سے جہاد کے لئے نکلا تو لڑائی سے پہلے ایک رومی میدان میں آیا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی، ایک مسلمان آگے بڑھا تو رومی نے اُسے شہید کر ڈالا، یہ دیکھ کر رومی خوشی سے چیخنے چلانے لگے، جب کہ مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ پھر اُس رومی نے مقابلے کی دعوت دی ایک اور مسلمان نکلا، مگر وہ بھی شہید ہو گیا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے تین مسلمان شہید ہو گئے۔ اب وہ رومی میدان میں اکڑتا پھر رہا تھا، اور کہہ رہا تھا، میرے مقابلے میں ایک، دو، تین تک مسلمان آسکتے ہیں، مگر اسلامی لشکر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور مسلمان سخت پریشانی میں مبتلا تھے، خلیفہ سے کہا گیا کہ سوائے ابن فحخون رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ابن

فَتْحُوْنَ ﷺ کو بلایا گیا، خلیفہ نے کہا: تم نے نہیں دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ابن فَتْحُوْنَ ﷺ نے کہا: یہ سب میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ خلیفہ نے کہا: اب اس کا علاج کیا ہے؟ ابن فَتْحُوْنَ ﷺ نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ خلیفہ نے کہا: اس شخص کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت چاہتا ہوں۔ ابن فَتْحُوْنَ ﷺ نے کہا: ان شاء اللہ تھوڑی دیر میں آپ کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے اُون کا ایک کھلی آستینوں والا کُرتہ پہنا اور بغیر اسلحہ لئے صرف ایک لمبی رسی والا کوڑا لیکر میدان میں نکلے اور کوڑے کی رسی کو گول حلقے کی شکل میں گرہ دیکر ایک پھندا سا بنالیا، رومی آپ کو بغیر اسلحہ کے دیکھ کر حیران رہ گیا، جب دونوں میں مقابلہ ہوا اور رومی نے اپنا نیزہ ابن فَتْحُوْنَ ﷺ کو مارا تو وہ اچھل کر گھوڑے کی گردن سے لٹک کر اتر گئے اور رومی کا نیزہ ان کی خالی زین پر لگا، پھر ابن فَتْحُوْنَ ﷺ نے سنبھل کر اپنا کوڑا رومی کی گردن پر مار کر اس کی گردن کو پھندے میں لے لیا اور اُسے اُس کی زین سے اُچک کر اٹھالیا اور خلیفہ مُسْتَعِیْن ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا، تب خلیفہ مُسْتَعِیْن ﷺ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے ابن فَتْحُوْنَ ﷺ کے لئے اُن کا مقام اور انعام بحال کر دیا۔

بَلَلِ اِسْلَامِ مُعْتَصِمُ تَصَمُّمُ بِاللّٰهِ ﷺ

خلیفہ مُعْتَصِمُ ﷺ بہت طاقتور اور بہادر نو جوان تھا، وہ اپنے پاؤں کے ساتھ ایک ہزار رُطل پیتل باندھ کر چل لیتا تھا، وہ درہم اور دینار کو اپنی انگلیوں کے درمیان لیکر دباتا تھا تو ان کے اوپر کندی ہوئی تحریر مٹ جاتی تھی، [اس کا جسم اتنا سخت تھا کہ کوئی دانتوں سے اُسے نہیں کاٹ سکتا تھا۔] وہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا اور اچھی طرح لکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک بار رومیوں کے حکمران نے اُسے ایک سخت خط لکھا، اس میں یہ بھی تھا کہ میں ایسی فوج تمہارے خلاف لاؤں گا جس کا اگلا حصہ تمہارے پاس اور پچھلا حصہ قُسْطَنْطِیْنِہ میں ہوگا۔ مُعْتَصِمُ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے جواب لکھو، کئی لوگوں نے جواب لکھے، مگر کوئی جواب بھی مُعْتَصِمُ ﷺ کو پسند نہ آیا، اس نے کہا: خلیفہ بھی اُن پڑھ ہے اور اس کے کاتب بھی اُن پڑھ ہیں، رومی کو لکھ دو کہ تم اپنے خط کا جواب پڑھو گے نہیں، اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور کافر جان لیں گے کہ آخرت کا

گھر کس کیلئے ہے، پھر اس نے لشکروں کو کوچ کا حکم دیا اور شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔

بطلانِ اسلام حضرت امیر المومنین حادّیؓ

آپ بہت بہادر خلیفہ تھے، ایک بار بغیر اسلحہ کے باغ میں اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے نکلے تو پہرے داروں نے بتایا کہ فلاں خارجی کو گرفتار کر لیا گیا۔ ہادیؓ نے اُسے پیش کرنے کا حکم دیا، اُسے دو مسلح پہرے دار لیکر آئے، جب وہ ہادیؓ کے قریب پہنچا تو اس نے حملہ کر کے ایک پہرے دار کی تلوار چھین کر دوسرے کو قتل کر دیا اور ہادیؓ کی طرف بڑھا، یہ دیکھ کر ہادیؓ کے دوست بھاگ گئے اور ہادیؓ کے پاس نہ تو بھاگنے کے لئے گھوڑا تھا، نہ لڑنے کیلئے اسلحہ اور نہ چھپنے کی جگہ، جب خارجی بالکل اُس کے پاس پہنچ کر وار کرنے لگا تو ہادیؓ نے کہا: اس کی گردن اُڑادو۔ خارجی سمجھا کہ پیچھے کوئی ہے، چنانچہ وہ جلدی سے پیچھے کی طرف متوجّہ ہوا، تو ہادیؓ نے چھلانگ لگا کر اُسے دبایا اور اُس کی تلوار چھین کر اُسے قتل کر دیا۔ اس دن کے بعد اس نے کبھی بیٹے الخلاء میں بھی اسلحہ اپنے جسم سے نہیں ہٹایا۔

بطلانِ اسلام حضرت خلیفہ امین الرشیدؓ

ایک بار وہ اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شیر زنجیر توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ امینؓ کے پاس اسلحہ نہیں تھا، جب شیر نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اپنا تکیہ شیر کے منہ پر رکھ دیا اور گھوم کر اس کی دم پکڑ کر کھینچی اور شیر کی کمر توڑ دی، اس لڑائی میں امینؓ کی انگلیاں اپنی جگہ سے ہٹ گئیں جو طبیبوں نے ٹھیک کر دیں۔

بطلانِ اسلام حضرت احمد بن اسحاق بخاریؓ

آپ مشہور عابد، مشہور زاہد، مشہور محدث اور مثالی بہادر تھے، آپ امام بخاریؓ کے استاذ ہیں۔ امام بخاریؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ان جیسا نہ جاہلیت میں کوئی دیکھا ہے اور نہ اسلام میں۔

ایک بار آپ جیفوئیہ کے ہاں شمر قند میں مہمان تھے کہ وہاں ایک شخص آیا جس کا جیفوئیہ نے بہت اکرام کیا، امام سزما ریؓ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بہادر شہسوار

ہے جو ایک ہزار شہسواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ امام سزما ری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ جب جیغویہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا: شاید یہ آدمی نشے میں ایسی بات کہہ رہا ہے۔ اُس نے کہا: ٹھیک ہے کل دیکھیں گے۔ اگلے دن اس شخص کا اور امام سزما ری رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ ہوا، آپ نے اپنے ہاتھ میں خیمے کی چُوب لے رکھی تھی اور آپ اکثر اسی سے لڑتے تھے، مقابلہ شروع ہوتے ہی امام سزما ری رحمۃ اللہ علیہ نے پسپا ہونا شروع کر دیا، وہ بہادر آپ کا پیچھا کرتا رہا، جب آپ لشکر سے دور ہو گئے، تو آپ نے اسے خیمے کی چُوب سے ہلاک کر دیا اور خود مسلمانوں کے علاقے کی طرف فرار ہو گئے۔ جیغویہ نے آپ کو پکڑنے کے لئے پچاس شہسوار بھیج دیئے، جب یہ شہسوار امام سزما ری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پہنچے تو وہ ایک ٹیلے کے نیچے چھپ گئے، جب یہ پچاس گھڑسوار آگے نکل گئے، تو آپ نے ان کے پیچھے سے حملہ کر دیا اور خیمے کی چُوب سے ایک ایک کو گراتے گئے اور ان میں سے جو سب سے آگے تھے اُسے احساس تک نہ ہوا، جب آپ نے اُنچاس کو قتل کر دیا تو اس ایک کو پکڑ کر اس کے ناک، کان کاٹ کر اُسے جیغویہ کے پاس واپس بھیج دیا، تاکہ وہ اُسے اپنے بہادر شہسواروں کا حال سنا سکے۔ (تہذیب العہدیب)

عُبَیدُ اللہ بنِ وَاصِل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک بار امام سزما ری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اس سے اب تک ایک ہزار کافروں کو قتل کر چکا ہوں، اگر میں زندہ رہا تو ایک ہزار اور بھی قتل کروں گا اور اگر مجھے بدعت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس تلوار کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتا۔

مُحَمَّدُ مَطْلُوعِی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سزما ری رحمۃ اللہ علیہ کی چُوب ہم میں سے اٹھارہ آدمیوں کے برابر تھی، جب وہ بوڑھے ہو گئے تو بارہ آدمیوں کے برابر تھے اور وہ چُوب سے لڑا کرتے تھے۔

مُحَمَّدُ بنِ سَہْل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک لڑائی کے دوران امام سزما ری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ دشمنوں کا سردار ایک چبوترے پر بیٹھا ہے تو انہوں نے اسے ایک تیر مارا، سردار نے ہاتھ سے تیر نکالنے کا اشارہ کیا، تو انہوں نے دوسرا تیر اس کے ہاتھ میں مارا، اس کا فِر نے ہاتھ کا تیر نکالنے کی کوشش کی، تو آپ نے اس کی گردن میں تیر مار کر اُسے ہلاک کر دیا اور پورا لشکر اُس کی

موت کے بعد بھاگ گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

۲۴۱ھ میں سَرماری نامی بستی میں آپ نے انتقال فرمایا۔

مُصَنِّف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب کو سات بہادروں کے ایک عجیب و غریب واقعے پر ختم کرتے ہیں۔

سات خوش قسمت ترین بہادر مسلمانوں کا واقعہ جو پہلے ڈاکو تھے

حَسَن بُغْری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اہل بغداد سات ڈاکوؤں کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا تھے، خلیفہ وقت نے ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی، مگر وہ اُن پر قابو نہ پاسکا۔ اسی زمانے میں ایک دن حضرت حَسَن بُغْری رحمۃ اللہ علیہ اندھیرے میں مسجد تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے سات آدمیوں کو دیکھا، ان میں سے چھ نے تو تلواریں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں اور وہ دیوار کے ساتھ کھڑے تھے، جب کہ ساتواں آدمی راستے میں اپنے پاؤں کو پکڑے بیٹھا تھا۔ حَسَن بُغْری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم لوگ اسلحہ لے کر کہاں جا رہے ہو؟ زمین پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: اے اَبُو سَعید! میں فلاں ڈاکو ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں، خلیفہ وقت اور بُغْریہ کے لوگوں کو ہمیں پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے آج پورے دس سال ہو چکے ہیں، مگر وہ ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکے، ہم ایک دکان پر نقب زنی کے لئے نکلے تھے، جب ہم یہاں پہنچے تو میرا پاؤں ایک جلتے ہوئے انگارے پر آ گیا جس سے میرا پاؤں جل گیا، لیکن میں نے اپنے پاؤں سے زیادہ اپنے دل میں جَلَنِ محسوس کی اور میں نے سوچا کہ میں یہاں دُنیا کی حقیر سی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا، تو آخرت کی آگ کیسے برداشت کروں گا؟ اے اَبُو سَعید! میں آپ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے آج سے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور میں آئندہ وہ کام نہیں کروں گا جو میں اب تک کرتا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مُتَوَجَّہ ہوا اور کہنے لگا: میں ابھی تھوڑی دیر پہلے تک چوری چکاری کی برائی میں تمہارے ساتھ شریک تھا، مگر اب میں توبہ کر چکا ہوں، تمہاری مرضی جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ تُو اب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں ہمارا سردار تھا، اب اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری کے معاملے میں بھی ہمارا سردار بن جا، ہم بھی سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں کہ آئندہ اُن بُرائیوں میں نہیں پڑیں گے جن میں اب تک مبتلا تھے۔ اُن کے سردار نے کہا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو پھر مجھے بضرہ کی جامع مسجد لے چلو، تاکہ ہم امیر بضرہ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کریں، نماز کے بعد میں کھڑا ہو جاؤں گا اور کہوں گا کہ اے امیر شہر! میں فلاں ڈاکو ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں، آپ لوگ دس سال سے ہماری تلاش میں تھے، مگر آپ کو کامیابی نہیں ملی، اب ہم نے توبہ کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے بُرائیوں کو چھوڑ دیا ہے، اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ کی مرضی ہمارے ہاتھ کاٹیں، ہمیں کوڑے لگائیں، سولی چڑھائیں، قید رکھیں یا اللہ تعالیٰ کے لئے مُعاف کر دیں۔ اس کے ساتھی یہ سن کر راضی ہو گئے اور سارے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نماز کے بعد ان کے سردار نے کھڑے ہو کر وہی اعلان کیا جس کا اس نے اپنے ساتھیوں سے تذکرہ کیا تھا۔ امیر شہر یہ سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ جاؤ! میں نے تم سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے مُعاف کر دیا۔ سردار نے یہ سن کر کہا کہ اے امیر شہر! ہماری کچھ مدد کیجئے، تاکہ ہم طُرْمُؤُس پہنچ کر جہاد کر سکیں۔ امیر شہر نے ان میں سے ہر ایک کو گھوڑا، مکمل اسلحہ اور پچاس پچاس دینار دیئے اور انہیں رخصت کر دیا۔ یہ ساتوں طُرْمُؤُس پہنچ کر دو مہینے تک وہاں رہے، اس دوران خبر آ گئی کہ روم کے عیسائیوں نے مملکتِ اسلامیہ پر حملے کے لئے لشکر بھیج دیا ہے، اس لشکر میں دو بڑی صلیبیں ہیں ہر صلیب کے ساتھ دس ہزار جنگجو ہیں اور یہ لشکر طُرْمُؤُس کے قریب پہنچ چکا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر بھی دفاع کے لئے اپنے امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا اور یہ سارے حضرات بھی لڑائی کے لئے نکل کھڑے ہوئے، جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہو گئے۔ تو یہ ساتوں آدمی ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہم جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور چوری کرتے تھے، اس وقت ہم کسی کی مدد کے محتاج نہیں ہوئے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے فرماں برداری والے عمل جہاد میں ہم لوگوں کے سہارے لڑیں گے؟ حالانکہ ہمارے نیچے بہترین گھوڑے ہیں، ہمارے پاس خطرناک اسلحہ ہے اور ہماری نیشیں بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، چلو! ہم لشکر سے الگ

ہو جاتے ہیں، جب دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی تو ہم ساتوں مشرکین پر یکبارگی حملہ کر دیں گے، فتح یا شہادت میں سے ایک تو ہمارا مقدر ضرور بنے گی۔ یہ طے کر کے وہ لشکر سے الگ ہو گئے، جب لڑائی شروع ہو گئی تو ان ساتوں نے اچانک نکل کر پیچھے سے مشرکین [عیسائیوں] پر حملہ کر دیا اور ان کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جب یہ شکست خوردہ لشکر واپس بادشاہ روم کے سامنے پہنچا تو اس نے کارگزاری سن کر پوچھا کہ پیچھے سے کس نے تم پر حملہ کیا تھا؟ لشکر والوں نے کہا: وہ سات آدمی تھے، جنہوں نے ہمارے لشکر کی صفوں کو توڑ دیا جس سے ہمیں شکست ہوئی۔ رومی بادشاہ نے ایک اور صلیب نکالی اور اپنے ایک جرنیل کو دے کر کہنے لگا کہ یہ تیرے پاس تین صلیبیں ہیں اور تیس ہزار کا پیادہ اور گھڑ سوار لشکر لے جاؤ اور طُرمُنُوش پر لشکر کشی کرو، جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کی اطلاع طُرمُنُوش میں پہنچ گئی۔ مسلمانوں کا لشکر بھی مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوا، یہ ساتوں جانباز بھی نکلے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے پہلے جیسی حکمت عملی طے کی، چنانچہ جب دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی تو ان ساتوں نے پیچھے سے حملہ کر کے عیسائیوں کے لشکر کو تتر بتر کر دیا، عیسائیوں کا لشکر شکست کھا گیا اور اس کے بچے کچھے سپاہی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ روم نے جب ان سے کارگزاری سنی تو وہ گالیاں بگٹنے لگا اور کہنے لگا: تیس ہزار کا مُسلح لشکر جسے ہم نے اپنے ملکوں کا سرمایہ کھلا کر پالا اور ہر طرح کی سہولتیں انہیں دیں، سات آدمیوں نے اس لشکر کو کاٹ ڈالا؟ بادشاہ نے اس جرنیل کو معزول کر کے ایک اور جرنیل کو بلوایا اور اُسے چار صلیبیں اور چالیس ہزار کا لشکر جرّار دیا اور اُسے کہا کہ جاؤ! طُرمُنُوش پر چڑھائی کرو، اگر تم فتح یاب ہو جاؤ تو شہر میں داخل ہو کر تمام مردوں کو قتل کر دینا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آنا، اگر شہر فتح نہ کر سکو تو کوشش کرنا کہ ان سات آدمیوں کے سر کاٹ کر لے آنا، جنہوں نے میرے دو لشکروں کو شکست دی ہے اور اگر تم نے انہیں قیدی بنالیا تو پھر انہیں لے کر میرے پاس آ جانا۔ یہ جرنیل جب طُرمُنُوش کے قریب پہنچا تو اس نے ایک صلیب کے ساتھ دس ہزار آدمی پہاڑوں میں چھپا دیئے اور خود وہاں سے کچھ آگے جا کر رُک گیا۔ مسلمان حسبِ سابق مقابلے

کیلئے، نکلے وہ سات جانباز اپنی سابقہ حکمتِ عملی کے ساتھ میدان سے ہٹ کر پیچھے ہٹ گئے، جب لڑائی شروع ہوئی انہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا اور دشمن کو کافی نقصان پہنچایا، مگر اچانک ان سات کے پیچھے سے دس ہزار کا چھپا ہوا لشکر نکل آیا، اس طرح یہ ساتوں جانباز گھیرے میں آ گئے اور بالآخر قید کر لئے گئے۔ رومی لشکر جب واپس پہنچا، جرنیل نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر سجدہ کیا اور کہا: میں آپ کے پاس ان ساتوں کو پکڑ کر لے آیا ہوں، بادشاہ نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ میں ان ساتوں کو کس طرح سے قتل کروں؟ اُن میں سے ایک نے کہا کہ انہیں درمیان سے کاٹ کر درختوں پر لٹکا دیجئے۔ ایک نے کہا کہ ان کی گردنیں کاٹ دیجئے۔ مگر بعض عقلمند جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ انہیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ انہیں مال و دولت دے کر اپنا ہم مذہب بنایا جائے، تاکہ جس طرح انہوں نے اپنی بہادری سے ہمیں ذلیل کیا، اسی طرح عیسائی ہو کر یہ اپنی بہادری سے ہمیں عزت بخشیں۔ بادشاہ نے اس مشورے کو نہایت پسندیدگی سے منظور کر لیا اور اس نے ان ساتوں کے امیر کو بلا کر پوچھا کیا یہ چھ آدمی تیرے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ میری کئی بیٹیاں ہیں، اگر تو ہمارا دین اختیار کر لے تو میں اپنی ایک بیٹی سے تیری شادی کروں گا اور تجھے مال و دولت کے بھرے ہوئے سو اُونٹ اور سو باغات دوں گا۔ یہ سن کر وہ امیر رونے لگا اور کہنے لگا: مجھے نہ تیری بیٹی کی ضرورت ہے اور نہ مال کی، میں ان چیزوں کی وجہ سے ہرگز اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بادشاہ نے اُسے الگ ایک کونے میں بٹھا کر باقی چھ کو ایک ایک کر کے بلایا اور ہر کسی کے سامنے اپنی پیشکش دُہرائی، مگر ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم اسلام کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے اپنے جرنیلوں کو بتایا کہ ہماری تدبیر ناکام ہو چکی ہے، اب انہیں گمراہ کرنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے؟ ایک جرنیل نے کہا: آپ ایک دیگ میں تیل ڈال کر اس کے نیچے آگ جلا دیجئے، جب تیل کھولے تو ان میں سے ایک کو اس میں اوندھے منہ کمر تک ڈال دیجئے، ممکن ہے ایک دو کے مرنے کے بعد باقی کے دلوں پر اس دہشت ناک طریقے سے آنے والی موت کا خوف سوار ہو جائے اور وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ دیگ میں تیل بھر کر

نیچے آگ جلا دی گئی، بادشاہ نے ان ساتوں کو بلا کر ایک صف میں بٹھادیا، ان کے امیر نے جب نظر اٹھائی تو اُسے اُوپر چھت پر سات حسین لڑکیاں نظر آئیں، جنہوں نے زرد رنگ کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سبز رومال تھا۔ امیر نے دل میں سوچا کہ اس ملعون بادشاہ نے ہمیں بد دین کرنے کیلئے انتظام کیا ہے، اُوپر اپنی بیٹیاں بٹھادی ہیں اور نیچے یہ عذاب جلا دیا ہے، تاکہ ہم اس کھولتی دیگ سے ڈر کر لڑکیوں کے حُسن سے مرعوب ہو کر دیگ میں مرنے کی بجائے لڑکیوں کو پانا پسند کریں اور اپنا دین چھوڑ دیں، امیر نے دل ہی دل میں دعاء کی کہ میرے ساتھیوں کی نظر ان لڑکیوں پر نہ پڑے تاکہ وہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ دیگ میں تیل جوش کھانے لگا، بادشاہ کے حکم سے دو جرنیل کُود کر آگے بڑھے اور انہوں نے ان ساتوں میں سے ایک کو اٹھا کر دیگ میں اُلٹا دیا، وہ شخص آخری وقت پر پُکار کر کہنے لگا: میرے دوستو! تم پر سلامتی ہو، تم گھبرانا نہیں، یہ تھوڑی دیر کی تکلیف ہے جب کہ جہنم کا عذاب دائمی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جرنیلوں نے اُسے کمر تک تیل میں ڈال دیا، اس کا یہ آدھا حصہ جل گیا، اُوپر بیٹھی ہوئی ساتوں لڑکیوں میں سے ایک اُڑتی ہوئی آئی اور دیگ میں داخل ہو گئی، اس نے سبز رومال میں کچھ ڈالا اور آسمان کی طرف اُڑ گئی، امیر نے جب یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ لڑکیاں تو خورِ عین ہیں، بادشاہ کی بیٹیاں نہیں۔ عیسائیوں نے اُس جلے ہوئے شخص کو دیگ سے نکال کر اُن باقی چھ کے سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا: اگر تم نے اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول نہ کی تو تم سب کو بھی اِسی طرح قتل کر دوں گا اور اگر تم نے میری بات مان لی تو پھر تمہارے لئے ہر طرح کا اعزاز و اکرام ہوگا۔ وہ کہنے لگے: تو ہمیں جلا کر مار، یا تلواروں سے کاٹ، ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گئے۔

بادشاہ نے ایک ایک کر کے باقی چھ میں سے پانچ کو اِسی دیگ میں جلا کر شہید کیا اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکی دیگ میں داخل ہو کر سبز رومال میں کچھ ڈال کر آسمان پر جاتی

رہی، اب صرف ایک لڑکی باقی تھی۔ اچانک وزیر اعظم آگے بڑھا اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ یہ شخص مجھے دے دیجئے۔ بادشاہ نے پوچھا تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ وزیر نے کہا: میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا اور اپنی اس لڑکی کو اس کی خادمہ بنادوں گا جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے، مگر میں نے آپ کی زیادہ بیویوں کی وجہ سے انکار کر دیا تھا، ممکن ہے وہ اس کے دل کو موہ لے اور یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائے، تب میں اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دوں گا اور اپنے مال میں اسے حقے دار بنادوں گا۔ بادشاہ نے کہا: لے جاؤ، میں نے یہ شخص تمہیں دے دیا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو چھت پر بیٹھی ہوئی خور اٹھ کر کھڑی ہوئی اور خالی ہاتھ آسمان کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ دیکھ کر امیر کہنے لگا: یہ میری بد قسمتی کی وجہ سے ہوا۔

بادشاہ نے اُسے کہا: تم میرے اس وزیر کے ساتھ چلے جاؤ۔ امیر نے کہا: میں صرف اس شرط پر اس کے ساتھ جاؤں گا کہ میں اس کے گھر میں مسجد بناؤں گا، جہاں بلند آواز سے پانچ وقت اذان دوں گا۔ شراب نہیں پیوں گا اور خنزیر نہیں کھاؤں گا۔ بادشاہ نے وزیر اعظم سے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے؟ وزیر نے کہا: اس کی ساری شرطیں منظور ہیں۔

اب وہ مسلمان قیدی وزیر کے گھر آ گیا اور داخل ہوتے ہی مسجد بنانے میں لگ گیا۔ وزیر نے اپنی بیٹی سے کہا: میں نے عربوں میں اس سے زیادہ بہادر اور خوبصورت کوئی اور شخص نہیں دیکھا ہے، میں اسے بادشاہ کی سزائے موت سے چھڑا کر لایا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ عیسائی ہو جائے تو میں تیری شادی اس کے ساتھ کر دوں اور اسے اپنا آدھا مال دے دوں، اب یہ ہمارے گھر میں رہے گا اور رات دن اس کا تمہارے علاوہ کوئی خادم نہیں ہوگا۔ لڑکی نے یہ ذمہ داری قبول کی اور وہ ہر دن زرق برق لباس اور طرح طرح کے زیور پہن کر آتی اور اس شخص کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرتی، مگر اس اللہ تعالیٰ کے بندے نے کوئی توجہ نہ کی اور نہ کبھی اس لڑکی کو کوئی کام بتایا، وہ جو کچھ لے آتی وہ لے لیتا تھا، ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر وہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ لڑکی کہنے لگی: کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تم میں مردانگی نہیں ہے؟ تم اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤ، میرا باپ ہم دونوں کی شادی کر دے گا اور تجھے مالا مال کر دے گا۔

امیر نے کہا: ہلاک ہو جا، تو نے تو میری نماز خراب کر دی، مجھے نہ تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے مال کی۔ وزیر نے تو لڑکی کو اس مردِ مؤمن کے پیچھے اس لئے لگایا تھا تا کہ وہ اس کے دل کو موہ لے اور اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دے، لڑکی تو یہ نہ کر سکی، البتہ اس مردِ مؤمن کی شانِ استغناء نے لڑکی کے دل کو موہ لیا اور وہ خود اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور کہنے لگی: کیا تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے؟ امیر نے کہا: نہیں۔ لڑکی نے کہا: کیوں؟ تم ناپاک کافر ہو، امیر نے برجستہ جواب دیا۔ لڑکی کہنے لگی: اگر آپ اپنا دین نہیں چھوڑتے تو پھر میں اپنا دین چھوڑ دیتی ہوں، آپ مجھے مسلمان کیجئے، تاکہ میں آپ سے شادی کر سکوں۔ امیر نے کہا: اے لڑکی! یہ کافروں کا ملک ہے، یہاں میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ہم یہاں سے بھاگ کر مسلمانوں کے ملک پہنچ گئے تو میں ضرور تجھ سے شادی کروں گا اور تیرے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کروں گا اور نہ باندی رکھوں گا۔ لڑکی نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر دس دن بعد عیسائیوں کا تہوار ہے، اس میں بادشاہ سمیت سب لوگ باہر نکلتے ہیں، البتہ بیمار لوگ گھروں میں رہ جاتے ہیں، جب تہوار میں دو دن رہ جائیں گے تو میں بیمار بن جاؤں گی، چنانچہ میرا باپ مجھے تیرے پاس چھوڑ جائے گا، تب ہم دونوں بھاگ نکلیں گے۔ تہوار سے دو دن پہلے وہ لڑکی بیمار بن گئی، تہوار کے دن وزیر نے پوچھا کہ بیٹی! تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی؟ اس نے کہا: نہیں میں بیمار ہوں۔ وزیر نے کہا: کوئی بات نہیں اب تم دونوں اس گھر میں بالکل تنہا رہ جاؤ گے، اگر یہ تمہارے ساتھ حرام فعل کرنا چاہے، تو تم مت روکنا ممکن ہے اس طرح سے یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائے، تب تم دونوں کی شادی کر دی جائے گی۔ لڑکی نے کہا: ابا حضور! میں اس کے لئے حاضر ہوں، البتہ آپ دو گھوڑے چھوڑ جائیں، ممکن ہے کہ اگر میں اُسے بدلنے میں کامیاب ہو گئی تو میں اُسے لے کر آپ کے پاس تہوار کے سات دنوں میں کسی نہ کسی دن پہنچ جاؤں گی۔ تہوار کے دن دوپہر کے وقت لڑکی نے کہا: وہ لوگ تہوار کی جگہ پہنچ چکے ہوں گے، اب شہر میں کوئی نہیں ہو گا کیا، تم مسلمانوں کے ملک کا راستہ جانتے ہو؟ امیر نے کہا: ہاں مجھے راستہ معلوم ہے۔ لڑکی نے اسلحہ نکالا اور کافی سارے ہیرے جواہرات بھی لے لئے

اور خود مردوں کا لباس اور اسلحہ پہن لیا، امیر نے بھی اسلحہ زیب تن کیا اور وہ دونوں طُرسُوش کی طرف بڑھے، یہاں سے طُرسُوش کا فاصلہ تیس منزل کا تھا۔

سفر میں انہیں دوسرا دن تھا اور انہوں نے ابھی صرف تین منزلیں طے کی تھیں، تو انہوں نے دور سے غبار اٹھتا ہوا دیکھا۔ امیر نے لڑکی سے کہا: تمہاری نظر زیادہ تیز ہے۔ دیکھو! یہ غبار کیسا ہے؟ وہ کہنے لگی: مجھے چھ گھڑسوار نظر آ رہے ہیں، ان کے نیچے اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہیں، تھوڑی دیر میں وہ چھ گھڑسوار ان دونوں کے پاس پہنچ گئے۔ جب امیر نے انہیں دیکھا، تو حیران رہ گیا، یہ اس کے وہ چھ شہید ساتھی تھے، جنہیں بادشاہ نے جلا کر شہید کیا تھا، اس نے انہیں اور انہوں نے اسے پہچانا۔ امیر نے انہیں کہا: تمہیں تو بادشاہ نے شہید کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگے: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہر شہید زندہ ہوتا ہے اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی سے کھاتا پیتا ہے؟ امیر نے کہا: آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ کیا اپنے گھروں کی طرف؟ وہ کہنے لگے: ہمیں گھروں سے کیا؟ یہاں ان پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی انتقال فرما گیا ہے اور یہاں کوئی ایسا آدمی قریب میں نہیں جو اس کا کفن و دفن کر سکے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے دفن کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا ہے، ہم اپنے ساتھ کفن اور جنت کی خوشبو لائے ہیں، اب ہم جا کر اُسے غسل دیں گے، پھر کفنا کر قبر میں دفن کر کے واپس چلے جائیں گے۔ امیر نے انہیں کہا: تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطاء فرما دی، جب کہ میں محروم رہا، حالانکہ میں تمہارا امیر تھا، یہ میرے ساتھ وزیر کی بیٹی ہے، اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا ہے، یہ بھی میرے ساتھ بھاگ آئی ہے، تم لوگ دعاؤں کے ذریعے میری مدد کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے طُرسُوش پہنچا دے۔

انہوں نے امیر کو یہ دعاء کہلوائی اور غائب ہو گئے۔

يَا صَمَدًا لَا يَظْلِمُ، يَا قَيُّوْمًا لَا يَنَامُ، يَا مَلِكًا لَا يُرَامُ، يَا عَزِيزًا
لَا يُضَامُ، يَا جَبَّارًا لَا يَظْلَمُ، يَا مُتَجَبِّبًا لَا يُزِي، يَا سَمِيعًا لَا يَشْكُ،
يَا عَادِلًا لَا يَجُورُ، يَا دَائِمًا لَا يَزُولُ، يَا حَلِيمًا لَا يَلْهُو، يَا قَيُّوْمًا لَا

يَفْتَرِ يَا غَنِيًّا لَا يَفْتَقِرُ يَا مَنِيعًا لَا يُغْلَبُ يَا شَدِيدًا لَا يَضْعَفُ،
يَا صَادِقًا لَا يَخْلِفُ يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالْجُودِ يَا مَنْ هُوَ فِي مُلْكِهِ
مَحْمُودٌ يَا عَلِيَّ الْمَكَانِ يَا رَفِيعَ الشَّانِ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

اے وہ بے نیاز! جو ظلم نہیں کرتا، اے وہ قیوم! جو نہیں سوتا، اے وہ بادشاہ! جس کی بادشاہت دائمی ہے، اے وہ غالب! جو مجبور نہیں کیا جاسکتا، اے وہ بگڑی بنانے والے! جو ظلم نہیں کرتا، اے وہ پوشیدہ! جسے دیکھا نہیں جاسکتا، اے خوب سننے والے! جو شک میں نہیں پڑتا، اے انصاف کرنے والے! جو زیادتی نہیں کرتا، اے دائم! جس کے لئے فنا نہیں، اے بردبار! جو لہو نہیں فرماتا، اے تھامنے والے! جو نہیں تھکتا، اے وہ غنی! جو کبھی محتاج نہیں ہوتا، اے وہ غالب! جس پر کوئی غالب نہیں ہوتا، اے وہ طاقت والے! جو کمزور نہیں ہوتا، اے وہ سچے! جو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اے سخاوت کے ہاتھ (ہر کسی پر) پھیلانے والے! اے وہ ذات! جو اپنی سلطنت میں محمود ہے، اے اونچے مقام والے، اے بلند شان والے، اے وہ! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اے وہ ذات! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امیر نے ابھی یہ دعاء پڑھی ہی تھی کہ اس کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو چشمے سے پانی پی کر نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔ امیر نے اُسے کہا: اے چرواہے! یہ کافروں کا ملک ہے، کیا تو ان کے درمیان کھلم کھلا نماز پڑھنے سے نہیں ڈرتا؟ چرواہے نے کہا: کیا تو پاگل ہو گیا ہے؟ اس علاقے میں کافروں کا کیا کام؟ امیر نے کہا: کیا تو ملک روم میں نہیں ہے؟ چرواہے نے کہا: سامنے دیکھو! کیا تمہیں طُرمُسُوس کی دیوار نظر نہیں آرہی؟ امیر نے دیکھا، تو واقعی اس نے خود کو طُرمُسُوس کے قریب پایا۔ وہاں پہنچتے ہی اس لڑکی کو اسلام کی تلقین کی۔ لڑکی نے اسی چشمے پر غسل کیا اور وہ دونوں شہر میں داخل ہو گئے جہاں مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا، وہاں ان دونوں کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سات بیٹے عطاء فرمائے۔ (جامع الفنون)

دعوت

[بزدلی اور کمزوری بے شک ایک عیب ہے، ایک بیماری ہے اور ایک مصیبت ہے، اسی لیے حضور اکرم ﷺ اس قدر تاکید کے ساتھ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی معمول تھا کہ وہ اس مرض سے پناہ مانگتے تھے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے تو باقاعدہ حضور اکرم ﷺ سے دعاء کی درخواست کی کہ یا رسول اللہ! میرے لئے دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بزدلی اور زیادہ سونے کے مرض کو دور کر دے۔

رات دن بزدلی کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑنے اور اس مرض سے بچنے کیلئے مسلسل دعائیں کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں سے اس بیماری کو نکال دیا، چنانچہ وہ روم سے ڈرے نہ فارس سے، انہیں نہ منافق دبا سکے نہ کافر، وہ اکیلے تھے، نہتے تھے، مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور اس سے ایک شوشہ برابر دستبردار نہ ہوئے، بڑی بڑی مُسلِّح فوجوں نے انہیں گھیرا، مگر گھبرانے اور ڈرنے کی بجائے شیروں کی طرح للکارتے ہوئے اپنی ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر میدان میں نکلے اور انہوں نے ان لشکروں اور فوجوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جنگل کے درندے اگر ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے انہیں بھی لاکارا اور پالا خراپنا حکم ماننے پر مجبور کر دیا، خوفناک گہرائی والے سمنڈر اور دریا ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے بلا خطر اپنے گھوڑے اُن میں ڈال دیئے۔ یہ اُن کی شجاعت اور دلیری ہی تھی کہ انہوں نے میدان جنگ میں ہاتھی دیکھے تو زندگی میں پہلی بار دیکھے جانے والے اس ٹینک نما جانور سے ڈرنے کی بجائے وہ اس سے بھی نبرد آزما ہو گئے۔ انہوں نے سروں پر عمامے اور جسم پر پیوند لگی لنگیاں باندھ رکھی تھیں، مگر پھر بھی انہوں نے روم و فارس کے شاہانہ عسکری جاہ و جمال کو روند کر رکھ دیا۔ جبکہ آج بزدلی کا مرض مسلمانوں میں ایک وبا کی طرح پھیل چکا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اب اسے مرض نہیں نزاکت طبع سمجھا جاتا ہے،

آج بزدلی کو عیب نہیں بلکہ عقلمندی شمار کیا جاتا ہے، چنانچہ ظاہری طور پر عقلمند اور حقیقت میں بزدلی کے مرض میں مبتلا لوگ رات دن مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتے رہتے ہیں اور انہیں کافروں کی طاقت سے مرعوب کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ لوگ اپنی لچھے دار باتوں اور چرب زبانی کے ذریعے جہاد کو فساد اور مجاہدین کو فساد کی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بزدلی کے مرض پر پردہ ڈالنے کے لئے مجاہدین کی بُرائیاں بیان کرتے ہیں، یہ وہ بد قسمت لوگ ہیں جن کے دل میں کبھی جہاد کا خیال ہی نہیں آیا اور نہ انہوں نے خود یا اپنی اولاد کو جہاد میں بھیجنے کی کبھی نیت کی ہے، لیکن وہ اپنے اس رُوحانی روگ کو چھپاتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کل کہیں بھی شرعی جہاد نہیں ہو رہا، یا آج کل مخلص مجاہدین موجود نہیں ہیں، یا اب فلاں عمل جہاد کا قائم مقام بن چکا ہے، چنانچہ ہم فلاں فلاں دینی کام کر کے مجاہدین سے بھی افضل ہیں۔ ان لوگوں کے دل اسلام کی عظمت کے احساس سے خالی اور دُنیا سے کفر کو مٹانے کے جذبے سے محروم ہیں، یہ لوگ اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں اور مجاہدین کی حمایت بھی اس لئے نہیں کرتے کہ کہیں انہیں وقت سے پہلے موت نہ آجائے، ان لوگوں کی زبانیں بہت چلتی ہیں، مگر ان کے دلوں سے بزدلی کی بو آتی ہے، یہ بزدل لوگ اسلام کیلئے کچھ قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، وہ مساجد کے تحفظ کے لئے کچھ نہیں کرتے، وہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کی نیت تک نہیں کرتے اور قرآن مجید کی پکار پر لبیک نہیں کہتے جو اس نے مظلوموں کی مدد کیلئے بلند کی ہے۔ یہ لوگ ناقابل اعتبار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جان کے خوف سے کبھی بھی گمراہی کے گڑھے میں گر سکتے ہیں یا دُنیاوی لالچ میں پڑ کر دین کو بدلنے کی ناجائز کوشش کر سکتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے اسی لئے منتخب فرمایا کہ وہ جان دینے والے تھے اور حق کی خاطر لڑنے والے تھے، ورنہ کوئی بزدل شخص جو بزدلی کو مرض بھی نہ سمجھتا ہو، اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی نبی

کی صحبت میں رہ سکے، کیونکہ اس طرح کا ڈر پوک شخص تو ہر مشکل وقت میں صرف جان ہی بچائے گا، جب کہ نبی اور ان کے رفقاء جان دے کر ایمان بچاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اے مسلمانو! آج کے ماحول نے کم و بیش ہم سب میں بُزدلی کے اس مرض کو عام کر دیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے شیروں کی اولاد ہو کر بُزدل گیدڑ جیسی زندگی گزار رہے ہیں اور دُنیاوی اشیاء کے غلام بنتے جا رہے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ معمول بنانا چاہئے کہ روزانہ پانچ وقت کی نماز کے بعد بُزدلی اور کم ہمتی کے مرض سے پناہ مانگا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان امراض کے ازالے کی دعاء کیا کریں۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ ہم اپنے اسلاف خصوصاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُمت کے مجاہدین کے واقعات بکثرت پڑھا کریں اور انہیں بیان کیا کریں، بے شک ان حضرات کا تذکرہ دلوں سے بُزدلی کو باہر نکال پھیلتا ہے۔

اسی طرح ہمیں اپنے اُپر جبر کر کے خود کو گھُسان کی لڑائیوں میں لے جانا چاہئے، یہ وہ عمل ہے جو بہت جلد بُزدلی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

یاد رکھئے! بُزدلی ایک شرم ناک مرض ہے جو انسان کے لئے دُنیا و آخرت میں شرمندگی کا باعث ہے، اس لئے ہمیں اس بات سے شرم کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش ہو گئے کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کے لئے جان دینے کا جذبہ نہ ہو۔

یا اللہ! ہمیں قیامت کے دن کے شرمندگی سے بچا اور ہمیں بُزدلی کے مرض سے نجات عطاء فرما اور ہمیں شجاعت، دلیری، جانبازی اور سرفروشی کی نعمت عطاء فرما۔ آمین ثم آمین [





خاتمہ القرب



خاتمہ القرب



جہادی آداب عسکری تدبیر اور جنگی چالوں
کے بیان میں



دُعاء



جنگی قیدی کا حکم

جنگی قیدی کو وطن واپس کرنے کی دو صورتیں ہیں:-

① معاوضہ میں

② بلا معاوضہ

ان دو میں سے امیر جہاد جو بہتر سمجھے اختیار کرے،
اگر انہیں وطن واپس بھیجنا خلاف مصلحت ہو تو پھر تین صورتیں ہیں:-

① ذمی بنانا

② غلام بنانا

③ قتل کرنا (جب وہ ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہو جس کی سزا قتل ہو)

(فتح الجواد: ۳/۳۳۴)

پسپائی جائز نہیں..... کب؟

جب مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے دشمن کے مقابلے سے
بھاگنا جائز نہیں، خواہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ بارہ ہزار
کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ (فتح الجواد: ۲/۱۲۲)

دو عسکری اصول

① قوت کی حفاظت: اپنے لوگوں پر عسکری طاقت خرچ کرنے سے طاقت بہت
کمزور ہو جاتی ہے

② جاسوسی کا معتمد نظام: اجتماعی حفاظت کے لئے معتمد جاسوسی نظام قائم ہو اس
میں صالح اور سچے افراد رکھے جائیں تاکہ افواہوں کی تحقیق ہو سکے اور دور
دراز علاقوں پر نظر رکھی جاسکے۔ (فتح الجواد: ۴/۱۸۶)

خاتمة الکتاب

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی فرائض کے بارے میں بنیادی شرعی احکام کا علم حاصل کرے اور ہر مسئلے کے بنیادی اصولوں کو یاد رکھے، جبکہ تفصیلات کے لئے اسے چاہئے کہ ائمہ کرام اور علماء کرام کی تقلید اور پیروی کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرات محققین کے نزدیک اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہر عمل کے بارے میں مسلمان کے پاس اتنا علم ضرور ہونا چاہئے جس کے ذریعے سے وہ اس عمل کو شریعت کے مطابق درست اداء کر سکے۔ چنانچہ ہر مجاہد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا علم حاصل کرے جن پر جہاد کا درست ہونا موقوف ہے، تاکہ اس کا جہاد شریعت کے مطابق رہے۔ ہم خاتمة الکتاب کے پہلے حصے میں بعض ایسے مسائل کا تذکرہ کر رہے ہیں، ہم نے اس ”خاتمة الکتاب“ کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے، پہلے حصے میں جہاد کے بعض شرعی احکام اور آداب کا ذکر ہے، جب کہ دوسرے حصے میں بعض جنگی چالوں اور عسکری تدبیروں کو بیان کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَكَفَى۔

[جہاد کے مسائل میں اُردو قارئین اور موجودہ عسکری تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے بعض دیگر کتابوں سے بھی مدد لی ہے اور ۳۵ مسائل کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو مصنف شہید رحمۃ اللہ کے بیان کردہ مسائل اور ترتیب سے قدرے مختلف ہے۔]



خاتمہ الکتاب

پہلا حصہ

مسئلہ:

شرعی حاکم کی اجازت کے بغیر جہاد مکروہ ہے، حرام نہیں، البتہ بعض صورتوں میں امیر کی اجازت ضروری نہیں رہتی، وہ صورتیں یہ ہیں :-

① جو شخص کسی اکیلے کافر یا کسی مخصوص جماعت کے خلاف لڑنا چاہتا ہے اور یہ لڑنا شرعاً جائز بھی ہے، ایسی حالت میں اگر وہ اجازت لینے جائے گا تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

② اگر مسلمانوں کے امیر المؤمنین یا حاکم نے جہاد چھوڑ رکھا ہو اور وہ اس کی فوجیں دنیا داری میں مشغول ہو چکی ہوں، جیسا کہ آج کل ہمارے ملکوں میں ہو رہا ہے تو ان حالات میں امیر یا حاکم کی اجازت شرط نہیں ہے۔

③ اگر مجاہد کیلئے امیر المؤمنین یا حاکم سے اجازت لینا ممکن نہ ہو یا اسے غالب گمان ہو کہ اسے اجازت نہیں ملے گی، تو ایسے وقت میں اس کے لئے بغیر اجازت کے نکل جانا مکروہ نہیں ہوگا۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر مسلمانوں کا کوئی امیر یا حاکم نہ ہو تو اس کے نہ ہونے کی وجہ سے جہاد کو مؤخر نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جہاد کو مؤخر کرنا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ (المغنی)

خلاصہ یہ ہے کہ جہاد کے لئے امیر کا ہونا واجب ہے، اگر امیر موجود نہ ہو تو امیر کو تلاش کرنا چاہئے اور مجاہدین کو مل کر کسی ایسے شخص کو امیر بنالینا چاہئے جس میں امارت کی شرعی شرائط موجود ہوں، یہ شرائط فقہ کی کتب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ بہر حال اگر امیر موجود نہ ہو تو جہاد کو معطل نہیں کرنا چاہئے، بلکہ فوراً کسی کو امیر بنا کر اس عمل کو زندہ رکھنا چاہئے اور سخت مجبوری کے عالم میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنا چاہئے۔ مزید تفصیلات کے

لئے ملاحظہ فرمائیے: اعلا السنن، ص: ۲، ج: ۱۲

۱۲ مسئلہ:

امیر جہاد یا امیر المؤمنین کے لئے مُنَدَرَجہ ذیل کام مسنون ہیں:-

- ① اپنے لشکر سے اسکی بیعت لینا کہ وہ میدان سے نہیں بھاگیں گے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر فرمایا۔
- ② دشمن کے حالات معلوم کرنے کیلئے نگران دستے اور جاسوس بھجوانا اور دشمن کی مکمل خبر رکھنا۔
- ③ جمعرات کے دن عَلٰی الشُّجْع لشکر لے کر نکلنا یا روانہ کرنا۔
- ④ علامتی جھنڈے یا کوئی اور علامتی چیز بنانا اور اپنے لشکر کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے ہر جماعت کو الگ علامتی جھنڈا یا کوئی اور نشان دینا۔
- ⑤ ہر مجموعہ کے لئے ایسے مخصوص تعارفی کلمات مُتَقَرَّر کرنا جن کے ذریعے ہر مجموعہ دوسرے مجموعہ کو پہچان سکے اور کوئی کسی کو غلط فہمی میں نقصان نہ پہنچا سکے۔
- ⑥ دُائرۃ الحَرْب میں پوری جنگی تیاری کے ساتھ داخل ہونا، تاکہ اپنا بچاؤ رہے اور دشمن پر رعب پڑے۔
- ⑦ اپنے ضعیف اور کمزور لوگوں کے واسطے سے دعاء کرنا یا ان سے فتح کی دعاء کروانا۔
- ⑧ جب صفیں آمنے سامنے آجائیں تو اس وقت دعاء کرنا۔
- ⑨ مسلمانوں کو ڈٹ کر بہادری سے لڑنے پر ابھارتے رہنا۔
- ⑩ جنگ کو مُوَخَّر کرنا، یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں اور نصرت اُتر آئے، یہ تب ہے جب عَلٰی الشُّجْع لڑائی نہ کر سکا ہو۔
- ⑪ لڑائی کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا، مگر آواز کو بہت زیادہ بلند نہ کرنا۔

یہ وہ سنتیں ہیں جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں آیا ہے، جہاد کے وقت قرآن مجید میں ذکر کرنے کا جو حکم ہے، اس کے بارے میں عَلَّامہ قُرطُوبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آہستہ

ذکر ہے، ہاں اگر مجاہدین اکٹھے حملہ کرتے وقت بلند آواز سے نعرہ لگائیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے دشمن حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ ویسے احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگ میں آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، المستدرک)

مسئلہ ۳

اقدامی جہاد کی صورت میں اگر دشمنوں تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو پہلے دعوت دینا واجب ہے، لیکن اگر ان تک دعوت پہنچ چکی ہو تو لڑائی سے پہلے انہیں دعوت دینا مستحب ہے اور بغیر دعوت دیئے قتال شروع کر دینا بھی جائز ہے، لیکن اگر کافر حملہ کر دیں تو اس صورت میں تو دعوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس وقت تو ان سے اپنا اور اپنے علاقے کا دفاع کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کافروں کے اسلام دشمن سرداروں کو قتل کرنے کے لئے جو جماعت جائے گی، اس کے لئے بھی دعوت دینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اسلام دشمنی وہی کرتا ہے جس تک اسلام کی بات پہنچ چکی ہوتی ہے، جیسا کہ کعب بن اشرف اور ابو رافع یہودی کو قتل سے پہلے خصوصی طور پر دعوت نہیں دی گئی۔ (اعلاء السنن، باب الدعوة قبل القتال)

مسئلہ ۴

مشرکین عرب کے علاوہ باقی تمام کافر اگر جزیہ دینے پر تیار ہوں تو ان کو ان کے دین پر رہنے دیا جائے گا۔ امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ علیہما کے نزدیک مشرکوں کے لئے جزیہ نہیں ہے، بلکہ ان کے لئے قتل یا اسلام ہے۔ پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ (الہدایہ، باب کیفیۃ القتال)

مسئلہ ۵

دشمنوں پر شب خون مارنا جائز ہے، اگرچہ ان میں عورتیں، بچے اور مسلمان بھی ہوں۔

مسئلہ ۶

اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو امام کے حکم دینے کے بعد وہ فرض عین ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر شرعی امیر کسی شخص کو نکلنے کا حکم دے دے، تو اس شخص کے لئے نکلنا فرض ہو جاتا ہے۔ (اعلاء السنن)

سئلہ:

اگر مسلمانوں کا امیر فاسق، فاجر شخص ہو تو اس کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا جائز نہیں ہو گا، بلکہ اس امیر کی قیادت میں جہاد کرنا مسلمانوں پر لازم ہوگا، لیکن مسلمان اگر ایسے امیر کو معزول کر دیں تو یہ اچھی بات ہے۔ (اعلاء السنن)

سئلہ:

جنگ میں عورت اور بچے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ لڑائی میں شریک ہوں تو انہیں قتل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح بہت بوڑھے اور معذور شخص کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ لڑائی میں کسی بھی طرح شریک ہوں حتیٰ کہ مشورہ یا مال دیتے ہوں تو انہیں قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح تارک الدنیا درویشوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہئے، جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ان کا قتل جائز ہے۔ (الہدایہ، باب کیفیۃ القتال)

سئلہ:

دشمن پر منہجیق نصب کرنا، ان پر آگ پھینکنا اور پانی چھوڑ دینا جائز ہے، اگرچہ ان میں ان کی عورتیں اور بچے بھی ہوں، لیکن اگر ساتھ مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہوں تو پھر بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔ (الہدایہ، البحر، اعلاء السنن)

سئلہ:

دشمن کے علاقے کے درختوں کو کاٹنا جائز ہے، اگر اس کا مقصد انہیں نقصان پہنچانا یا مجاہدین کے لئے راستہ صاف کرنا یا اپنے لئے مورچہ بنانا یا کافروں کو تنبیہ کرنا ہو، لیکن اگر درخت کاٹنے میں مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہوگا۔ (البحر، اعلاء السنن)

سئلہ:

وہ حکمران جو مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتا رہتا ہو اور ان کا حوصلہ پست کرتا رہتا ہو، اس کو اسلامی لشکر میں نکلنے سے روک دیا جائے گا، تاکہ وہ مسلمانوں کو خوف زدہ اور پست ہمت نہ کر دے۔

مسئلہ ۱۲

جہاد میں جُغل، اُجرت اور وظیفے کا مسئلہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مسئلہ ۱۳

مجاہد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اگر اسے ضرورت ہو۔ اسے اتنی زکوٰۃ دی جائے گی جو اس کے جہاد میں خرچے، کپڑے، آنے جانے اور رہنے کے مصارف کے لئے کافی ہو اور اس کے گھوڑے اور اسلحے کے لئے بھی اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، اتحاف) علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ“ سے مجاہد اور شرائط مراد لئے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت مند مجاہد کو دورانِ جہاد تمام ذاتی اور جنگی ضروریات کے لئے زکوٰۃ دینا جائز ہے اور مجاہد کے لئے لینا جائز ہے، اسی طرح اگر اس کے اہل و عیال فقراء ہوں اور ان کی کفالت کا کوئی بند و بست نہ ہو تو ان کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ ۱۴

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ کافروں میں سے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اُمّ خَلَادِیْنِ سے فرمایا تھا کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیونکہ اسے اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔ (ابوداؤد باب فضل قتال الروم علی غیر ہم من الامم)

مسئلہ ۱۵

اگر کافر کچھ مسلمانوں کو بطور ڈھال کے استعمال کریں یعنی انہیں اپنے آگے آگے رکھیں، تو مسلمانوں کے لئے ان پر تیر اندازی کرنا یا گولے پھینکنا جائز ہوگا، مگر اس میں دو باتیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ مسلمانوں کو شہید کرنے کی نیت ہرگز نہ ہو، دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بچانے کی حتی الوسع کوشش بھی کی جائے۔ (الہدایہ، باب کیفیۃ القتال)

مسئلہ ۱۶

اگر کافروں کے کسی گولے یا آتش مادے سے مسلمانوں کی کشتی یا جہاز میں آگ لگ گئی

ہو تو ان کے لئے سمندر میں کودنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کا مختصر جواب یہ ہے کہ جس حالت میں سلامتی کا زیادہ امکان ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

مسئلہ:

جنگ میں مشرکین سے استعانت [یعنی مدد لینا] جائز ہے، بشرطیکہ قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور جن سے مدد لی جا رہی ہو، ان پر سخت نگرانی ہو، تاکہ وہ نقصان نہ پہنچا سکیں اور خیانت نہ کر سکیں۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۱۸:

مقتولین کے سامان کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا منسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر اعلان کر دے کہ ہر کافر کا سامان اس کے قتل کرنے والے کو ملے گا، تب تو اس پر عمل ہوگا اور جو مجاہد جس کافر کو قتل کرے گا، اس کا اسلحہ اور سامان اسی مجاہد کو ملے گا، لیکن اگر امیر نے ایسا کوئی اعلان نہ کیا ہو، تو پھر ہر کافر کا اسلحہ اور سامان مالِ غنیمت میں جمع کیا جائے گا۔ (الہدایہ)

مسئلہ ۱۹:

امیر یا حاکم کے لئے جائز ہے کہ وہ اعلان کر دے کہ جس کے ہاتھ جو سامان لگے گا وہ اسی کا ہوگا، امیر کے اس اعلان کے بعد جس مجاہد کے ہاتھ جو کچھ لگے گا، وہ اسی کی ملکیت ہوگا، لیکن فقہاء کرام نے اس طرح کے اعلانات کو پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ البتہ مسئلہ ۱۸ میں جس اعلان کا تذکرہ ہے وہ تو مستثنیٰ ہے۔ بہر حال اس طرح کا کوئی اعلان کرنے سے پہلے اس کے انجام اور مجاہدین پر پڑنے والے اس کے اخلاقی اثرات کا جائزہ لے لینا چاہئے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء کرام رحمہم نے اس مسئلے کی مکمل تفصیلات کو بیان فرمایا ہے۔ (الہدایہ، فصل فی التفصیل)

مسئلہ ۲۰:

مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ جو ٹمس کہلاتا ہے، وہ مسلمانوں

کے تحفظ کے لئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے مصالح کے لئے خرچ کیا جائے گا، باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ (الفتاویٰ الہندیہ)

مسئلہ ۲۱:

مالِ غنیمت کے مستحق صرف وہی مجاہدین ہوتے ہیں جو جنگ کے اخیر تک اور مالِ غنیمت کے جمع ہونے تک زندہ رہیں یا مالِ غنیمت جمع ہونے سے پہلے مجاہدین سے بطور ٹمک آٹے ہوں۔ چنانچہ جو مجاہد اس سے پہلے انتقال کر گیا یا مالِ غنیمت جمع ہونے کے بعد آیا تو وہ مالِ غنیمت کا مستحق نہیں ہوگا۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

مسئلہ ۲۲:

دشمن کے جو افراد مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوں مسلمانوں کا امیر ان کے بارے میں ہر وہ فیصلہ کر سکتا ہے جو مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق ہو، ان فیصلوں میں انہیں قتل کرنا، چھوڑ دینا، فدیہ لینا اور غلام بنانا سبھی کچھ آجاتا ہے، البتہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے اس زمانے کے حالات اور مسلمانوں کے مجموعی مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

مسئلہ ۲۳:

کافروں کے گرفتار ہونے والے بچے اور عورتیں مالِ غنیمت کے حکم میں آجاتے ہیں، مگر اس میں بھی مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کا خیال رکھنا چاہئے۔

مسئلہ ۲۴:

مالِ غنیمت کی اشیاء، مثلاً اسلحہ، سامان، مویشی وغیرہ اگر دوبارہ دشمن کے ہاتھ لگنے کا خطر ہو تو مویشیوں کو ذبح کر کے اور باقی سامان کو جلا کر یا دفن کر کے کافروں سے محفوظ کر لینا چاہئے۔ (الہدایہ)

مسئلہ ۲۵:

اگر چھوٹا بچہ بھی جنگ میں شریک ہو جائے یا عورت بھی جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے یا پانی پلانے کے لئے آجائے یا غلام بھی جنگ میں شریک ہو جائے تو انہیں مالِ غنیمت

میں سے باقاعدہ حصہ تو نہیں دیا جائے گا، البتہ انہیں رخصت دیا جائے گا، یعنی مسلمانوں کا امیر اپنی مرضی سے انہیں مالِ غنیمت میں سے کچھ عطاء کر دے گا۔ (الہدایہ)

مسئلہ ۳۶:

”نقل“ اس انعام کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کا امیر مالِ غنیمت کے علاوہ کسی مجاہد یا کسی مجموعہ کو ان کے کسی کارنامے پر عطاء کرتا ہے، ضرورت پڑنے پر ”نقل“ کا اعلان پہلے بھی کیا جاسکتا ہے اور بغیر اعلان کے امیر اپنی مرضی سے بھی دے سکتا ہے، مالِ غنیمت جمع ہونے کے بعد امیر کو اسکے پانچویں حصے یعنی ٹئس میں سے ”نقل“ دینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۳۷:

وہ مال جو دشمنوں سے بغیر جنگ اور لڑائی کے ہاتھ آیا، ہو وہ مال ”فئے“ کہلاتا ہے، اگر مسلمانوں کا لشکر اس علاقے میں داخل نہیں ہوا، بلکہ اس علاقے کے لوگ خود ہی مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس مال کا مصرف ”جزیہ“ والا ہوگا، لیکن اگر مسلمانوں کے لشکر نے انہیں گھیر لیا اور پھر مال حاصل کیا تو اس میں سے ٹئس نکالا جائے گا۔ (اعلاء السنن، کتاب المہبوط)

مسئلہ ۳۸:

وہ مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں میں قید ہو جائے، اسے اگر فرار کا موقع مل جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا اس پر واجب ہے اور اگر کافر اسے کسی شرط پر رہا کریں تو اس میں کافی تفصیلات ہیں، بعض شرطوں کو پورا کرنا لازم ہے اور بعض کو پورا نہ کرنا لازم ہے، اگر کسی کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آجائے تو وہ علماء کرام سے رجوع کرے۔

مسئلہ ۳۹:

کافر اگر مسلمانوں سے جنگ کے دوران کچھ مال و اسباب چھین کر ڈالڑا لٹیرب میں لے جائیں تو وہ اس مال کے مالک بن جاتے ہیں اور شریعت ان کی ملک کو تسلیم کرتی ہے، چنانچہ اگر پھر جنگ ہو اور مسلمان اس مال کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں تو اب یہ مالِ غنیمت

ہوگا، لیکن کافروں کے مالک ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اسے جمع کر کے ڈالڑا الحزب لے گئے ہوں، اگر ڈالڑا الحزب لے جانے سے پہلے یہ مال اُن سے چھین لیا گیا تو وہ اس کے اصل مالک کو لوٹا یا جائے گا۔ (اعلاء السنن، الہدایہ، البحر)

مسئلہ ۳۰:

ڈالڑا الحزب کے کافروں سے ہدیہ لینا جائز ہے، مگر دو شرطوں کے ساتھ:- ① ہدیہ لینے میں کسی فتنے کا خطرہ نہ ہو، ② مسلمانوں کے لئے ذلت اور غار کی بات نہ ہو، اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو ہدیہ قبول کرنا درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳۱:

مسلمانوں کے لشکر میں سے اگر کوئی بھی کسی کافر کو امان دے دے، تو تمام اہل لشکر پر اس امان کا احترام کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح اگر کوئی ایک مسلمان کافروں کے کسی خاندان یا مجموعہ کو کہہ دے کہ میں نے تمہیں امان دے دی ہے اور تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا، تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اس امان کا احترام کرنا ضروری ہوگا اور مسلمانوں کے ہر بالغ مرد اور ہر عورت کے امان دینے کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن بچے کے امان دینے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (الہدایہ)

مسئلہ ۳۲:

اگر مسلمانوں نے کسی کافر کو امان دے دی اور وہ مسلمانوں میں آنے جانے لگا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جاسوس یا مخبر ہے تو اسے قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر مسلمانوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان کے ملک میں کافر تجارت کیلئے آسکتے ہیں، مگر پھر تاجروں کے روپ میں جاسوس آ گیا تو اسے قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ امان تاجروں کے لئے تھی، جاسوسوں کیلئے نہیں۔ (اعلاء السنن)

مسئلہ ۳۳:

سخت ضرورت کے بغیر مسلمانوں کا مشرکوں اور کافروں کے زیر تسلط علاقوں میں رہنا سخت مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

۳۳ مسئلہ:

حربی کافروں کو اسلحہ اور اسی طرح کی ایسی دوسری اشیاء جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، بیچنا جائز نہیں ہے۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)

۳۴ مسئلہ:

مجاہدین کے چھوٹے مجموعے جو دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جاتے ہیں، ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے جائیں، البتہ اگر بہت بڑا محفوظ لشکر ہو تو اس میں قرآن مجید لے جانے کی اجازت ہے، یہی حکم مسلمان عورتوں کو جہاد میں اپنے ساتھ لے جانے کا ہے، البتہ ان کے لئے محفوظ اور بڑے لشکر کے ساتھ ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔ (اعلاء السنن، الہدایہ)



خاتمہ الکتاب

دوسرا حصہ

جہادی آداب، عسکری تدابیر اور بی چالوں کا بیان

اس موضوع پر بعض حضرات نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چونکہ اس کتاب میں تفصیل کا موقع نہیں ہے، اس لئے ہم صرف اس موضوع کی بعض ان اہم اور اصولی باتوں کو ذکر کریں گے جن کا جاننا مجاہدین کے لئے ضروری ہے۔

①

بعض حکماء رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمام آداب جہاد کو ان دو آیتوں میں بیان فرمادیا ہے۔

اے ایمان والو! جب کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

(الأنفال: ۴۵، ۴۶)

مصنف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ حکماء کا یہ قول درست ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانچ باتوں کا حکم دیا ہے اور یہ باتیں جس جماعت میں بھی پائی جاتی ہیں وہ فتح یاب ہوتی ہے، اگرچہ اس کی تعداد کم ہو۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں:-

① ثابت قدمی۔ ② کثرت ذکر اللہ۔

③ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت۔

۴ ایسے نزاع سے بچنا جو بزدلی اور کمزوری پیدا کرے، کیونکہ متحد مسلمانوں کی مثال تیروں کی گنتی جیسی ہے جسے توڑا نہیں جاسکتا، لیکن اگر یہ گنتی کھول دی جائے تو ایک ایک کر کے تمام تیروں کو توڑا جاسکتا ہے۔

۵ ”صبر“، جو نصرت اور فتح کا خلاصہ اور اصل سبب ہے۔

پس ان پانچ چیزوں میں سے جس قدر چیزیں کم ہوں گی، اسی قدر جنگ میں کامیابی کے امکانات کم ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

۲

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الْحَوْبُ حُدْعَةٌ لِّزَائِيٍّ ایک چال ہے۔

[یہ لفظ حُدْعَةٌ اور حُدْعَةٌ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔] (بخاری، مسلم)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمرو بن عبیدہؓ [مشرک] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مقابلے کے لئے آمنے سامنے آئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا: میں دو آدمیوں کے مقابلے کے لئے تو نہیں نکلا، یہ سن کر عمرو بن عبیدہؓ دائیں بائیں دیکھنے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اُسے ختم کر دیا۔

خليفة ہادی عجل اللہ فرجہ کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے خالی ہاتھ ایک مسلح خارجی کو صرف جنگی چال کے ذریعے قتل کیا اور اپنی جان بچائی۔

[سوانح قاسمی میں حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ثور اللہ عزہ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ شامی کی لڑائی میں انگریز فوج کا ایک سکھ فوجی جو حضرت سے چار گناہ زیادہ ذلیل ڈول کا مالک تھا، حضرت کو شہید کرنے کے لئے آپ کے سر پر پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ مولوی قاسم! تم نے بہت گڑبڑ پھیلائی ہے، اب تمہارا وقت آ گیا ہے۔ حضرت بڑے اطمینان سے کھڑے رہے اور اُسے فرمایا: باتیں کیا بناتا ہے، اپنے پیچھے کی تو خبر لے۔ وہ فوجی پیچھے مڑا تو حضرت کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔]

اس طرح کی چالوں کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے۔

دُبَّ حَيْلَةٍ أَنْفَعُ مِنْ قَبِيلَةٍ

ترجمہ: بعض چالیں پورے قبیلے سے زیادہ طاقتور اور مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

بعض عقلمندوں کا قول ہے کہ جب تم دشمن کا مقابلہ قوت اور طاقت سے کرو گے تو پھر جب تک اُسے اپنے سے کمزور نہ دیکھ لو، اس وقت تک آگے نہ بڑھ سکو گے، لیکن اگر تم نے کسی چال یا تدبیر کے ذریعے اس کا مقابلہ کیا تو دشمن جس قدر طاقتور کیوں نہ ہو، اُسے زیر کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔

(۳)

سنت طریقہ یہ ہے کہ کسی جنگ یا کارروائی سے پہلے اُسے خفیہ رکھنا چاہئے اور ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے کوئی بھی آپ کے اصلی ہدف کو نہ سمجھ سکے، یہ اخفاءِ قریبی اور دُور، عام اور خاص ہر کسی سے رکھنا چاہئے، لیکن اگر اس جنگ یا کارروائی کو ظاہر کرنا کسی مصلحت کی وجہ سے ضروری ہو تو پھر اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہٴ تبوک کا کھلم کھلا اعلان فرمایا، تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی طرح تیاری کر سکیں، جب کہ آپ کا عمومی معمول یہ تھا کہ آپ اپنی جنگ اور کارروائی کو مکمل ہونے سے پہلے چھپاتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

(۴)

اگر کسی ضرورت کے تحت یا بات چیت کے لئے دشمنوں کے پاس قاصد بھیجنا پڑے تو قاصد کے انتخاب میں خاص احتیاط اور اہتمام سے کام لینا چاہئے، کیونکہ قاصد وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کے بھیجنے والوں کا عکس دیکھا جاتا ہے، چنانچہ بعض قاصد اپنی قوتِ قلبی اور بے پناہ فصاحت اور قوتِ استدلال اور جرأت و ہمت کے ذریعے دشمنوں کے عزائم کو ہلا دینے اور انہیں جھکنے پر مجبور کرنے کا سبب بن جاتے ہیں، جب کہ بعض قاصد اپنی بزدلی، کم ہمتی اور بے رحمی کی وجہ سے اپنے بھیجنے والوں کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بن جاتے ہیں اور دشمنوں کے دلوں سے رہا سہا رعب بھی ختم ہو جاتا ہے، اس لئے ہمیشہ ایسا قاصد بھیجنا چاہئے، جس کا دل مضبوط، عقیدہ پختہ، ذہن حاضر، عقل مکمل، زبان فصیح، اور لہجہ مؤثر ہو۔ اسی طرح ایک ہی قاصد کو بار بار دشمن کی طرف نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ بار بار آنے جانے کی وجہ سے اس قاصد کی ان کافروں سے کچھ دوستی یا ہمدردی ہو جائے یا وہ اُسے تحفہ یا ہدیہ دے کر نرم کر لیں یا کسی اور لالچ میں مبتلا کر دیں۔

مسلمانوں کو ماضی میں بھی قاصدوں کی عذاری کی وجہ سے بہت سے نقصانات پہنچ چکے ہیں، اس لئے قاصد بدل بدل کر بھیجنے چاہئیں، ہاں! اگر کوئی قاصد ایسا ہو جو ہر طرح کے شک سے بالاتر اور بہت مضبوط ہو تو ایسے قاصد کو بعض اوقات دوبارہ بھیجنا مفید ہوتا ہے، کیونکہ اسے سابقہ مجلسوں کی وجہ سے دشمنوں کے ساتھ نمٹنے کا سلیقہ بھی آ جاتا ہے اور اس کے لئے بات کو پایہ تکمیل تک پہنچانا بھی آسان ہوتا ہے۔

(۵)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سریہ چار سو کا ہے، بہترین جیش چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد)

(۶)

لشکر سے آگے جانے والے دستے کا امیر لازماً ایسا شخص ہونا چاہئے جسے جنگ اور اس کی تمام تدابیر کا علم ہو، کیونکہ اگلے دستے کی شکست لشکر کے لئے کم ہمتی کا سبب اور ایک بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ امیر کو چاہئے کہ دشمن کے سامنے گھوڑے سے زیادہ سننے والا، عُقاب سے زیادہ دیکھنے والا، گڑے سے زیادہ محتاط، چھتے سے زیادہ جھپٹنے والا اور شیر سے سخت حملہ کرنے والا بن کر لڑے اور اپنے پورے دستے کو ایک جسم کی طرح چلائے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اتارے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جب کسی منزل پر اترتے تھے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے تھے، یہاں تک کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلا یا جاتا تو سب اس کے نیچے آ جاتے۔

(۷)

امیر لشکر کو چاہئے کہ وہ مجاہدین کے درمیان جہاد کے فضائل کی قرآنی آیات اور احادیث بکثرت پڑھا کرے اور عزّوات و جہاد کی کتابیں، عرب کی جنگوں، مسلمانوں کی فتوحات، مجاہدین کی جنگی تدابیر، گھڑسواروں کی ترتیب، بہادروں کے مقامات، ان کے معرّے اور ان کی میدان جنگ میں مضبوطی، ثابت قدمی اور دشمنوں کے اندر گھس کر لڑنے کے واقعات

پر مشتمل کتابیں پڑھا کرے، کیونکہ اس سے ایمان والوں کے دل مضبوط ہوں گے اور بزدلوں کے دلوں سے کمزوری دور ہوگی اور آگے بڑھ کر جانبازی کرنے والوں کی جرأت میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح اُسے چاہئے کہ جہاد کے فضائل، جہاد کے دلائل اور جہاد چھوڑنے کی وعیدیں بھی بیان کرے اور اپنے لشکر میں سے اچھے اعمال والے مخلص مجاہدین سے محبت کا اظہار کرے اور انہیں اپنا قُرب عطاء کرے، اِس طرح سے جہاد اور دیگر نیک اعمال اکثر مجاہدین کے نزدیک مرغوب بن جائیں گے۔

⑧

جنگی تدبیروں میں سب سے اہم چیز ”امیر لشکر“، کمانڈروں اور علم برداروں کا انتخاب ہے، کیونکہ یہ بات ضروری ہے کہ تمام عسکری اُمراء اور کمانڈر ایسے افراد ہوں جن کا ایمان مضبوط، دل طاقتور، مزاج جنگی اور خواص پختہ ہوں اور انہیں جنگوں کا اور آگے بڑھ کر لڑنے کا تجربہ ہو اور وہ ماضی میں بھی شجاعت اور جانبازی دکھا چکے ہوں، کیونکہ امیر یا کمانڈر کا اثر پورے لشکر پر پڑتا ہے، اگر امیر اور کمانڈر مضبوط ہوگا تو پورے لشکر میں جانبازی، سرفروشی، ایمانداری اور عزم کی بجلی دوڑ جائے گی، کیونکہ امیر یا کمانڈر کی لشکر میں وہی حیثیت ہوتی ہے جو جسم میں دل کی، اگر دل اچھا ہو تو پورا جسم اچھا رہتا ہے اور اگر دل میں فساد ہو تو پورے جسم میں فساد آ جاتا ہے۔

بعض تجربہ کار حضرات کا فرمان ہے کہ ایک شیر جو ہزار لومڑیوں کی قیادت کر رہا ہو، اس لومڑی سے بہتر ہے، جو ہزار شیروں کی قیادت کر رہی ہو۔

امام سَرماری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امیر لشکر یا کمانڈر میں دس خصلتیں ہونی چاہئیں:-

- ① دل کی مضبوطی میں شیر جیسا۔ کہ شیر بزدلی نہیں دکھاتا۔
- ② دشمن کے سامنے تکبر میں چیتے جیسا ہو۔ کہ وہ پستی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔
- ③ بہادری میں ریچھ جیسا ہو۔ کہ وہ اپنے تمام اعضاء سے لڑتا ہے۔
- ④ حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو۔ کہ وہ پیٹھ نہیں پھیرتا۔

- ۵ آگے بڑھنے میں بھیڑیے جیسا ہو۔ کہ جب وہ ایک طرف سے مایوس ہوتا ہے تو دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔
- ۶ اسلحہ اٹھانے میں چیونٹی جیسا ہو۔ کہ وہ اپنے وزن سے زیادہ بوجھ اٹھاتی ہے۔
- ۷ ثابت قدمی میں چٹان کی طرح ہو۔
- ۸ استقامت میں گدھے جیسا ہو۔
- ۹ جرأت میں کتے جیسا ہو۔ کہ اگر اس کا شکار آگ میں چلا جائے تو کتا بھی آگ میں گھس جاتا ہے۔
- ۱۰ موقع تازنے میں مرنے جیسا ہو۔

۹

امیر لشکر یا کمانڈر کیلئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ جنگ سے پہلے دشمنوں میں اپنے معتمد جاسوس پھیلا دے اور ان کی ہر گھڑی کی خبر اپنے پاس رکھے، نیز ان کی تعداد، ان کے اسلحے، ان کی جنگی تدبیروں کی بھی خبر لگائے اور دشمنوں کے اہم سرداروں اور بہادروں کے نام، ان کی حیثیت، ان کے آپس کے تعلقات کی نوعیت کا پتہ لگائے اور پھر ان میں سے بعض کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی پیش کش کر کے بغاوت پر آمادہ کرے، اسی طرح اپنے لشکر میں ایسے خطوط پھیلا دے جو دشمن کے بہادروں اور سرداروں کی طرف منسوب ہوں اور ان میں مسلمانوں کے امیر کے ساتھ وفاداری کا اظہار ہو، یہ خطوط پیغامات اپنے لشکر میں اس قدر پھیلا دے کہ ان کی خبر دشمنوں تک بھی پہنچ جائے اور وہ ایک دوسرے کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہو جائیں، مگر یہ سب کچھ مضبوط بنیادوں پر ہونا چاہئے۔

علاء الدین جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الذکریاء“ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ٹھٹھلے رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ خوارج کے لشکر میں ایک شخص ابڑی نامی ہے، وہ زہریلے تیر بنانے کا ماہر ہے اور ہم اس کے تیروں کے سامنے اب عاجز اور بے بس ہو چکے ہیں۔ ٹھٹھلے رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بس اتنی سی بات ہے؟ آپ لوگ پریشان نہ ہوں، میں ابھی اس کا علاج کرتا ہوں۔ اس کے

بعد مُہلبؓ نے ایک خط لکھا جس میں اُبڑی کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کا تحفہ مجھے مل گیا، میں اس خط کے ساتھ ایک ہزار درہم بھی بچھوار ہا ہوں، آپ کا میرے ساتھ تعلق برقرار رہا تو میں آپ کا انعام اور بھی بڑھا دوں گا اور آپ کو جب ضرورت پڑے میں حاضر ہوں، یہ خط اور ایک ہزار روپے ایک قاصد کو دے کر کہا کہ تم جان بوجھ کر خوارج کے ہاتھ گرفتاری کی کوشش کرنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا اور خارجیوں نے وہ خط اپنے سردار قَطْرٰی کو پہنچایا تو قَطْرٰی نے فوراً اُبڑی کو قتل کروادیا اور کہا کہ جو شخص مُہلبؓ کو تحفے بھیجتا ہے اور اس سے تحفے لیتا ہے اس کے لئے یہی سزا ہے، بس اسی بات پر خوارج میں پُھوٹ پڑ گئی اور وہ سب الگ الگ ہو گئے۔ ادھر مُہلبؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اب انہیں جنگ میں مصروف کر کے متحد ہونے کا موقع نہ دو، کیونکہ اب یہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۰)

امیر لشکر یا کمانڈر کو چاہئے کہ وہ دشمنوں میں جھوٹی خبریں، افواہیں اور غلط فہمیاں پھیلانے پر خاص توجہ دے اور اس کے لئے ان کے اپنے محکمے ڈاک وغیرہ کا استعمال کرے اور اس بارے میں اموال خرچ کرنے میں ٹنجل سے کام نہ لے، کیونکہ دشمنوں کے خلاف تدابیر پر رقم خرچ کرنا میدان جنگ میں جانیں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ مفید ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایسی تدبیریں سمجھا دے جو ان پر عمل کر سکتے ہوں، جبکہ ایسے لوگوں کے دل میں تدبیروں کا آنا جو انہیں عملی جامہ نہ پہنا سکتے ہوں، حسرت کا سبب ہے۔ جنگی تدابیر کے سلسلے میں علامہ ابن جوزیؒ نے یہ عجیب و غریب واقعہ نقل فرمایا ہے۔

عجیب واقعہ

مسلمانوں میں ایک بادشاہ نے شہر قند پر حملہ کیا اور اُسے محاصرے میں لے لیا، مگر اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی، بالآخر اس نے اپنے محافظوں سمیت شہر کے گرد چکر لگایا تو ایک آدمی کو پکڑ لیا اس کو لالچ وغیرہ دے کر اپنا بتالیا اور شہر کے بارے میں اس سے پوچھا، اس آدمی نے کہا: اس شہر کا حاکم تو ایک احمق آدمی ہے جسے کھانے پینے اور عورتوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ہے، لیکن

اس کی ایک بیٹی ہے جو شہر کا نظام چلا رہی ہے، اگر یہ لڑکی نہ ہوتی تو شہر تباہ ہو گیا ہوتا۔ مسلمان حاکم نے اس آدمی کو کچھ تحفے تحائف دے کر اس لڑکی کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم میری طرف سے اس لڑکی سے کہہ دینا کہ میں ملک عرب سے تمہاری عقل مندی کے چرچے سن کر آیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم سے نکاح کروں اور تم سے میرا بیٹا ہو جو عرب و عجم کا حکمران بنے، میں یہاں مال کے لالچ میں نہیں آیا، بلکہ میرے پاس تو سونے چاندی کے بھرے ہوئے چار ہزار تابوت ہیں، میں چاہتا ہوں یہ تابوت تمہارے حوالے کر دوں اور خود چین کی طرف روانہ ہو جاؤں، اگر واپس آ گیا تو شادی ہو جائے گی، ورنہ یہ مال تمہارا ہو جائے گا۔ جب یہ پیغام اس لڑکی تک پہنچا تو اس نے پیغام بھیجا کہ مجھے منظور ہے، تم مال کے تابوت بھجوادو۔ مسلمان حاکم نے اس کی طرف چار ہزار تابوت بھجوادیئے اور ہر تابوت میں دو آدمی بٹھادیئے اور ایک مخصوص گھنٹی اپنے ساتھ رکھی کہ جب یہ گھنٹی بجائی جائے تو تابوتوں میں بند مجاہدین باہر نکل آئیں۔ جب تابوت شہر میں داخل ہو گئے، تو اس نے گھنٹی بجائی اور مجاہدین نے باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کر لیا اور پھر پورا لشکر شہر میں فاتحانہ طور پر داخل ہو گیا۔ (کتاب الاذکیاء)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ اسکندر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار اسکندر اپنے لشکر سمیت اہل فارس کے مقابلے میں نکلا، جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تو اسکندر نے اعلان کروادیا کہ اے فارس والو! ہم نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے، اب تم میں سے جو اس وعدے کو پورا کرنا چاہتا ہے کر لے۔ یہ اعلان سنتے ہی اہل فارس کا پورا لشکر ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگا اور ان میں پھوٹ پڑ گئی جو ان کی شکست کا باعث بنی۔ (کتاب الاذکیاء)

⑪

مجاہدین کی میدان جنگ میں ترتیب خود امیر لشکر کو بنانی چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی قوت، بہادری اور صلاحیت کے لائق جگہ پر رکھنا چاہئے اور پورے لشکر کے باہمی ربط کا انتظام بہت مضبوط رکھنا چاہئے اور اسے اپنی جگہ مخفی رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مخصوص ساتھیوں کی جگہ بدلتا رہے اور خود کو دشمنوں سے خفیہ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔

جب بھی کسی شہر پر قبضہ کرنا ہو تو پہلے اس شہر کے آس پاس کی بستیوں، مضافاتی علاقوں اور باغات پر قبضہ کرنا چاہئے، اس طرح سے شہر کا دفاع کمزور ہو جائے گا اور اس پر قبضہ آسان اور مستحکم ہو جائے گا۔

اُمُّ الدِّیَالِ عَیَّیَہِیْلَیہِ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اس کا بیٹا عرب کا مشہور بہادر تھا۔ اے میرے بیٹے! اگرچہ تمہیں اپنی قوت اور طاقت کا یقین ہی کیوں نہ ہو، مگر پھر بھی تم اس وقت تک جنگ میں نہ کودو، جب تک اس سے بھاگنے کا راستہ معلوم نہ کرلو، کیونکہ انسان کے نفس کے پاس اگر اپنے بچاؤ کا حیلہ ہو تو وہ بہت طاقت کے ساتھ لڑتا ہے، لیکن اگر نفس اپنے بچاؤ سے مایوس ہو چکا ہو تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور بہترین طاقت وہ ہے جس کے پیچھے تدبیر ہو، تم اپنے دشمن کے سامنے بھیڑیے کی طرح بیٹھو اور گٹے کی طرح اس سے اڑ جایا کرو، کیونکہ بچاؤ اور احتیاط شجاعت کی لگام ہے اور لا پرواہی بہادری کی دشمن ہے۔

ابو السرایہ عَیَّیَہِیْلَیہِ جیسے عاقل آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا:

اے میرے بیٹے! تم اپنی تدبیر پر اپنی قوت سے زیادہ اعتماد کرو اور اپنی احتیاط پر اپنی بہادری سے زیادہ بھروسہ کرو، کیونکہ جنگ بے پرواہ کے لئے لڑائی ہے اور محتاط کیلئے غنیمت ہے، اچھی طرح جان لو کہ جب شہروں پر زوال آتا ہے تو ان کی تدبیریں ان کے لئے وبال بن جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ مصیبت کو اترنے کی اجازت دیتا ہے تو آفت تدبیر میں ہوتی ہے۔

بعض عقلمندوں کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے دشمن کو کمزور سمجھا، وہ دھوکے میں پڑ گیا، اور جو دھوکے میں پڑ گیا اس کا دشمن اس پر فتح یاب ہو جائے گا، جنگ میں اپنے دل میں جرأت پیدا کرو، کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے اور کافروں کے ساتھ اپنے بغض اور دشمنی کو یاد کرو، کیونکہ یہ انسان کو کھڑا کرنے والی چیز ہے اور فرمانبرداری کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ جنگجو کا قلعہ ہے، بعض جنگی چالیں بہادری سے زیادہ کام کرتی ہیں اور بعض دفعہ ایک بات یا جملہ لشکر کی شکست کا سبب بن

جاتا ہے، صبر فتح کا راستہ ہے، دشمن سے لڑنے کو اپنی آخری تدبیر بناؤ، [یعنی جب سارے حیلے اور تدبیریں ناکام ہو جائیں، تب لڑائی شروع کرو۔] فتح تدبیر میں ہے، ظلم کے ساتھ کامیابی نہیں مل سکتی، لڑائی کے وقت بزدلی نہ دکھاؤ اور قدرت پانے کے بعد نرمی نہ کرو اور غالب ہونے کے بعد زیادتی نہ کرو، مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور اپنے جہاد کو حقیر دنیا کی لالچ سے پاک رکھو۔

(۱۴)

پہن کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ (ﷻ) سے عافیت مانگا کرو اور جب مقابلہ ہو جائے تو پھر ڈٹ کر لڑو۔ (بخاری)

پہن کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید تم اس کے ذریعے سے آزمائش میں ڈال دیئے جاؤ اور اللہ (ﷻ) سے عافیت مانگا کرو، پھر اگر دشمن تلواریں لہراتے، چیختے، چلاتے آجائیں تو تم زمین پر نہ بیٹھ رہو، بلکہ کہو: اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے اور ان کے رب! ہماری اور ان کی پیشانی کا مالک تُو ہے، تُو ہی انہیں قتل فرمائے گا، پھر جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو ان کی طرف یلغار کرو اور جان لو! جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

پہن کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑو اور اللہ (ﷻ) کا ذکر کرو اور اگر وہ شور شرابا کریں اور چیخیں چلائیں تو تم خاموش رہو۔ (مصنف عبدالرزاق)

پہن کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دشمن تمہارے قریب آجائیں تو ان پر تیر برساؤ اور اس وقت تک تلواریں نہ نکالو، جب وہ تمہیں ڈھانپ نہ لیں [یعنی بالکل قریب نہ آجائیں]۔ (ابوداؤد)

(۱۵)

پہن کریم ﷺ نے لاشوں کو بگاڑنے، دشمنوں کو آگ سے جلانے، عہد توڑنے اور معاہدہ کر کے دھوکہ دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔

پہن کریم ﷺ کا فرمان ہے: چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں منافق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اُسے چھوڑ دے:-

۱ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، ۲ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، ۳ معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، ۴ جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (بخاری، مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) فرماتا ہے، قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا۔ ۱ ایک وہ شخص جس نے میرے نام کا عہد کیا پھر اس نے دھوکہ دیا، ۲ وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی، ۳ وہ شخص جس نے کسی کو مزدور رکھا، پھر اس سے پورا کام لیا، مگر اُسے پوری اجرت نہ دی۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ (ﷻ) قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع فرمادے گا، تو ہر دھوکہ دینے [یعنی عہد توڑنے] والے پر ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ ہے۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، [یعنی کوئی بھی مسلمان کسی کافر کو ذمہ دے دے یا امان دے دے تو یہ سب کی طرف سے ہوگا] اور ان میں سے ہر ایک اس کی کوشش کرے گا جس نے مسلمان کا ذمہ توڑا، اس پر اللہ (ﷻ) کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور اللہ (ﷻ) قیامت کے دن اس کی کوئی جانی و مالی عبادت قبول نہیں کرے گا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: جس میں امانت نہیں اُس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد نہیں اُس کا دین نہیں [یعنی جو عہد پورا نہیں کرتا، وہ پورے دین پر عمل پیرا نہیں ہے]۔ (مسند احمد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو قوم بھی عہد توڑتی ہے، ان میں باہمی قتل و غارت عام ہو جاتا ہے۔ (متدرک صحیح علی شرط مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈالا یا اس کی خوشی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا [یعنی دعویٰ کرنے والا] ہوں گا۔ (ابوداؤد)

پہن کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو جان کی امان دی اور پھر اُسے قتل کر دیا تو میں اس قاتل سے بڑی ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (ابن ماجہ، ابن حبان)

پہن کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی کو [یا جس کے ساتھ بھی جان بخشی کا معاہدہ ہو] ناحق قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنت کی خوشبو سو سال کی مسافت سے آئے گی۔ (موارد الظمآن)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کو معاہدے کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے اور دشمنوں کے ساتھ کئے ہوئے ہر معاہدے کو پورا کرنا چاہئے اور اگر غلط معاہدہ ہو گیا ہو تو جب تک اس معاہدے کے توڑنے کا اعلان نہ کر دے اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اسی طرح مجاہدین کی بھی اسی سچ پر تربیت کرنی چاہئے کہ وہ اپنے قول و اقرار اور معاہدوں کی پابندی کریں اور ان میں سے جو بھی کسی کو امان دے دے، باقی سب کو اس کے امان کا احترام کرنا چاہئے۔



دُعَاء

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے، تم اُسے بدلہ دو، اگر بدلہ نہ پاؤ تو اس کے لئے دعاء کرو، یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم نے اُسے بدلہ دے دیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے، تم اُسے بدلہ دو، اگر تم بدلہ دینے سے عاجز ہو تو اُسے دعاء دو، یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کر دیا ہے، بے شک اللہ (ﷻ) قدر دان ہے اور وہ قدر دانوں کو پسند کرتا ہے۔ (طبرانی)

ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں پر غور کرے جن سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے اور پھر ان لوگوں کے لئے دعاء کرے جو اپنی جانیں اللہ (ﷻ) کے راستے میں قربان کر کے ان نعمتوں کو اس تک پہنچانے کا ذریعہ بنے ہیں، کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان کے ساتھ شریک مجاہدین اور ان کے بعد جہاد کرنے والے حضرات کی ان تھک کوششیں اور محنتیں نہ ہوتیں، تو آج نہ تو ہمیں اسلام کی نعمت نصیب ہوتی اور نہ ہم انسان کہلائے جانے کے قابل ہوتے، ان حضرات نے اپنی جانوں کو قربان کیا، اپنے اموال بے دریغ اللہ (ﷻ) کے راستے میں لٹا دیئے اور اپنی زندگیاں جہاد میں کھپا دیں اور انہوں نے مشرق اور مغرب کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا اور پاک قدموں اور چمکتی تلواروں اور گوندتے نیزوں کے ذریعے زمین کی ظلمت کو مٹا دیا اور روم و فارس کے بادشاہوں کو ان کے اُونچے تختوں سے نیچے اتار پھینکا اور ان کی کھوپڑیوں سے تاج اور غرور کو چھین لیا، چنانچہ دنیا ان کے قدموں کے نیچے زیر ہو گئی اور انہوں نے ہر طرف اسلام اور امن کی شمعیں روشن کر دیں اور آج تک ہم ان کی قربانیوں اور محنتوں کا صلہ کھا رہے ہیں۔ لیکن خود ہم نے جب سے ان کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور تلواروں اور نیزوں کے ذریعے عزت و عظمت حاصل کرنے کی بجائے ہم عیاشیوں اور عیش پرستیوں میں پڑ گئے ہیں، تو وہ موت جو کل تک ہمارے دشمنوں کو ڈراتی تھی،

ہمیں خوف زدہ کر رہی ہے اور وہ ذلت جسے ہمارے دشمن مینے پر مجبور تھے، ہماری خوراک بنادی گئی ہے، آج ہم خشکی اور تری میں دشمنوں کے ہاتھوں اچک لئے جاتے ہیں اور ہمارے دشمن ہمارا چھپ کر اور ٹھلم ٹھلا اس طرح سے شکار کرتے ہیں جس طرح پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ آج ہم جہاد بھول چکے ہیں اور کافروں کے طور طریقوں کو اپنا کر تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں، ہم نے عزت و عظمت کے روحانی میناروں کو بھلا دیا ہے اور ہم اپنے شاہانہ مکانات بنانے میں مصروف ہو چکے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے دروازے پر اپنی ذلت اور انکساری، کمزوری اور محتاجی کا رونا روتے ہیں اور تیرے حضور اپنے محتاج اور مجبور ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں اور ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں اور ٹو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے پروردگار! میری اس تصنیف کو نامنظور فرما کر میری طرف پھینک نہ دینا اور نہ میری انگلیوں سے لکھی تحریر کو میرے خلاف قیامت کے دن گواہ بنانا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں شہادت عطاء فرما تا کہ ہم تیرے قرب کے اعلیٰ مقام کو پاسکیں اور جس دن تو چہروں کو روشن اور سیاہ کرے گا، اس دن ہمارے چہرے کو روشن فرمانا، آپ بہت احسان فرمانے والے اور عام فضل فرمانے والے ہیں، اور آپ کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت دے سکتا ہے نہ گناہ سے بچنے کی قوت۔ اے ہمارے پروردگار! سب سے اعلیٰ، سب سے اکمل اور سب سے بلند رحمتیں نازل فرما، ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے اپنی محنت سے شرک کے اندھیروں کو دور بھگادیا اور جنہوں نے کفریہ طاقتوں کو اپنے جہاد اور بہادری سے مغلوب فرمادیا اور رحمتیں نازل فرما آپ کی معزز اور بزرگ آل پر اور آپ کے جانباز اور بہادر صحابہ پر، جب تک میدانوں میں آسمان چمکتا رہے اور جب تک گھوڑے دوڑتے رہیں۔

وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا إِذَا بَسَّ أَهْدَا (آمین یا ارحم الراحمین)

دعوت

[اسی دعاء پر مصنف شہید رحمہ اللہ نے اپنی اس مبارک کتاب کو ختم فرمایا ہے

اور اس دعاء میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے شہادت بھی مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نصیب فرمادی۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو ہم سب کے حق میں بھی قبول فرمائے اور ہمیں اس پوری کتاب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ذریعے سے اس دور میں جہاد کی شمع کو روشن فرما کر کفر کے اندھیروں کا خاتمہ فرمائے اور دنیا میں جہاں جہاد ہو رہا ہے ہر جگہ مجاہدین کو کامیابی عطا فرمائے اور مجاہدین کی صفوں میں اتحاد اور ان کے دلوں میں تقویٰ نصیب فرمائے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرمائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہر مجاہد کو سچا اور مخلص مجاہد بنادے اور ہر گھر بیٹھنے والے مسلمان کو مجاہد بنادے اور ہر مسلمان کو جہاد اور مجاہدین کا حامی بنادے۔ یا اللہ! بہت سے مسلمان جہاد اور مجاہدین کی مخالفت کے جرم میں مبتلا ہیں، یا اللہ! انہیں اس جرم سے توبہ کرنے اور اس جرم عظیم سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ! بہت سے لوگ مجاہدین کے ٹوپ میں جہاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں، یا اللہ! ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمادے اور ہر مجاہد کے جہاد کو اور جہاد میں خرچ کرنے والوں کے خرچ کو قبول فرمالے۔

یا اللہ! شہداء کی شہادت کو قبول فرمالے اور جہاد میں زخمی ہونے والوں کو شفاء عطا فرمادے اور جہاد میں معذور ہونے والوں کو صبر، استغناء، اعلیٰ شان اور آخرت کا اجر عطا فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں جس جگہ بھی مسلمان مغلوب و مظلوم ہیں، یا اللہ! ان کی مدد فرمادے اور انہیں غلبہ عطا فرمادے اور ان پر ظلم کرنے والوں کو تباہ و برباد فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں اسلام کو غالب فرما اور کفر کو مغلوب فرمادے اور ہر جگہ اسلام کو نافذ فرمادے۔ یا اللہ! مجاہدین کی، ان کے قائدین کی اور ان کے خدمتگاروں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! جو مجاہدین تیرے راستے میں نکلے ہوئے ہیں، ان کے اہل و عیال اور گھر والوں کی حفاظت فرما اور اپنی رحمت سے ان کی باعزت کفالت کا بندوبست فرمادے، یا اللہ! شہداء کے بچوں اور بیواؤں کی کفالت کا باعزت انتظام فرمادے۔ یا اللہ! جو مجاہدین تیرے

راستے میں نکل کر دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو چکے ہیں ان کے ایمان کی حفاظت فرما اور انہیں باعزت اور باعافیت رہائی عطاء فرما کر میدانوں میں لڑنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

یا اللہ! اس کتاب کے اردو ترجمہ اور تلخیص کو اپنے دربار میں قبول فرمالے اور اسے میری مغفرت کا ذریعہ بنادے۔ یا اللہ! اس کتاب کو اُمتِ مُسْلِمَہ کی بیداری اور ان کے دلوں میں اپنی ملاقات کے شوق کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنادے، یا اللہ! اُمت کے اکابر و مشائخ کے درجات بلند فرما اور ان کے فیوض کو ہر طرح عام فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ]

۱۶ مجتہدِ الثانی ۱۴۱۹ھ

بروز جمعرات

بمطابق ۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء

نظر ثانی:

۱۷/ ذوالفقہ ۱۴۳۰ھ

یوم الجمعہ

بمطابق ۶ نومبر ۲۰۰۹ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَهْدِنَا صِرَاطَكَ

قَسِيْطِنِی

۱۳۹۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ اللّٰهَ اَعْلٰى مِنْ اَنْ تُدْرِكَ عَيْنُهُمْ وَاَنْتُمْ اَنْتُمْ بَاۡنٌ لَّهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِيُقَاتِلُوْنَ وَيُقَاتِلُوْنَ وَعَلٰٓا اَعْلٰى عِلْمًا

بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے
 انہیں جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ
 ان کے لئے جنت خرید لیا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں
 پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فریضہ بچاؤ میں ہے۔ ﴿۱۱۱﴾

چہ فضائل مختصر

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر صحیح بخاری کی چالیس احادیث اور ان کی تشریح
 (سَلَامٌ عَلَیْہُمْ فَرَضَہُ)
 آسان اور علمی انداز میں مسئلہ جہاد کی وضاحت
 تشریح میں سیکڑوں احادیث کا مجموعہ
 اپنے موضوع پر ایک منفرد تحریر

مولانا محمد رفیع

اسلامی غلبے کے عناصر

غلبے سے مراد قوت اور اقتدار والا غلبہ ہے۔ پھر اس آیت مبارکہ کے الفاظ میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا ظاہری غلبہ چند چیزوں کے ساتھ مشروط ہے۔ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ** سے اشارہ ملا کہ مسلمانوں میں **رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ** موجود ہوں اور جب آپ تشریف لے جائیں تو آپ کا کوئی ”خلیفہ“ موجود ہو، معلوم ہوا کہ اسلامی غلبے کے لئے مسلمانوں میں جماعت اور خلافت کا قیام اہم کردار ادا کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے اشارہ ملا کہ قرآن مجید ہی مسلمانوں کا رہنما اور دستور ہو، مسلمان قرآن پاک ہی کو اپنا قانون بنائیں اور اسی کو اپنا نظام اور دستور بنائیں۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا** سے اشارہ ملا کہ اسلام کی حقانیت، اس کا نفاذ اور اس کا غلبہ مسلمانوں کے پیش نظر ہو اور **يُظْهِرُكَ عَلَى الَّذِينَ كُفَرُوا** سے اشارہ ملا کہ مسلمان اسلام کے غلبے کے لئے اسلام کے مخالفین سے جہاد کریں۔ چنانچہ جب بھی مسلمان ایک خلیفہ اور امیر پر متفق ہوئے اور انہوں نے قرآن کو اپنا قانون اور دستور بنایا اور وہ اسلام کی حقانیت اور تحفیذ کے لئے خود آگے بڑھے اور انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو پوری قوت سے جاری کیا تو انہیں یہ غلبہ نصیب ہوا..... اب بھی الحمد للہ مسلمان جہاں جہاد کرتے ہیں غالب اور کامیاب ہوتے ہیں۔ (فتح الجواد: ۲/۳۹۵)



جہاد کے لغوی معنی

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے، جس کا معنی خوب محنت اور مشقت کے ہیں، لغت کی کتابوں میں جہاد کے لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:-

بَذْلُ أَقْصَى مَا يَسْتَطِيعُهُ الْإِنْسَانُ مِنْ طَاقَتِهِ لِنَيْلِ مَحْبُوبٍ أَوْ لِدَفْعِ مَكْرُوهٍ۔
انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کیلئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی

تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں، اس کی مکمل وضاحت کیلئے مذاہبِ اربعہ کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں

① الْجِهَادُ بَذْلُ الْوُسْعِ وَالطَّاقَةِ بِالْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ وَغَيْرِ ذَٰلِكَ۔

قتال فی سبیل اللہ میں اپنی جان، مال اور زبان اور دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ (البدائع والصنائع)

② الْجِهَادُ دَعْوَةُ الْكَافَرِ إِلَى الدِّينِ الْحَقِّ وَقِتَالُهُمْ إِنْ لَمْ يَقْبَلُوا۔

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا، اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔ (فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قِتَالُ الْمُسْلِمِ كَافِرًا غَيْرَ ذِي عَهْدٍ لِإِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللَّهِ۔

جہاد کے معنی ہیں مسلمانوں کا غیر ذی عہد کافروں سے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔ (حاشیہ العدوی، الشرح الصغیر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وَشَرَّ عَابِدُنَ الْجُهْدِ فِي قِتَالِ الْكُفَّارِ۔

اور جہاد کے شرعی معنی، اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔ (فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

الْجِهَادُ قِتَالُ الْكُفَّارِ۔

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ (مطالب لاوی النبی)

یہ تو تھی جہاد کی شرعی تعریف، اب آئیے! جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

قَالَ السَّرْحِيُّ فِي الْمَحِيطِ: الْجِهَادُ فَرِيضَةٌ مُحْكَمَةٌ وَقَضِيَّةٌ مَخْتَوِمَةٌ يَكْفُرُ جَاحِدُهَا وَيُضِلُّ عَائِدُهَا — وَكَذَا قَالَ صَاحِبُ الْإِخْتِيَارِ: الْجِهَادُ فَرِيضَةٌ مُحْكَمَةٌ يَكْفُرُ جَاحِدُهَا ثَبَتَ فَرِيضَتُهَا بِانْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاجْتِمَاعِ الْأُمَّةِ۔

امام سرحسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے، جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے

والا گمراہ ہوگا۔“ (فتح القدیر، ص: ۱۹۱، ج: ۵)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں:

”جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے، جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن وحدیث اور اُمت

کے اجماع سے ثابت ہے۔“ (فتح القدیر، ص: ۱۹۱، ج: ۵)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: ❶ اِندامی جہاد ❷ دفاعی جہاد

اِقتدائی جہاد

یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اِقتدای جہاد کرنا، اگر یہ اِقتدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے، تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مُستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی، اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مُطالبہ کیا جائے گا اور اگر یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اِقتدای جہاد کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دَب جاتے ہیں اور ان کے دُشمن خوف زدہ اور مُرعوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے، اس لئے کافروں کو مُرعوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوتِ اسلام کو دُنیا کے ایک ایک چُپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رُکا دینے کے لئے اِقتدای جہاد فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے رہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے، لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہے: ”مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارُالحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں، اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا۔“ (فتاویٰ شامی)

پُنی کریم ﷺ کے زمانے کا اکثر جہاد اِقتدای تھا۔ قرآنِ مجید نے مسلمانوں کو اِقتدای جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اِقتدای جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، لیکن جب مسلمان اِقتدای جہاد کے فریضے سے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

دِفاعی جہاد

یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کُفار سے دِفاعی جنگ لڑنا، یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنذَرِجہ ذیل صورتوں میں جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

۱ جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔

۲ جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔

۳ ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانانِ عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔

۴ جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

۵ جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ جائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

فائدہ:

فرض عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے، یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کسی گھر میں آگ لگ گئی ہو تو سب مل کر بجھاتے ہیں یا کسی گھر میں چور، ڈاکو گھس گئے ہوں تو گھر کا ہر فرد اپنی استطاعت کے مطابق دفاع کرتا ہے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہو جاتا ہے، اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر، اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

دفاعی جہاد کے متعلق حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کیلئے لڑنا یہ اجماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے، ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا اور کوئی فریضہ نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں، بلکہ ہر ایک حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔“

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا

جس وقت کافر حملہ کر دیں، بلکہ جب کافر مسلمانوں سے ”مسافتِ سفر“ کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ (نہایہ المحتاج، ص: ۵۸، ج: ۸)

قرآن مجید اور جہاد

قرآن مجید میں جہاد کا مسئلہ بہت ہی اہمیت اور تفصیل سے بیان ہوا ہے، محققین کی رائے یہ ہے کہ اعمال میں سے جس قدر تفصیل قرآن مجید نے جہاد کی بیان کی ہے اور کسی عمل کی اس قدر تفصیل بیان نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اہل ایمان کو کھڑا کرنے کے لئے قرآن مجید کی سورتوں کی سورتیں نازل فرمائیں، سینکڑوں آیات میں مختلف انداز اور پیراؤں میں مسئلہ جہاد کو سمجھایا، جہاد کے منافع اور مقاصد کا تفصیل سے بیان فرمایا، مجاہد کے مقام کو مکمل وضاحت سے کھول کھول کر بیان کیا، جہاد نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدوں کو پوری طرح تفصیل سے بیان کیا گیا، قرآن مجید کو تندر سے پڑھنے اور سمجھنے والے بعض بڑے مفسرین حضرات کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہی جہاد ہے۔

قرآن مجید نے جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح کو جا بجا استعمال فرمایا ہے، جس کے معنی قتال فی سبیل اللہ کے آتے ہیں اور خود قتال کا صیغہ بھی بار بار استعمال ہوا، کتاب اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے ۲۶ صیغے ہیں اور قتال کے ۷۹ صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی بعض پوری کی پوری سورتیں جہاد کے احکام و فضائل اور جہاد ترک کرنے والوں پر وعیدوں کے متعلق نازل ہوئیں، جیسے دس رکوع پر مشتمل سورۃ انفال، جس کا دوسرا نام سورۃ بذر ہے اور سولہ رکوع پر مشتمل سورۃ برآۃ، جس کے اور بھی کئی نام ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ حدید میں آلات جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ بقرہ، سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ میں بھی تفصیل سے جہاد کا بیان ہے۔ سورۃ احزاب، سورۃ محمد (قتال)، سورۃ الفتح، سورۃ الصف اور سورۃ الحشر کے جنگی ناموں ہی سے ان سورتوں کے جہادی مضامین کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سورۃ عادیات میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور سورۃ نصر میں جہاد کے ذریعے دین کے عالمگیر غلبے اور مقبولیت کا بیان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ قرآن مجید کا صحیح طور پر مطالعہ کرے تو اس کی رُوح میدانِ جہاد

میں جانے کے لئے بے چین ہو جاتی ہے اور اُسے جہاد کی حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اس لئے دشمنانِ جہاد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھیں، کیونکہ قرآن مجید کے سمجھنے والے کسی بھی مسلمان کو جہاد سے دور کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ قرآن مجید کی آیاتِ جہاد کو سمجھنے کے لیے مطالعہ فرمائیے ”فتح البکاوی فی معارف آیاتِ جہاد“۔

حسب شریف اور جہاد

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قتال کرنے اور قتال پر ابھارنے کا حکم دیا، آنحضرت ﷺ نے ان دونوں احکام پر کما حقہ عمل فرمایا، چنانچہ ترغیبِ جہاد کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے ہزاروں فرامینِ کُتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

حضراتِ محدثینِ کرام رحمہم اللہ نے آنحضرت ﷺ کے جہاد کے متعلق اقوال و افعال کو جمع فرمایا ہے، ان اقوال و افعال کی کثرت کا اندازہ تو ان کتب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے جو کہ جہاد کی اہمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ ذیل میں ہم بعض کُتبِ حدیث میں کتابِ الجہاد کے مقامات لکھ رہے ہیں، تاکہ ذوقِ تحقیق رکھنے والے قارئین سہولت کے ساتھ احادیثِ جہاد تلاش کر سکیں۔

۱ صحیح بخاری شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے [۲۴۱] ابواب ہیں۔

(صفحہ ۳۹۰ تا ۴۵۲ جلد اول، رقم الحدیث: ۳۱۸۹۴ تا ۳۷۸۳) کتابُ المغازی اس کے علاوہ ہے۔

۲ صحیح مسلم شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے [۱۰۰] ابواب ہیں۔

(صفحہ ۸۱ تا ۱۴۳ جلد دوم، رقم الحدیث: ۱۷۳۰ تا ۱۸۱۷ تا ۱۸۲۷ تا ۱۹۲۵)

۳ ترمذی شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے [۱۱۳] ابواب ہیں۔

(صفحہ ۲۸۲ تا ۳۰۲ جلد اول، رقم الحدیث: ۱۷۱۹۴ تا ۱۷۴۸)

۴ ابوداؤد شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے [۱۸۳] ابواب ہیں۔

(صفحہ ۳۳۲ تا ۳۶۲ جلد اول / ۹ تا ۱۰ جلد دوم، رقم الحدیث: ۲۷۸۷ تا ۲۷۷۷)

۵ نسائی شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے [۴۸] ابواب ہیں۔

(صفحہ ۵۳ تا ۶۶ جلد دوم، رقم الحدیث: ۳۰۸۲ تا ۳۱۹۲)

۶ ابن ماجہ شریف

کتابُ الجہاد کے عنوان سے [۴۶] ابواب ہیں۔

(صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۷، رقم الحدیث: ۲۸۸۱ تا ۲۸۵۳)

۷ مشکوٰۃ شریف

کتابُ الجہاد جلد اول صفحہ ۳۲۹ تا ۳۵۵ (کل صفحات ۲۶)

۸ مُصَنَّف ابن ابی شیبہ

کتابُ الجہاد صفحہ ۲۱۲ تا ۵۴۶ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۹ سنن کبریٰ بیہقی

کتابُ الجہاد جلد ۹ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۳ (کل صفحات ۱۸۳)

۱۰ الترغیب والترہیب

کتابُ الجہاد صفحہ ۳۲۵ تا ۴۵۵ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۱۱ کنز العمال

کتابُ الجہاد جلد ۴ صفحہ ۲۷۸ تا ۶۳۷ (کل صفحات ۳۵۹)

۱۲ اَعْلَاءُ السَّنَنِ

کتابُ الجہاد جلد ۱۲ صفحہ ۱ تا ۶۷۴ (کل صفحات ۶۷۴)

کتب فقہ میں کتب الجہاد کے مراجع

① فتح القدير

کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۱۸۷ تا ۳۳۳ (کل صفحات ۱۴۶)

② البحر الرائق

کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۷۰ تا ۱۴۲ (کل صفحات ۷۲)

③ فتاویٰ شامی

کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ تا ۲۶۸ (کل صفحات ۱۴۹)

جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف

ویسے تو جہاد کی ضرورت اور اہمیت اور اس کے عظیم الشان فضائل اور اعلیٰ مقام کے پیش نظر حدیث و فقہ کی ہر کتاب میں جہاد پر طویل ابواب باندھے گئے ہیں اور سینکڑوں صفحات پر جہاد کے فضائل و احکام کو لکھا گیا ہے، مگر اُمت میں بعض اکابر نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائیں ہیں، ان اسلاف میں سے چند کے اسماء گرامی ذکر کئے جاتے ہیں۔

① ابویسئمان داؤد بن علی داؤد الاصفہانی الظاہری التتویٰ ۲۷۰ھ (کتاب الجہاد)

② احمد بن عمرو بن الفضل الشیبانی، ابوبکر، المعروف بابن ابی عاصم التتویٰ ۲۷۸ھ (الجہاد)

③ ثابت بن نذیر القرطبی المالکی التتویٰ ۳۱۸ھ (الجہاد)

④ ابراہیم بن حماد بن اسحاق الازدی المالکی التتویٰ ۳۲۳ھ (کتاب الجہاد)

⑤ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التتویٰ ۳۸۸ھ (الجہاد)

⑥ ابوبکر محمد بن الطیب الباقلائی التتویٰ ۴۰۳ھ (الجہاد)

⑦ تقی الدین عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی انجماعی المقدسی التتویٰ ۶۰۰ھ ان کی

کتاب کا نام ”تحفة الطالبین فی الجہاد و العبادین“ ہے۔

⑧ ابو محمد قاسم بن علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر ۶۰۰ھ (الجہاد)

⑨ عزالدین علی بن محمد الجزری المعروف بابن اثیر التتویٰ ۶۳۰ھ (الجہاد)

۱۰ بہاء الدین ابوالفحاح یوسف بن رافع المعروف بابن شداد المؤمنی النحوی
۶۳۲ھ (احکام الجہاد)

۱۱ ابو محمد عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام الشلمی المؤمنی ۶۶۰ھ ان کی کتاب کا نام
”احکام الجہاد وفضائلہ“ ہے۔

۱۲ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر الحافظ الذہبی المؤمنی ۷۴۷ھ۔ ان کی
کتاب کا نام ”الاجتہاد فی طلب الجہاد“ ہے۔

۱۳ علی بن مصطفیٰ علاء الدین ابوسنوی الرومی النحوی الشہیر علی ددہ المؤمنی ۸۰۰ھ
(الجہاد وفضائلہ)

۱۴ حاتم الدین خلیل البرسوی الرومی المؤمنی ۸۰۳ھ (فضائل جہاد)
(ماخوذ از مقدمہ کتاب الجہاد لابن مہاک ^{رحمۃ اللہ علیہ} از ڈاکٹر زہد حماد)

جہاد کے موضوع پر اہم ترین تصنیف حضرت امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مبارک المرزوی
النحوی ^{رحمۃ اللہ علیہ} کی ”کتاب الجہاد“ ہے، عظیم مجاہد اور بلند پایہ امام و فقیہ کے قلم سے نکلنے والی یہ تصنیف
اپنے موضوع پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے حضرت عبد اللہ بن مبارک ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے یہ جواہر پارے
بار بار چھپ چکے ہیں اور عوام و خواص میں مقبول ہیں۔

زمانہ قریب میں جن مصنفین حضرات نے جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ ان
میں ڈاکٹر کامل سلامہ الدثس کی کتاب ”آیات الجہاد فی القرآن الکریم“ اور ڈاکٹر زنجلی کی کتاب
”آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی“ کا ایک خاص مقام ہے۔

راقم الحروف کو اول الذکر کتاب کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

جہاد کے موضوع پر جو کام کرنے کی سعادت ماضی قریب کے نامور عالم، عظیم مجاہد، ”شہید
عبد اللہ عزام ^{رحمۃ اللہ علیہ}“ کو حاصل ہوئی ہے، وہ انہی کا حصہ ہے، جہاد کے مٹے ہوئے فریضے کو زندہ
کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے اس رجل رشید کا انتخاب فرمایا، شہید عبد اللہ عزام ^{رحمۃ اللہ علیہ} کی
بیسویں تصانیف اور سینکڑوں خطبات نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی،

حضرت ڈاکٹر عبداللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت جہاد پر جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، ان کے چند ایسے مضامین کو چھوڑ کر جو انہوں نے پاکستان کے سیاستدانوں اور افغان مجاہدین کے بعض ذرائع کے حوالے سے شخصیات اور جماعتوں کے عنوان سے لکھے ہیں، باقی تمام مقالات اور مضامین علم و یقین کی روشنی سے معمور اور جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو بیدار کرنے والے ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عصر حاضر کے عظیم محقق اور مایہ ناز مصنف شہید عبداللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اور آپ کے خطبات سے استفادہ کریں۔

جہاد کے موضوع پر بہت سے حضرات نے مختصر رسالے اور کتابچے ”چہل حدیث“ کے عنوان سے لکھے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دیگر حضرات شامل ہیں۔

ابھی حال ہی میں ڈاکٹر الکتب العربیہ پشاور نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”اربعون حدیثاً فی فضل الجہاد“ شیخ مرزوق علی ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے۔





الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
وَحَاشَاكَ النَّبِيِّينَ، سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ

حیث شریف

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ:
دَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَغْدِلُ الْجِهَادَ، قَالَ: "لَا أَجِدُهُ" قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيعُ
إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ، فَتَقُومَ وَلَا تَفْطُرَ،
وَتَصُومَ وَلَا تَفْطِرَ؟ قَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ:
إِنْ فَرَسَ الْمُجَاهِدُ لَيْسَتْ فِي طَوْلِهِ، فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٌ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو جہاد کے برابر ہو۔
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو)۔ پھر
آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد
کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دو اور اس میں تمہیں سُستی
اور کابلی نہ ہو اور روزے رکھنے لگو اور کسی دن روزہ نہ چھوڑو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ
اتنی استطاعت کسے ہو سکتی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا
گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں
لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری، ص: ۳۹۱، ج: ۱، باب فضل الجہاد والسر، رقم الحدیث: ۲۷۸۵)

تشریح

کسی بھی عمل کی فضیلت کا دار و مدار اس عمل کے مقصود کی بلندی اور ضرورت پر ہوتا ہے، چونکہ جہاد کا مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور یہ عظیم مقصد بغیر جہاد کے حاصل نہیں ہو سکتا، اس لئے جہاد کو دیگر اعمال سے زیادہ فضیلت والا بتایا گیا ہے۔ ویسے تو کسی عمل کا دوسرے کسی عمل سے افضل ہونا اور اس کی افضلیت کی وجوہات کو معلوم کرنا قیاس اور عقل کا کام نہیں، یہ تو محض اللہ رب العزت کے احسان اور فضل سے ہوتا ہے، مگر بعض دینی قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے افضلیت کی وجوہات تلاش کی جاتی ہیں تو جہاد کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جہاد دیگر اعمال کا محافظ ہے، جہاد کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے بے خوف ہو کر تمام اعمال کی بھرپور ادائیگی کا موقع ملتا ہے اور اگر جہاد کے چھوڑ دینے کی وجہ سے کفار کا غلبہ ہو جائے تو تمام دینی اعمال اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ چونکہ جہاد میں انسان اپنی دونوں محبوب چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے یعنی جان اور مال کی، جبکہ دیگر اعمال میں قربانی کی یہ شان نہیں پائی جاتی، اس لئے کسی عمل کو جہاد کے برابر قرار نہیں دیا گیا۔ باقی وہ احادیث و روایات جن میں جہاد پر دوسرے اعمال کی افضلیت کا ذکر ہے تو وہ جزوی فضائل ہیں اور اپنے مقام پر مُسَلَّم ہیں، وگرنہ اس حدیث سے حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ نے مطلق طور پر جہاد کے دیگر اعمال سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے جہاد کی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ دیگر اعمال جہاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (فتح الباری، ص: ۵، ج: ۶)

حیث شریف

مجاہد سب سے افضل

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمَى النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ. قَالُوا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ فِي شُعْبٍ مِنَ الشُّعَابِ

يَتَّقِي اللَّهَ، وَيَدْعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ۔

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا لوگوں میں کون سب سے افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اس کے بعد کون (افضل ہے)؟ ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۱، ج: ۱، باب افضل الناس مؤمن مجاہد، رقم الحدیث ۲۷۸۶)

تشریح

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا مؤمن دیگر مسلمانوں سے افضل ہے، اسی کا اعلان واضح طور پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْمُحْسِنُ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ
أَجْرًا عَظِيمًا (النساء: ۹۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھا دیا ہے، اگرچہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔

جہاد کی اسی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس عمل پر ابھارا، جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جہاد سے مرغوب و افضل عمل کوئی اور نہ تھا۔ اس کی چند مختصر مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ حج کیا کرو، یہ بہت اچھا عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا

حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔ (کنز الکنز، ص: ۳۵۸، ج: ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) کی ایک رات کی پہرے داری مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لیلة القدر کی رات حجرِ اسود کے سامنے کھڑا ہو کر عبادت کرتا رہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں شہادت کے ہر یقینی مقام تک پہنچا، لیکن میرا مقدر یہی یہی تھا کہ میری موت بستر پر آئے۔ میرے نزدیک ایمان کے بعد اس سے افضل کوئی عمل نہیں کہ میں اندھیری رات میں اپنے گھوڑے اور ڈھال کے ساتھ جب آسمان (بارش کی وجہ سے) چمک رہا ہو، صبح کا منتظر ہوں کہ صبح ہو تو دشمن پر حملہ کر دوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، ص: ۸۸)

ازکاظہ بن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے دریافت فرمایا کہ لوگوں میں سے کس آدمی کا اجر و ثواب زیادہ ہے؟ لوگوں نے آپ سے نماز روزہ کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے: اجر و ثواب میں سب سے زیادہ امیر المؤمنین ہیں، ان کے بعد فلاں اور فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون شخص اجر و ثواب میں ان لوگوں سے، جن کا تم نے ذکر کیا ہے، سب سے بڑا ہے اور امیر المؤمنین سے بھی بڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ضرور فرمائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایک چھوٹا سا آدمی جو ملکِ شام میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت کر رہا ہے، اُسے کچھ خبر نہیں کہ آیا کوئی درندہ اُسے پھاڑ ڈالے گا، یا کوئی کیڑا مکوڑا اُسے ڈس لے گا، یا دشمن اُس پر چھاپہ مار دے گا۔ یہ شخص اجر و ثواب میں، ان لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا، بڑھا ہوا ہے اور امیر المؤمنین سے بھی اجر و ثواب میں زیادہ ہے۔ (کنز العمال، ص: ۲۸۹، ج: ۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور انہیں باہر تک رخصت فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، ص: ۱۷۳، ج: ۹)

کنز العمال کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس

نے جہاد کے لئے سواری مانگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے (سواری پر) اس کا گجاوہ کسا، جب وہ آدمی سوار ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور تمنا کر رہے تھے کہ یہ آدمی ان کو دعاء دے، جب آپ رضی اللہ عنہ اُسے پہنچا کر واپس ہوئے۔ تو اُس آدمی نے کہا کہ اے اللہ! عمر کو جزائے خیر دے۔ (مختصر از کنز العمال، ص: ۲۸۸، ج: ۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد کے ساتھ ان جیسا تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حیث شریف

مجاہد کے درجات

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَأَذَا سَأَلْتُمْ اللَّهَ فَاَسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ - أَرَادَ - فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ -

ترجمہ:

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جَنَّت میں سو درجے ہیں جو اللہ (تعالیٰ) نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمائے ہیں، ان کے دو درجوں کا فاصلہ آسمان اور زمین کے آپس کے فاصلے کے برابر ہے، پس جب تم اللہ (تعالیٰ) سے مانگو تو فردوس مانگو، وہ جَنَّت کا سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور وہیں سے جَنَّت کی ٹہریں بہتی ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے (اعلیٰ الجہد) کی بجائے (فوقہ فرمایا)۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۱، ج: ۱، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۲۷۹۰)

تشریح

چونکہ مجاہد، دین کے غلبے اور عظمت کیلئے جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے، اس لئے

اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کے بدلے قیامت کے دن اس کو بلند درجات عطا فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ میں دو درجوں کے درمیان کے فاصلے کو زمین و آسمان کے باہمی فاصلے کے برابر قرار دیا گیا ہے جس کا مقصد اس فاصلے کی زیادتی بیان کرنا ہے۔ جب کہ ترمذی کی روایت میں دو ۲ درجوں کے درمیان سو ۱۰۰ سال کے فاصلے کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں پانچ سو سال کی مسافت مذکور ہے۔ ان درجات کی وسعت کا اندازہ ترمذی شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا کہ اگر تمام جہانوں کو اس کے ایک درجے میں رکھا جائے تو سب اس میں آسانی سے سما جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قربانی اور ان کے عمل کے اعزاز میں ان کے لئے یہ سو ۱۰۰ درجات تیار فرمائے ہیں۔ درجات کے تیار فرمانے کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کی گئی، جس کی چاشنی اور لذت ہر مجاہد اس حدیث کو پڑھ کر محسوس کرتا ہے، واقعی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کو خود سجایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں: جہاد کو عمل میں لانے سے دین کو رفعت حاصل ہوتی ہے تو اس کی جزاء بھی عمل کے مثل ہوگی (یعنی دین کی بلندی کی محنت کا بدلہ درجات کی بلندی)۔

(حجۃ اللہ البالغہ، ص: ۵۴۸)

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ دنیا اور آخرت میں بلند درجات اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کیلئے جہاد کے فریضے کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں تاکہ ان فضائل کے مستحق بن سکیں۔

حیث شریف

شہید کا محل

عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَارَاهُمَا أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرْقُطْ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَذَارُ الشُّهَدَاءِ۔

ترجمہ:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اس رات کو (یعنی معراج کی رات) دو آدمی دیکھے جو میرے

پاس آئے، پھر مجھے لے کر درخت پر چڑھے، پھر انہوں نے مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور بہترین تھا، اس جیسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا، ان دونوں نے کہا: یہ مکان شہیدوں کا گھر ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۱۸۵، ج: ۱، ص: ۳۹۱، ج: ۱، رقم الحدیث ۲۷۹۱)

تشريح

اس مبارک حدیث میں اللہ رب العزت کے ہاں شہداء کے اکرام و اعزاز کا ذکر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جنت میں شہدا کا خوبصورت اور حسین محل معراج کی رات دیکھا جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، چونکہ شہید اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے لڑتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور فی سبیل اللہ اپنی سب سے قیمتی متاع کو قربان کرتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت کی طرف سے اُسے بلند مقامات اور اعلیٰ درجات سے نوازا جاتا ہے اور اللہ رب العزت کی مغفرت اور رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَيْسَ قَتَلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ لِمَغْفِرَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ • (ال عمران: ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اسی اکرام و اعزاز کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کے اعمال کو ضائع نہیں فرماتے، بلکہ یہ اعمال جاری رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ۔

ترجمہ: پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔ (محمد: ۴)

شہید کے اعزاز و اکرام کا اس حد تک خیال رکھا گیا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ شہید کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ

لَا تَشْعُرُونَ • (البقرہ: ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو اللہ ﷻ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔

شہید کو صرف مُردہ کہنے سے ہی منع نہیں کیا گیا، بلکہ مُردہ گمان کرنے تک سے منع کر دیا گیا ہے، چونکہ شہید ایک عالی مقصد کے لئے اور دین کی سربلندی کے لئے جان لٹاتا ہے، اس لئے وہ اس قدر اعزاز سے نوازا جا رہا ہے۔

دیکھئے! اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ

رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ • (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ ﷻ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔

شہید کو یہ سب مقامات اور درجات اس لئے بھی ملتے ہیں کہ اس نے افضل ترین جہاد کیا۔ افضل ترین جہاد کیا ہے؟ اس کی تفصیل اس حدیث شریف میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے سوال کیا کہ یَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ)! سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور تیرا خون بہہ جائے۔ (یعنی تو شہید ہو جائے) یہ سب سے افضل جہاد ہے۔

(ابن حبان، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب، ص: ۴۳۸، ج: ۲)

جہاد خود افضل ترین عمل ہے، پھر جہاد کا افضل ترین درجہ شہادت ہے جو شہید نے پایا ہے، شہید کے فضائل حدیث شریف کی کتابوں میں بہت کثرت سے وارد ہوئے ہیں، اس سلسلے کی چند احادیث و روایات کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے، اللہ ﷻ ہم تمام مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہما اُحد کے دن شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ (ﷻ) نے تیرے

والد (شہید) سے کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے کہا: ضرور بتلائیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ (ﷻ) کسی سے بات نہیں کرتا مگر پردہ کے پیچھے، لیکن تیرے والد سے اللہ (ﷻ) نے آمنے سامنے (بغیر حجاب کے) گفتگو کی۔ (رواہ الترمذی، الترغیب والترہیب، ص: ۴۳۷، ج: ۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے سات انعامات ہیں:- ① اس کا خون گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، ② وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے، ③ اسے ایمان کا حُلّہ پہنایا جاتا ہے، ④ اُسے عذابِ قبر سے بچالیا جاتا ہے، ⑤ وہ قیامت کے عظیم خوف سے محفوظ رہتا ہے، ⑥ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے، ⑦ اور وہ اپنے عزیز واقارب میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (احمد، طبرانی، الترغیب والترہیب، ص: ۴۳۳، ج: ۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین (قسم کے) ہیں:-

پہلا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ (ﷻ) کی راہ (جہاد) میں نکلا، اس کا ارادہ لڑنے اور شہید ہونے کا نہیں، وہ صرف مسلمانوں کی جماعت کو بڑھانے کے لئے آیا ہے، اگر یہ آدمی اللہ (ﷻ) کی راہ میں مر گیا یا قتل ہو گیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور عذابِ قبر سے اُسے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن کے خوف سے مامون ہوگا اور حورِ عین سے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور اُسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور جنت میں بیٹھنے کا تاج رکھا جائے گا۔

دوسرا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا ثواب کی نیت کر کے، اس کی نیت ہے کہ وہ کافروں کو قتل کرے گا اور خود قتل نہیں کیا جائے گا، پس اگر یہ مر گیا یا قتل ہو گیا تو اس کا گھٹنا حضرت ابراہیم (خلیل اللہ) علیہ السلام کے ساتھ ہوگا، اللہ رب العزت کے سامنے سچی بیٹھک میں، اس بادشاہ (اللہ ﷻ) کے نزدیک جس کا سب پر قبضہ ہے۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلا اجر کی نیت کے ساتھ اور وہ چاہتا ہے کہ قتل

کرے اور قتل کیا جائے، پس اگر یہ مر گیا یا قتل کیا گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی تلوار کو کندھے پر رکھ کر ظاہر کرتا ہوا آئے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، وہ کہے گا: کیا تم ہمارے لئے راستہ کُشادہ نہیں کرتے؟ بے شک ہم نے اپنا خون اور اپنا مال اللہ (تعالیٰ) کے لیے نُٹایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے یا انبیاء میں سے کسی نبی سے بھی کہے تو وہ اس کے لئے راستہ چھوڑ دیں بوجہ ان کے حق واجب کے دیکھنے کے۔ یہاں تک کہ وہ آئیں گے نور کے منبروں پر عرش کے نیچے اور اس پر بیٹھیں گے اور وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے فیصلے کس طرح کئے جاتے ہیں، انہیں نہ موت کا غم پہنچے گا نہ ہی قبر کی تکلیف اور نہ ہی حشر کا نزع انہیں خوفزدہ کرے گا، نہ انہیں حساب کی فکر ہوگی اور نہ ہی میزان اور پُلِ صراط کی، وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ جو مانگیں گے انہیں دیا جائے گا، جس کی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی، جنت میں جو ان کو پسند ہوگا دیا جائے گا اور جنت کی جس جگہ وہ چاہیں گے ان کا ٹھکانا بنایا جائے گا۔ (بزار، بیہقی)

حضرت ابو الذرّاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شہید اپنے اہل خانہ میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، الترغیب والترہیب، ص: ۴۳۹، ج: ۲) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یزید بن حجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ انہوں نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان اور جنت و جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے ہوتی ہیں تو آسمان کے دروازے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی گوری گوری محوِ ریں زیب وزینت کر کے آسمان سے جھانکتی ہیں۔ جب آدمی (مسلمان) آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں: یا اللہ! اس کو ثابت قدمی عطا فرما، یا اللہ! اس کی مدد اور اعانت فرما اور جب وہ پیٹھ پھیرتا ہے تو حوِ ریں اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں: یا اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے لوگو! خوب محنت کرو۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، تم محوِ ریں کو رُسوا مت

کرو۔ جب آدمی شہید ہوتا ہے۔ تو خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کی ٹہنی سے پتے جھڑتے ہیں اور دو [۲] حوریں اس کی طرف اُترتی ہیں اور اُس سے مٹی کو صاف کرتی ہیں، پھر اُسے سو [۱۰۰] جوڑے پہنائے جائیں گے، جو انسان کے بنے ہوئے نہیں ہوں گے، بلکہ جنت کی پیداوار ہوں گے..... اور وہ فرمایا کرتے تھے: مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک، ص: ۷۲، الترغیب والترہیب، ص: ۴۴۴، ج: ۲)

حیّان بن اَپی حَبَلۃ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضورِ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی شہید ہو جاتا ہے تو اللہ (ﷻ) اس کے لئے بہت ہی حسین جسم بناتے ہیں، پھر اس کی روح کو حکم دیتے ہیں، پس وہ اس جسم میں داخل ہو جاتی ہے، پھر وہ اپنے سابقہ جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اس کے ارد گرد غمگین ہوتے ہیں، وہ گمان کرتا ہے کہ وہ لوگ اسے سُن رہے ہیں یا دیکھ رہے ہیں، پھر وہ اپنی بیویوں کی طرف چلا جاتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، ص: ۹۲)

فیّیم بن عَمَّار رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے پوچھا کہ شہداء میں کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جو صف میں ہوتے ہیں اور اپنا چہرہ نہیں پھیرتے، یہاں تک کہ قتل کر دیئے جاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو جنت کے اُونچے کمروں میں پھریں گے اور ان کا رب اُن پر ہنسے گا اور جب تیرا رب دُنیا میں کسی بندے پر (خوش ہو کر) ہنسے تو اس کا حساب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد، الترغیب والترہیب، ص: ۴۴۴، ج: ۲)

انامِ نووی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے صحیح مسلم کی شرح میں شہید کی وجہ تسمیہ کی تحقیق فرماتے ہوئے سات اقوال نقل فرمائے ہیں کہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل کئے جانے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں؟

- ① کیونکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی ارواح دائرِ السّلام میں شاہد (حاضر) ہیں اور ان کی ارواح قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی، اس لئے انہیں شہید کہتے ہیں۔ (شہید بمعنی حاضر)
- ② اللہ (ﷻ) اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت دیتے ہیں، اسی شہادت یعنی گواہی

کی وجہ سے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۳ وہ اپنی رُوح کے نکلنے وقت ان انعامات اور درجات کا مشاہدہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار فرمائے ہیں، تو اس مشاہدے کی وجہ سے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۴ اس کی رُوح کو اس کے مقام تک پہنچانے کے لئے ملائکہ الرحمة یعنی رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، فرشتوں کی اس حاضری کی بدولت اُسے شہید کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔

۵ اس کے ظاہر حال نے اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی گواہی دے دی ہے، اس گواہی (شہادت) کی بدولت اُسے شہید پکارا جاتا ہے۔

۶ اس کی شہادت کا شاہد یعنی گواہ اس کا خون موجود ہوتا ہے، اس لئے اُسے شہید کہا جاتا ہے۔

۷ یہ سابقہ اُمّتوں پر گواہ (شاہد) بنایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

شہادت کے انہیں بے بہا فضائل کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی موت کو مرغوب و محبوب رکھتے تھے، اس لئے موت ان سے ڈرتی تھی اور دور بھاگتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حیث شریفہ

دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَعْدَوْكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةً خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر

ہے۔ (صحیح البخاری، ص: ۳۹۲، ج: ۱، باب الفقد وۃ والروحۃ فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۲۷۹۲)

تشریح

عَلَّامَةُ ابْنِ دَقِيقٍ الْعِنْدُ مُحَمَّدٌ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ اس حدیث کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ مجاہد کی صبح شام کے دُنیا و مافیہا سے بہتر ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو پوری دُنیا دے دی جائے یعنی دُنیا کے تمام اموال و اسباب کا اُسے مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ تمام اموال و اسباب اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے، تب بھی اس کا ثواب کسی مجاہد کی میدانِ جہاد میں گزاری ہوئی ایک صبح یا شام کے برابر نہیں ہو سکتا، بلکہ میدانِ جہاد میں ایک صبح یا ایک شام کا لگا دینا پوری دُنیا کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

عَلَّامَةُ ابْنِ حَجَرٍ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حدیث کی یہ تشریح زیادہ درست ہے، کیونکہ اس کی تائید اس مُرسل روایت سے ہوتی ہے جسے عَبْدُ اللہ بن مُبَارَک رَضِيَ اللہُ عَنْہُ نے کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے۔

عَنْ کَرِیمِ مَلِیْکَیْنِ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت عَبْدُ اللہ بن رَوَاحَہ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ بھی موجود تھے، لشکر روانہ ہو گیا مگر حضرت عَبْدُ اللہ بن رَوَاحَہ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ اس لئے پیچھے رہ گئے، تاکہ حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جمعہ کی نماز اداء کر سکیں اور پھر لشکر سے جا ملیں، تو حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے و قدرت میں میری جان ہے! اگر آپ جو کچھ زمین پر ہے وہ سب خرچ کر دیں، تب بھی ان کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پاسکتے۔ (فتح الباری، ص: ۹۱، ج: ۶)

یعنی اگر آپ کو پوری دُنیا دے دی جائے اور آپ اس کو خرچ کر کے جہاد میں پہلے روانہ ہونے والے ساتھیوں کی ایک صبح کا اجر حاصل کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، حالانکہ حضرت عَبْدُ اللہ بن رَوَاحَہ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ صرف اس لئے رُکے تھے کہ انہیں آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعض الفاظ سے اپنی شہادت کا یقین ہو چکا تھا، اب ان کی تمنا تھی کہ وہ جمعہ کی نماز حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اقتداء میں اداء کریں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایمان افروز خطبہ سنیں اور کیمیا اثر صحبت کے چند لحات حاصل کریں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے رفقاء سے جا ملیں، مگر آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس عمل کو پسند نہیں فرمایا اور اس پر تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر پوری دُنیا کے اموال خرچ کر ڈالو، تب بھی اس ایک صبح کا اجر نہیں پاسکتے

جو تم سے سفر جہاد میں تاخیر کی بنا پر رہ گئی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے جتنا عرصہ سفر میں گزرے گا وہ عظیم الشان اجر کا منو جب ہوگا، بلکہ جہاد سے واپسی کے سفر کی بھی یہی فضیلت ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: قَفْذَةُ كَغَزْوَةٍ۔ جہاد سے لوٹ کر آنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)

جہاد میں لگائے گئے اوقات کی اس قدر عظیم فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے جان و مال کو بحث کے بدلے خرید لیا ہے اور خرید و فروخت کا یہ عظیم الشان معاملہ میدان جہاد ہی میں اداء ہوتا ہے، گویا کہ مؤمن اللہ رب العزت کی اس خرید و فروخت پر اس قدر خوش اور راضی ہوتا ہے کہ فوراً اپنی جان لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے اور بحث کا خریدار بننے کے لئے میدان جہاد میں حاضر ہو جاتا ہے، جہاں ہر لمحہ وہ موت کے بالکل سامنے ہوتا ہے، چونکہ وہ اپنی جان لے کر اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر میدان جہاد میں نکل پڑتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کے اختیار میں تو اتنا ہے کہ وہ اس میدان میں پہنچ جائے، جہاں ہر وقت جان کی قبولیت کے مواقع میسر ہیں تو گویا کہ اس نے جان دے دی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ہو گیا، اسی لئے اس کے اوقات کو اس قدر قیمتی قرار دیا گیا ہے۔

اس میں ایک اور نکتہ جو بعض محدثین کرام رحمہم اللہ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے، یہ ہے کہ انسان کے درجات کی بلندی کا مدار اللہ تعالیٰ سے محبت اور اخلاص پر ہے اور اجر و ثواب میں کمی کا مدار دنیا سے تعلق اور محبت اور دنیا میں غرق ہو جانے پر ہے۔

چنانچہ یہودیوں نے اپنی زبان سے اللہ رب العزت سے محبت کا دعویٰ تو کیا، مگر دنیا کی خاطر اپنے ایمان تک کو بیچنے سے دریغ نہ کیا اور موت سے ہمیشہ دور بھاگتے رہے، حالانکہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق ہوتا تو وہ موت کو مرغوب جانتے، کیونکہ موت ہی کے ذریعے سے انہیں اپنے محبوب سے وصال نصیب ہوگا اور وہ اس کے خصوصی مہمان بنیں گے، مگر یہودی تو موت کے نام سے بھی ڈرتا ہے اور دنیا میں زندہ رہنے کا انتہائی حریص ہوتا ہے۔ یہودیوں کے دو غلے پن اور قول

و فعل کے تضاد کی نڈھت قرآن مجید میں صاف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے، جب کہ مجاہد اس کے بالکل برعکس ہے، وہ دنیا کی تمام آسائشوں کو چھوڑ کر اور اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی تمام اشیاء سے منہ موڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اس کے دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اور اس کے دوستوں کا تحفظ کرنے کے لئے میدان میں نکلتا ہے اور موت کو مرغوب جانتا ہے اور شہادت کا طلب گار ہوتا ہے، بلکہ اپنے محبوب کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا اس کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کے اوقات کو اس قدر فضیلت دی گئی ہے اور اس کی دعاؤں کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی طرح سنا جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کے اوقات کی قدر و قیمت کو جانتے تھے، اس لئے اپنی تمام مرغوب چیزوں کو جہاد کی خاطر چھوڑ دینا آسان سمجھتے تھے، یہاں تک کہ جس ذات مصلیٰ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا قلبی لگاؤ اور محبت اپنی جان سے زیادہ تھی جن کے ایک اشارہ آبرو پر اپنی ہزاروں جانیں نبھا اور کرنا سعادت سمجھتے تھے، جن کی ایک نظر کے صدقے وہ دنیا بھر کی متاع قربان کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے، جہاد کی خاطر انہوں نے اس ذات کی جدائی کو بھی گوارا کر لیا، مگر جہاد کے فریضے میں کسی قسم کی سستی یا کمی نہیں آنے دی۔ رضی اللہ عنہم

حیث شریف

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متنا شہادت

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْبَبُّهُمْ عَلَيْهِ، مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوِ دِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَمْ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے:

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے نہ ہوتے جن کا دل (جہاد میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو گوارا نہیں کرتا اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ انہیں سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں، تو کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا، جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کے لئے جارہا ہو۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح البخاری، باب تمنی الشجادة، ص: ۳۹۶، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۷۹۷)

تشریح

اس حدیث شریف میں نبی رحمت ﷺ نے اپنے مبارک الفاظ کے ذریعے پہلے ان لوگوں کو تسلی دی جو جہاد کے شوق میں تڑپتے ہیں، مگر اسباب نہ ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہتے ہیں اور ان کی وہ حالت ہوتی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے:

تَوَلَّوْا وَاعْتَمِرْتُمْ تَفِئُضُ مِنَ الدَّمِ حَرَرْنَا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝
ترجمہ: وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (توبہ: ۹۲)

تو حضور اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو اس طرح سے تسلی دی کہ ”میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ میں ہر جماعت کے ساتھ خود نکلوں اور جہاد کروں، مگر ان غریب عاشقین جہاد کا دل رکھنے کے لئے کبھی میں سُرِیہ بھیج دیتا ہوں اور خود نہیں نکلتا۔“

چنانچہ نبی کریم ﷺ ۲۷ مرتبہ خود جہاد میں تشریف لے گئے اور پچاس سے زائد مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا اور خود تشریف نہ لے گئے۔

یہ تو تسلی تھی ان لوگوں کو جو جہاد کے شوق میں تڑپتے تھے اور نہ جانے پر روتے تھے اور غمزدہ ہوتے تھے اور حدیث کے آخر میں ان لوگوں کے لئے تسلی ہے جو میدان جہاد میں نکلتے تھے اور انہیں

اس کا دکھ ہوتا کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی صحبت سے محروم رہ گئے تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں یوں اطمینان دلایا کہ ”وہ چیز جس کی میں خود تمنا کر رہا ہوں (یعنی شہادت) اور شہادت کے بعد زندگی کی تمنا اس لئے کر رہا ہوں، تاکہ پھر جہاد کر سکوں اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں، تو جس چیز سے میں اس قدر محبت کر رہا ہوں وہ تمہیں میسر آ رہی ہے، ”یعنی جہاد“ تو تمہیں میری صحبت سے دور رہنے کا غم نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ تم جہاد جیسے عمل کا اجر پارہے ہو، جس عمل کی خاطر میں بار بار شہادت کے بعد زندگی کی تمنا کر رہا ہوں۔“

دوسرا اہم نکتہ اس حدیث میں یہ ہے حضور اکرم ﷺ نے بار بار شہید ہونے اور پھر زندہ ہو کر شہادت پانے کی تمنا فرمائی ہے، جبکہ بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”جنت میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر کوئی بھی دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرے گا، سوائے شہید کے، وہ چاہے گا کہ دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہوا دسیوں بار شہید ہو، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تو دنیا میں اس کی تمنا ظاہر فرمادی، جبکہ دوسرے شہداء جنت میں پہنچ کر یہ تمنا کریں گے؟ حضرات علماء کرام نے اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تو دنیا ہی میں اس بات کا علم بذریعہ وحی ہو چکا تھا اور آپ ﷺ کو اس پر یقین تھا کہ اسلام کی عظمت کا واحد راستہ جہاد ہے اور حضور اکرم ﷺ کی تو بعثت اس لئے ہوئی کہ ”لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ“ تاکہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے اور اسلام کے غلبے کا واحد راستہ جہاد ہے، تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی بار بار تمنا فرمائی، جبکہ دیگر شہداء کو اس کا حقیقی اور یقینی ادراک آخرت میں ہوگا، تو وہاں وہ یہ تمنا کریں گے کہ دنیا میں دوبارہ آ کر اس عظیم عمل کو کر سکیں، پھر اللہ رب العزت نے شہادت میں جو لذت اور کیفیت رکھی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ یہ عجیب و غریب لذت بار بار حاصل ہو اور بار بار اپنے مالک حقیقی اور محبوب حقیقی کے دربار میں سرکھوانے کا موقع ملے، کیونکہ عبدیت کا یہ اعلیٰ مقام صرف سچے عاشقوں کو ہی نصیب ہوتا ہے، ورنہ ہر کسی کو اپنے در پر قربانی کے لئے قبول نہیں کیا جاتا۔

عَلَّامَةُ ابْنِ اثْنَيْنِ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو تو بذریعہ وحی بتا دیا گیا تھا کہ

”وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ“ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے گا، یعنی کوئی آپ ﷺ کو قتل نہیں کر سکے گا، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا شہادت کیلئے بار بار تمنا کرنا جہاد کی عظمت اور فضیلت کے اقرار کے لئے اور مسلمانوں کو اس عمل پر ابھارنے کے لئے تھا۔

عَلَّامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ آرزو جہاد کی عظمت کو بیان کرنے اور مسلمانوں کو اس عمل پر ابھارنے کے لئے تھی۔ (فتح الباری، ص: ۱، ج: ۶)

عَلَّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شہادت طلب کرنا بھی مستحب ہے، یعنی شہادت کا طلب کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب عمل ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے صدق دل کے ساتھ شہادت کی تمنا کی، اللہ تعالیٰ (تعالیٰ) اُسے شہداء کے مقامات تک پہنچائے گا، اگرچہ اس کی موت بستر پر آئے۔“ (فتح الباری، ص: ۱۶، ج: ۶)

یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدق دل سے شہادت کی تمنا کرتے تھے اور بستر کی موت کو عیب سمجھتے تھے، اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو شہادت کا عظیم درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

حیث شریف

زیادہ آجروالا تھوڑا عمل

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَجُلَّ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَاتِلْ وَأُسْلِمَ؟ قَالَ: أَسْلِمَ ثُمَّ قَاتِلْ: فَأَسْلِمَ ثُمَّ قَاتِلْ فَقَاتِلْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيرًا۔

ترجمہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں ایک ذرہ پوش شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اسلام لاؤ، پھر قتال میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ اسلام لائے پھر قتال میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کم کیا، لیکن اجر بہت زیادہ پایا۔

(صحیح بخاری، ص: ۳۹۴، ج: ۱، باب عمل صالح قبل القتال، رقم الحدیث: ۲۸۰۸)

تشریح

ابن مالک رحمہ اللہ نے مغازی میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے:

مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں داخل ہوا، پھر خود ہی فرمایا: وہ خوش قسمت شخص عمرو بن کلابؓ ہیں۔“ رضی اللہ عنہ (فتح الباری، ص: ۱۰۵، ج: ۶)

اس روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے بخاری شریف کی روایت میں جس آدمی کا تذکرہ ہے محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کا نام عمرو بن کلابؓ بتایا ہے۔

خصیف بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آدمی کا قصہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اسلام کا انکار کرتا تھا لیکن اُحد کے دن اس کو اسلام سمجھ میں آ گیا، اس نے تلوار تھامی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر گھمسان کی جنگ لڑی، یہاں تک کہ زخمی ہو گیا، لوگوں نے اُسے میدان جنگ میں زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ کون سی چیز تجھے جہاد میں لائی؟ اپنی قوم سے محبت یا اسلام کی رغبت؟ تو اس نے کہا کہ اسلام کی رغبت، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، یہاں تک کہ مجھے یہ زخم پہنچے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً یہ آدمی جنتی ہے۔

بخاری شریف کی روایت اور اس روایت کو اس طرح سے جمع کیا جائے گا کہ یہ شخص پہلے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر جہاد میں شریک ہوا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کر چکا ہے، اس لئے انہوں نے اس کی سابقہ حالت یعنی حالت کفر کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا کہ تمہیں کون سی چیز میدان جہاد میں لائی؟ تو اس

نے بتایا کہ میں اسلام کی خاطر میدانِ جہاد میں اُترا ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے ایمان لانا ضروری ہے اور بس، اگر ایک آدمی ایمان لانے کے فوراً بعد میدانِ جہاد میں نکل کر شہید ہو جائے تو وہ جنتی ہے، اگر چہ اُسے کسی دوسرے عمل کا موقع نہ ملا ہو۔

حیث شریف

فردوسِ علیین

عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ أُمَّ الرَّبِيعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ، وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَلَا تُخَذِّلُنِي عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُبَيْلَ يَوْمٍ بَذِرَ أَصَابَهُ سَهْمٌ خَزْبٌ فَأَنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبْرْتُ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ، اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ قَالَ: يَا أُمُّ حَارِثَةَ، إِنَّهَا جَنَّانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكَ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى۔

ترجمہ:

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ام الربيع بنت البراء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سُرَاقَةَ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی (ﷺ)! کیا آپ مجھے حارثہ کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے (یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا)؟ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر لگا تھا، اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں اگر کہیں اور ہیں تو پھر میں اس کے لئے خوب روؤں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ارے حارثہ کی ماں! جنت میں تو بہت درجے ہیں اور تیر ایسا تو فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۳، ج: ۱، باب من اتاہ سهم غرب فقتله، رقم الحدیث: ۲۸۰۹)

تشریح

اس حدیث میں ”سَهْمٌ خَزْبٌ“ کے الفاظ ہیں جن کے کئی معنی ہیں:- ایک معنی وہ ہیں جو

ترجمے میں لئے گئے ہیں، یعنی وہ تیر جو نامعلوم سمت سے آئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ مارنے والے کی نیت نہ ہو، بغیر اس کے قصد و ارادے کے آگے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ اس کے مارنے والے کا پتہ نہ ہو۔ اس قصے میں یہ معنی مراد ہیں کہ مارنے والے نے کسی اور کو مارا تھا مگر ان کے آگے۔ یہ تمام معانی عَلَّامَہ ابْن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں نقل فرمائے ہیں۔

یہ جہاد کی خصوصیت ہے کہ اس میں نکلنے والے کو جس طرح بھی موت آ جائے وہ جنت کے اعلیٰ مقامات پاتا ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ خود اپنی تلوار لگنے سے شہید ہو گئے۔ لوگوں نے اس پر کچھ چہ گوئیاں کیں تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو عام شہید سے دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اجر تو شہادت کا، دوسرا لوگوں کی ان پر باتیں بنانے کا۔

اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جہاد میں نکلے، پھر وہ سواری سے گر کر مر جائے یا کوئی زہریلا جانور اُسے ڈس لے یا کسی طرح سے بھی مرے تو وہ جنت میں جائے گا۔

حیث شریف

جہاد کا مبارک مختار

قَالَ: أَبُو عَبْسٍ، هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَبْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَا أَخْبَرْتُ قَدَمًا عَبْدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ.

ترجمہ:

أَبُو عَبْسٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَبْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اُسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۵، ج: ۱، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۲۸۱۱)

تشریح

اس حدیث مبارک میں جہاد کے راستے کے غبار کی فضیلت کا بیان ہے، چونکہ جہاد کے مبارک عمل سے دنیا میں حق کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل سرنگوں ہوتا ہے، اس لئے اس راستے کی ایک ایک چیز اور مجاہد کی ایک ایک ادا اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے۔

چونکہ مجاہد کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، حملہ کرنا، گھوڑا باندھنا یہ سب اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ مجاہد کو اس کے ہر عمل کے بدلے بے شمار عظیم الشان نعمتوں سے نوازتے ہیں، جیسا کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جہاد کے راستے میں چلنے والے مجاہد کے پاؤں کا غبار اسے جہنم کی دردناک آگ سے بچانے کا باعث بن جائے گا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر امت محمدیہ اس غبار کے حصول کے لئے انتھک محنتیں کیا کرتے تھے۔

فیض الباری (تقریر بخاری حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ) کے صفحہ: ۴۲۵، ج: ۲ پر ہے کہ سلطان بایزید خان یلدرم رحمہ اللہ نے بہتر [۷۲] جنگوں میں حصہ لیا اور یہ سارے معرکے کفارِ یورپ کے خلاف تھے، سلطان محمد کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قبائلی پہنے رکھتے تھے اور اُسے تبدیل نہیں کرتے تھے، جب کسی معرکے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرمالیا کرتے تھے، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں اسی غبار کی قبر میں دفن کیا جائے۔

اللہ اکبر! یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرمان پر عملی یقین کہ اس قدر غبار جمع کیا کہ اُسے اپنی نجات کا ذریعہ بنالیا۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی قبر کی مٹی اس کے جہاد کی گواہی دے گی۔ کاش! ہمیں بھی یہ شوق اور ولولہ نصیب ہو جائے۔ (آمین)

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والہانہ عمل کا اندازہ مؤندرج ذیل واقعہ سے لگائیے۔
 ابوالفضل مثنیٰ بن ابی العزہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سرزمینِ روم میں ایک جماعت کے ساتھ چلے جا رہے تھے، جس کے امیر مالک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھے، مالک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، جو اپنے خچر کو پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ ان سے نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! سوار ہو جاؤ، تمہیں اللہ تعالیٰ (تعالیٰ) نے سواری دی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ مالک رضی اللہ عنہ کا کیا مقصد ہے، جواب میں فرمانے لگے: میں اپنے جانور کو آرام دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں (یعنی مستغنی ہوں) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ تعالیٰ (تعالیٰ) کے راستے میں گرد آلود

ہو جائیں، اس کو اللہ (ﷻ) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں پر سے نیچے گود پڑے۔ راوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے آج کے دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جہاد کے راستے میں صرف گردوغبار لگ جانے کی یہ فضیلت ہے، تو پھر اس راستے میں اپنی پوری ہمت اور کوشش کو صرف کرنے کا کیا مقام ہوگا، یقیناً اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاؤں اللہ (ﷻ) کے راستے (جہاد) میں غبار آلود ہوئے، اللہ (ﷻ) اس سے جہنم کو ایک ہزار سال دور فرما دیتے ہیں۔ یعنی اتنی مسافت جہنم اس سے دور ہو جاتی ہے جتنی مسافت ایک تیز رفتار گھڑسوار ایک ہزار سال میں طے کرتا ہے۔ یہ روایت ظہرائی نے اوسط میں نقل فرمائی ہے۔ (فتح الباری، ج: ۶، ص: ۱۱۱)

حیث شریف

دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ، يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَزِي مِنَ الْكَرَامَةِ۔

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں جانے کے بعد دنیا میں لوٹ آنا پسند کرے، اگرچہ اسے ساری دنیا مل جائے، سوائے شہید کے کہ اس کی تمنا ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جا کر دسیوں مرتبہ دوبارہ قتل ہو، بوجہ اس عمل کی کرامت کے، جو وہ دیکھ چکا ہوگا۔ (صحیح بخاری، ص: ۳۹۵، ج: ۱، باب تمنی المجاہدان یرجع الی الدنیا، رقم الحدیث: ۲۸۱۷)

شہید کو جہاد اور شہادت کی حقیقی فضیلت اور کرامت کا پتہ جنت میں چلے گا تو وہ بار بار شہید

ہونے کی تمنا کرے گا، جب کہ حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی دنیا میں اس کا علم ہو گیا، اس لئے آپ نے دنیا ہی میں بار بار شہید ہونے کی تمنا ظاہر فرمادی (مؤلف)

تشریح

عَلَاءُ عِدَائِنِ بَطَّالٍ ﷺ فرماتے ہیں کہ شہادت کے فضائل میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، یہ حدیث ان سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نیک اعمال میں سے کوئی بھی ایسا عمل نہیں جس میں جان قربان ہوتی ہو سوائے جہاد کے، اس لئے اس کے اجر کو بھی بڑھا دیا گیا۔ (فتح الباری، ص: ۱۱۵، ج: ۶)

نسائی شریف کی روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، اللہ (ﷻ) اس سے فرمائے گا: اے ابن آدم! تو نے جنت میں کیسا مقام پایا؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے بہت ہی اچھی جگہ پائی۔ اللہ (ﷻ) فرمائے گا: تم مانگو اور کچھ تمنا کرو۔ وہ کہے گا: یا اللہ! میں کیا مانگوں اور کیا تمنا کروں؟ (یعنی مجھے سب کچھ مل چکا ہے۔) ہاں! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں لوٹا دے، تاکہ میں تیرے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں، (وہ یہ سوال کرے گا) کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھ چکا ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ (ﷻ) نے تیرے والد کو کیا کہا؟ اللہ (ﷻ) نے ان سے کہا: اے میرے بندے! مجھ سے کچھ تمنا کر، میں تجھے عطاء کروں گا۔ تو انہوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے زندہ فرما دیجئے، تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ تو اللہ (ﷻ) نے فرمایا: میری طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ (شہداء) دنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے، اس لئے کہ صرف مجاہد ہی یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور جہاد کر کے شہید ہو اور کوئی یہ تمنا نہیں کرے گا، حالانکہ شہید کو جنت میں بھی بہت اعلیٰ و ارفع مقام ملا ہوا ہوگا، مگر جہاد اور شہادت جیسے مزے دار اعمال کے لئے وہ جنت کی نعمتیں چھوڑ کر دنیا میں آنے کی درخواست کرے گا۔

آج ہم مسلمانوں کیلئے موقع ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی نعمتیں قربان کر کے جہاد کا راستہ اور شہادت کی موت پالیں یا کم از کم شہادت کے راستے کو اختیار کر کے اس کی پکی بنیت تو کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے صدقِ دل سے شہادت کا سوال کر لیں، تاکہ محبوبیت کا یہ مقام ہمیں نصیب ہو اور ہم اس کا اظہار جنت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں کر سکیں کہ یا اللہ! ہمیں دنیا میں واپس لوٹا، تاکہ تیری راہ میں دوبارہ، سہ بارہ شہید ہوں اور پھر اس درخواست کی بدولت جنت میں اور درجات مل رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو رہا ہو۔ بلکہ ایک روایت میں تو شہداء کے لیے قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت ہوتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے (شہید) والد سے کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے بھی بات نہیں کی مگر پردے کے پیچھے سے، مگر تیرے والد سے آنے سامنے بغیر حجاب کے گفتگو فرمائی۔ (الترغیب والترہیب، ص: ۴۳۶، ج: ۲)

حیث شریف

جنت کوندتی اور چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں

عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّظَرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَكَانَ كَاتِبَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلِّ الْسُّيُوفِ.

ترجمہ:

رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقین جانو! جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۵، ج: ۱، باب الجہاد تحت بارئہ السیوف، رقم الحدیث: ۲۸۱۸)

(چمکتی اور کوندتی تلواروں کا ترجمہ امام بخاری رحمہ اللہ کے باب سے لیا گیا ہے۔ مؤلف)

تشریح

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کس قدر مختصر جامع الفاظ میں جہاد کا شوق دلایا ہے، الفاظ مختصر ہونے کے باوجود اس قدر عمدہ ہیں کہ ان میں مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف میں جہاد پر ابھارا بھی گیا ہے اور جہاد کے اجر و ثواب کا بھی بیان ہے اور دشمن کے بالکل سامنے جا کر تلوار استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور اس طرح سے گھمسان کی جنگ کرنے کا حکم ہے کہ تلواریں لڑنے والوں پر سایہ فلک ہو جائیں، بس اسی سائے کے نیچے جنت ہے۔ (فتح الباری، ص: ۱۱۰، ج: ۶)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کی مراد یہ ہے کہ جنت جہاد سے ملتی ہے۔ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ مسلمان فتنہ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں سوائے شہید کے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سر پر تلواروں کی چمک فتنے کے طور پر بہت ہو چکی ہے (یعنی اب اسے کسی اور فتنے اور عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا)۔ (کنز العمال، ص: ۵۹۶، ج: ۴)

ابن مَرْدُووِیہ رحمہ اللہ نے حضرت اَبُو ہُرَیْرَہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں تلوار کھینچی، اس نے اللہ (تعالیٰ) سے بیعت کر لی۔ (کنز العمال، ص: ۳۳۸، ج: ۴)

خطیب رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز، بغیر تلوار باندھے نماز پڑھنے والے سے ستر گنا افضل ہے۔ (کنز العمال، ص: ۳۳۸، ج: ۴، سند صحیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ (شمائل ترمذی، ص: ۷)

علامہ بیہقوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی تلوار دُوالفقار کا ذکر ہے، جو فتح مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی۔ (خصائل نبوی، ص: ۱۰۱)

حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں اور ان کے خاص خاص نام تھے، سب سے پہلی تلوار مائِثور تھی جو آپ ﷺ نے والد سے وراثت میں پائی تھی، ایک کا نام قُضِیب، ایک کا نام قَلْعِی، ایک کا نام بئار، ایک کا نام دُوالفقار تھا وغیرہ۔ (خصائل نبوی، ص: ۱۰۱)

ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے موافق بنوائی، وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اکرم ﷺ کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے، وہ قبیلہ بَنُو خَنیفہ کی تلواروں کے

طریق پر تھی۔ (شمائل ترمذی، ص: ۷۷)

بنو حنیفہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور تھا، سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ کے اتباع میں ویسی ہی تلواں بناتے رہے۔ (خصائل نبوی ﷺ، ص: ۱۰۳)

ان چند روایات سے تلوار کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے اور تلوار کی یہ اہمیت اس لئے ہے کہ تلوار جہاد کا آلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اسلحہ کی اہمیت اور قدر و قیمت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دین کے دفاع کے لئے اسلحہ سے محبت نصیب فرمائے۔

حیث شریف ۱۲

جہاد کی پہلے اولاد کی تمنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تُهَوِّنَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ، أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ، كُلُّهُنَّ يَأْتِي بِقَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةً وَاحِدَةً، جَاءَتْ بِشَقِي رَجُلٍ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَرَسَانًا أَجْمَعُونَ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوُدَ (علیہ السلام) نے فرمایا: آج میں اپنی سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا، (عدد میں راوی کو شک ہے۔) ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ ان شاء اللہ کہہ لیجئے، مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ (یعنی حضرت سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَام نے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی رضا کی نیت کو کافی سمجھا۔) پس سوائے ایک بیوی

کے اور کوئی حائلہ نہیں ہوئی اور ان ایک اہلیہ کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔
 (مختصر اکرم ﷺ نے فرمایا:) قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری
 جان ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ایسے شہسوار بچے
 پیدا ہوتے جو سارے کے سارے اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرتے۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۵، ج: ۱، باب من طلب الولد للجهاد، رقم الحدیث: ۲۸۱۹)

تشریح

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مسلمان کو یہ نیت رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے
 بیٹوں کو اللہ (ﷻ) کے دین کا سپاہی بنائے گا، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نیت فرمائی۔
 علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے یہ نیت
 کرے کہ اگر اللہ (ﷻ) نے اُسے بیٹا دیا تو وہ اسے اللہ (ﷻ) کے راستے کا مجاہد بنائے گا، تو اُسے اس نیت
 کا اجر ملے گا، اگرچہ ایسا نہ ہو، یعنی بیٹا ہی نہ ہو یا بیٹا ہو مگر وہ مجاہد نہ بن سکے۔ (فتح الباری، ص: ۱۱۷، ج: ۶)
 اس روایت میں مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل ہی دنیا کا
 غلام بنانے کی نیت کر لیتے ہیں اور پھر بزدلی اور عیش پرستی کے ماحول میں ان کی تربیت کرتے ہیں
 اور جہاد کے تو قریب بھی نہیں جانے دیتے۔

آج کل جہاد کا نام سن کر کئی والدین تھر تھر کاپٹے لگ جاتے ہیں کہ کہیں ان کے بیٹے جہاد میں نہ نکل
 جائیں اور اگر اللہ رب العزت کا کرم ان کی اولاد پر ہو جاتا ہے اور وہ جہاد پر نکل کھڑے ہوتے ہیں
 تو ان کے والدین پر قیامت آ جاتی ہے اور وہ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اپنے مسلمان
 نوجوان بیٹوں کو جنت کے میدان سے واپس گھسیٹ لاتے ہیں اور انہیں دنیا میں پھنسا دیتے ہیں۔
 آج کل تو یہ بھی ہو رہا ہے کہ والدین علماء کے پاس فتویٰ لینے چلے جاتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہماری
 اجازت کے بغیر جہاد میں چلے گئے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟ علماء کرام تو شرعی اصولوں کو
 مد نظر رکھ کر فتویٰ دے دیتے ہیں، مگر یہ لوگ ان فتاویٰ کو جہاد کے خلاف استعمال کرتے پھرتے ہیں،
 حالانکہ اگر حضرات علماء کرام کے سامنے پوری کیفیت رکھی جائے اور ان والدین کی نیت اور کیفیت

سے بھی انہیں آگاہ کیا جائے، تو وہ یقیناً یہی فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے، اگرچہ مخلوق ناراض ہو جائے، مخلوق کو راضی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔ آج ہمارے مسلمانوں کو قرآن وحدیث کے احکام پر غور کر کے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے حالات کو سامنے رکھ کر جہاد کے متعلق اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور اپنی اولاد کو خود جہاد کی ترغیب دے کر اس مبارک عمل میں نکالنا چاہئے اور اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ موت کا ایک وقت مُقرر ہے، اس سے پہلے موت نہیں آسکتی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت والی موت افضل ہے، یہ دنیا فانی ہے، ہمارا اصل ٹھکانا آخرت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں اپنے بچوں اور خاوندوں کو تیار کر کے جہاد میں بھیجتی تھیں۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے کئی بیٹے میدانِ جہاد میں شہید ہو گئے اور کئی قریبی رشتے دار شہادت کا جام پی گئے، مگر یہ باہمت مسلمان بی بی یہ پوچھتی رہی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے ٹکڑے دیکھ لیے، مگر اپنے بیٹے زبیر رضی اللہ عنہ کو جہاد سے نہیں روکا، بلکہ اور زیادہ ان کو شوق دلاتی رہیں۔

مگر آج کے مسلمان اپنے بچوں کو اس طرح پالتے ہیں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پال کر بڑا کرتی ہے اور لوگ ان کے کباب بنا کر کھا جاتے ہیں۔ آج ہمارے مسلمان اپنے بچوں کو کافروں کے مقابلے میں اس طرح سے بے کس اور بے بس بنا رہے ہیں کہ ان میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت تک نہیں ہوتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کافروں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے، وہ جہاں چاہتے ہیں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور مسلمان ماؤں بہنوں کی عصمت کی دھجیاں بگھیرتے ہیں اور مسجدوں اور مدرسوں کو ویران کرتے ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس دردناک ذلت اور رسوائی سے بچنے کے لئے جہاد کا راستہ اختیار کریں، بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے نیت کریں کہ انہیں ان شاء اللہ مجاہد بنائیں گے اور پھر خالص اسلامی اور جہاد کی طرز پر ان کی تربیت کریں، ان کے دلوں میں بچپن ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت اور کفر سے نفرت بھر دیں، انہیں تیراکی سکھائیں اور دوسری ورزشیں کرائیں، انہیں اپنے اسلاف کی شجاعت و بہادری کی داستانیں

سائیں، ان کے ننھے منے دلوں میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا سوز بھر دیں، اگر آپ نے بچوں کی ان خطوط پر تربیت کی توکل ان شاء اللہ یہ اسلام کے غازی بنیں گے، ماؤں بہنوں کے اور اسلامی شعائر کے محافظ بنیں گے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرناک دشمن اُن پر میلی نگاہ بھی نہ ڈال سکے گا۔ (ان شاء اللہ)

حید شریف

بزدلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَيْنَهُ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ، وَيَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُمْ دُبْرَ الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُورِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَاوَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ:

عمر و بن مینون رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے، جس طرح استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ مانگتے تھے۔ یا اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے بدترین حصے میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۶، ج: ۱، باب ما یصحو ذمن الجبن، رقم الحدیث: ۲۸۲۲)

تشریح

حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں ایک دن مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعاء کرا لے، روایت میں ہے کہ ایک صاحب اُٹھے اور انہوں نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بزدل ہوں۔ اور زیادہ سونے کا مریض ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے بھی دُعاء فرمائی۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا۔ (خصائل نبوی، ص: ۱۳۴)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بزدلی سے انتہائی نفرت فرماتے تھے اور اس سے اسی طرح پناہ مانگتے تھے جس طرح کفر، شرک، نفاق اور حُب دنیا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو دنیا سے کفر و شرک مٹانے کے لئے بھیجا، اس لئے آپ ﷺ کو بہادری اور شجاعت کی صفت سے نوازا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَأَنَا الْمَاجِي الَّذِي يَمْنَحُوا اللَّهَ فِي الْكُفْرِ۔ (شمائل ترمذی، ص: ۲۵)

ترجمہ: اور میرا نام ماجی (مٹانے والا ہے)، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب لڑائی زوروں پر ہوتی تھی اور میدانِ جنگ گرم ہوتا تھا، تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے اور آپ سے زیادہ دشمن کے اور کوئی قریب نہ ہوتا تھا، میں نے آپ ﷺ کو بدر کے دن دیکھا، جب ہم آپ ﷺ کے پیچھے پناہ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب میں دشمن کے زیادہ قریب تھے، اس دن آپ نے سب سے زیادہ گھمسان کی جنگ لڑی۔

(نور الیقین، ص: ۲۷۷)

ابو اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا (جب) ایک صاحب نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عمارہ (رضی اللہ عنہ)! کیا آپ لوگوں نے حُنین کی لڑائی میں فرار اختیار کیا تھا؟ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰، ج: ۱)

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ (تیروں کی بوچھاڑ میں بھی) یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور ثابت قدم کھڑے تھے۔

ہ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

ترجمہ: ”میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عَبْدُ الْمُطَّلِب کی اولاد سے ہوں۔“ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۰، ج: ۱)

ان احادیث سے بزدلی کی مذمت اور بہادری اور شجاعت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، بزدلی کی یہ مذمت اس وقت ہے جب کوئی آدمی اپنی بزدلی کی وجہ سے جہاد سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس مبارک عمل سے دور رکھے اور ہمیشہ لوگوں سے ڈرتا رہے، لیکن اگر کوئی آدمی طبعی طور پر بزدل ہے، مگر اپنی اس بزدلی کے باوجود دل پر جبر کر کے میدانِ جہاد میں نکلتا ہے تو اس کو بہادر مجاہد سے بھی زیادہ اجر ملے گا، کیونکہ اس کا نفس اس عمل پر آمادہ نہیں تھا، اب اس نے مشقت برداشت کر کے اپنے آپ کو آمادہ کیا اور ایسی جگہ جا پہنچا، جہاں اُوپر نیچے اور دائیں بائیں ہر طرف موت ہی موت ہے، تو یقیناً اُسے اپنی طبعی بزدلی کی وجہ سے شدید خوف محسوس ہوگا اور سخت تکلیف پہنچے گی، مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے اور میدانِ جہاد میں ڈنار ہتا ہے تو یقیناً اُسے اس بہادر مجاہد سے زیادہ اجر ملے گا، جسے ان میدانوں میں کوئی خوف محسوس ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ”بہادر بھی جہاد کرتا ہے اور بزدل بھی، مگر بزدل کو بہادر سے دو گنا اجر ملتا ہے۔“ (کتاب الجہاد، مسلا)

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بہادری پیدا کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی میدانِ جہاد میں نکلے، اس لئے کہ جس ماحول میں ہم رہتے ہیں یہ ماحول تو شیروں کو بھی گیدڑ بنا دیتا ہے، اس وجہ سے بزدلی کا مرض اتنا عام ہو چکا ہے کہ اب تو اسے عیب بھی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اُسے بھی ایک اچھی صفت سمجھ لیا گیا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ایک زمانہ تھا جب پوری دنیا پر تمہاری دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور تم شہادت کی موت کو اس سے زیادہ مرغوب رکھتے تھے، جتنا ایک کافر شراب کو مرغوب رکھتا ہے، اس لئے مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی جان و مال اور تہذیب محفوظ تھی۔ آج بزدلی کی وجہ سے نہ ہمیں سکون کی زندگی میسر ہے نہ موت، ہر طرف سے ذلت اور غلامی کے تاریک سائے ہم پر چھا چکے ہیں اور ہماری جان و مال، آبرو اور تہذیب سب کا آئے دن جنازہ نکالا جا رہا ہے، اب بھی موقع ہے کہ

جہاد کے راستے کو اختیار کر کے کفار کی غلامی کا طوق گلے سے نکال پھینکو اور عزت کی زندگی اور شہادت کی موت کے حقدار بن جاؤ۔

حیث شریف ۱۲

جہاد کی برکت سے دونوں جنت میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَى رَجُلَيْنِ، يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْأُخْرَى، يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ، فَيُسْتَشْهِدُ-

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) ان دو آدمیوں پر (خوشی سے) ہنستے ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا، پھر دونوں جنت میں داخل ہوئے (یعنی قاتل اور مقتول)، پہلا تو اس لئے (جنت میں داخل ہوتا ہے) کہ وہ اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور شہید کر دیا جاتا ہے، اس کے بعد اللہ (ﷻ) قاتل کی توبہ قبول کر لیتے ہیں اور وہ بھی (قتل کرتے ہوئے) شہید ہو جاتا ہے

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۶، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۲۶)

تشبیح

فائدہ:

حدیث میں ہے کہ اللہ (ﷻ) کے ہنسنے سے مراد اللہ (ﷻ) کی رضا اور رحمت ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ ہنسنے سے مراد اجر عطاء کرنا ہے، یعنی اللہ (ﷻ) اجر عطاء فرماتا ہے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ جمع الفوائد میں بھی مذکور ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک غزوے میں تھے، کافروں میں سے ایک شخص کا مسلمانوں کے ایک شخص سے ابتدائی مقابلہ ہوا، اس مشرک نے مسلمان کو قتل کر دیا، پھر مسلمانوں میں سے ایک اور شخص مقابلے کے لئے نکلا، مشرک نے اُسے بھی قتل کر دیا، پھر

وہ مشرک حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کس چیز پر قتال کرتے ہیں (یعنی کس مقصد کے لئے لڑتے ہیں)؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم لوگوں سے قتال کریں، یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ (ﷻ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ (ﷻ) کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ (ﷻ) کے حقوق کو اداء کریں۔ اس مشرک نے کہا کہ یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے، میں اس پر ایمان لاتا ہوں، پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکین پر حملہ کر دیا اور وہ قتال کرتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اُس کو اٹھا کر اُن دونوں مسلمانوں کے ساتھ رکھ دیا گیا جن کو اس نے قتل کیا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اہل جنت میں سے آپس میں بہت زیادہ محبت کرنے والے ہوں گے۔ (بزار، جمع الفوائد، ص: ۶۰، ج: ۳)

اس حدیث شریف سے بھی جہاد کی عظمت اور شہادت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لئے صرف مومن ہونا کافی ہے، اس کے لئے خاص اعمال یا ایمان کے کسی خاص درجے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ حدیث شریف کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ وہ شخص ابھی ابھی مسلمانوں کو قتل کر رہا تھا اور پھر فوراً مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو رہا تھا اور بارگاہ نبوت ﷺ سے بشارت پا رہا تھا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ایک مرتبہ ہمت کر کے اس مبارک عمل کیلئے تیار ہو جائے پھر اللہ رب العزت کی رحمتوں کے دریا اس پر بہا دیئے جاتے ہیں، لیکن انسان کا خطرناک دشمن ”نفس“ انسان کو جہاد پر آمادہ نہیں ہونے دیتا اور طرح طرح کے بہانے سمجھاتا ہے، کیونکہ جہاد میں نفسِ امارہ کی موت ہے اور شیطان کے لئے ذلت اور رسوائی ہے اس لئے نفس و شیطان کی کوشش ہے کہ مسلمان جہاد سے دور رہیں، لیکن جو خوش قسمت انسان ہمت کر کے اس عمل کو اختیار کر لے تو پھر وہ رحمتِ الہی کا مستحق قرار دیا جاتا ہے، خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، البتہ اس کی نیت اللہ (ﷻ) کی رضا کے لئے جہاد کرنے کی ہو، اس کے سوا اور کسی چیز کو مقصود نہ بنائے۔

حید شریف ۱۵

مجاہد کا روزہ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، بَعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا.

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے (یعنی جہاد) میں ایک روزہ رکھا تو اللہ (تعالیٰ) اُسے ستر سال جہنم سے دور کر دے گا۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۸، ج: ۱، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۲۸۴۰)

عَلَّامَهُ ابْنُ جُوزَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ جب ”فی سبیل اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے راستے) کا لفظ مُطلق بولا جائے تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے۔ (حاشیہ صحیح بخاری)

امام بخاری رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے نزدیک قرآن وحدیث میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔

(تفہیم البخاری، ص: ۸۰، ج: ۲)

تشبیح

مجاہد کے اکرام واعزاز کے لئے اس کے تمام اعمال کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے، ویسے تو مجاہد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جہاد کے دوران روزہ چھوڑ بھی سکتا ہے، بلکہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک جہاد کے سفر میں کچھ لوگوں نے روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے روزہ نہ رکھا، منزل پر پہنچ کر روزے دار تو لیٹ گئے، جبکہ غیر روزے داروں نے خوب کام کیا۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذَهَبَ الْمُفْطَرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۴۰، ج: ۱)

ترجمہ: آج روزہ چھوڑنے والے اجر میں سبقت لے گئے۔

مجاہد کے روزے کی طرح اس کی تلاوت، اس کے ذکر، اس کی نماز اور اس کے خرچ کا اجر بھی

بڑھا دیا جاتا ہے۔

حضرت سہل بن معاذؓ اپنی محبت اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں (جہاد) میں ایک ہزار آیات کی تلاوت کی، تو اللہ (ﷻ) اُسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ لیتے ہیں۔

(سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۷۲، ج: ۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: نماز، روزہ اور ذکر کو اللہ (ﷻ) کے راستے میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۱۷۲، ج: ۹)

حیث شریف

جنت کے ہر دروازے سے بلاوا

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ، كُلُّ خَزَنَةٍ بَابٍ: أَيْ فُلٌ هَلُمَّ۔ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَاكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَا زُجُورَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے (جہاد) میں ایک جوڑا (کسی بھی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے نگران فرشتے بلائیں گے اور جنت کے ہر دروازے کا نگران فرشتہ (کہے گا): اے فلاں! اس دروازے سے داخل ہو جا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! پھر تو اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری، ص: ۳۹۸، ج: ۱، باب فضل النفقة في سبيل الله، رقم الحديث: ۲۸۳۱)

مجاہد کو سامان دینے اور اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کا اجر

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ جَهَّزَ غَارِيًّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا،
وَمَنْ خَلَفَ غَارِيًّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا۔

ترجمہ:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے ساز و سامان مہیا کیا، اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے خیر خواہی کے ساتھ اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کرنے والے کے گھر کی دیکھ بھال کی، اس نے بھی جہاد کیا۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۹، ج: ۱، باب فضل من جہز غازیاً و خلفه بخیر، رقم الحدیث: ۲۸۳۳)

تشریح

قرآن و سنت میں جگہ جگہ جہاد کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب مختلف طریقوں سے دی گئی ہے اور خرچ نہ کرنے پر وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک آیت کریمہ مع مختصر تشریح کے ذکر کی جاتی ہے، اس کے بعد چند احادیث کریمہ بیان کی جائیں گی۔

قرآن مجید میں اللہ (ﷻ) کا ارشاد و گراں ہے:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ
وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (البقرہ: ۱۹۵)

ترجمہ:

”اور اللہ (ﷻ) کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں

نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ (ﷻ) نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اس آیت کریمہ کے خلاصہ تفسیر میں حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تحریر فرماتے ہیں: اور تم لوگ جان کے ساتھ مال بھی خرچ کیا کرو، اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو کہ ایسے مواقع میں جان و مال خرچ کرنے سے جُبن یا نجل کرنے لگو، جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو کہ عین تباہی ہے۔

(معارف القرآن، ص: ۷۶، ج: ۱)

تفسیر مظہری کے مصنف جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تشریح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ (اللہ تعالیٰ کی راہ) سے مراد جہاد ہے۔

(تفسیر مظہری، ص: ۳۶۷، ج: ۱)

آگے اسی آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں ”معنی“ آیت کے یہ ہیں کہ اے مسلمانو! تم جہاد چھوڑ بیٹھے تو تمہارا دشمن تم پر غالب آ جائے گا، پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہے، حتیٰ کہ شہید ہو کر قسطنطنیہ کے شہر پناہ کے نیچے مدفون ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے جی میں کبھی جہاد کا خیال آیا، تو وہ نفاق کی ایک شاخ لے کر مرا۔

(تفسیر مظہری، ص: ۳۳۸، ج: ۱)

امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ۔

یہ آیت جہاد میں خرچ کرنے سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۶۸، ج: ۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول کی تشریح محبشی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

الظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَهُ النَّفَقَةُ فِي الْجِهَادِ فَإِنَّهُ لَوْ لَمْ يُنْفَقْ فِيهِ خَلَبَ عَلَيْهِمُ الْكُفَّارُ وَ أَهْلَكُوهُمْ۔ (حاشیہ بخاری، ص: ۶۴۸، ج: ۱)

ترجمہ: اور نفقہ سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ اگر جہاد میں مال خرچ نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے اور مسلمانوں کو ہلاک کر دیں گے۔

آیت کریمہ کا شان نزول

حضرت اسلم ابو عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قُطَيْفِیہ کی طرف نکلے، اس وقت ہمارے امیر عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، رومیوں کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر مقابلے کے لئے نکلا، ہم بھی ان کے مقابلے میں بہت بڑی تعداد میں صف آراء ہوئے، اچانک مسلمانوں میں سے ایک شخص نے تنہا رومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کی صفوں میں گھس گیا، لوگ چیخ پڑے کہ اس نے خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈال دیا، تو حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اس آیت کی غلط تاویل کر رہے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی، اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا اور اسلام کے حامی بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے سرگوشی کی کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے، (یعنی جہاد کی ضرورت نہیں) اور اس زمانہ قتال میں ہمارے بہت سے مال برباد اور تباہ ہو گئے، آؤ! ان کا کچھ مذا رک کریں اور ان کی دیکھ بھال کریں، اس کے رد فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، ص: ۱۷۲، ج: ۱/۱/کشاف، ص: ۲۳۷، ج: ۱/۱/مظہری، ص: ۳۶۸، ج: ۱) آیت شریفہ میں ”اِنَّهُمْ لَكَاِبِرٌ“ یعنی ہلاکت سے مراد، مال کی اصلاح، مذا رک نقصان اور جہاد چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (مظہری، ص: ۳۶۸، ج: ۱)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ ترک جہاد مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔

(معارف القرآن، ص: ۴۷۴، ج: ۱)

جہاد میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے

کیونکہ جب اہل مال اپنے اموال کو مجاہدین پر خرچ کر کے انہیں مضبوط نہیں کریں گے اور اپنے اموال کے ذریعے سے مجاہدین کے لئے آلات حرب نہیں خریدیں گے تو مجاہدین کمزور ہو جائیں گے اور ان کے دشمن مضبوط ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ دشمن غالب آ جائیں، اس وقت

وہ مسلمانوں کی تمام املاک اور اموال کو بھی چھین لیں گے اور مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں گے اور ان پر کافرانہ قوانین کو مسلط کریں گے، تب مجاہدین سے مال روکنے والوں کو سوائے ندامت اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جہاد بالمال کی ضرورت

بعض اوقات مال کی ضرورت میدانِ جہاد میں افراد سے بھی بڑھ کر پیش آتی ہے اس لیے کہ بغیر جنگی سامان کے جہاد نہیں ہو سکتا، چنانچہ شریعت محمدیہؐ میں جہاد پر خرچ کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی دعوتِ جہاد پر فقراء بھی جہاد کے لئے حاضر خدمت ہوتے، مگر مال کی کمی کی وجہ سے بعض مرتبہ ان کی سواری وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکتا، تو روتے ہوئے لوٹتے، اس غم پر، جو انہیں جہاد سے محرومی کی وجہ سے پہنچتا تھا، اسی حالت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَلَا عَلَى الدِّينِ إِذَا مَا اتَّوَلَّوْا لِيَتَحِمَّلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أُحْمِلُكُمْ
عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَاعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ •
(التوبہ: ۹۲)

ترجمہ: اور ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جب وہ تیرے پاس آئیں کہ تو انہیں سواری دے۔ تو نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمہیں اس پر سوار کر دوں۔ تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اسی لئے ہر ایمان والے پر واجب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے مالی وسعت سے نوازا ہے تو اس مال کو اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے اور ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد میں خرچ کرے اور اس سلسلے میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ روکے، کیونکہ یہ اجتماعی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔

عَلَامَہُ أَبُو سَعْدٍ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مال کو روکنا اور اس سے محبت رکھنا یہ ہمیشہ کی ہلاکت کا باعث ہے، اسی وجہ سے مُجَل کو ہلاکت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (تفسیر ابی السعود: ۱۵۷، ج: ۱)

آیت مبارکہ کی مختصر تفسیر کے بعد اب ملاحظہ فرمائیے ”جہاد بالمال“ کی فضیلت و ضرورت پر چند احادیث مبارکہ:-

حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ (ﷻ) کی راہ میں جان و مال کے ساتھ جہاد کرتا ہو۔ (بخاری)

اسی افضلیت کا اعلان قرآن مجید نے بھی واضح الفاظ میں فرمایا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اللہ (ﷻ) کی راہ میں جان اور مال کی قربانی دینے والوں کے مقابلے میں وہ لوگ کہاں ہو سکتے ہیں جو یہ قربانی پیش نہیں کرتے، اللہ (ﷻ) کی حقیقی محبت اور رحمت بھی انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ (ﷻ) کے ساتھ جان و مال کا کیا ہوا عہد سچا کر دکھاتے ہیں اور کسی بھی تکلیف کی پرواہ کئے بغیر اسلام کے علمبردار اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر شہن، دھن، کی بازی لگا دیتے ہیں۔

عظیم الشان احسن

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیسے بھیجے اور خود گھر پر رہا، اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود جنگ کی اور اللہ (ﷻ) کی رضا کے لئے مال خرچ کیا، تو اُسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ

ترجمہ: اور اللہ (ﷻ) جس کے لئے چاہتے ہیں ثواب بڑھا دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ص: ۱۹۸)

ایک اہم نکتہ:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اجر کا اس قدر بڑھنا صرف جہاد کے ساتھ خاص ہے، یعنی جہاد میں خرچ کرنے پر اللہ (ﷻ) اس قدر اجر بڑھا دیتے ہیں، جب کہ جہاد کے سوا دیگر

کسی بھی راستے میں خرچ کرنے سے اجر اس قدر نہیں بڑھتا، بلکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے۔ (روح المعانی، ص: ۳۲، ۳۳، ج: ۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہترین دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے، جسے جہاد میں اپنے گھوڑے پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے، جسے جہاد میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (ابن ماجہ، ص: ۱۹۸)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجاہد کے ساز و سامان کا انتظام کرے، اُس کو اُس غازی جیسا ہی اجر ملے گا اور غازی کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ (ابن ماجہ، ص: ۱۹۸)

حضرت خُزَیم بن فائیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں خرچ کیا اُسے سات سو گنا اجر و ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غازی کو جہاد کا ثواب ملتا ہے اور غازی کو اُجرت اور معاوضہ دینے والے کو اُجرت دینے کا ثواب بھی ملتا ہے اور غازی کا ثواب بھی ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ:

یہ تمام فضائل ان حالات میں ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو اور مسلمانوں کی طرف سے ایک جماعت یہ فریضہ اداء کر رہی ہو اور دوسرے لوگ ان کی مالی معاونت اور ان کے گھروں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوں، مگر جب کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کر دیں یا کسی اور صورت سے جہاد فرض عین ہو جائے، تو پھر ہر مسلمان پر ضرورت کے مطابق جان اور مال دونوں کی قربانی ضروری ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن مسلمانوں کے تین نابالغ بچوں کا انتقال ہو جائے، اللہ (ﷻ) انہیں اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل فرماتے ہیں اور جو آدمی اللہ (ﷻ) کی راہ میں اپنے مال سے دو [۲] جوڑے خرچ کرے، تو جنت کے دربان (فرشتے) ان کی طرف دوڑتے ہیں، یعنی اس کا استقبال کرتے ہیں اور اُسے جلاتے

ہیں۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۱۷۱، ج: ۹)

فائدہ:

اس روایت میں جوڑے سے مراد دو غلام یا دو اونٹ یا دو بکریاں ہیں یا اس طرح کی کوئی اور چیزیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے اور خرچ کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعلیٰ ترین صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیمہ کا سایہ دینا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خادم کا دینا یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں نو جوان اونٹنی کا دینا ہے۔ (ترمذی/کنز العمال، ص: ۲۸۳، ج: ۴)

چونکہ یہ تینوں چیزیں مجاہدین کے لیے ضروری ہیں، اس لیے اعلیٰ ترین صدقہ فرمایا گیا مجاہدین کو رہنے کے لیے خیمے اور انتظامات کے لئے افراد اور پیش قدمی کے لیے سواری کی ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ یہ تینوں چیزیں قیمتی اور محبوب بھی ہیں، اس لیے ان کے خرچ سے یہ عظیم ثواب ملتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پئی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو سایہ دیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۱۷۲، ج: ۹)

چونکہ مجاہد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کی خاطر نکلتا ہے، اس لئے جو کوئی بھی اس پر احسان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس احسان کا بدلہ خود اداء فرماتے ہیں۔

مختصراً اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال اور جان کے ساتھ جہاد کرے اور وہ آدمی جو کسی گھائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔ (ابوداؤد/کنز العمال)

اس حدیث شریف میں جان کے ساتھ مال خرچ کرنے کی فضیلت بھی مذکور ہے اور اس کو کمال ایمان کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں جان اور مال کے ساتھ

محبت کا عنصر وافر مقدار میں موجود ہے اور جب وہ اپنی یہ دونوں محبوب چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو اسے ایمان کی خلاوت اور ایمان کا کمال درجہ عطا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں رسول اللہ ﷺ کا گزر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ایک ایسی قوم پر ہوا، جو ایک دن میں کھیتی بوتے اور ایک دن میں کاٹتے تھے، جب وہ کاٹ لیتے تو کھیتی دوبارہ پیدا ہو جاتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ مجاہدین ہیں، ان کی نیکی کا اجر سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے، یہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں انہیں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ص: ۳۷۶)

چونکہ جہاد کے ذریعے سے اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے، باطل مٹتا ہے اور حق غالب آتا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی زندہ ہوتا ہے، دین اسلام اور قرآن کا نظام عملی طور پر نافذ ہوتا ہے، اسلام کی عظمت کو دیکھ کر لوگ گروہ درگروہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کا اجر اس قدر بڑھا دیا جاتا ہے اور پھر چونکہ جہاد کے ذریعے خیر کے کاموں کو ترقی ملتی ہے اور نیکی کی ترویج اور اشاعت ہوتی ہے انہیں لئے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو ان سب نیکیوں کا اجر بھی ملتا ہے۔

حیث شرفیہ

جہادین جاسوسی کی فضیلت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ يَوْمَ الْأَحْزَابِ، قَالَ الرَّبِيعُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ قَالَ الرَّبِيعُ: أَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ بَيْنِي وَحَوَارِيَّ وَحَوَارِيَّ الرَّبِيعُ بْنُ الْعَوَّامِ۔

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احزاب کے دن ارشاد فرمایا: دشمن کی خبر میرے پاس کون لائے گا؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر پوچھا کہ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی

کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوف ہیں۔

(صحیح البخاری، ص: ۳۹۹، ج: ۱، باب فضل الطلیعہ، رقم الحدیث: ۲۸۳۶)

حواری کے معنی خصوصی معاون اور مددگار کے ہوتے ہیں۔

(امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ ہے: بَابُ فَضْلِ الطَّلِيعَةِ، ہم نے عنوان میں اسی کا ترجمہ لکھا ہے کہ جہاد میں جاسوسی کی فضیلت۔) (مرتب)

تشہیح

حضور اکرم ﷺ عسکری امور میں بھی اعلیٰ درجے کی مہارت رکھتے تھے، آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام نبی الملاحم ہے جس کا معنی ہے جنگوں والے نبی۔ خود حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَأَنَا الْمُقَفِّي
وَأَنَا النَّحَّاشِرُ وَنَبِيُّ الْمَلَا حِمٍ۔ (شمائل ترمذی، ص: ۲۵)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمة ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مُقَفِّي (یعنی آخری نبی) ہوں اور عاشر ہوں اور نبی الملاحم ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: علامہ علحجہ کی جمع ہے، علحجہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل و قاتل ہو۔ حضور اکرم ﷺ کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور حضور اکرم ﷺ کی اُمت میں ہوا، اتنا کسی نبی کی اُمت میں نہیں ہوا، نیز اس اُمت میں جہاد ہمیشہ رہے گا، چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ میری اُمت میں جہاد قیامت تک رہے گا حتیٰ کہ آخر حصہ اُمت دجال سے قتال کرے گا۔ (خصائل نبوی، ص: ۳۷۷)

آنحضرت ﷺ تمام جنگی امور و فنون کی مہارت رکھتے تھے، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کی جنگی تدابیر اور حکمتوں کو پڑھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔

خود آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اصول بیان فرمایا کرتے تھے کہ
 ”الْمُحْزَبُ خُذْعَةٌ“ کہ جنگ تو تدبیر و حیلے کا نام ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جنگی امور میں تور یہ فرمایا کرتے تھے، یعنی صراحت سے بیان کرنے کی بجائے دُومعانی لفظ استعمال فرماتے تھے، تاکہ جنگ کا معاملہ خفیہ رہے۔ خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنی جنگی تیاری اور ارادے کو انتہائی مخفی رکھا اور تمام حالات پر کڑی نظر رکھی۔ جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھوڑی سی چوک ہوئی اور انہوں نے مشرکین مکہ کو اس حملے کی خبر کرنے کی کوشش کی، تو حضور اکرم ﷺ نے اس کوشش کو ناکام فرمادیا اور اتنی بڑی تیاری کو اتنا مخفی رکھا کہ مشرکین کو اس وقت خبر ہوئی، جب آپ کا لشکر جزاران کے سروں پر پہنچ گیا اور اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ مکرمہ بغیر خونریزی کے فتح ہوا، سوائے ایک آدھ مقام کے کہیں بھی مزارعت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، یہ ایک بہت بڑی جنگی حکمت عملی تھی۔

آنحضرت ﷺ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے برسرِ پیکار رہتے تھے، اس لئے آپ ﷺ دشمن کی ایک ایک چال پر کڑی نظر رکھتے تھے، آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ دشمن ہر وقت تاک میں لگا ہوا ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کی جنگی تدابیر اور اپنے دشمن پر کڑی نظر رکھنے کی بدولت اسلام کے خلاف ہونے والی کئی بڑی سازشوں کو پنپنے سے قبل ختم کر دیا گیا، ان سازشوں میں خالد بن سفیان ہُدٰی، کعب بن اشرف اور مسجدِ ضرار کی سازشیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

خالد بن سفیان ہُدٰی حضور اکرم ﷺ کے خلاف لشکر تیار کر رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اس کا خاتمہ کرادیا۔

کعب بن اشرف یہودی مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن وار کی تدبیر بنا رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا، جنہوں نے اُسے ختم کر دیا۔ مسجدِ ضرار اہل کتاب اور منافقوں کی ایک منظم سازش تھی، جس کو کامیابی سے پہلے پہلے ختم کر دیا گیا۔

انہی جنگی چالوں میں سے ایک اہم چال دشمن کے لشکر کی خبر گیری ہے، جس کے لئے

حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے، جس پر انہیں بارگاہِ نبوت سے خواری کا عظیم لقب ملا۔

حضور اکرم ﷺ کا جنگی امور میں اس قدر دلچسپی لینا اور اس قدر توجہ فرمانا اللہ تعالیٰ کے احکام کی بدولت تھا۔

آج بھی مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور حضور اکرم ﷺ کے طریقوں کو زندہ کر کے اپنے دشمن کو زیر کر سکتے ہیں اور اسلامی عظمت کا دور واپس لوٹ سکتا ہے۔

حیث شریف ۱۹

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر و برکت رکھ دی گئی ہے۔
(صحیح البخاری، ص: ۳۹۹، ج: ۱، باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ، رقم الحدیث: ۲۸۴۹)

فائدہ:

دوسری روایت میں خیر و برکت کی تشریح اجرا و غنیمت سے کی گئی ہے۔
(صحیح البخاری، ص: ۴۰۰، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۵۳)

فائدہ:

یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جن سے قیامت تک جہاد کے جاری رہنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ (مرتب)

حیث شریف ۲۰

جہاد کیسے لگھوڑا پالنے کا اجر

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ اخْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِيمَانًا

بِإِلَهِهِ، وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِثَتَهُ وَبَوْلَهُ فِي
مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے
اللہ (ﷻ) پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ (ﷻ) کے وعدوں کی تصدیق
کرتے ہوئے، اللہ (ﷻ) کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا، تو اس
گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کی لید اور پیشاب سب قیامت کے دن اس کے
میزان (حسنات) میں ہوگا۔ (یعنی ان سب چیزوں پر اسے اجر ملے گا۔)
(صحیح البخاری، ص: ۴۰۰، ج: ۱، باب من اتهم فرسانا بسبل اللہ، رقم الحدیث: ۲۸۵۳)

حیث شریف ۲۱

حضور اکرم ﷺ گھوڑے کی تنگی پشت پر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَشَجَّ النَّاسِ
وَلَقَدْ فَرَّعَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً، فَخَرَجُوا نَحْوَ الصُّوتِ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ
النَّبِيُّ وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ، وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبْنِي طَلْحَةَ عَزَبِي، وَفِي
عُنُقِهِ السَّيْفُ، وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تَزَاعُوا، لَمْ تَزَاعُوا ثُمَّ قَالَ:
وَجَدَنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ: إِنَّهُ لَبَحْرٌ۔

ترجمہ:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے
زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے، ایک رات مدینہ والوں پر (ایک آواز
سن کر) کوئی خوف طاری ہو گیا، سب لوگ اس آواز کی طرف نکلے، نبی کریم ﷺ ان
سب سے پہلے نکل چکے تھے اور آپ ہی نے اس واقعہ کی تحقیق کی، آپ ابو طلحہؓ
کے گھوڑے کی تنگی پشت پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور
آپ ﷺ فرما رہے تھے: مت ڈرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے گھوڑے کو
سمندر پایا (یعنی ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی تعریف فرمائی کہ یہ تو سمندر کی طرح

ہے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۷، ج: ۱، باب الحمائل وتعلق السیف بالعق، رقم الحدیث: ۲۹۰۸)

تشریح

چونکہ جہاد میں دین اسلام کی عظمت اور بقاء ہے، اس لئے مسلمانوں کو وہ تمام چیزیں مہیا کرنے کا حکم دیا گیا جو چیزیں جہاد میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور ان چیزوں کے مہیا کرنے پر اجر و ثواب کے وعدے بھی کئے گئے، کیونکہ اسلام کی عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد ضروری ہے اور جہاد کے لئے اسباب جہاد کی ضرورت ہے، اس لئے جہاد کی نسبت سے ان اسباب جہاد میں بھی بے بہا اجر و ثواب کے خزانے رکھ دیئے گئے ہیں۔

آلات جہاد میں گھوڑے کو خاص اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد و گراں ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُزْهِبُونَ

بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ۔ (الانفال: ۶۰)

ترجمہ: اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سوتیار رکھو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر ہیبت پڑے۔

منہج شریف میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلیاں پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے۔

نسائی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک گھوڑوں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ (فتح الباری، ص: ۶۶، ج: ۷)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث شریف میں یہ بشارت ہے کہ اسلام اور مسلمان قیامت تک رہیں گے، کیونکہ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا اور جب جہاد ہوگا تو مجاہدین بھی ہوں گے اور یہ مجاہدین مسلمان

ہوں گے تو معلوم ہوا کہ دین اسلام اور اس کے ماننے والے قیامت تک رہیں گے۔

(فتح الباری، ص: ۶۷، ج: ۶)

ابنِ مَرْدَوَیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں: شیطان گھوڑے کی پیشانی پر نہیں آ سکتا۔

حضرت مخیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رُئُوسُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں گھوڑا باندھا، پھر اپنے ہاتھ سے اُس کا چارہ بنایا، تو اُسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء کی جائے گی۔ (رواہ ابن ماجہ، فتح الباری، ص: ۶۷، ج: ۶)

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُئُوسُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین طرح کے لوگوں کی ملکیت ہوتے ہیں، بعض لوگوں کے لئے وہ باعثِ اجر ہیں اور بعض لوگوں کے لئے پردہ اور بعض کے لئے وبالِ جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں (یعنی جہاد کے لئے) اُسے پالتا ہے، پھر کسی شاداب جگہ (جہاں چارہ زیادہ ہو) اس کی رسی کو لمبا کر کے باندھتا ہے تو وہ گھوڑا اُس چرنے کی شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے، مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو [۲] شوط بھاگ جائے، تو اس کے قدم کے آثار میں بھی مالک کے لئے حسنات ہیں اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر سے گزرے اور اس سے پانی پی لے، اگرچہ مالک نے اُسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو، پھر بھی مالک کو اس سے حسنات ملتی ہیں۔ دوسرا شخص وہ ہے جو فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں گھوڑا باندھتا ہے، تو یہ اُس کے لئے وبالِ جان ہے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۰، ج: ۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی گھڑ سواری فرمایا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، اسی طرح ہمارے اُسلاف گھوڑے کی نگلی پشت پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صفحہ ۴۰۱ پر باب باندھا ہے:- (سرکش جانور اور گھوڑے کی سواری کا بیان) پھر زائید بن سَعْد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہمارے اُسلاف (نر) گھوڑے کی سواری کو

پسند کرتے تھے، کیونکہ وہ دوڑتا بھی تیز ہے اور جری بھی بہت ہوتا ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تنگی پشت پر سواری فرمائی اور پھر اس گھوڑے کی تیزی کی تعریف فرمائی۔ بہر حال یہ ایک طویل موضوع ہے، جس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑے کے اس قدر فضائل اور گھوڑا باندھنے اور اس پر سواری کرنے کی اس قدر ترغیب کی وجہ صرف یہی ہے کہ گھوڑا اُس دور میں جہاد کا سب سے بہترین ذریعہ اور آلہ تھا۔

پس جو چیز بھی جہاد کے لئے بطور آلہ اور ذریعہ کے ہوگی، اس کو رکھنے اور سیکھنے میں اجر ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو ان شرعی احکام کی پیروی کرتے ہوئے جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہئے اور اسبابِ حرب اور آلاتِ جنگ کو ہمیشہ اپنے پاس تیار رکھنا چاہئے، تاکہ اجر و ثواب بھی ملتا رہے اور ضرورت پڑنے پر پریشانی اور محرومی بھی نہ ہو۔

حیث شریف ۳۲

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر غنیمت اور جنت کی ضمانت

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَأُتَدَبَّ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يَخْرُجُهُ إِلَّا إِلَىٰ إِيمَانٍ بِي وَتَصْدِيقٍ بِرُسُلِي، أَنْ أُدْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرِ أَوْ غَنِيمَةٍ، أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَىٰ أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوْ دِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ -

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کی ضمانت لی ہے اس شخص کی، جو اس کے راستے (یعنی جہاد میں) نکلے، اُسے جہاد میں نہ نکالا ہو مگر مجھ پر ایمان لانے نے اور میرے انبیاء کو سچا ماننے نے (اُس کیلئے ضمانت ہے) کہ میں اُسے لوٹاؤں گا اجر اور غنیمت کے ساتھ یا اُسے جنت میں داخل کروں گا، (حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:) اگر مجھے اُمت پر مشقت

کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے دستے سے بھی پیچھے نہ رہتا، میری آرزو ہے کہ میں اللہ (ﷻ) کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح البخاری، ص: ۱۰، ج: ۱، باب الجہاد من الایمان، رقم الحدیث: ۳۶)

تشريح

یعنی یا تو اُسے غازی بنا کر اجر و ثواب کے ساتھ لوٹایا جائے گا، یا شہادت کے مقام پر فائز کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مجاہد کے لئے ہر حال میں رحمت ہی رحمت اور کامیابی ہی کامیابی ہے، زندہ رہے گا تو غازی، مارا جائے گا تو شہید، اُسے فتح ہو یا شکست، وہ اپنے دشمن پر غالب رہے یا دشمن اُس پر غالب آجائے وہ دشمن کے مقابلے میں سامنے جا کر لڑے یا پیچھے مجاہدین کی خدمت میں لگا رہے، دشمن کے گولے سے شہید ہو یا اپنوں میں سے کسی کی گولی غلطی سے آگے یا کسی جانور کے ڈس لینے سے مارا جائے، ہر حال میں کامیاب ہے۔

مجاہد کے لئے ناکامی کی صرف ایک صورت ہے کہ اُس کی نیت (خدا نخواستہ) درست نہ ہو اور وہ شہرت اور نام و نمود کی خاطر لڑ رہا ہو، اس صورت میں تو ناکامی ہے، مگر جب اس کی نیت خالص اللہ (ﷻ) کی رضا کی ہے، اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکلا ہے، تو پھر کسی صورت میں وہ ناکام نہیں، بلکہ اللہ (ﷻ) نے اس کی کامیابی کی ضمانت لے لی ہے، اب اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جس کی کامیابی کا ضامن خود مالکِ مطلق ہو؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے لئے یہ عنوان منتخب فرمایا ہے:-

بَابُ الْجِهَادِ مِنَ الْاِيْمَانِ

کہ جہاد ایمان کا جزو ہے۔ اس سے بھی جہاد کی قدر و منزلت کی طرف ایک خاص طریقے سے اشارہ ہے، اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو ایمان کے اس حصے کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

حیث شریف ۳۲

حضور اکرم ﷺ کا ورثہ

قَالَ أَبُو سَمْعَانَ مِمَّنْ عَمَرُوا بَنَ الْخَارِثِ قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، وَسِلَاحَهُ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً -

ترجمہ:

حضرت عمرو بن عارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ورثے میں سوائے اپنے سفید خچر، اپنے اسلحہ اور اس زمین کے، جو صدقہ کر دی تھی،

اور کچھ نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۳، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۷۳)

(یہ سفید خچر آنحضرت ﷺ کے جہاد میں کام آتا تھا۔) (مرتب) (کافی حدیث رواہ براء بن عازب)

تشریح

حضور اکرم ﷺ نے دنیا جمع نہیں فرمائی اور نہ ہی ترکہ میں کچھ چھوڑا، سوائے آلات جہاد کے اور اس خچر کے، جو جہاد میں کام آتا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ جہاد ایک عبادت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رب العزت کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور اسلام کو عظمت ملتی ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ آلات جہاد سے محبت فرماتے تھے اور انہیں اہتمام سے خریدتے تھے، چنانچہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کے ورثے میں یہی آلات جہاد ہی تھے، اللہ رب العزت ہم سب کو حضور اکرم ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔

حیث شریف ۳۳

قائد جہاد ﷺ کی پس منظر

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ سَهْرًا، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِي صَابِحًا يَخْرُ سُبْحِي اللَّيْلَةَ - إِذْ مِمَّنْ صَوَّتَ سِلَاحًا، فَقَالَ: مَنْ

هَذَا ؟ فَقَالَ: أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ،
وَنَامَ النَّبِيُّ۔

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات بیداری میں گزاری، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کاش! میرے صحابہ میں کوئی صالح شخص ایسا آتا جو رات کو ہمارا پہرہ دیتا، اسی دوران ہم نے اسلحہ کی جھنکار مٹی، حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ آنے والے نے کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں، میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ ﷺ کا پہرہ دوں پھر نبی کریم ﷺ سو گئے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۳، ج: ۱، رقم الحدیث: ۶۸۸۵)

ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے گھر پر پہرہ دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ: ۶۷) نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے پہرہ اٹھا دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا باب باندھا ہے: ”بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“
یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں پہرہ دینے کا باب۔ (مرتب)

تشریح

دشمنوں سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا تو کُل کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ تو کُل دل میں ہوتا ہے اور یہ اسباب ظاہری طور پر اختیار کئے جاتے ہیں، خود حضور اکرم ﷺ جنگ میں دشمن کے بالکل قریب رہتے تھے، مگر ایک موقع پر آپ ﷺ نے دو [۲] زرہیں زیب تن فرمائیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو کفار و آشرا کی طرف سے جان کا خوف ہو وہ اپنے لئے حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں، بلکہ انہیں حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، تاکہ دشمن انہیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ نہ کر جائے اور اگر ایسا ہوا تو اس میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے گی اور کافروں کا رعب چھا جائے گا اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی جانیں بھی غیر محفوظ ہو جائیں گی۔

جب آنحضرت ﷺ نے اپنے گھر پر ایک عرصہ تک مسلح پہرے کا انتظام فرمایا ہے، تو پھر آج

علماء، صلحاء، اتقواء کا اسلحہ سے اس قدر متغیر ہونا عجیب معاملہ ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور نکتہ جو حدیث شریف کے الفاظ سے سمجھا جا سکتا ہے، یہ ہے کہ حضور پُنی کریم ﷺ نے تمنا فرمائی کہ کاش! میرا کوئی نیک صالح صحابی آ کر پہرہ دے، تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل دین کو اپنی پہرے داری کے لئے نیک اور صالح بااعتماد افراد کو متعین کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان کا کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ کسی وقت بدل جائے اور خود نقصان پہنچانے پر عمل جائے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہیں گھبراتے، وہ اپنی دنیاوی وفاداریوں کا بھی اکثر و بیشتر پاس نہیں رکھتے، اس لئے پہرے داری کے لئے ایسے صالح، نیک اور بااعتماد افراد کو متعین کیا جائے جو اس عمل کو پیشہ سمجھ کر نہیں، بلکہ نیکی اور عبادت سمجھ کر اداء کریں اور وہ اس قابل ہوں کہ دشمن سے دفاع کر سکیں۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ جو افراد اس کے اہل ہوں، وہ خود اپنی خدمات پیش کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور خدمت لینے والے کو اس سے زیادہ مسرت اور خوشی ہوگی۔

حیث شریف ۲۵

مجاہد کیلئے بشارت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَ
عَبْدُ الدِّزْهَمِ، وَعَبْدُ الْخَمِصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ،
تَعَسَّ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شَيْئَكَ فَلَا تَنْتَقَشْ، طُوبَى لِعَبْدٍ اخْتَلَفَ بَيْنَ
فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَشْعَثَ رَأْسَهُ، مُغْبَرَّةً قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي
الْحِزَاسَةِ كَانَ فِي الْحِزَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي
السَّاقَةِ، إِنْ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب پُنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ہلاک ہو ادینار کا غلام اور درہم کا غلام اور رنگین چادر کا غلام، اگر اُسے کچھ دیا جاتا
ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناراض ہوتا ہے، ایسا شخص ہلاک اور

برباد ہوا، اگر اُسے کا نپا چھپے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو) اور خوشخبری (بشارت) ہو اُس بندے کے لئے جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں (جہاد کیلئے) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، اس کا سر پُر اگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود ہیں، اگر وہ پہرے پر ہو (یعنی اُسے دشمن کے سامنے متعین کیا گیا ہو)، تو اس کا حق اداء کرے، اور اگر پیچھے ہو (یعنی اُسے لشکر کے پچھلے حصے پر دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق اداء کرے (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ کسی سے (ملاقات وغیرہ کی) اجازت چاہے تو نہ ملے اور اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۴، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۸۷)

تشبیح

عام طور پر مجاہد کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اہل دنیا کے ہاں اس کا کوئی مقام ہوتا ہے، مال اور حسن کی پجاری دنیا میں اس غریب پر اگندہ حال مجاہد کو کون پوچھتا ہے؟ مگر اللہ (ﷻ) کے ہاں اُس کا جو مقام ہے، اس تک بڑے بڑے لوگ نہیں پہنچ سکتے، بلکہ اُس مقام کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض روایات میں مجاہدین اور غیر مجاہدین کے اعمال کا موازنہ کیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کے اعمال کی قدر و قیمت اللہ (ﷻ) کے ہاں بہت ہی زیادہ ہے۔

اس حدیث شریف میں مجاہدین کی اصلاح کے لئے بھی کافی سامان موجود ہے، ہر مجاہد کی قلبی تمنا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرے اور اسے دشمن کے مورچوں پر حملہ کرنے اور دُوبدو لڑنے کا موقع ملے، مگر انتظامی معاملات کی درنگی اور جہاد کو مربوط بنانے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ مجاہدین اپنے آپ کو اپنے امیر کے سپرد کر دیں اور امیر جس جگہ ان کا تعین کر دے، وہاں خوش دلی اور دلجمعی کے ساتھ اپنا فرض منصبی اداء کریں، اجر تو اپنی نیت اور اطاعت کی بقدر ملے گا، کیونکہ اجر کا دار و مدار میدان جنگ کے کسی خاص حصے یا جہاد کے کسی خاص شعبے پر نہیں ہے، اگر ایک آدمی امیر کی اطاعت میں مجاہدین کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے یا ان کے لئے کھانا پکا رہا ہے تو اس آدمی کا اجر ہرگز اس آدمی سے کم نہیں جو دشمن کے مورچے میں گھس کر کافروں کو ذبح کر رہا ہے۔

اس لئے مجاہدین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں اور محض اپنی قلبی خواہشات اور جذبات کی تکمیل میں امیر کی نافرمانی کا گناہ نہ اٹھائیں۔

حیث شریف

جہاد میں پہلے شکر داری کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: رَبَّاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرْوُحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ الْعَدْوَةُ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔

ترجمہ:

حضرت سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک دن کا پہرہ، دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے ان سب سے بڑھ کر ہے، جنت میں تمہارے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ وہ شام جو بندہ اللہ (ﷻ) کے راستے (یعنی جہاد) میں گزارے وہ دن جو اللہ (ﷻ) کے راستے میں ہو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۰۴، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۹۲)

تشریح

اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور اسلامی لشکر کے تحفظ کے لئے پہلے شکر داری کرنا اللہ (ﷻ) کے نزدیک بہت پسندیدہ عبادت ہے، خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾ (آل عمران)

ترجمہ: اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔

(ذَابِطُوا) یعنی جس طرف سے بھی دشمن کے حملے کا خطرہ ہو، اس طرف سے آہنی دیوار کی طرح ان کے راستے کی رکاوٹ بن جاؤ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اور رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام و صیام سے افضل ہے، اگر وہ اس حالت میں مر گیا تو اس کا وہ عمل جاری کر دیا جائے گا جو وہ کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا (یعنی منکر نکیر کے سوال سے)۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مرنے والے کا عمل اس کے مرنے پر ختم ہو جاتا ہے، یو اے اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل دوبارہ زندہ کئے جانے تک (یعنی قیامت تک) جاری رہتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہتا ہے۔ (حاکم وابن مردویہ / مختصر ابن کثیر، ص: ۳۵۱ ج: ۱)

ابن ماجہ میں حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا انتقال اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے ہو، تو اس کا وہ نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا، جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے بڑے خوف سے محفوظ و مامون کر کے اٹھائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُولُ اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے خوف سے روئی ہو اور ایک وہ آنکھ جو اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری میں جاگی ہو۔ (ترمذی)

غزوہ حُنین کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کی رات کون ہماری پہرے داری کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رَسُولُ اللہ! میں پہرے داری کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سوار ہو جاؤ، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس گھائی کی طرف چلے جاؤ،

یہاں تک کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ اور تمہاری سمت سے ہم پر (دشمنوں کا) حملہ نہیں ہونا چاہیے۔ جب صبح ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نماز کی جگہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے دو رکعت نماز اداء کی، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے پہرے دار کو دیکھا؟ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ نماز کا اعلان ہوا، حضور اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کی کچھ توجہ گھائی کی طرف بھی تھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: خوشخبری ہو، تمہارا شہسوار آ گیا، ہم یہ سن کر گھائی کی طرف درختوں کے درمیان سے دیکھنے لگے کہ اچانک وہ تشریف لے آئے اور حضور اکرم ﷺ کے پاس آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے: میں چلا، یہاں تک کہ اس گھائی کے اوپر جا پہنچا، جیسا کہ آپ نے حکم دیا تھا، جب صبح ہوئی اور دونوں گھاٹیوں پر سورج نکل آیا، تو میں نے دیکھا، مگر کسی کو نہ پایا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم رات کو نیچے اترے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں سوائے نماز اور قضاء حاجت کے نیچے نہیں اُترا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے جنت کو واجب کر لیا، اگرچہ تو اس کے بعد کوئی عمل نہ کرے (یعنی جنت تیرے لئے واجب ہوگئی)۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں کسی ایک دن اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت کرنے کا ثواب سو سال کے مسلسل روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے اور رمضان میں ایک دن کا رباط ایک ہزار سال کے صیام و قیام سے افضل و اعلیٰ ہے، (صیام و قیام کے لفظ میں راوی کو کچھ تردد ہے۔) پھر فرمایا: اور اگر اللہ (ﷻ) نے اس کو صحیح سالم اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹا دیا تو ایک ہزار سال تک اس پر کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور اس کے عمل رباط کا اجر قیامت تک جاری رہے گا۔ (قرطبی و معارف القرآن)

ابوداؤد رحمہ اللہ نے بروایت حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ایک مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، بجز خرابی کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر میں حساب کتاب لینے والوں سے وہ محفوظ و مامون رہتا ہے۔ (ابوداؤد)

اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ عملِ رباط (جہاد میں پہرے داری کا عمل) صدقہ جاریہ سے بھی افضل ہے، کیونکہ صدقہ جاریہ کا ثواب تو اسی وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک اس کے صدقہ کئے ہوئے مکان، زمین، تصانیف یا وقف کی ہوئی کتابوں وغیرہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، جب یہ فائدہ منقطع ہو جائے تو ثواب بھی بند ہو جاتا ہے، مگر رباط فی سبیل اللہ کا ثواب قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں، وجہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا اعمالِ صالحہ پر قائم رہنا جب ہی ممکن ہے، جبکہ وہ دشمن کے حملوں سے محفوظ ہوں تو ایک رباط کا عمل تمام مسلمانوں کے اعمالِ صالحہ کا سبب بنتا ہے، اسی لئے قیامت تک اس کے عمل کا ثواب بھی جاری رہے گا اور اس کے علاوہ وہ جتنے نیک کام دنیا میں کیا کرتا تھا، اُن کا ثواب بھی بغیر عمل کئے جاری رہے گا، جیسا کہ کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، ص: ۴۷۵، ج: ۲)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُئِیَ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: ایک مہینے کی پہرے داری پوری زندگی کے روزے رکھنے سے افضل ہے اور جس کا انتقال اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں رباط (پہرے داری) کرتے ہوئے ہوا، وہ قیامت کے بڑے خوف اور شدت سے محفوظ رہے گا، اس کے رزق کو جنت میں وسیع کر دیا جائے گا اور اُسے رباط کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(الترغیب والترہیب، ص: ۲۶۶، ج: ۲)

طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر رباط کا انتقال حالتِ رباط (پہرے داری) میں ہو جائے تو اسکے عمل کا اجر قیامت تک کیلئے لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو صبح و شام جنت میں رزق دیا جائے گا اور عشرِ حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا اور اُس سے کہا جائے گا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کی شفاعت کرو، یہاں تک کہ حساب ختم ہو جائے۔ (اس کی سند متقارب ہے۔) (الترغیب والترہیب، ص: ۳۶۸، ج: ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے رباط کا اجر پوچھا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اُسے

اپنے پیچھے ہر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے کا اجر ملے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط واسناد جید / الترغیب والترہیب، ص: ۳۶۸، ج: ۲)

یعنی جن لوگوں نے اطمینان کیساتھ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے ان کے اجر میں یہ مثرابط بھی شریک ہے، کیونکہ اس کی بدولت ان کو اطمینان کے ساتھ یہ اعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد اور مثرابط کا اجر ان علمی خدمات میں بھی ہوگا، جنہیں علماء کرام اطمینان کے ساتھ اداء کر رہے ہیں، اس لئے کہ اگر کسی ملک پر قبضہ کر لیں تو تمام دینی، علمی اور اصلاحی کاموں پر قدغن لگا دی جاتی ہے، جیسا کہ ماوراء النہر کی اسلامی ریاستوں میں ہوا، مگر مجاہد کی قربانی کی بدولت یہ خدمات جاری رہتی ہیں اور مجاہد کو ان خدمات میں پورا پورا حصہ ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک دن اللہ (تعالیٰ) کے راستے میں پہرے داری کی، تو اللہ (تعالیٰ) اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنادیتے ہیں اور ہر خندق سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ لا باس بہ ان شاء اللہ / الترغیب والترہیب، ص: ۳۶۸، ج: ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مثرابط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور اس کا ایک دینار اور درہم خرچ کرنا ان سات سودیناروں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ میں خرچ کئے جائیں۔ (رواہ البیہقی، الترغیب والترہیب، ص: ۳۶۹، ج: ۲)

مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رباط میں تھے تو لوگ ساحل کی طرف دوڑے، پھر کہا گیا: کچھ نہیں ہے (یعنی کوئی خوف کی بات نہیں ہے)، تو لوگ لوٹ آئے، مگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہر گئے۔ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا، اس نے کہا: اے ابوہریرہ! کس چیز نے آپ کو یہاں روکا ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ (تعالیٰ) کے راستے (جہاد) میں ایک ساعت کھڑے رہنا، لیکن القدر میں حجر اسود کے سامنے قیام سے افضل ہے۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی، الترغیب والترہیب، ص: ۳۶۹، ج: ۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی

رات نہ بتاؤں جو لیلۃ القدر سے افضل ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا:) ایک پہرے دار جو ایسی خوف کی جگہ پہرہ دے رہا ہے، کہ شاید وہ گھر نہ لوٹ سکے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۱۳۹، ج: ۹)

یعنی وہ دشمن کے مقابل پہرہ دے رہا ہے اور دشمن کے سامنے پہرہ دینے میں تو یہ اندیشہ ہوتا ہی ہے کہ دشمن کی طرف سے کوئی تیریا گولی وغیرہ لگے یا دشمن رات کو شب خون مارے، جیسا کہ دور حاضر میں افغانستان میں مجاہدین کو رات کے وقت پہرہ دیتے ہوئے یہ تمام حالات پیش آتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے یہ عظیم فضائل حاصل کر لئے۔

حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے، آنحضرت ﷺ (رات کے وقت) ہمیں ایک اونچی جگہ لے گئے، جہاں ہمیں سخت سردی لگی، یہاں تک کہ ہم زمین میں گڑھے کھود کر اس میں گھس گئے اور اپنی ڈھالیں اپنے اوپر ڈال لیں۔ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ حالت دیکھی، تو فرمایا کہ کون ہے جو آج رات پہرے داری کرے؟ میں اس کو ایسی دعاء دوں گا جس سے وہ اپنا مقام پائے گا۔ انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں پہرے داری کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو دعاء دی، حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی کہا کہ میں پہرے داری کروں گا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے مجھے دعاء دی، لیکن پہلی دعاء کی نسبت کم۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ کو اس آنکھ پر حرام کر دیا گیا ہے جو اللہ (ﷻ) کے خوف سے روئے اور اس آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے جو اللہ (ﷻ) کے راستے (جہاد) میں جاگے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۱۳۹، ج: ۹)

احادیث مبارکہ میں رباط کے اور بھی بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ آخر میں رباط کی فضیلت پر ایک ایمان افروز قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے حالات میں یہ روایت ذکر کی ہے: محمد بن ابی بکر بن ابی سیکنہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے مجھے یہ اشعار لکھوائے جب کہ وہ طرمسوس میں تھے، (حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ طرمسوس پہنچ کر اسلامی سرحدوں پر رباط یعنی پہرے داری فرما رہے تھے، انہوں نے یہ اشعار لکھوائے) میں فیصل بن عیاض رحمہ اللہ جو

عابد الحرمین کے لقب سے مشہور تھے، کے نام لکھے :-

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
مَنْ كَانَ يَغْضِبُ غَضَّهُ بِدُمُوعِهِ فَانْهَوْنَا بِدِمَائِنَا تَتَغَضَّبُ
أَوْ كَانَ يُتْعَبُ حَيْلُهُ فِي بَاطِلٍ فَيُؤَلِّنَا يَوْمَ الْكَرْبِ نَهْةً تَتَعَبُ
رَيْحُ الْعَبِيرِ لَكُمُ وَنَحْنُ عَبِيدُهَا رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ
وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا قَوْلٌ صَعِيْبٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ
لَا يَشْتَوِي وَغُبَارُ حَيْلِ اللَّهِ فِي أَنْفِ امْرِئٍ وَدُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ
هَذَا كِتَابُ اللَّهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَا يَكْذِبُ

① اے حرمین کے عابد! اگر آپ ہمیں (یعنی مجاہدین کو) دیکھ لیں تو آپ جان لیں گے کہ آپ عبادت میں کھیل رہے ہیں۔

② آپ لوگ تو اپنے زخماں اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں، جب کہ ہماری گردنیں ہمارے لہو سے رنگین ہوتی ہیں۔

③ اور لوگ تو اپنے گھوڑے فضول چیزوں میں تھکا دیتے ہیں، جب کہ ہمارے گھوڑے میدان جنگ میں تھکتے ہیں۔

④ عنبر کی خوشبو آپ کو مبارک، ہماری خوشبو تو کوڑوں کی چمک اور (جہاد کا) پاکیزہ غبار ہے۔

⑤ ہم اپنے حضور نبی کریم ﷺ کا ایک سچا ناقابل تردید قول پیش کرتے ہیں۔ (وہ قول یہ ہے:)

⑥ کہ کسی آدمی کے ناک میں اللہ ﷻ کے راستے کا غبار اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔

⑦ اور یہ اللہ ﷻ کی کتاب ہمارے درمیان سچا فیصلہ کرتی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے۔

(یعنی انجام کار کے اعتبار سے ہم شہید ہوں گے تو ہمیں مردہ نہیں کہا جائے گا، غسل و کفن کی حاجت نہیں ہوگی، قبر میں بھی سوال و جواب نہیں ہوگا اور حشر میں بھی شفاعت کا اختیار دیا جائے گا۔) راوی مسند فرماتے ہیں کہ میں فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے مسجد حرام میں ملا اور ان کو یہ خط

دیا۔ جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا: اَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ (عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبَارَكٍ عَسَلِيَّة) نے سچ کہا اور مجھے خوب نصیحت فرمائی۔

پھر مجھے فرمایا: کیا تم حدیث شریف لکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو فرمایا: میں تمہیں عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبَارَكٍ عَسَلِيَّة کے خط پہنچانے کے کرائے کے طور پر یہ حدیث لکھواتا ہوں، پھر حضرت فَصِيلُ بْنُ عِيَّاضٍ عَسَلِيَّة نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث لکھوائی۔

حضرت اَبُو مُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: یَا رَسُولَ اللَّهِ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعے سے میں اللہ (تَعَالَى) کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے برابر ثواب پالوں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اُسے فرمایا: کیا تو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ تو مستقل نماز پڑھے اور نہ تھکے (یعنی کبھی بھی تھک کر نماز نہ چھوڑے) اور روزے رکھے اور افطار نہ کرے (یعنی کسی دن بھی افطار نہ کرے)؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ یَا رَسُولَ اللَّهِ! میں تو کمزور ہوں، اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تجھے اتنی طاقت مل بھی جائے (کہ مستقل روزہ نماز میں لگا رہے)، تب بھی تو مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، کیا تو نہیں جانتا کہ جب مجاہد کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا چرنے کیلئے لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی اس (مجاہد) کیلئے اجر لکھا جاتا ہے؟ (تفسیر ابن کثیر و تفسیر سورۃ کہف)

اللہ تَعَالَى! ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کی عظمت اور تحفظ کیلئے رباط فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرمائے اور اُمت میں خلافت کے قیام کیلئے جہاد و رباط کے عمل کو زندہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حیث شریف ۱۲

اے نبی امین ﷺ

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِرْمُوا
بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ دَامِيًا، اِرْمُوا وَأَنَا مَعَ

بَنِي فُلَانٍ - قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا لَكُمْ لَا تَزْمُونَ؟ قَالُوا: كَيْفَ نَزْمِي وَأَنْتَ
مَعَهُمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذْ مُوَا فَا نَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

ترجمہ:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب پئی کریم ﷺ کا گزر قبیلہ بنی اسلم کے بعض افراد پر ہوا جو تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اسماعیل کے بیٹو! تیر اندازی کرو، تمہارے والد (اسماعیل علیہ السلام) بھی تیر انداز تھے، تم مشق کرو اور میں بنی فُلان کی طرف سے ہوں، (جب آنحضرت ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے) تو دوسرے فریق نے تیر اندازی کی مشق روک لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تیر اندازی نہیں کرتے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے تیر اندازی کریں جب کہ آپ ﷺ دوسرے فریق کے ساتھ ہیں؟ تو پئی کریم ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۲، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۸۹۹)

حیث شریف

تیر برساؤ اے سعد میرے ماں باپ آپ پر قربان

قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ
النَّبِيَّ ﷺ يُغْدِي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِذْ مَرَّ فِدَاؤُ
أَبِي وَأُمِّي.

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سوا میں نے کسی کے متعلق پئی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے اس پر فدا ہونے کو کہا ہو، میں نے سنا کہ آپ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے: تیر برساؤ، اے سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۰۷، ج: ۱، باب الجمن، رقم الحدیث: ۲۹۰۵)

تشریح

اس مبارک حدیث سے حضور اکرم ﷺ کی تیر اندازی میں دلچسپی اور تیر اندازی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

تیر اندازی وہ جنگی مہارت ہے، جسے حاصل کرنے کا حکم قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ۔ (الانفال: ۶۰)

ترجمہ: اور ان سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت جمع کر سکو سوتیار رکھو۔

قوت کی تفسیر خود حضور اکرم ﷺ نے فرمائی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:

خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے، خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے، خبردار! قوت تیر اندازی میں ہے۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۳۳، ج: ۲)

یعنی میدانِ جہاد کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے اور دور حاضر کی جنگوں پر بھی آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک فرمان حرف بحرف صادق آتا ہے کہ فوجوں کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے، جس کا میزائل جتنا دور مار اور خطرناک ہوگا، وہ اتنا ہی طاقتور تصور کیا جائے گا، بلکہ اب تو دست بدست جنگ کا رواج ہی نہیں رہا، کہیں خال خال اس کا موقع پیش آتا ہے، اصل جنگ تو اس دور میں پھینکنے کی جنگ ہے۔

اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید نے مسلمانوں کو چودہ سو سال پہلے ہی یہ حکم دے دیا کہ جس قدر تم سے ہو سکے، جنگی قوت مہیا کرو، تاکہ تمہارا دشمن تم سے مرعوب رہے اور تمہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔

حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔
حزہ بن اُسید رضی اللہ عنہ سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع

پر، جب ہم قریش کے مقابلہ کے لئے صف بستہ کھڑے تھے اور وہ بھی ہمارے مقابلے کے لئے صف باندھ چکے تھے، فرمایا کہ اگر قریش تمہارے قریب آجائیں تو تم لوگ تیر اندازی شروع کر دینا (تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں)۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۶، ج: ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ ایک ڈھال سے کام لیتے تھے، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز تھے، جب آپ تیر چلاتے تو حضور اکرم ﷺ سر مبارک اوپر اٹھا کر دیکھتے تھے کہ تیر کہاں جا لگا ہے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۰۶، ج: ۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (ﷻ) ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک اس کے بنانے والے کو، جو خیر کے ثواب کی امید رکھے اور اس کے پھینکنے والے کو اور اس کے دینے والے کو۔ تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے اور جس نے تیر اندازی کو سیکھ کر اُسے ناپسند کرتے ہوئے بھلا دیا، تو یقیناً اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا ایک نعمت کی ناشکری کی۔ (الترغیب والترہیب، ص: ۱۰۰، ج: ۲/۱۲۰۷۱۲، ص: ۳۴۷، ج: ۱)

فقہیم للحنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان دو ہدفوں کے درمیان آ جا رہے ہیں، حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور یہ کام آپ کیلئے باعث مشقت ہے، (یعنی اس عمر میں آپ کو تیر اندازی کی مشق اور نشانہ بازی کی کیا ضرورت ہے؟)۔ اس پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی تو میں اس قدر مشقت نہ اٹھاتا۔ حارث بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن شماسہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی، پھر اُسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے، یا یہ فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۴۳، ج: ۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے لئے زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ (ﷻ) کی مدد تمہیں کافی ہوگی، تو ایسے وقت میں تم میں سے کوئی اپنے تیروں کی مشق نہ چھوڑ بیٹھے۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۴۳، ج: ۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم تیر اندازی کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، یا فرمایا کہ تمہارے کھیلوں میں یہ سب سے بہتر ہے۔ (رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط وقال فائدہ من خیر لعلمک واسنادہما جید قوی، الترغیب والترہیب ص: ۴۰۱، ج: ۲) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور جابر بن عمیر الانصاری رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ تیر اندازی کر رہے تھے، ان میں سے ایک تھک کر بیٹھ گئے تو دوسرے (صحابی) نے ان سے فرمایا: کیا آپ ست ہو گئے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو اللہ (ﷻ) کے ذکر سے خالی ہو، وہ لہو ہے یا بھول، سوائے چار چیزوں کے، آدمی کا تیروں کے ہدف کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کی مشق کرنا)، آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، اپنی گھر والی سے کھیلنا اور تیرا کی سیکھنا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید والترغیب والترہیب، ص: ۴۰۲، ج: ۲) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک تیرا چھی طرح چلایا (یعنی دشمن تک پہنچایا) تو اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہوگا تو میں نے اس دن سولہ تیرا چھی طرح چلائے (یعنی دشمن تک پہنچائے)۔

(نسائی، ص: ۵۸، ج: ۲، الترغیب والترہیب، ص: ۴۰۲، ج: ۲) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک تیر چلایا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (نسائی، ص: ۵۸، ج: ۲، الترغیب والترہیب، ص: ۴۰۲، ج: ۲)

شرعیئل بن السنط رحمہ اللہ نے کعب بن عرۃ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث احتیاط کے ساتھ بیان فرمائیے (یعنی حدیث میں کوئی کمی زیادتی، بھول چوک نہ ہو)۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ (ﷻ) اس عمل کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے ہیں۔ ابن محاتم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ درجہ کتنا ہوگا؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: (جنت کے درجوں کی

مُساَفَت) تمہارے گھر کے درجوں جیسی نہیں، بلکہ دو [۲] درجوں کے درمیان سو سال کی مُساَفَت ہے۔ (نسائی: ص: ۵۸، ج: ۲، الترغیب والترہیب، ص: ۴۰۳، ج: ۲)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں ایک تیر چلایا، وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا، اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جس نے ایک مسلمان غلام آزاد کیا، وہ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی شریف، ص: ۵۸، ج: ۲)

حضرت عقبہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو اور دشمن سے قتال کرو، فرماتے ہیں کہ اس پر ایک شخص نے دشمن کی طرف تیر چلایا، تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے جنت کو اپنے لئے واجب کر لیا (یعنی جنت اس کے لئے واجب ہو گئی)۔ (رواہ احمد باسناد حسن / الترغیب والترہیب، ص: ۴۰۳، ج: ۲)

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے ساتھ بدر، احد میں شریک تھے اور انہوں نے عقبہ میں حضور اکرم ﷺ سے بیعت کی تھی، (میں نے انہیں میدان جنگ میں دیکھا) کہ وہ روزے کی حالت میں ہیں اور پیاس کی وجہ سے اُن کا بُرا حال ہے، اس حالت میں وہ اپنے غلام سے فرماتے ہیں: مجھے ڈھال دو، غلام نے انہیں ڈھال دی، تو انہوں نے کمزوری کے ساتھ دشمن پر تین تیر چلائے، پھر فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ (ﷻ) کے راستے میں تیر چلایا، وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا، تو اس کے لئے قیامت کے دن ایک ثور ہوگا۔ (اس دن) حضرت ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ مغرب سے قبل ہی شہید ہو گئے۔ (رواہ الطبرانی / الترغیب والترہیب، ص: ۴۰۵، ج: ۲)

سبحان اللہ! اس کمزوری اور بڑھاپے کے عالم میں روزے کے ساتھ سخت پیاس کی حالت میں میدان جنگ میں موجود ہیں اور دشمن پر تیر برسا رہے ہیں اور پھر افطار سے قبل ہی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو رہے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے مبارک اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ وہ ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال میں شریک ہوتے تھے اور زبانِ نبوت سے بے شمار فضائل کی خوشخبریاں سنتے تھے۔

آج مسلمانوں کے لئے میدانِ جہاد میں نکل کر دشمنانِ اسلام پر بدوق، توپ اور لانچر کے ذریعے سے آگ اور بارود برسا کر یہ سارا اجر و ثواب حاصل کرنے کا سنہری موقع موجود ہے۔ مسلمان نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اسلحہ چلانا سیکھیں، تاکہ دشمنانِ اسلام پر تاک تاک کر گولیاں برسائیں اور ان تمام فضائل کے مستحق بنیں جو حضور اکرم ﷺ نے دشمن پر تیر برسانے کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

حیث شریف ۲۹

مسجد میں نیزہ بازی کی مشق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ النَّبِيِّ بِحِزَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ، فَأَهْوَى إِلَى الْخَصْيِ فَخَصَبَهُمْ بِهَا، فَقَالَ: دَعَهُمْ يَا عُمَرُ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبشہ کے کچھ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے چھوٹے نیزے کے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے (دوسری روایت میں صراحت کے ساتھ ہے کہ یہ مشق مسجد نبوی شریف میں ہو رہی تھی۔) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! انہیں چھوڑ دو (یعنی انہیں یہ کھیل دکھانے دو)۔

(صحیح البخاری ص: ۴۰۶، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۹۰۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے، جہاد کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہے، چونکہ نیزہ بازی جہاد میں کام آتی ہے اور جہاد ایک عبادت ہے، اس لئے مسجد میں اس کی اجازت دی گئی۔ (مرتب)

تشیع

ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہی نہ ہو، اس لئے نیزوں کی مشق کرنے والوں کو روکا، یا حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا ہو، مگر یہ سوچا ہو کہ آنحضرت ﷺ ان کو روکنے سے حیا فرما رہے ہیں، اس لئے خود ان کو روکا، مگر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منع فرمادیا اور نیزہ بازی کی مشق کو جاری رہنے دیا۔

کاش! رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی نیزہ بازی کی مجلسیں سجا کریں اور مسلمان مل جل کر حربی امور کی تربیت اور مشق کیا کریں، تاکہ مسلمانوں کا ہر فرد مجاہد بنے اور دشمن سے اپنا اور اپنے دین کا اور اُمتِ مسلمہ کا دفاع کر سکے۔

حیث شریف

جہاد کیسے سلمہ کی خریداری

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْمُحَدَّثَانِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِغَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَاصَّةً، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَنَتِهِ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالنَّكَرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال اللہ (تعالیٰ) نے اپنے رسول کریم ﷺ کو بطور مالِ فئے کے عطاء فرمائے، کیونکہ یہ اموال مسلمانوں کی طرف سے حملہ اور جنگ کے بغیر ملے تھے، تو یہ اموال خاص طور پر جناب رسول کریم ﷺ کی تحویل میں تھے، ان اموال سے آنحضرت ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کا سالانہ نفقہ دیتے تھے اور باقی مال جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کیلئے اسلحہ اور گھوڑوں پر لگاتے۔ (صحیح البخاری، ج: ۴، ص: ۴۰۷، ج: ۱، باب الجن، رقم الحدیث: ۲۹۰۳)

چہارمین جنگی ٹوپی کا استعمال

عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سِئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ: جُرْحٌ وَجْهُهُ النَّبِيِّ ﷺ، وَكُسِرَتْ رِجْلَا عَيْتُهُ، وَهَشِمَتْ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ، فَكَانَتْ فَاطِمَةُ ﷺ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلَى يُمُسِكُ، فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيدُ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ حَصِيدًا فَأَحْرَقَتْهُ حَتَّى صَارَ رَمَادًا، ثُمَّ أَلْتَقَتْهُ، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ۔

ترجمہ:

حضرت سہل بن عبد اللہؓ سے اُحد کی لڑائی میں حضور نبی کریم ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ زخمی ہوا تھا اور آپ ﷺ کے آگے کے دانت شہید ہو گئے تھے اور جنگی ٹوپی سر مبارک پر ٹوٹ گئی، حضرت فاطمہؓ خون دھور ہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی لی اور اُسے جلایا یہاں تک کہ وہ راکھ ہو گئی، پھر اس راکھ کو زخموں پر ڈالا تو خون رک گیا۔ (صحیح البخاری، ص: ۳۰۸، ج: ۱، باب لبس البیضة، رقم الحدیث: ۲۹۱۱)

چہارمین زرہ کا استعمال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي شِئْتُ لَمْ تَعْبُدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَدْ أَتَحْتُ عَلَى رَبِّكَ، وَهُوَ فِي الدَّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُولُونِ الدُّبُرَ. بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمُ وَالسَّاعَةُ أَذَى وَأَمْرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بدر کے دن ایک ٹبے میں تشریف فرما تھے اور دعاء فرما رہے تھے کہ یا اللہ! میں آپ سے آپ کے عہد اور آپ کے وعدے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، اگر آپ چاہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔ (یعنی مسلمان ختم ہو جائیں، کفار کے ہاتھوں شکست کھا جائیں۔) اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بس کیجئے، اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے رب کے سامنے خوب گریہ زاری کر لی۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ زورہ پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ یہ آیات پڑھ رہے تھے:-

ترجمہ: عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ دہشتناک اور تلخ تر ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۰۸، ج: ۱، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۲۹۱۵)

تشریح

ان مبارک احادیث سے حضور اکرم ﷺ کا جہاد کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جہاد کے سلسلے میں دو چیزوں کا حکم فرمایا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ (النساء: ۸۴)

ترجمہ: پس تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ تو سوائے اپنی جان کے کسی کا ذمہ دار نہیں اور مسلمانوں کو تاکید کر۔

حضور اکرم ﷺ کو خود قتال کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس عمل پر ابھارنے کے دو [۲] حکم دیئے گئے، آنحضرت ﷺ نے دونوں احکام کی ایسی پیروی فرمائی ہے جو صرف آپ ﷺ ہی کی شان ہے، آپ ﷺ خود ستائیس مرتبہ میدان جہاد میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے شدید زخم

بھی کھائے، بعض میدانوں میں جب افراتفری ہو گئی اور ظاہری طور پر آپ ﷺ کے ساتھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے، تب بھی آپ ﷺ میدان میں ڈٹے رہے، آپ ﷺ نے باسٹھ سال کی عمر میں یبوک کا سخت مشقت والا سفر فرمایا، غزوہ خندق میں مشرکین کے طویل محاصرے کے دوران آپ ﷺ اپنے پیٹ پر دو [۲] پتھر باندھ کر ڈٹے رہے اور خود اپنے دست مبارک سے خندق کھودتے رہے، اس صبر آزما اور مشکل غزوے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ یہودیوں سے قتال کا حکم ملا، تو آپ ﷺ فوراً بنو قریظہ تشریف لے گئے اور پندرہ دن تک دشمن کو محاصرے میں رکھا، آپ ﷺ نے خیبر کی طویل لڑائی اور طائف کے مشکل محاذ پر خود ہی کمان فرمائی اور ہوازن اور بنی ثقیف کی فتح بھی آپ ﷺ کی قیادت میں ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے غنائم تقسیم فرمائے، بالآخر آپ ﷺ کی دیرینہ قلبی خواہش پوری ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی قیادت میں مکہ مکرمہ کو فتح فرمالیا۔

ان تمام جنگوں میں آپ ﷺ لڑائی کے دوران دشمن کے سامنے ڈٹے رہے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے، انہیں جنت کا راستہ دکھاتے رہے، آپ ﷺ نے جہاد میں اپنے چچا کے ٹکڑے بھی دیکھے، محبوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ستر ستر لاشیں بھی دیکھیں، اپنے منہ بولے بیٹے اور چچا زاد بھائی کی شہادت کی خبر بھی خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روتے ہوئے سنائی، مگر جہاد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ مدینہ منورہ کی زندگی میں کوئی دو [۲] ماہ ایسے نہیں گزرے جن میں حضور اکرم ﷺ خود جہاد میں تشریف نہ لے گئے ہوں، یا آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی دستہ نہ بھیجا ہو۔

آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے تو قتال سے لے کر خدمت تک کے امور میں بنفسِ نفس شریک رہتے اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دستے بھیجتے تو انہیں رخصت فرماتے اور جب تک وہ دستے واپس نہ لوٹ آتے آپ ﷺ کی توجہ اُدھر رہتی۔ آپ ﷺ جنگی امور میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ بڑے سے بڑے دشمن کی تدبیریں آپ ﷺ کے سامنے بچ ہو جاتی تھیں۔ آپ ﷺ جہاد ہی سے نہیں بلکہ شہادت سے بھی اس قدر محبت فرماتے کہ بار بار اس کی تمنا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو معمولی سا نفقہ دیکر باقی اموال سے جہاد کے لئے اسلحہ اور گھوڑے خریدتے تھے، یہی وجہ

ہے کہ چند ہی سالوں میں مسلمانوں کی جنگی قوت جو ابتداء میں کچھ نہ تھی، عروج تک پہنچ گئی اور عرب و عجم پر اسلامی جھنڈے لہرانے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آئندہ کے بڑے دشمنوں (قیصر و کسریٰ) سے لڑنے کے لئے اپنی حیات مبارکہ ہی میں ذہنی طور پر تیار فرمادیا اور ان تمام علاقوں کے فتح ہونے کی خوش خبری بھی پیش گوئی کے طور پر سنادی۔ آپ ﷺ نے اپنے بعض مبارک فرمودات کے ذریعے سے اسلامی بحری بیڑے کی بنیاد رکھ دی، جو آگے چل کر اسلام کی ایک بہت بڑی قوت ثابت ہوا، آپ ﷺ نے اس بحری بیڑے کے پہلے دستے کے لئے جنت کی بشارت سنائی۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگی امور میں مہارت کے لئے غیروں کے پاس بھی بھیجا، چنانچہ دو [۲] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منجیق سیکھنے کے لئے بعض غیر مسلموں کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک فرمودات کے ذریعے سے اپنے ہر صحابی میں جہاد کی ایسی روح پھونک دی جو انہیں گھروں میں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جہاد سب سے محبوب عمل بن چکا تھا اور وہ شہادت کی موت کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ بستر کی موت سے انہیں عار اور نفرت محسوس ہوتی تھی، وہ اپنے قائد کے فرمودات کو سینوں میں محفوظ کر کے شام، فلطین، قیصر و کسریٰ کے فاتح بنے، دنیا کی پُر طاقتیں ان کی یلغار کے سامنے بے بس ہو گئیں اور لشکر محمدی کے یہ جانباز اس وقت تک لڑتے رہے، جب تک روح نے ان کے جسموں کا ساتھ دیا اور خون ان کی رگوں میں دوڑتا رہا، بلکہ بعض جان نثاروں نے تو یہ بھی وصیت کی کہ ان کے جنازے بھی کاروانِ جہاد کے ساتھ چلیں اور آخری منزل پر ان کو دفن کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے اور آپ ﷺ کی یہ شجاعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مکمل طور پر سرایت کر چکی تھی۔

اب حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی برکت سے حضور اکرم ﷺ کے ورثاء (علماء) اور آپ ﷺ کی امت کو یہ دو [۲] کام ملے ہیں، ایک خود قتال کرنا اور دوسرا مسلمانوں کو اس

مبارک عمل کے لئے اُبھارنا اور تیار کرنا۔

خوش قسمت ہے وہ انسان، جو ان دونوں کاموں کو زندہ کر کے دین و دنیا کی سرفرازی حاصل کرے۔

حیث شریف

روزی نیزے کے سائے کے نیچے

وَيُذَكِّرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمَحِي،
وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصُّغَارُ عَلَيَّ مَنْ خَالَفَ أَمْرِي۔

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت
کرے اس کے لئے ذلت اور پستی کو مقدر کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۰۸، ج: ۱، باب ما قيل في الرماح)

تشریح

حدیث شریف میں نیزے کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا
ذریعہ معاش اللہ تعالیٰ نے نیزے یعنی جہاد کو بنایا ہے، اسی لئے بعض محدثین علماء فرماتے ہیں کہ
تمام کمائیوں میں سب سے افضل کمائی غنیمت کا مال ہے اور حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اس اُمت کے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا۔

فائدہ:

حدیث شریف میں کفار کے لئے ذلت و رسوائی سے مراد چیز یہ ہے۔ (فتح الباری ص: ۱۱۶، ج: ۲)

آلاتِ جہاد میں سے یہاں صرف نیزے کا ذکر ہے کہ روزی نیزے کے سائے میں رکھ دی گئی
ہے، جب کہ باقی آلات کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ عام طور پر جہاد میں جھنڈا نیزے پر لہرایا جاتا تھا، اس
لئے نیزے کی طرف نسبت کی گئی ہے، مراد اس سے اموالِ غنیمت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ
نے مالِ غنیمت کو مالِ طیب یعنی پاکیزہ مال قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد و گراں ہے:-

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

ترجمہ: اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، ملک میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں، پھر اس نے تمہیں ٹھکانا بنادیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں سُتھری چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم شکر کرو۔

فائدہ:

تفسیر جلالین میں طینبات کی تفسیر مالِ غنیمت سے کی گئی ہے۔ (تفسیر جلالین، ص: ۱۸۹، طبع بیروت)
 شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:-
 یعنی اپنی قلت وضعف کا خیال کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم (جہاد) کو ماننے میں سُستی مت دکھاؤ، دیکھو! ہجرت سے پہلے بلکہ اس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا، تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں، تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا کہ دشمنانِ اسلام کہیں کوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا، انصار و مُہاجرین میں عَدِیمُ النِّظیر رشتہ مواخات قائم کر دیا، پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی، کُفار کی جڑ کاٹ دی، تم کو فتح الگ دی، مالِ غنیمت اور فدیہ اُساری (جنگی قیدیوں کا فدیہ) الگ دیا، غرض حلال، طیب، ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطاء فرمائیں، تاکہ تم اس کے شکر گزار بندے بنے رہو۔ (تفسیر عثمانی، ص: ۳۱۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ ایسی خصوصیات دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں، مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رُعب دیکر میری نُصرت کی گئی اور میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا، جب کہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا،

میری اُمت کا کوئی فرد جہاں بھی نماز کا وقت اس پر داخل ہو وہ ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے اور مجھے شفاعت کا حق دیا گیا اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے، جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (رواہ مسلم و بخاری / سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۴۰، ج: ۹)

چونکہ اللہ ﷻ نے دین اسلام کو تمام اُدیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے اور قیامت تک تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے، اس لئے دین اسلام میں ان دشمنوں کے لئے جو دین کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، ایسی تدابیر نازل کی گئیں جن سے ان کی کمر ٹوٹ جائے، انہیں تدابیر میں سے ایک تدبیر مالِ غنیمت کا حلال ہونا ہے کہ اس کے ذریعے سے کفار کی اقتصادی حالت کمزور ہو جائے گی اور وہ اپنے اموال کے ذریعے سے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر سکیں گے اور دُنیوی عیش و آرام کے جھانے میں پھنسا کر انسانیت کو اسلام سے دور نہیں رکھ سکیں گے۔ انسان کے فطری و طبعی مزاج کی وجہ سے قوموں کی گمراہی کا ایک بہت بڑا ذریعہ مال و دولت ہے جس کی ظاہری چمک دمک میں پھنس کر کروڑوں اربوں انسان گمراہ ہو گئے، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، بلکہ اللہ ﷻ کے مُقَرَّب بندوں کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کیا، انہی مال والے کافروں نے لوگوں کو اپنے مال کے پھندے میں پھنسا کر انبیاء علیہم السلام کا دشمن بنادیا، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونوں کے اموال کی تباہی کی دعاء فرمائی، جو قرآن مجید کے ان الفاظ میں ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ۔ (یونس: ۸۸)

ترجمہ: اے رب ہمارے ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

یعنی فرعون اور اس کے کارندے عام لوگوں کو اپنے دُنیوی اموال اور عیش و عشرت کے جھانے میں پھنسا کر اللہ ﷻ کے راستے سے دور کر رہے ہیں، اس لئے اللہ رب العزت سے دعاء کی کہ یا اللہ! ان کے اموال کو ختم فرما دے۔ مال کی اس خاصیت اور کافروں کی اس خُصْلت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلام نے ابتداء ہی سے اس کا علاج فرما دیا اور مالِ غنیمت کو حلال کر کے اور اسے مالِ طیب قرار دے کر کفار کے لئے مسلمانوں پر اقتصادی غلبہ اور مال و دولت کے ذریعے سے

انسانیت کی گمراہی کا راستہ بند فرمادیا۔

حضور اکرم ﷺ نے خود اپنا پہلا غزوہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے ارادے سے شروع فرمایا، چنانچہ حدیث اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان ایک بڑے تجارتی قافلے کے ساتھ جا رہا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تیاری کے لئے فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس قافلے کو تمہارے لئے غنیمت بنا دے مگر مشیت الہی کہ ابوسفیان کا قافلہ مسلمانوں سے بچ کر نکل گیا، جب کہ مسلمانوں کا مقابلہ اس قافلے کے دفاع کے لئے آنے والے مشرکین مکہ کے لشکر جزار سے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطاء فرمائی اور مشرکین مکہ کو عبرتناک شکست ہوئی، بہر حال حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے ابوسفیان کے قافلے کیلئے نکلے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حق کا بول بالا اور کفر ذلیل و رسوا ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کو مال غنیمت بھی ملا اور ستر قیدی بھی ہاتھ آئے، جن کا فدیہ مسلمانوں کو ملا، اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس مبارک مال کے دروازے کھول دیئے اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں بڑی بڑی غنیمتیں آئیں اور حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تو مسجد نبوی میں روم و فارس کے خزانوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے، جو مسلمانوں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

ان غنائم اور اسلامی معاشی نظام کی بدولت مسلمانوں پر وہ دور آ گیا کہ زکوٰۃ دینے والے گلی کوچوں میں زکوٰۃ لینے والے کو تلاش کرتے پھرتے تھے، مگر لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

مال غنیمت سے متعلق چند احادیث و روایات

بخاری اور مسلم کی روایت میں حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم غزوہ حنین کے سال حضور اکرم ﷺ کے ہم رکاب ہو کر جہاد کے لئے مدینہ سے چلے، دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداً) مسلمانوں کو شکست ہوئی، میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان کے اوپر سوار ہے، میں نے اس کے پیچھے سے گردن اور کاندھے کے جوڑ پر تلوار ماری جس سے اس کی زہرہ کٹ گئی، مشرک اس مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے چمٹ گیا اور ایسا دبایا کہ مجھے موت کا مزہ آ گیا، لیکن وہ فوراً مر (کر گر) گیا اور

میں چھوٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مل کر کہا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، پھر مسلمان لوٹ آئے (اور دوبارہ منظم ہو گئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا: جس نے کسی (مشرک) کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ ہوں تو مقتول سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کا ہے۔ میں نے یہ فرمان سن کر کہا: کوئی میرے لئے شہادت دینے والا ہے؟ یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی الفاظ فرمائے اور میں نے بھی وہی الفاظ کہے کہ کوئی شہادت دینے والا ہے؟ یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی پہلے کی طرح فرمایا اور میں بھی (شہادت طلب کرنے لئے) کھڑا ہو گیا، (مگر کسی نے شہادت نہ دی۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبُو قَتَادَہ! کیا بات ہے؟ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر ایک شخص بولا: اَبُو قَتَادَہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، اس کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے، میری طرف سے آپ ان کو راضی کر دیجئے۔ حضرت اَبُو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ نہ، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ (تعالیٰ) کا ایک شیر، اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور مقتول کا سامان تجھے دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبُو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، اَبُو قَتَادَہ کو سامان دے دو۔ (چنانچہ اس شخص نے مجھے وہ سامان دے دیا)۔ میں نے اس سے بنو سلمہ کی آبادی میں بھجوروں کا ایک باغیچہ خریدا، یہ پہلا مال تھا جو حالت اسلام میں میں نے حاصل کیا۔) (تفسیر مظہری، ص: ۱۱۳، ج: ۵/طحاوی، ص: ۱۳۶، ج: ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خُثَیْن کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے کسی (مشرک) کو مار ڈالا تو مقتول سے چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا۔ حضرت اَبُو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز بیس مشرکوں کو قتل کیا اور ان کا سامان لے لیا۔

(طحاوی، ص: ۱۳۷، ج: ۲/رواہ الدارمی والطحاوی وابوداؤد/مظہری، ص: ۱۱۵، ج: ۵)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر بنو ہوازن سے جہاد کیا، میں نے ایک شخص کو مار ڈالا اور اس کا اُونٹ مہار سے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آیا، اُونٹ پر مقتول کا سب سامان اور اسلحہ لدا ہوا تھا، سامنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ

تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا: فلاں شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ابنِ اَنُورِ رضی اللہ عنہ نے۔ فرمایا: مقتول کا سب سامان ابنِ اَنُورِ غ کا ہے۔

(مظہری/شرح معانی الآثار للطحاوی، ص: ۱۴۷، ج: ۲)

حضرت سلمہ بن اَنُورِ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مشرکوں کا ایک جاسوس رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا، پھر چپکے سے سرک گیا۔ رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے تلاش کر کے قتل کر دو۔ میں نے سب سے پہلے اس کو تلاش کر کے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا، حضور اکرم ﷺ نے وہ سامان مجھے ہی عنایت فرما دیا۔

(طحاوی، ص: ۱۴۷، ج: ۲)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مشرک نے مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی، رَسُوْلُ اللہ ﷺ نے حضرت زُبَیْرِ رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کا حکم دیا، حضرت زُبَیْرِ رضی اللہ عنہ نے صف سے نکل کر اس مشرک کو قتل کر دیا، حضور اکرم ﷺ نے اس کا سامان حضرت زُبَیْرِ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

(طحاوی، ص: ۱۴۶، ج: ۲)

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے فارس کے ایک عززبان سے مقابلہ کیا اور بر چھمار کر اس کی کاٹھی کا اگلا حصہ توڑ کر اس کو زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ پھر اس کے سامان کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا تو کوئی تیس ہزار کا معلوم ہوا۔ جب ہم فجر کی نماز پڑھ چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اَبُو بکرِ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پہلے ہم مقتول کے سامان کے پانچ حصے نہیں کرتے تھے، لیکن براء رضی اللہ عنہ نے جو چھینا ہے اس کی قیمت بڑی ہے، لہذا ہم نے اس کے پانچ حصے کرنے کی تجویز کی ہے، چنانچہ تخمینہ سے اس سامان کی قیمت تیس ہزار قرار پائی تو ہم نے پانچواں حصہ یعنی چھ ہزار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور چار حصے یعنی چوبیس ہزار کا سامان تو یونہی حضرت براء رضی اللہ عنہ کا تھا، چنانچہ چھ ہزار اداء کرنے کے بعد کل سامان حضرت براء رضی اللہ عنہ کو ہو گیا۔ (رواہ الطحاوی)

مُسلِم اور اَبُو داؤد کی روایت ہے کہ حضرت عَوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مُنَوَّہ کے

جہاد پر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، ایک یمنی شخص مدنی رضی اللہ عنہ بھی میرا رفیق سفر تھا، رومیوں کی جماعت سے ہمارا مقابلہ ہوا، رومیوں کی جماعت کا ایک شخص اشقر گھوڑے پر سوار تھا، اس کی زین بھی سنہری تھی اور ہتھیار بھی سنہرے تھے، وہ مسلمانوں سے لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا، مدنی رضی اللہ عنہ اس کے انتظار میں ایک پتھر کی آڑ لے کر بیٹھ گیا، جب رومی پتھر کی طرف سے گزرا، تو مدنی رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اور اس کے گھوڑے کی گونچیں کاٹ دیں۔ رومی گر پڑا، مدنی رضی اللہ عنہ اس پر سوار ہو گیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، مسلمانوں کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مدنی رضی اللہ عنہ سے کچھ چھینا ہوا مال (یعنی اس مال کا ٹکس) لے لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں خالد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے مقتول کا سامان قاتل کا قرار دیا ہے۔ فرمایا: بے شک ایسا ہے، لیکن میرے خیال میں مقتول کا سامان بہت تھا، اس لئے میں نے کچھ حصہ لے لیا۔ میں نے کہا: یا تو آپ واپس کر دیں ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کر دوں گا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا (اور اس مال کو اجتماعی اموال میں جمع کر دیا)۔ غرض جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جمع ہوئے تو میں نے مدنی رضی اللہ عنہ کا قصہ اور خالد رضی اللہ عنہ کے سلوک کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے واپس دیدو، میں نے یہ حکم سن کر کہا: لو خالد! میں نے تم سے پوری بات نہیں کہہ دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ واقعہ کی تفصیل سن کر حضور اکرم ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ (کچھ) واپس نہ کرنا، میرے لئے تم میرے مقرر کردہ امیروں کو چھوڑ دو (میں جانوں اور وہ جانیں)، انکے حکم کی بھلائی تم کو پہنچے گی اور حکم کی برائی خود ان پر پڑے گی۔ (مظہری، ص: ۱۱۸، ج ۵/طحاوی، ص: ۱۳۸، ج ۶)

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو بھی وہ پاکیزہ مالِ غنیمت عطاء فرمائے جو اس نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے لئے پسند فرمایا۔ آمین۔

مالِ غنیمت بہت برکت والا مال ہے لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ اگر جہاد میں مالِ غنیمت نہ ملے تو جہاد میں فرق آ جاتا ہے یا مجاہد محروم رہ جاتا ہے، بلکہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر

مجاہد کو مالِ غنیمت نہ ملے تو اسے غنیمت پانے والے مجاہد سے زیادہ اجر ملتا ہے، اس لئے کہ مجاہد کا اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے، مالِ غنیمت تو اس کا مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اسے فوری نعمت کے طور پر عطاء کیا جاتا ہے، اصل اجر تو اسے آخرت میں ملے گا۔

اگر مجاہد کو یہ نقدِ نعمت نہ ملے تو اس کا اجر آخرت میں بڑھا دیا جاتا ہے، جس طرح کہ مومن کی وہ دعائیں جو دنیا میں قبول نہیں ہوتیں وہ آخرت کا اجر بن جاتی ہیں، بہر حال دونوں حالتوں میں مجاہد کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اس بحث کے آخر میں صحیح بخاری شریف کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس سے مجاہد کے مال میں برکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مستقل جہاد کرنے والے کا اکثر مال مالِ غنیمت ہی ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پاکیزہ مال میں خوب برکت ڈال دی جاتی ہے جس کی بدولت مجاہد کو استغناء نصیب ہوتا ہے۔

مجاہد کے مال میں برکت کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب [میرے والد] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگِ جمل کے دن [میدان میں] کھڑے ہو گئے، تو انہوں نے مجھے بلایا، تو میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، انہوں نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! آج [کی لڑائی] کے دن یا تو ظالم قتل ہوگا یا مظلوم اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا؟ اے بیٹے! میرا مال بیچ کر قرضہ ادا کرنا، پھر اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد مال میں سے کچھ بچ رہے تو اس کا تیسرا حصہ تمہارے بیٹوں کے لئے ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے قرضے کی ادائیگی کی تاکید کرتے رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے! اگر تم قرضے کی ادائیگی میں کہیں عاجز آ جاؤ اور مشکل میں پڑ جاؤ تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا تھا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کیا ہے، [کیونکہ عربی زبان میں مولیٰ کئی معانی

میں استعمال ہوتا ہے۔] یہاں تک کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ فرمایا: اللہ (ﷻ) میرا مولیٰ ہے۔ ابنِ زُبَیْر رضی اللہ عنہ کہتے کہ اللہ کی قسم! ان کے قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی، تو میں پکار اٹھا کہ اے زُبَیْر کے مولیٰ! زُبَیْر کا قرضہ ادا فرما دے، تو اللہ (ﷻ) ضرور کوئی صورت پیدا فرما دیتے۔ پس حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، انہوں نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، البتہ دو زمینیں چھوڑیں جن میں سے ایک غابہ کی زمین تھی اور گیارہ مکانِ سمریۃ میں، دو بقرہ میں، ایک مکانِ کوفہ میں اور ایک مضر میں تھا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ کا یہ قرضہ [کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ] اس لئے تھا کہ جب کوئی آدمی ان کے پاس کوئی مال امانت رکھتا تھا تو حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرمادیتے یہ امانت نہیں ہے، بلکہ میرے ذمہ قرضہ ہے، تاکہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان ادا کر سکوں۔ ابنِ زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نہ کبھی حکومت کا کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کبھی خراجی زمین گزروی رکھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ آمدنی تھا مگر یہ کہ وہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے رہے، [بس اسی جہاد کا مالِ غنیمت ان کے پاس تھا]۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضے کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ روپے بنتا تھا، [اسی دوران] حضرت عبد اللہ بن زُبَیْر رضی اللہ عنہ سے حضرت عکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے: اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟ حضرت عبد اللہ بن زُبَیْر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے قرضے کی صحیح رقم اُن سے پچھالی، [کیونکہ کچھ قرضہ ادا ہو چکا تھا]۔ میں نے کہا: ایک لاکھ روپے قرضہ ہے۔ حضرت عکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہاری ساری جائیداد بھی اتنے قرضہ کی ادائیگی کی محتمل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ قرضہ بائیس لاکھ روپے ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں تم لوگ اسکی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت زُبَیْر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی، حضرت ابنِ زُبَیْر رضی اللہ عنہ نے اُسے سولہ لاکھ میں بیچ دیا اور اعلان فرما دیا کہ جس شخص کا

حضرت زُبَیْرؓ پر قرضہ ہو وہ غائبہ کی زمین پر آ کر ہم سے وصول کرے۔

[اسی طرح سارا قرضہ اداء ہوتا گیا] جب حضرت ابن زُبَیْرؓ قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زُبَیْرؓ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبد اللہ بن زُبَیْرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک میراث تقسیم نہیں کروں گا، جب تک حج کے موقع پر چار سال تک اعلان نہ کر دوں کہ جس کا حضرت زُبَیْرؓ پر قرضہ ہو، آ کر ہم سے وصول کر لے، چنانچہ حضرت عبد اللہؓ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے، چار سال گزرنے کے بعد آپ نے میراث تقسیم کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زُبَیْرؓ کی چار بیویاں تھیں قرضے سے باقی بچے ہوئے مال کا ایک تہائی وصیت پوری کرنے کے لئے نکال لیا گیا، [پھر باقی مال کا آٹھواں حصہ چار بیویوں کو دیا گیا تو ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ روپے ملے،] یعنی [ان کا کل متروکہ مال پانچ کروڑ روپے سے زائد بنا۔ واللہ اعلم۔ (تخصیص از بخاری ومشارع الاشواق)]

حیث شریف ۳۳

یہودیوں سے قتال کی بشارت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: تَقَاتِلُونَ الْيَهُودَ، حَتَّى يَخْتَبِئَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ، فَيَقُولُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَأَقْتُلْهُ۔

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہودیوں سے قتال کرو گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر بولے گا: اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے ایک یہودی ہے، اسے قتل کر دو۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۰۹، ج: ۱، باب قتال الیہود، رقم الحدیث: ۲۹۲۵)

تشریح

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام میں ایمان اور کفر اور اہل ایمان اور اہل کفر کے درمیان عداوت اور دشمنی کا ایک سلسلہ موجود ہے جو روز اول سے ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (البقرہ: ۳۶)

ترجمہ: ہم نے کہا: تم سب اترو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

یعنی بعض کی بعض کے ساتھ دشمنی کا قانون زمین پر اُسی وقت سے اُترا جس وقت سے یہ انسان زمین پر اُتارا گیا۔ جس طرح ظلمت اور نور کا تضاد، سفیدی اور سیاہی کا تضاد اور خوشی اور غمی کا تضاد بالکل واضح، بدیہی اور سمجھ میں آنے والا ہے، اسی طرح اسلام اور کفر کا تضاد بھی بالکل واضح ہے۔

سُرکش کفار کی خصلت میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا مادہ وافر مقدار میں موجود رہتا ہے جس کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ یا ان کو نقصان پہنچانا ان کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔

اسی لیے کفار ہمیشہ سے اہل حق کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں اور رہیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَزُدَّوَكُمْ عَنْ دِينِكُمْ اِنْ اَسْتَطَاعُوا (البقرہ: ۲۱۷)

ترجمہ: اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ تمہارے دین سے تمہیں پھیر دیں، اگر اس کی طاقت رکھیں۔

اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی میں کافر ہمیشہ سے ایک دوسرے کے بھرپور معاون اور مددگار ہیں اور وہ آپس کے لاکھوں اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف اَنكَفَرُ مِلَّةً وَّاحِدَةً کی تصویر ثابت ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کے اس اتحاد کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ

ترجمہ:- اے ایمان والو! امت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے، تو انہی میں ہے۔ (المائدہ: ۵۱)
یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود وہ باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔

یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلے میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی، ص: ۲۰۴)

فائدہ:

یہاں ولی کا ترجمہ دوست سے کیا گیا ہے، لیکن ولی صرف دوست ہی کو نہیں کہتے، بلکہ اس کے معنی بہت گہرے تعلق کے آتے ہیں، جس میں دوستی، تعاون، حمایت، سب کچھ آجاتا ہے، اسی لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کفار کے ساتھ ولاء (تعلق) رکھنے سے برارت کا اظہار کریں۔ پھر اسلام دشمنی کے اعتبار سے کافروں کے درجات ہیں، جس میں بعض کافر دوسرے بعض کافروں سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتا ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ
أَشْرَكُوا (المائدہ: ۸۲)

ترجمہ: تو سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا۔
”ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت اور بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا، ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب (پہلا نمبر یہود کا، دوسرا مشرکین کا) اسلام اور مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں، مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں، لیکن ملعون یہودیوں نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھانہ رکھی۔ حضور اکرم ﷺ کو بے خبری میں شہید کرنا چاہا، کھانے

میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹوکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔“ (تفسیر عثمانی)

بلکہ روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی اسلام کے خلاف سازشیں اور نت نئی شرارتیں مشرکین مکہ کی کھلی دشمنی سے زیادہ خطرناک تھیں۔

انہوں نے اسلام کی بربادی اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کیں، مسلمانوں کے دو متحد قبیلوں اوس اور خزرج کو دوبارہ لڑانے کی بھرپور کوشش کی، ایک دفعہ دونوں قبیلوں کے بہت سے مسلمان اکٹھے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، چند یہودیوں نے مجلس میں جا کر جنگِ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا، یہ وہ لڑائی ہے جس میں انصار کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑے تھے اور اس لڑائی نے ان کی تمام قوت برباد کر دی تھی، اس لڑائی کے تذکرے نے دونوں کو پرانے واقعات یاد دلادیئے اور دفعتاً عداوت کی دبی آگ بھڑک اٹھی، لعن و طعن سے گزر کر تلواریں کھینچ لیں گئیں، حسن اتفاق سے آنحضرت ﷺ کو خبر ہو گئی، آپ ﷺ نے فوراً موقع پر پہنچ کر وعظ و پند سے دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ، ص: ۸۸، ج: ۱/ سیرت النبی ﷺ، ص: ۲۳۴، ج: ۱) یہودیوں کی سازشیں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ آنحضرت ﷺ راتوں کو گھر سے نکلتے تھے تو یہودیوں کی طرف سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، انہوں نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی کہ اگر میں رات کے وقت مروں تو آنحضرت ﷺ کو خبر نہ کرنا، اس لئے کہ یہودی کی طرف سے ڈر ہے، ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ ﷺ پر حادثہ گزر جائے۔ (یہ واقعہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ میں ابوداؤد وغیرہ کی سند سے پورا نقل کیا ہے۔) (سیرت النبی، ص: ۲۳۵، ج: ۱)

مختصر یہ کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر ہمارے موجودہ دور تک کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے دور میں یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن رہے ہیں اور انہوں نے اسلام دشمنی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، لیکن مسلمان کبھی کبھار اپنے اس خطرناک دشمن اور اس کی سازشوں سے بے خبر ہو کر دھوکہ کھا جاتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ ظالم یہودی مسلمانوں کی نسلوں

تک کو مٹانے پر اُتر آتے ہیں، چنانچہ اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے مبارک زمانے میں یہودیوں کے خلاف قتال فرمایا اور آئندہ کے مسلمانوں کو یہودیوں سے قتال کی فضیلت اور خوشخبری سنائی، قُربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا نزول ہوگا، ان کے ساتھ مل کر مسلمان یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑیں گے اور اس وقت کوئی پتھر بھی یہودیوں کو پناہ نہیں دے گا۔

قرآن مجید نے بھی یہودیوں کی سازشوں سے بچنے اور ان پر غلبہ پانے کا ایک ہی ذریعہ بتایا ہے اور وہ ذریعہ قتال فی سبیل اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سازشی ٹولہ میدانِ جہاد میں مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلَا يُقَاتِلُوَكُمْ يُؤْلَوُكُمُ الْأَذَبَازَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ۔ (ال عمران: ۱۱۱)

ترجمہ: اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے، پھر مدد نہیں دیئے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الائمہ ثابت کرو)، بس یہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامزدوں کی طرح تم کو بُرا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں، باقی تم پر غالب یا مُسلط یا کوئی بڑا قوی نقصان پہنچا سکیں یہ کبھی نہ ہوگا، اگر لڑائی میں تمہارے مقابلے پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے ان کو مدد نہ پہنچے گی جو ان کی ہزیمت کو روک سکے، یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہل کتاب کا یہ حشر ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر بال بریکانہ کر سکے، جہاں مقابلہ ہوا حُرْمُ مُسْتَنْفِرَةٍ (گدھوں) کی طرح بھاگے، ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد خیر الائمہ کے شامل حال رہی۔

(تفسیر عثمانی، ص: ۱۱۰)

میرے مسلمان بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس بات کی یقین دہانی کرائی

ہے کہ یہ یہودی مقابلے میں میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ تو یہ اس وقت ہوگا جب مسلمان میدانِ جہاد میں اُتریں گے، وگرنہ سازشوں میں اور زبان کی تیزی میں مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میز کی جنگ میں اور سیاست کے میدان میں تو یہودی اپنی سازشوں کے بل بوتے پر مسلمانوں کو نیچا دکھلائیں گے، لیکن صرف جہاد کا میدان ہی ایسا میدان ہے جس میں یہودی مسلمانوں سے بار بار مار کھا چکے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے، مگر مسلمانوں نے اسی میدان کو خالی چھوڑ رکھا ہے، اگر کوئی تھوڑا بہت لڑ بھی رہا ہے تو جہاد کے لئے نہیں قومیت کے لئے، جس کا فائدہ یہودیوں کو ہی پہنچ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی فکر عطا فرمائے کہ وہ اپنے اس بدترین دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں اور غفلت کی چادر اُتار کر جہاد کا عزت والا لباس پہن لیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں سے قتال کا شوق بڑھانے کے لئے مختصر طور پر ان جنگی کارروائیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں یہودیوں کے خلاف لڑی گئیں۔

① غزوہ بنی قینقاع..... یہ غزوہ بدر کے بعد ۲ھ میں پیش آیا، یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں سے اعلان جنگ کی جرأت کی اور ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے آگ کو اور بھڑکا دیا۔

ایک انصاری مسلمان کی بیوی مدینہ منورہ کے بازار میں ایک یہودی کی دکان پر آئیں، یہودیوں نے ان کی بے حرمتی کی (ان کی چادر کو ایک کیل میں اٹکا دیا جس سے چادر اُتر گئی)۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہو گیا، اس نے یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمان کو شہید کر ڈالا، حضور اکرم ﷺ نے اس پر تنبیہ فرمائی، تو یہودی اور اکڑنے لگے، آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کے ساتھ مل کر ان پر چڑھائی فرمائی، وہ قلعہ بند ہو گئے، پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر ان کے حلیف عبداللہ بن ابی کی درخواست پر انہیں جلا وطن کر دیا گیا، یہ سات سو شخص تھے جن میں سے تیس زہرہ پوش تھے۔

② کعب بن اشرف کا قتل..... کعب بن اشرف یہودیوں کا مشہور شاعر تھا اور اپنی دولت

مندى کے بل بوتے پر عرب کے تمام یہودیوں کا سربراہ تھا، اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی، بذریعہ کی لڑائی میں سردار ابن قریش کے مارے جانے کا اس کو بہت صدمہ ہوا تھا، اس نے چند دردناک مریضے لکھے، جن میں انتقام کی ترغیب تھی، وہ مکہ مکرمہ گیا جہاں لوگوں کو جمع کر کے اپنے مریضے پڑھتا تھا اور روتا رلاتا تھا اور انتقام پر ابھارتا تھا۔ اس نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کی سازش تیار کی اور لوگوں کو اس کام پر متعین بھی کر دیا۔

رَبِيعُ الْأَوَّلِ ۳ھ میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے فتنے کی اس جڑ کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کاٹ دیا اور اپنے چند رفقاء کو بھی اس سعادت میں اپنے ساتھ شریک رکھا۔

۱۲ غزوہ بنی نضیر..... یُونُزِیْنِ یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا، جو انصار کے قبیلہ خزرج کا حلیف تھا اور یُونُزِیْنِ نے رَسُوْلُ اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا، مگر ان کے دل بھی اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے لبریز تھے جس کا اظہار انہوں نے یوں کیا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو چھت پر چھپا دیا کہ جب آنحضرت ﷺ نیچے تشریف لائیں تو اوپر سے ایک پٹھان نما پتھر آپ ﷺ پر گرا دینا، تاکہ آپ ﷺ شہید ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے آئے۔ قبیلہ بنی نضیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا اور انہیں منافقین نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور کہا تھا کہ قبیلہ یُونُزِیْنِ بھی تمہارا ساتھ دے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا بھی پندرہ دن تک محاصرہ رکھا اور ان کے باغات کو کاٹنا شروع کیا۔ انہوں نے التجاء کی کہ ہمیں مدینہ منورہ سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور اتنا مال جو اونٹوں پر لادنا جاسکے، لیجانے دے کر بھلا وطن کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ درخواست مان لی۔ جب یہ یہودی اپنے گھروں کو چھوڑ کر جارہے تھے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر اُجاڑتے تھے، تاکہ مسلمان ان گھروں میں نہ رہ سکیں۔

یہ لوگ مدینہ سے بھلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے اور بعض شام کے علاقے اذُرْعَاث میں آباد ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر رَبِيعُ الْأَوَّلِ ۳ھ میں پیش آیا۔

۱۳ غزوہ بنی قریظہ..... صحیح مسلم شریف میں حضرت عَبْدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہود نے آنحضرت ﷺ سے لڑائی کی، تو آپ ﷺ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنو قریظہ بھی دوسرے یہودیوں کی طرح شرارتوں میں پہلے سے ہی شریک تھے، مگر ان کے ساتھ کچھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا، مگر جنگِ خندق کے موقع پر انہوں نے کھل کر عہد شکنی کی اور مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی، وہ قلعہ جس میں مسلمان عورتیں تھیں، بنو قریظہ کے قریب تھا، یہودیوں نے اس قلعہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی مثالی بہادری نے یہودیوں کو مرعوب کر دیا اور وہ اس حرکت سے باز رہے۔ آنحضرت ﷺ نے غزوہٴ احزاب (خندق) سے فارغ ہو کر حکم دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی ہتھیار نہ کھولیں اور بنو قریظہ کی طرف بروہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان یہودیوں نے اعلانیہ حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دیں۔ غرض ان کا محاصرہ کیا گیا، تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ رہا، بالآخر انہوں نے درخواست پیش کی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں گے ہم کو منظور ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی، مسلمانوں کے مایہ ناز مجاہد اور انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے اور غزوہٴ خندق میں زخمی ہو چکے تھے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں کو اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے، تمام مال اور اسباب کو غنیمت بنا لیا جائے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد! تم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کے اختیار کردہ فیصل کے عادلانہ فیصلے کے مطابق مسلمانوں نے اس دن تقریباً سات سو یہودیوں کو قتل کیا، ان میں ایک عورت بھی تھی، جس نے قلعہ پر سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔ یہ چند اہم کارروائیاں جو یہودیوں کے خلاف ہوئیں، ان کے علاوہ ابورافع یہودی کا قتل، سرِ یہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، غزوہٴ خیبر، عضماء یہودیہ کا قتل بھی ان اہم کارروائیوں میں سے ہیں جو یہودیوں کے خلاف دورِ نبوی ﷺ میں ہوئیں۔

ان تمام کارروائیوں سے یہودیوں کے خلاف جہاد کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی

وجہ کوئی جذبہ انتقام یا کسی خاص قوم کی دشمنی نہیں تھی، بلکہ اس کی وجہ خود یہودیوں کی اسلام دشمنی تھی۔
 اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں کفر کی نفرت بھردے اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی پہچان نصیب فرمادے۔ آمین

جزیرہ عربیہ یہودیوں کے اخراج کے متعلق چند روایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار ہم لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ سے تشریف لائے اور فرمایا: یہودیوں کے پاس چلو۔ چنانچہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں پہنچے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے جماعت یہود! تم لوگ مسلمان ہو جاؤ تا کہ سلامتی پاؤ تمہیں جان لینا چاہئے کہ زمین اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول کی ہے۔ (یعنی اس زمین کا خالق و مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اس کا نائب و خلیفہ کی حیثیت سے اس زمین پر متصرف و حکمران ہے، اگر تم انکار کرتے ہو) تو سن لو! میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تم کو اس زمین (جزیرہ العرب) سے نکال دوں گا، پس تم میں سے کوئی شخص اپنے مال و اسباب میں کوئی چیز رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ اُسے فروخت کر دے۔ (مسلم، ص: ۹۴، ج: ۲/بخاری، ص: ۴۴۹، ج: ۱/مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انتقال کے وقت) تین باتوں کی وصیت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دینا۔ قاصدوں اور ایلچیوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو میں کیا کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تیسری بات سے خاموشی اختیار فرمائی یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تیسری بات میں بھول گیا۔ (بخاری، مسلم/مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۵۵، صحیح البخاری، ص: ۴۴۹، ج: ۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے سوا جزیرہ عرب میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔
 (مسلم شریف، ص: ۲۴، ج: ۲/مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۵۵)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا: اگر میری زندگی رہی تو ان شاء اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہود نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے جلا وطن فرمایا، (اس سے پہلے) جب رسول اللہ ﷺ کو اہل خیبر پر غلبہ ہوا تھا تو آپ ﷺ نے خیبر سے یہودیوں کو نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جس زمین پر (دین حق کو) کو غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے (کہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کا دین غالب اور مسلمانوں کو ہی حق تصرف و حکمرانی حاصل ہوتا ہے)۔ لیکن یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کو اس شرط پر رہنے دیں کہ وہ (زمینوں میں) محنت کریں اور پھلوں (یعنی پیداوار) کا آدھا حصہ آپ ﷺ کا حق ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں اس شرط پر (خیبر میں) اسی وقت تک رہنے دیں گے، جب تک کہ ہم چاہیں گے، اس کے بعد ان کو خیبر میں رہنے دیا گیا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان سب کو مقام یثما اور اریحا کی طرف جلا وطن کر دیا۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص: ۳۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے جلا وطن کرنے کا ارادہ کر لیا تو (ان یہودیوں کے) قبیلہ بنی اُبی الحقیق کا ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں جلا وطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ محمد ﷺ نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا اور ہمارے اموال کے سلسلے میں ایک معاملہ بھی طے کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گمان رکھتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی (یہ) بات بھول گیا (جو) آپ ﷺ نے تجھ سے مخاطب ہو کر کہی تھی) کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا، جب تجھ کو خیبر سے جلا وطن کیا جائے گا اور اس کے بعد رات میں تیری اونٹنی تیرے پیچھے دوڑ رہی ہوگی؟ تو اس (یہودی) نے جواب دیا کہ یہ بات تو اکوالتقام (حضرت محمد ﷺ) نے اُزراہ مذاق کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ (تعالیٰ) کے دشمن! تم جھوٹ بکتے ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا اور ان کے پاس رقم، میوہ اور جو کچھ تھا جیسے کھجوریں وغیرہ، تو ان کی قیمت میں ان کو

مال، اُونٹ اور اسباب، جیسے رسیاں اور پالان وغیرہ دے دیے۔ (بخاری/ مشکوٰۃ، ص: ۳۵۵)

حیث شریفہ

جہاد میں دشمنوں کی سیلے بدعا کرنا

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا، شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہٴ احزاب کے دن رسول اللہ ﷺ نے (مشرکین کو) یہ بدعہ دی کہ یا اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

(صحیح البخاری، ص: ۱۰، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۹۳۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کئی روایات ذکر فرمائی ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے دشمنوں کے نام لے لے کر ان کی ہلاکت اور ہزیمت کے لئے بدعہ فرمائی۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۰، ج: ۱)

تشریح

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کمزور مسلمانوں کی کافروں کے ہاتھوں نجات اور کفار پر قحط کی دعا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ (فجر کی نماز میں) دُعائے قنوت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: یا اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما، یا اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما، یا اللہ! عیاش بن ابی ربنیعہ کو نجات عطا فرما، ایسے تمام کمزور مسلمانوں کو (جو مکہ میں مشرکین کی سختیاں جھیل رہے ہیں) نجات عطا فرما، یا اللہ! قبیلہ

مُضَرِّ پر سخت عذاب نازل فرما، یا اللہ! ایسا قحط نازل فرما، جیسا یوسف علیہ السلام کے

زمانے میں پڑا تھا۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۱، ج: ۱)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہٴ اُحزاب کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے یہ دعاء فرمائی تھی:

ترجمہ: یا اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بڑی تیزی سے حساب لینے والے،

یا اللہ! کفار کی جماعتوں کو شکست دیجئے، یا اللہ! انہیں شکست دیجئے اور انہیں جھنجھوڑ

کر رکھ دیجئے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۱، ج: ۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کعبہ کے سائے میں نماز اداء فرما رہے تھے، اُبُو جہل اور قریش کے بعض دوسرے افراد نے کہا کہ (اُونٹ کی اوجھڑی لا کر کون حضور اکرم ﷺ پر ڈالے گا؟) مکہ کے کنارے ایک اُونٹ ذبح ہوا تھا، انہوں نے اپنے آدمی بھیجے، وہ اس اُونٹ کی اوجھڑی کو اٹھا کر لائے اور اُسے پُنی کریم ﷺ کے اوپر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے جسم مبارک سے اس گندگی کو ہٹایا، حضور اکرم ﷺ نے اس وقت یہ دعاء کی تھی۔

ترجمہ: یا اللہ! قریش کو پکڑ، یا اللہ! قریش کو پکڑ، یا اللہ! قریش کو پکڑ، اُبُو جہل بن ہشام،

عُقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عُقبہ، ابی بن حلف، عُقبہ بن ابی معیط سب کو (پکڑ)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بذر کے کنویں میں دیکھا،

سب کو قتل کر کے اس میں ڈالا گیا تھا۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۱، ج: ۱)

ان مبارک احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفار جو مسلمانوں کو ایذا پہنچائیں اور مسلمانوں سے قتال کریں وہ حد درجہ قابلِ نفرت ہیں، یہاں تک کہ اُن کیلئے خود رحمۃ للعالمین نے بددعاء فرمائی۔ پیر معنویؒ کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سترِ حفاظ اور قراء کو قتل کر دیا گیا تو حضور اکرم ﷺ کئی دن تک فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھتے تھے اور کفار قاتلین کے لئے بددعاء فرماتے تھے۔

احادیث کا یہ مضمون ان روایات کے مخالف نہیں ہے جن میں حضور اکرم ﷺ کا مخالفین کے لیے دعاء رحمت کرنا ثابت ہوا ہے، اس لیے کہ جب تک ان کی ہدایت کی توثیح اور اُمید ہو تو ان کے لیے ہدایت کی دعاء کی جائے، لیکن جب ظلم و تعدی پر اتر آئیں تو پھر ان کے لیے بددعاء کی جاسکتی ہے، لیکن اگر پھر بھی ہدایت کی دعاء کی جائے تو درست ہے، البتہ جب کفار مسلمانوں کے مقابلے پر جنگ کے لیے نکل کھڑے، تو پھر مسلمانوں کے لیے فتح کی دعاء اور کفار کے لیے ہزیمت کی دعاء خود قرآن مجید نے سکھائی ہے۔

حیث شریف

قیس کا حکم

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصَمَ مِثْلِي نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ (ﷻ) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کر لیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے اسلامی حق کے، (یعنی اگر کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا دین اسلام میں اس کی جان یا مال پر آتی ہے تو یہ اس سے مستثنیٰ ہے) اور اس کا حساب اللہ (ﷻ) کے ذمے ہے۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۳، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۹۳۶)

تشیع

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جہاد اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ ایک حکم ہے اور اس حکم پر اس وقت تک عمل جاری رہے گا جب تک لوگ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار نہ کر لیں،

یعنی یا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں یا پھر کلمہ پڑھنے والوں کی غلامی اختیار کر لیں۔ اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی کلمہ والی دعوت کے پیچھے قتال کی قوت ہے، یعنی مسلمان جس کو کلمہ یعنی ایمان کی دعوت دیں گے تو اس دعوت کے پیچھے قتال کی قوت کو بھی ساتھ رکھیں گے، تاکہ اگر کوئی اس دعوت کو ٹھکرا دے اور کلمہ پڑھنے والوں کی اطاعت میں رہنے سے بھی انکار کرے، تو قتال کے ذریعے اس کا خاتمہ کیا جاسکے، اس لئے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسلام قبول کرنے سے بھی انکار کر دے اور جزیہ دینے سے بھی مُنکر ہو اور پھر سکون کے ساتھ حکومت کرتا رہے اور لوگوں کو بھی اسلام سے دور لے جانے کا ذریعہ بنے، قتال کا حکم اس لئے اُتارا گیا تاکہ ایسے سرکش عناصر کا علاج کیا جاسکے اور اسلامی دعوت آگے بڑھتی چلی جائے اور کہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بھی دُنیا کے بادشاہوں کو دعوت دی اور حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلایا تو انہیں اپنے قول اور عمل سے یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی دعوت کو اتنا کمزور نہیں بنایا کہ تم اگر نہ مانو گے تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ عالمگیر نظام دُنیا کے کونے کونے تک پھیلنے اور غالب ہونے کے لئے اُترا ہے، اس لئے جو رکاوٹ اس کے راستے میں آئے گی، ہم اس رکاوٹ کو پاش پاش کرتے ہوئے اس دعوت کو لے کر آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ

حضرت جبیر بن حبّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں (جہاد میں بھیجنے کیلئے) طلب فرمایا اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم دشمن کی زمین (نہاوند) کے قریب پہنچے، تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار کا لشکر لے کر ہماری طرف بڑھا، پھر ایک ترجمان نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہم سے گفتگو کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ آخر تم لوگ ہو کون؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہم بہت ہی بد بختی اور سخت مصیبتوں میں مبتلا تھے، بھوک کی شدت سے ہم چمڑے اور گٹھلیاں چوسا کرتے تھے، اُون اور بالوں کا لباس پہنتے تھے اور درختوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے، ہم انہی حالات میں تھے کہ آسمان اور زمین کے رب نے جس کا ذکر بلند ہے

اور جس کی عظمت جلال کے ساتھ سر بلند ہے، ہماری طرف ہم میں سے ایک نبی بھیجا، ہم اس کے ماں باپ (کی اعلیٰ نسبت و شرافت) کو جانتے ہیں، پس ہمارے نبی، اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال (جنگ) کریں جب تک تم صرف اللہ ﷻ کی عبادت نہ کرنے لگو یا پھر جزیرہ دینا نہ قبول کر لو اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر لڑتے ہوئے) ہمارا جو فرد بھی قتل کیا جائے گا، وہ جنت کی ان نعمتوں کو پائے گا، جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی اور جو ہم میں سے باقی رہے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بنیں گے (یعنی فتح حاصل کر کے تمہارے حاکم بنیں گے)۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۳۶، ج: ۱)

اسلام کی دعوت ایمان کے پیچھے قتال کی قوت کا ہونا قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

اللہ ﷻ کا ارشادِ گرامی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (ال عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کیلئے بھیجی گئیں، اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ ﷻ پر ایمان لاتے ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر اُمت کے سب سے بڑے مفسر جبر الائمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں فرماتے ہیں:

تَأْمُرُونَهُمْ أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُقَرُّوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
وَتَقَاتِلُونَهُمْ عَلَيْهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَعْظَمُ الْمَعْرُوفِ وَالتَّكْذِيبُ
هُوَ أَنْكَرُ الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ: تم ان لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ اس کی گواہی دیں کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو اللہ ﷻ نے نازل کیا ہے اس کا اقرار کریں اور تم ان سے اس

پر قتال کرتے ہو (یعنی وہ نہیں مانتے تو تم ان سے قتال کرتے ہو) اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
سب سے بڑا معروف ہے اور اس کلمے کو جھٹلانا سب سے بڑا منکر ہے۔

(التفسیر الکبیر، ص: ۱۸۰، ج: ۸)

اس آیت کریمہ پر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا
یہ تو پہلی اُمتوں میں بھی تھا اور پھر یہی تینوں چیزیں اس آیت کریمہ میں اس اُمت کے افضل ہونے
کی وجہ کے طور پر بیان فرمائی گئی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس اعتراض کا جواب امام ابوبکر قتال رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں دیا ہے:

ترجمہ:

اس اُمت کی دیگر اُمتوں پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُمت امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کے بڑے درجے یعنی قتال کے عمل کو کرنے والی ہے، کیونکہ امر
بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے اور کبھی زبان اور کبھی ہاتھ سے اور اس کا سب سے
مضبوط درجہ قتال ہے، اس لئے کہ قتال میں اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈالا
جاتا ہے اور سب سے بڑا معروف دین حق اور توحید و رسالت پر ایمان ہے اور سب
سے بڑا منکر اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کرنا ہے، تو جہاد کے ذریعے سے دین کو سب
سے زیادہ ضرر رساں چیز (کُفر) سے بچایا جاتا ہے تاکہ لوگ سب سے بڑی منفعت
یعنی دین اسلام تک پہنچ سکیں، تو ضروری ہوا کہ جہاد کا درجہ عبادات میں سب سے
عظمت والا ہو، تو جب جہاد (جو عبادت میں سب سے افضل و اعظم ہے۔) ہماری
شریعت یعنی شریعت محمدیہ میں دیگر شرائع سے زیادہ اہمیت اور قوت کے ساتھ پایا گیا،
تو یقیناً یہ دیگر تمام اُمتوں پر ہماری اُمت کی افضلیت کا موجب ہے۔

(التفسیر الکبیر، ص: ۱۸۰، ج: ۸)

امام ابوبکر قتال رحمہ اللہ کی اس بلیغ اور نکتہ رس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ صرف امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر اس اُمت کی افضلیت کا سبب نہیں ہیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں پہلی اُمتوں میں بھی کسی
نہ کسی درجے میں موجود تھیں، اس لئے اس اُمت کی دیگر تمام اُمتوں پر فضیلت کی وجہ سے امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلیٰ درجہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے، تو سب سے بڑے معروف یعنی ایمان کی دعوت میں جان بھی قتال سے پیدا ہوتی ہے اور سب سے بڑے منکر کفر کی کمر بھی قتال سے ٹوٹتی ہے، تو اس اُمت کی افضلیت کی وجہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ قتال تو پہلی اُمتوں میں بھی موجود تھا؟ تو اس کا جواب امام قتال رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت میں یوں دیا کہ قتال کی اتنے زور شور سے مشروعیت اور اس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی فریضیت اس اُمت کا خاصہ ہے۔

اگرچہ پہلی اُمتوں میں بھی جہاد موجود تھا، مگر جتنا جہاد اس اُمت نے اور اس اُمت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اتنا کسی اُمت میں نہیں ہوا اور اس اُمت پر جہاد کو جس قدر اہمیت کے ساتھ مشروع کیا گیا اور فرض فرمایا گیا، ایسا پہلی اُمتوں پر نہیں ہوا اور اس اُمت میں تو قیامت تک جہاد کو جاری رکھا گیا ہے، یہاں تک کہ اُمت کا آخری جہادی دستہ دجال سے برسرِ پیکار ہوگا۔

اور امام قتال رحمہ اللہ نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ جہاد کے ذریعے سے چونکہ سب سے بڑی منفعت یعنی ایمان کا تحفظ ہوتا ہے اور سب سے بڑی مُضر چیز یعنی کفر کا خاتمہ ہوتا ہے، تو اس اعتبار سے جہاد دیگر تمام عبادات میں افضل و اعظم ہو اور یہ افضل و اعظم عمل جس اُمت میں زیادہ ہوگا، وہی اُمت افضل ہوگی، تو چونکہ ہماری اُمتِ محمدیہ میں ان کی مشروعیت اور فریضیت دیگر اُمتوں کے مقابلے میں اہمیت کے ساتھ ہوئی ہے، اس لئے یہ اُمت دیگر تمام اُمتوں سے افضل ہے۔

حیث شریف

موت پر اور میدانِ نبی سے نہ بھاگنے پر بیعت

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ: يَا ابْنَ الْاُكُوعِ اَلَا تُبَايِعُ؟
قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: وَأَيْضًا۔ فَبَايَعْتُهُ

الثَّانِيَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! عَلَى أَمِي شَيْءٌ كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ
يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ-

ترجمہ:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حدیبیہ کے موقع پر) نبی کریم ﷺ سے بیعت کی، پھر ایک درخت کے سائے میں آ گیا، جب لوگ کم ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بیعت کر چکا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر (بیعت کرو)، تو میں نے دوبارہ بیعت کر لی۔ یزید بن ابی عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو مسلم! اس دن آپ لوگوں نے کس چیز پر بیعت کی تھی، تو فرمایا: موت پر۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۱۵، ج: ۱/ باب البیعة فی الحرب علی ان لا یفروا، رقم الحدیث: ۲۹۶۰)

حیث شریف

بیعت علی الجہاد

عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَأَخِي فَقُلْتُ: بَايِعْنَا
عَلَى الْهَجْرَةِ، فَقَالَ: مَضَتْ الْهَجْرَةُ لِأَهْلِهَا- فَقُلْتُ: عَلَامَ
تُبَايِعُنَا؟ قَالَ: عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ-

ترجمہ:

حضرت مجاشع بن مسعود الشکمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کے ساتھ (یا اپنے بھتیجے کے ساتھ) حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ ہمیں ہجرت پر بیعت فرما لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہجرت تو ہجرت کرنے والوں پر ختم ہو گئی۔ تو میں نے عرض کیا کہ پھر آپ ﷺ ہم سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ ارشاد فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۶، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۹۶۲)

تشریح

پہلی حدیث شریف میں جس بیعت کا تذکرہ ہے، یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید کے ان مبارک الفاظ میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝
(الفتح: ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔ اسی بیعت کے متعلق دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گراں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۝
(الفتح: ۱۰)

ترجمہ: بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

بیعت رضوان کا یہ واقعہ ذیل القعدہ ۶ھ میں پیش آیا، آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا، آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا، گو آپ ﷺ نے مدت کی تعین نہیں فرمائی تھی، مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال اس طرف گیا کہ عمرہ اسی سال مکسر ہوگا اور اتفاقاً آنحضرت ﷺ نے بھی عمرے کا ارادہ فرمالیا۔ آپ ﷺ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرے کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لئے، سوائے تلواروں کے اور کوئی اسلحہ بھی ساتھ نہیں لیا۔ احتیاطاً قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جس کے اسلام لانے کا حال قریش کو معلوم نہ تھا، پہلے بھیج دیا، تا کہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے، جب قافلہ

مقامِ عَمَّان کے قریب پہنچا، تو اس نے آ کر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل کو جمع کر کے یہ عزم کیا ہے کہ محمد (ﷺ) کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، بلکہ ان میں بعض مشرکین مُقدمۃ الحِجَاش کے طور پر مکہ مکرمہ سے نکل بھی چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ راستہ بدل کر حُدَیبِیہ پہنچ گئے حُدَیبِیہ، مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے، جس کی وجہ سے گاؤں کا نام بھی حُدَیبِیہ پڑ گیا۔ آجکل اس جگہ کو حُثَیبِیہ کہتے ہیں وہاں پہنچ کر حضور ﷺ کی اُونٹنی بیٹھ گئی آپ ﷺ نے وہاں سے پہلے ایک قاصد بھیجا، تاکہ اہل مکہ کو بتایا جائے کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے، بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جب اس کا کوئی جواب نہیں ملا تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ ﷺ مشرکین سے گفتگو کریں اور مکہ میں پھنسے ہوئے بعض مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں کے نام یہ بشارت بھیجی کہ عنقریب مکہ مکرمہ میں اسلام غالب ہو جائے گا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے مکہ مکرمہ میں روک لیا اور ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے، اسی دوران قریش کے ایک دستے نے حملہ بھی کیا جسے مسلمانوں نے گرفتار کر لیا، آنحضرت ﷺ نے غنودہ گزر سے کام لے کر ان گرفتار شدہ اسی آدمیوں کو رہا فرما دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو بیعت علیٰ الجہاد کے لیے بلایا اور پھر آپ ﷺ نے ایک بَول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر میدانِ جنگ میں ڈٹ کر لڑنے اور موت تک مقابلہ کرنے کی بیعت لی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن میں عورتیں، مرد بھی سب شامل تھے، انہوں نے دلولہ انگیز جوش کے ساتھ دستِ مبارک پر جاں نثاری کا عہد کیا، قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اسی بیعت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے دو مرتبہ بیعت لی۔ عَلَّامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں چونکہ یہ جنگ کا معاملہ تھا اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جنگ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے، اس لئے ان سے احتیاطاً دو مرتبہ بیعت لی، دوسری وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جنگ میں پیادہ کا کام بھی کرتے تھے اور گھڑ سوار کا بھی (یعنی اپنی تیز رفتاری کے باعث وہ پیدل ہوتے

ہوئے بھی گھڑ سواروں سے زیادہ تیزی سے قتال فرما سکتے تھے)، اس لئے ان سے دو مرتبہ بیعت لی گئی۔ (فتح الباری ص: ۱۳۸، ج: ۶)

اس واقعہ میں مسلمانوں کے لئے بہت ہی عبرت کا سامان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک مسلمان کے خون کا بدلہ چکانے کے لئے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر بیعت لے رہے ہیں اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے باوجود وہاں پر قتال کا ارادہ فرما رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا خون کتنا قیمتی ہے اور اس خون کے تحفظ کے لئے اگر خون کی ندیاں بہانا پڑیں تو گوارا کی جاسکتی ہیں، مگر کفار کو یہ باور نہیں کرایا جاسکتا کہ وہ کسی مسلمان کو نہتایا کیلا سمجھ کر اُسے قتل کر ڈالیں، بلکہ کفار کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، جس طرح جسم کے کسی بھی حصے کو چھیڑنا یا ستانا پورے جسم کو مقابلے کے لئے ہلانے کا باعث بن جاتا ہے، اسی طرح کسی ایک مسلمان کی جان، مال اور آبرو پر ہاتھ ڈالنا پوری اُمتِ مسلمہ کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوگا، یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کمزور سے کمزور مسلمان پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے سوچتا تھا کہ یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے پیچھے پوری اُمتِ مسلمہ ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں میں یہ اسلامی جذبہ ختم ہو چکا ہے اور بے حسی کا دور دورہ ہے، ایک مسلمان تو کیا، مسلمانوں کے پورے کے پورے ملک تباہ کر دیئے جاتے ہیں، ہزاروں لاکھوں ماؤں بیٹیوں کی عزتیں پامال کی جاتی ہیں، معصوم بچوں کے خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے، مگر دوسرے مسلمان اُس سے مُس نہیں ہوتے، کسی مسلمان کا دل دوسرے مسلمان کی تکلیف پر نہیں کڑھتا یہی وجہ ہے کہ آج دُنیا میں سب سے سستی چیز مسلمان کا خون اور اس کی عزت ہے، آج کافروں کو مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہوئے فکر تک نہیں ہوتی کہ انہیں کسی جوابی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا، بلکہ انہیں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ کسی جانور کے قتل پر تو دُنیا کے کئی ادارے حرکت میں آسکتے ہیں لیکن مسلمانوں کا خون بہانے پر خود دوسرے مسلمان بھی کچھ نہیں کریں گے بلکہ اُلٹا اپنے دُخ ہونے والے مسلمانوں کو کو سیس گے اور انہیں اپنی زُبانوں کے ذریعے سے ایذا پہنچا کر ان کے زخموں پر نمک چھڑکیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہمیں کافروں سے کوئی شکوہ نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کو مٹانا تو ان کا مشن اور محبوب ترین مشغلہ ہے وہ تو اسلام کے شیدائیوں کے بہتے خون کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں، یہ تو ان کی زندگی کا نصب العین ہے، اصل دکھ تو اس بات کا ہے کہ خود مسلمان کی نظر میں دوسرے مسلمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی، بلکہ کُفار کے ہاتھوں پستے ہوئے، مار کھاتے ہوئے مسلمانوں کو دوسرے مسلمان حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، تو جب ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی تو یہ خون سستا کیوں نہیں ہوگا؟ یقیناً اس خون کی قیمت پانی سے بھی کم ہو جائے گی، ہزاروں مسلمانوں کے قتل پر اتنا بھی رد عمل نہیں ہوگا جتنا کسی دوسرے کے جانور کو مار دینے پر ہو سکتا ہے۔

اب حالت یہ ہے کہ چند دن تک کسی علاقہ کے مسلمان کافروں کے ہاتھوں تنہا ظلم اٹھاتے رہتے ہیں، وہ قتل کئے جاتے ہیں ان کی عزتیں پامال ہوتی رہتی ہیں اور اس دوران دوسرے مسلمان بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کو ذبح اور ماؤں، بہنوں کو بے حرمت ہوتے دیکھتے رہتے ہیں، اور کافروں کی ناراضی کے خوف سے، اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کے لئے ہمدردی کا کوئی کلمہ تک زبان سے نہیں نکالتے، وہ سمجھتے ہیں کہ مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرنے سے ہمارے آقا ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور ہمارے کام بند ہو جائیں گے۔

لیکن چند ہی دنوں بعد حالات کی چکی گھومتی ہے اور یہی مسلمان جو کل تک اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کا خون دیکھ رہے تھے، خود کفار کے مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی چیخ و پکار کو سن کر دوسرے مسلمان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی سیاسی چکر چل رہا ہے، اس طرح سے ایک بعد دوسرے مسلمان کی زندگی تنگ ہو رہی ہے اور آہستہ آہستہ مسلمان کافروں کا آسان ترین شکار بننے جا رہے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب تک خود ہمارے اوپر حالات نہ آجائیں ہم اس وقت تک نہیں سنہلتے، ہمیں جہاد کے احکام اور فضائل بھی اس وقت یاد آتے ہیں جب کافر ہم پر حملہ آور ہو کر درندگی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں، لیکن جب تک خود ہمارے گھر میں

آگ نہ لگے اور ہم محفوظ ہوں تو ہمیں اپنے بالکل قریب کے مسلمانوں کے گھروں میں لگی ہوئی آگ کی تپش تک محسوس نہیں ہوتی اور نہ جہاد کے احکام و فضائل یاد آتے ہیں، آج جہاد کے مزے لے لے کر فرض کفایہ کہنے والوں کے گھروں پر (اللہ تعالیٰ نہ کرے) اگر وہ حالات آجائیں جو کشمیر کے مسلمانوں پر اس وقت ہیں، تو یہ کبھی بھی جہاد کو حقارت کے ساتھ نظر انداز نہیں کر سکیں گے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ بُرے حالات آنے سے پہلے سنبھل جائیں اور آگ کو اپنے گھروں تک پہنچنے سے پہلے بجھا دیں اور دوسرے مسلمانوں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھیں اور ان کے درد کو محسوس کرنے کی کوشش کریں، ان کی تکلیفوں کا مذاق نہ اڑائیں، بلکہ ان کے شانہ بشانہ کفر کا مقابلہ کریں اور ایک ایک مسلمان کا قصاص کافروں سے لیں۔

جب دشمن کو معلوم ہوگا کہ اس قوم میں جان ہے اور یہ دین کی خاطر لڑنا جانتے ہیں اور یہ متحد و متفق ہیں تو دشمن مرعوب ہوگا اور کمزور پڑ جائے گا اور ایک نہتے مسلمان پر بھی ہاتھ ڈالنے سے پہلے سو مرتبہ سوچے گا اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کی حالت پر رحم فرمائے اور مسلمانوں کو باہمی تعلق نصیب فرمائے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ آمین ثم آمین۔

جہاد کیلئے بیعت

ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب پُنی کریم ﷺ کے زمانے میں جہاد پر بیعت ہوتی تھی جیسا کہ قرآن مجید کی دو آیات کریمہ میں گزر چکا ہے، بلکہ قرآن مجید میں مردوں کے لئے جہاں بھی بیعت کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہاں جہاد کی بیعت مراد ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب پُنی کریم ﷺ کے دستِ حق پرست پر جہاد کی بیعت فرمایا کرتے تھے، اس سلسلے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت یحییٰ بن مکیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دوسرے دن حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمایا لیجئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: (ہجرت پر نہیں) بلکہ میں تو انہیں جہاد پر بیعت کروں گا، ہجرت تو فتح مکہ کے دن ختم ہو چکی ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۱۶، ج: ۹)

حضرت بشیر بن معبد رضی اللہ عنہ (ابن الخصائصہ) فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے اسلام پر بیعت کروں، تو حضور اکرم ﷺ نے مجھ پر شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ اللہ (ﷻ) کے سوا کوئی معبود نہیں اور (محمد ﷺ) اللہ (ﷻ) کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کروں اور زکوٰۃ ادا کروں اور فرض حج ادا کروں اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھوں اور اللہ (ﷻ) کے راستے میں جہاد کروں۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ان میں سے دو چیزوں کی تو میں طاقت نہیں رکھتا۔ ایک تو جہاد (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ (مسلمان) بتاتے ہیں کہ جس نے میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیری (یعنی بھاگ کھڑا ہوا) تو اس نے اللہ (ﷻ) کے غضب کو دعوت دی، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدانِ جہاد میں نکل کر موت سے ڈر جاؤں، میرا نفس گھبرا جائے اور میں بھاگ جاؤں اور دوسرا زکوٰۃ (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ میرے پاس سوائے چند بکریوں اور تھوڑے سے مال کے اور کچھ نہیں اور ان سے میں اپنے گھروالوں کا انتظام کرتا ہوں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ان (حضرت بشیر بن معبد رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑا، پھر ان کے ہاتھ کو ہلایا اور پھر ارشاد فرمایا:

نہ جہاد کرو گے، نہ صدقہ دو گے، تو جنت میں کیسے جاؤ گے؟ (یعنی مال کی قربانی دو گے نہ جان کی، تو جنت میں کیسے جاؤ گے؟) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! (تمام شرائط پر راضی ہو کر) میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں، پس میں نے آپ ﷺ سے ان تمام چیزوں پر بیعت کر لی۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر، ص: ۹۳، ج: ۲/ سنن کبریٰ بیہقی، ص: ۲۰، ج: ۹، مسند احمد)

فائدہ:

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ مشرکین و کفار سے قطع تعلق پر بھی بیعت لیا کرتے تھے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں اور آپ مجھ پر کچھ شرط لگائیں، کیونکہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ میں کس شرط پر بیعت ہوں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ میں تجھے بیعت کرتا ہوں اس پر کہ تم اللہ (ﷻ) کی عبادت کرو گے اور نماز کو قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور اہل ایمان سے خیر خواہی کرو گے اور مشرکین سے جدائی اختیار کرو گے۔ (سنن کبریٰ بمبئی، ص: ۱۳، ج: ۹)

اہل ایمان سے خیر خواہی کرنے میں جہاد کا حکم آ گیا، کیونکہ مسلمانوں کے جان و مال کا تحفظ اور کافروں کے زرعے سے ان کی آزادی یہ بھی ایک بہت بڑی خیر خواہی ہے اور آنحضرت ﷺ نے مشرکین سے قطع تعلق کا حکم دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسلام پر اور امور خیر پر بھی بیعت لیتے تھے، ان دنوں میں جہاد بھی شامل ہے، کیونکہ اسلام پر بیعت لینے میں اسلام کے جملہ احکام آ گئے جن میں جہاد بھی شامل ہے اور امور خیر پر بیعت لینے میں جہاد بھی آ گیا، کیونکہ جہاد بھی خیر کا ایک بہت بڑا کام ہے۔

بہر حال حضور اکرم ﷺ کی کوئی بھی بیعت جو آپ ﷺ نے مردوں سے لی، اس میں جہاد پر یا تو صراحتاً بیعت لی گئی یا پھر کسی جامع لفظ کے ذریعے سے اور قرآن مجید میں تو مردوں کے لئے جس بیعت کا ذکر ہے اور جس بیعت پر اللہ ﷻ نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ بیعت علی الجہاد ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد ہمارے اسلاف و اکابر میں بھی بیعت علی الجہاد کا سلسلہ جاری رہا، لیکن بد قسمتی سے آج ہم اس خیر عظیم سے محروم ہیں۔ اللہ ﷻ نے بیعت میں ایک خاص قسم کی تاثیر رکھی ہے، اس لئے کہ کسی بھی چیز پر بیعت کرنے کے بعد آدمی اپنے اوپر ایک ذمہ داری محسوس کرتا ہے اور بیعت میں کئے گئے معاہدے کو توڑنے اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہے اور جہاد کا مسئلہ تو بہت ضروری اور نازک ہے، اس پر اس لئے بیعت لی جاتی تھی کہ کسی بھی مشکل موڑ پر انسان کا نفس اُسے جہاد سے بھگا کر نہ لے جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ عین میدان جہاد سے یہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے اور مسلمانوں کی صف میں افراتفری پھیلے اور کافروں کو اسلام اور مسلمانوں پر مذاق اڑانے کا موقع ملے۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بیعت کرنے والا جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہے تو اس سے اس کا ایک خاص عقیدت اور محبت والا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے فرمودات پر عمل کرنے میں خوشی اور سعادت مندی محسوس ہوتی ہے اور اس کی نافرمانی یا حکم عدولی سے ڈر لگتا ہے۔ تو جہاد جیسے اہم عمل پر بیعت کا یہ فائدہ ہے کہ بیعت کر لینے کے بعد اپنے امیر سے عقیدت و محبت کا ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے، جس کی بدولت امیر کی اطاعت (جو جہاد کا اہم جزو ہے) آسان ہو جاتی ہے اور امیر کے ان فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے، جو فیصلے نفس کے خلاف ہوتے ہیں اور جہاد کے جس شعبے یا مقام پر امیر متعین کر دے، وہاں کام کرنے میں دل لگتا ہے، اس طرح جہاد میں ایک نظم و ضبط رہتا ہے، لیکن اگر امیر سے بیعت کا تعلق نہ ہو تو اس کے ان احکام کو ماننا تو سب کے لئے آسان ہوگا جو اپنی خواہش کے مطابق ہوں گے، لیکن اگر اس کا کوئی فیصلہ نفس کے خلاف یا طبیعت کے خلاف ہوگا، تو نَحْنُ دِجَالٌ وَهُمْ دِجَالٌ کا نعرہ بلند کر کے امیر کی مخالفت پر اتر آئیں گے، اسی طرح جہاد کے مختلف شعبوں میں تقرری کے مسئلہ پر بھی امیر کی اطاعت کا التزام نہ ہوگا، بلکہ ہر کوئی اپنے پسند کی جگہ کو اختیار کرے گا جس سے نظام جہاد شدید خلل کا شکار ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوگا کہ امیر کی کوئی قد و منزلت دل میں نہیں ہوگی اور اس کے ایک ایک فعل کو عمومی نگاہوں سے پرکھا جائے گا جس کا نتیجہ یقیناً اچھا نہیں نکلے گا، لیکن اگر امیر سے جہاد پر بیعت کر لی جائے تو یہ صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں بیعت علی الجہاد کے طریقے کو زندہ فرما دے، تاکہ مجاہدین اپنے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے مکمل اطمینان اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ پوری دنیا میں جہاد کے فریضہ کو زندہ کر سکیں۔

حیدر شریف

جہاد میں اطاعت امیر

وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ

فَقَدْ عَصَانِي، وَإِنَّمَا الْإِمَامُ مُحْتَمِلٌ، يُقَاتِلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقِي بِهِ
فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ
فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ (ﷻ) کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ (ﷻ) کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام (امیر) تو ڈھال کی طرح ہوتا ہے جس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے سے (دشمن کے وار سے) بچا جاتا ہے پس اگر وہ (امیر) اللہ (ﷻ) سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۱۵، ج: ۱، باب یقاتل من وراء الامام وتحمي به، رقم الحدیث: ۲۹۵۷)

تشریح

اطاعتِ امیر کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔

یحییٰ بن حصین رحمہ اللہ اپنی دادی سے روایت فرماتے ہیں کہ ان کی دادی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ النوداع کے خطبے میں فرمایا: اگر تم پر کسی غلام کو امیر مقرر کیا جائے جو تمہیں کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۲۵، ج: ۲)

بعض روایات میں ہے کہ اگر تم پر ایک نکلا حبشی غلام متعین کیا جائے اور وہ تمہیں شریعت کے مطابق چلائے تو اس کے اطاعت کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے سُنْع اور طاعت (عمل کی نیت سے سننا اور اطاعت کرنا) لازم ہے، تنگی میں اور کشادگی میں، چاہنے اور نہ

چاہنے میں تم پر کسی اور کو ترجیح دیے جانے میں (یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے، نفس چاہے نہ چاہے اور اگرچہ تم پر کسی کو ترجیح دی جا رہی ہو)۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۳۳، ج: ۲)

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی معصیت اور گناہ کے کام حکم نہ دے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۲۵، ج: ۲)

کہ امیر کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔

یعنی اگر امیر کسی ایسی چیز کا حکم دے جو واضح طور پر دلائل کی روشنی میں بلاتاویل شریعت کے خلاف ہو، تو پھر اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، وگرنہ دیگر تمام امور میں امیر کی اطاعت واجب ہے اور اس چیز کا فیصلہ کرنا کہ کون سا کام شریعت کے خلاف ہے اور کون سا کام شریعت کے مطابق ہے، ہر آدمی کا کام نہیں اور نہ ہی ہر آدمی کو اس میں پڑنا چاہئے، چونکہ امیر کی نافرمانی پر سخت وعید آئی ہے اور اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی قرار دیا گیا ہے، اس لئے کسی مفروضے کو گھڑ کر نافرمانی کا جواز پیدا نہیں کرنا چاہئے، ہاں اگر محقق علمائے کرام اولہ اربعہ کی روشنی میں کسی چیز کے خلاف شریعت ہونے کا فیصلہ فرمادیں اور کوئی ایسی شدید ضرورت بھی موجود نہ ہو جو اس خلاف شریعت کام کی رخصت دینے والی ہو، تو پھر بھی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کام کو نہ کیا جائے اور اس سلسلے میں حدود سے تجاوز کی کوشش نہ کی جائے، ہاں اگر امیر کا حکم قطعی طور پر شریعت کے خلاف ہو، تو پھر کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کیا جائے۔

حدیث شریف کی کتابوں میں ایسی کئی روایات موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر حال میں سب سے طاعت پر حضور اکرم ﷺ سے بیعت کیا کرتے تھے، ان تمام احادیث و روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی عبادات اور اجتماعی امور میں مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی امیر کی اطاعت میں یہ امور سرانجام دیں اور الگ الگ دھڑوں میں بٹ کر تفرقہ بازی میں نہ پڑیں اور امیر کی نافرمانی نہ کریں، کیونکہ امیر کی نافرمانی کرنے سے اجتماعیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور دینی کاموں

میں برکت نہیں رہتی، بے شک اللہ (ﷻ) کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جس نے جماعت چھوڑی تو اس نے بڑی غلطی کی۔

اللہ (ﷻ) تمام مسلمانوں کو ایک جان ہو کر اپنے امیر کی اطاعت میں شریعت کے عین مطابق تمام اجتماعی اعمال خصوصاً فریضہ جہاد کو مکمل آداب کے ساتھ اداء کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حیدر شریف

جہاد میں شعر پڑھنا

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَهُوَ يُنْقَلُ
الْتُّرَابَ حَتَّى وَارَى التُّرَابَ شَعْرَ صَدْرِهِ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ
الشَّعْرِ، وَهُوَ يَزْجُرُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ -

اللَّهُمَّ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنَّ لَاقِيَنَا
إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا
يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ -

ترجمہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوہ خندق کے موقع پر دیکھا، آپ ﷺ مٹی ڈھور رہے تھے، یہاں تک آپ ﷺ کے سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ چکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ گھنے بالوں والے تھے۔ (یعنی بعض اعضاء پر آپ ﷺ کے بال گھنے تھے، سینے پر بالوں کی ایک پتلی سی لکیر تھی۔ کافی شامل الترمذی)

اس وقت آنحضرت ﷺ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا رجز پڑھ رہے تھے:

اللَّهُمَّ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فَأَنْزِلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَأَقَيْنَا

ہمارے دلوں پر آپ سکینہ نازل فرمائیے اور اگر ہم دشمن سے ٹکرائیں تو ثابت قدمی عطا فرمائیے

إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَدُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

بے شک دشمن نے ہمارے پرزیا دتی کی ہے وہ ہمیں اگر فتنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں

آنحضرت ﷺ یہ رجز (یعنی اشعار) بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری، ص: ۴۲۵، ج: ۱، باب الرجز فی الحرب و رفع الصوت، رقم الحدیث: ۳۰۳۴)

تشریح

آنحضرت ﷺ عام طور پر شعر گوئی نہیں فرماتے تھے، مگر جہاد کے میدان میں آپ ﷺ پر خاص کیفیت طاری ہوتی تھی جس میں آپ ﷺ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صحیح شعر و شاعری سے انسان کے دینی جذبات کو تقویت ملتی ہے جو کہ جہاد میں بہت کام آتی ہے۔ غزوہ خُنین کے موقع پر جب کفار کی طرف سے اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر کے افراد میدان سے پیچھے ہٹ گئے، تو اس وقت جناب نبی کریم ﷺ تیروں کی بوچھاڑ میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ

میں سچا نبی ہوں اور

(صحیح البخاری، ص: ۴۰۳، ج: ۱)

غزوہ خندق کے موقع پر انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھودتے وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

ہم نے محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے، (کہ ہم جہاد کرتے رہے گے) جب تک ہم

زندہ رہے۔

انصار کے والہانہ شعر کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے بھی یہ شعر پڑھا:

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

ترجمہ: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، یا اللہ! انصار و مہاجرین کو عزت و اکرام عطا فرما۔ (صحیح البخاری، ص: ۴۱۶، ج: ۱)

ایک مرتبہ کسی جہاد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی انگلی مبارک میں زخم آ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ شعر پڑھا:

هَلْ أَنْتَ إِلَّا أَصْبَعٌ دَمِيئٌ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتُ

تو ایک انگلی کے سوا کیا ہے جو زخمی ہو گئی اور تجھے جو زخم پہنچا یہ اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں ہے (صحیح البخاری، ص: ۳۹۳، ج: ۱)

حضور اکرم ﷺ نے ۸ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ملک شام میں جہاد کے لئے بھیجی تھی، جس کا مقابلہ دشمنوں سے مقام موتہ میں ہوا، یہ جگہ بلقاء سے قریب تھی، اس جماعت کا امیر حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور یہ حضرات اسی ترتیب سے جھنڈا لیتے رہے اور تینوں شہید ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمادی۔ ان سے پہلے جب حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا، تو مذکورہ بالا شعر کے ساتھ مزید دو شعر پڑھے جو درج ذیل ہیں۔

يَا نَفْسُ إِنْ لَا تَقْتُلِي تَمُوتِي هَذِهِ حَيَاضُ الْمَوْتِ قَدْ صَلَّيْتُ

اے نفس اگر تو مقتول نہ ہو تو (اپنی موت ضرور) مرے گا، یہ موت کے حوض ہیں جن میں تو داخل ہو چکا ہے۔

مَا تَمَنَّيْتُ فَقَدْ لَقِيتُ إِنْ تَفْعَلِي فَعَلْهُمَا هُدَيْتُ

اور تو نے جو شہادت کی تمنا کی تھی، اس (کے موقع کو) پالیا، اگر تو ان دونوں

(حضرت زید، حضرت جعفر رضی اللہ عنہما) جیسا کام کرے تو ہدایت پا جائے۔

(فتح الباری، باب ما يجوز من الشعر والرجز)

جب آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کی بد عہدیوں اور سازشوں کی وجہ سے ان کا محاصرہ کر لیا، تو یہودیوں نے منافقین کی شہ پر باہر آنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلتے، آپ ﷺ جو چاہیں کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اَللّٰهُ اَكْبَرُ حَارَبَتْ يَهُودُ) اللہ (مُحَالِّ) سب سے بڑا ہے، یہودی جنگ پر اتر آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے محاصرہ کئی دن تک جاری رکھا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ بنو نضیر کے درخت کاٹ دیئے جائیں اور باغات جلادیئے جائیں۔ بالآخر بنو نضیر نے جلا وطنی کی درخواست کی، جو قبول ہوئی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو بنو نضیر کے درخت جلادیئے تھے، ان کا ذکر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں کیا ہے:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍ حَرِيقُ بِأَلْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرٌ

(صحیح البخاری، ص: ۳۱۲، ج: ۱)

اور آسان ہو گیا بنی لؤی کے سرداروں (یعنی مہاجرین) پر مقام بؤیرہ میں ایسی آگ لگانا جس کے شرارے خوب اڑ رہے تھے۔

دیوان حسان رضی اللہ عنہ میں مندرجہ بالا شعر کے ساتھ تین شعر اور بھی ہیں:

① تَفَاقَدَ مَعْشَرَ نَصْرٍ وَاقْرَبْنَا وَلَيْسَ لَهُمْ بِبَلَدٍ يَهُمُ نَصِيرٌ

جن لوگوں نے قریش کی مدد کی، ان سب نے ایک دوسرے کو گم کر دیا، یعنی سب ہلاک و منتشر ہو گئے اور ان کے شہر تک میں ان کا کوئی مددگار نہ رہا۔

② هُمْ أَوْتُو الْكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ فَهُمْ عَمَى مِنَ التَّوَرَاتِ بُؤُزٌ

ان لوگوں کو کتاب دی گئی، پس انہوں نے اس کو ضائع کر دیا۔ پس یہ لوگ تورات کے بارے میں اندھے ہیں اور ہلاک شدہ ہیں۔

③ كَفَرْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَقَدْ آتَيْتُمْ بِتَضْدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ

تم نے کفر کیا قرآن کے ساتھ، حالانکہ تم کو اس چیز کی تصدیق دی جا چکی ہے، جو

اللہ (ﷻ) کے نزدیک یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (انعام الباری، ص: ۱۰)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار و مشرکین کے ساتھ جس طرح تلوار اور مال سے جہاد کرتے تھے، اسی طرح اپنی زبانوں کے ذریعے سے اشعار پڑھ کر کفار و مشرکین کی ہجو کرتے تھے اور مسلمانوں کی ہمت کو بڑھاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں شعر کہہ کر ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتے تھے۔

خود حضور اکرم ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

هَجَاهُمْ حَسَانٌ فَشَفَى وَاشْتَفَى۔ (صحیح مسلم)

یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے شفا دی اور خود بھی شفا یاب ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی شان میں ہجو کا قصیدہ کہا تھا، اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بطور دفاع قصیدہ کہا تھا۔

فائدہ: (ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے۔)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، جو صحیح مسلم میں مروی ہیں:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْجَزَاءُ

تو نے حضرت محمد ﷺ کی شان میں برائی بیان کی، پس میں نے اس کا جواب دیا اور میرے لئے..... اللہ (ﷻ) کے نزدیک اس میں بہت بڑی جزاء ہے۔

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِيًّا رَسُولَ اللَّهِ شَيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

تو نے محمد ﷺ کی شان اکرم میں نامناسب باتیں کہیں جو حسن سلوک والے ہیں، متقی ہیں، اللہ (ﷻ) کے رسول ﷺ ہیں، ان کی خصوصی خصلت وفاداری ہے۔

فَإِنْ أَبِي وَوَالِدَتِي وَعِزُّوْهُ لِعِزِّ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

پس تحقیق میرے ماں باپ اور میری آبرو محمد ﷺ کی آبرو کے لئے تم سے آڑ ہے

(یعنی آپ ﷺ کی آبرو کی حفاظت کے لئے ہم سب قربان ہیں)۔

۴ تَكَلَّمْتُ بِنِسِيَّتِي إِنْ لَّمْ تَرَوْهَا تُشِيرُ النَّفْعَ مِنْ كَنَفِي كَدَاءَ

میں اپنی جان گم کر دوں، اگر تم ہمارے گھوڑوں کی اس حال میں نہ دیکھو کہ وہ غبار اڑا رہے ہیں اور ان کے سفر کا منتہا کدواء ہے (جو مکہ میں داخل ہوتے وقت ایک گھائی پڑتی ہے)۔

۵ يُبَارِقُنِ الْأَعِنَّةَ مُضْعِدَاتٍ عَلَى أَكْتَفِهَا الْأَسْلُ الْظَمَاءَ

یہ گھوڑے جھگڑتے ہیں، اپنی باگوں سے آگے بڑھتے ہوئے (کہ ہم کو آگے بڑھنے دو)، ان کے مونڈھے پر نیزے ہیں جو (دشمن کے) خون کے پیاسے ہیں۔

۶ تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

ہمارے عمدہ گھوڑے تیزی سے آگے بڑھتے ہیں جن کو عورتیں دوپٹوں کے ساتھ تھپیرے مارتی ہیں (یعنی ان گھوڑوں کی پرورش بڑے ناز کے ساتھ ہوئی ہے کہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے ان کے چہرے چھوتی اور صاف کرتی ہیں)۔

۷ فَإِنْ أَعْرَضْتُمْ عَنَّا اعْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْهُمُ وَأُنْكَشَفَ الْغِطَاءُ

پس (اے مشرک!) اگر تم ہم سے اعراض کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے اور فتح ضرور حاصل ہوگی اور پردہ ہٹ جائے گا (یعنی اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے جو وعدہ کیا ہے کہ مکہ فتح ہوگا، یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور پیشین گوئی کا نتیجہ سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گا)۔

۸ وَلَا فَاَصْبِرُوا الْضِرَابِ يَوْمَ يُعِزُّ اللَّهُ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ

اگر تم اعراض نہیں کرتے یعنی عمرہ کے لئے (راستہ نہیں دیتے) تو ایسے دن کی مار دھاڑ کا انتظار کرو، جس میں اللہ (ﷻ) جس کو چاہے گا عزت دے گا (یعنی اہل اسلام کی اس دن بڑی عزت ہوگی)۔

۹ وَقَالَ اللَّهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُولُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خِفَاءٌ

اور فرمایا: اللہ (ﷻ) نے، میں نے بھیجا ہے ایک بندے کو رسول بنا کر وہ حق کہتا ہے جس کی بات میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

۱۰ وَقَالَ اللَّهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْأَنْصَارُ عَزَّضْتُهَا لِلْقَاءِ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے آسانی دے دی ایک لشکر کو، یہ حضرات انصار ہیں (جو دشمن سے جنگ کرنا اور فتح پانا جانتے ہیں) اور جو دشمنوں سے مدد بھیڑ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۱۱ لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ سَبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءٌ

روزانہ بنو معد سے دل آزار باتیں کرنا یا ان سے جنگ کرنا یا ان کی بھوکنا ہمارا کام ہے (یعنی مکہ معظمہ کے جو مشرکین اسلام کے خلاف ہو گئے ہم ان کے علاج میں مصروف ہیں اور کسی نہ کسی طرح ان کی کاٹ کرتے رہتے ہیں۔)

۱۲ فَمَنْ يَهْجُورْ سُؤْلَ اللَّهِ مِنْكُمْ وَيَمْدَحْهُ وَيَنْصُرْهُ سَوَاءٌ

پس جو شخص تم میں سے رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرے یا تعریف کرے یا مدد کرے یہ سب برابر ہے (کیونکہ تمہاری بدگوئی سے ان کو کوئی نقصان نہیں اور تمہاری مدح سے ان کو کوئی نفع نہیں)۔

۱۳ وَجَبْرِئِلَ رَسُولَ اللَّهِ فِيْنَا وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءٌ

اور جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والے ہیں جو ہمارے اندر موجود ہوتے ہیں اور ان کا لقب روح القدس ہے، ان کی کوئی نظیر نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگی شعار

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے۔ یہودیوں کا سردار مرخب اکڑتے ہوئے اپنی تلوار کو اوپر نیچے کرتے ہوئے نکلا اور اس نے آمنے سامنے کے مقابلے کے لیے بلایا اور یہ رجز یہ کلمات پڑھے:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرًا نِيْ مَرْحَبٍ شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُّجَرَّبٌ

إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں مرخب ہوں، ہتھیاروں کے ساتھ مکمل طور پر مضبوط

ہوں، آزمایا ہوا پہلوان ہوں، جس وقت کہ جنگیں شعلہ زن ہونے لگیں۔

مقابلے کی دعوت سن کر حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور یہ شعر پڑھا:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرًا فِي عَامِرٍ شَاكِي السِّلَاحِ بَطْنُ مُغَامِرٍ

خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار لگائے ہوئے پوری طرح مضبوط ہوں، سختیوں میں گھس جانے والا پہلوان ہوں۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار جب مَرَحِب کی ڈھال میں گڑ گئی۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے مَرَحِب کا مقابلہ ہوا۔ مَرَحِب نے پھر وہ اشعار پڑھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے :

أَنَا الَّذِي سَمَّيْنِي أُمِّي حَيْدَرَهُ

كَلَيْتَ غَابَاتٍ كَرِيهِهِ الْمَنْظَرَهُ

أَوْ فِيهِمْ بِالنَّصَاءِ كَيْلَ السَّنْدَرَهُ

میں وہی ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے، جنگلوں کے شیروں کی طرح ہوں جس کے دیکھنے سے ڈر لگتا ہے، میں دشمنوں کو ان کی خوراک (یعنی قتل) بھرپور پیمانے کے ذریعے پیش کرتا ہوں۔

پھر مقابلہ ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں مَرَحِب کو قتل کر دیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن الاکوع کا شعر

ایک مرتبہ عبدالرحمان فزاری نے جو کافر تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ والی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور اونٹنیاں لوٹ لیں اور جو صحابی اونٹنیاں چراتے تھے، انہیں قتل کر دیا۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ صبح کی اذان سے پہلے تیر کمان لئے ہوئے پیدل غابہ کی طرف جا رہے تھے، انہیں جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے صلغ نامی پہاڑی پر چڑھ کر تین بار زور سے پکارا۔ ”يَا صَبَا حَاه“

پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ تیر کمان لے کر ان لیروں کے پیچھے دوڑ پڑھے، وہ لوگ تعداد میں بہت

زیادہ تھے اور سوار تھے، حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے ان میں سے کسی کو زخمی کر کے گراتے، پھر آگے دوڑ پڑتے، آپ رضی اللہ عنہ نے اکیلے تمام اونٹنیوں آزاد کرالیں اور کافر اپنا سامان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے، اس دوران حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ اس شعر کے ذریعے سے دشمنوں کو لالکار تے تھے:

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ الْيَوْمَ يَوْمُ الرِّضْصِيعِ

ترجمہ: میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ (صحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۴۲۷)

شہادت کے وقت حضرت خضیب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت خضیب رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین مکہ نے گرفتار کر لیا اور مکہ مکرمہ لے آئے، کچھ عرصہ تک قید میں رکھنے کے بعد مشرکین مکہ ان کو حرم سے باہر لائے اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ میں دو رکعت نماز اداء کر لوں۔

انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے اداء فرمائیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گئے کہ میں موت سے ڈر کی وجہ سے زیادہ دیر کر رہا ہوں تو میں اور لمبی نماز پڑھتا۔ حضرت خضیب رضی اللہ عنہ نے ایک اچھا طریقہ جاری فرمایا کہ قتل کے وقت دو [۲] رکعتیں پڑھی جائیں، اس کے بعد ہر مسلمان کے لئے یہ طریقہ مسنون ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خضیب رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء کی کہ یا اللہ! کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو میرا سلام تیرے رسول پاک ﷺ کو پہنچائے لہذا آپ سلام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ اسی دن حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خضیب رضی اللہ عنہ کا سلام پہنچایا، آپ ﷺ نے فرمایا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا خُضَيْبُ! اور آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ خضیب رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد چالیس دن تک سولی پر جسم لٹکائے رکھا تو زخم سے خون جاری تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ جب حضرت خضیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر زندہ لٹکایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کے حق میں یہ بددعاء کی:

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا

یا اللہ! ان میں سے ہر ایک کو تو اپنے شمار میں رکھ اور ہر ایک کو الگ قتل فرما اور ان میں

سے کسی کو بھی باقی نہ رکھ۔

بس جس وقت حضرت خُثَیبؓ دعاء فرما رہے تھے تو کافر ڈر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ان کو یہ بددعاء ضرور لگے گی، چنانچہ ایک سال نہ گزرا تھا کہ یہ سب لوگ ختم ہو گئے۔ ان میں سے صرف ایک شخص بچا جو دعاء کے وقت زمین سے چپک گیا تھا۔

حضرت خُثَیبؓ کو سولی پر لٹکا کر جب نیزے سے ان کا بدن چھلنی کیا گیا تو اس وقت ان سے کافروں نے قسم دیکر پوچھا کہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری جگہ محمد (ﷺ) ہوں؟ حضرت خُثَیبؓ نے جواب دیا: واللہ العظیم! مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں چھوٹ جاؤں اور اس کے بدلے میں ہمارے آقا و وحیؐ فدا ہوں۔ (فتح الباری)

حضرت خُثَیبؓ نے سولی پر چڑھتے ہوئے، دشمنوں کے حملہ کے وقت یہ اشعار پڑھے:

لَسْتُ أَبَا بَنِي حَيْثُ أَقْتُلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيْ جَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَضَرَعِي

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ إِلَهِ وَإِنْ يَشَاءُ يُبَارِكُ فِي أَوْصَالِ شِلْوِ مُتَرَعٍ

اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں، اس وقت کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کسی پہلو پر میرا پچھاڑا جانا ہو اور یہ قتل (اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اور اس کی رضا کے لئے ہے) اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں حضرت خُثَیبؓ کے دس اشعار نقل کئے ہیں جو مع ترجمہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبُؤَا قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ

اس میں شک نہیں کہ بہت سی جماعتیں میرے ارد گرد جمع ہو گئی ہیں اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو جمع کر لیا ہے اور پوری طرح جمع ہو گئے ہیں۔

وَقَدْ قَرَّبُوا بَنَاءَهُمْ وَبَنَاءَهُمْ وَقُرْنَتْ مِنْ جَزَعٍ طَوِيلٍ مُنْعٍ

اور بے شک انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو نزدیک کر لیا ہے اور میں ایک لمبی گھبراہٹ کے قریب کر دیا گیا ہوں جو ختم کی جا رہی ہے۔

وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا عَلَىٰ لَائِقِي فِي وُقَايِ بِمَضْيَعِ

اور ان میں سے ہر ایک خوب کوشش کر کے مجھ پر دشمنی ظاہر کر رہا ہے، کیونکہ میں بیڑیوں میں بندھا ہوا ہوں اور ہلاک ہونے کی جگہ میں ہوں۔

إِلَى اللَّهِ أَشْكُوا غُرْبَتِي بَعْدَ كُرْبَتِي وَمَا جَمَعَ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَضْرَمِ

اللہ ﷻ ہی کے حضور میں اپنی بے بسی اور بے چینی کی اور ان چیزوں کی شکایت کرتا ہوں جو جماعتوں نے میرے لئے پچھاڑنے کے وقت جمع کی ہیں۔

يَذَا الْعَرْشِ صَبْرِي عَلَىٰ مَا أَصَابَنِي وَقَدْ بَضَعُوا الْحِمَىٰ وَقَدْ قَلَّ مَطْمَعِ

اے عرش والے! صبر دے اس مصیبت پر جو مجھے پہنچی ہے اور حال یہ ہے کہ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور آرزو کی گنجائش بہت کم ہے۔

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ فِي أَوْصَالِ شِلْوِ مُزْرَعِ

اور یہ اللہ ﷻ کی ذات کے بارے میں ہے کہ اگر چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

وَقَدْ عَرَضُوا بِالنَّكْرِ وَالْمَوْتُ دُونَهُ وَقَدْ ذَرَفَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَدْمَعِ

یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے پیش آئے ہیں، حالانکہ موت اس سے ورے ہے (یعنی ان کو اپنی موت کی فکر نہیں ہے، جو جلد آ جانے والی ہے، جس کے بعد کفر کی غیر متناہی سزا ہوگی) اور حال یہ ہے کہ میری آنکھیں رو رہی ہیں، مگر آنسو نہیں ہیں۔

وَمَا بِي جَذَارُ الْمَوْتِ إِنِّي لَمَيِّتٌ وَلَكِنْ جَذَارِي حَزْنًا يَرْتَلِفُ

اور مجھے موت کا ڈر نہیں ہے، میں ضرور مرنے والا ہوں، لیکن میرا ڈر لپٹ جانے والی (جہنم کی) آگ سے ہے (اللہ ﷻ مجھے بچائے)۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِّلْعَدُوِّ تَخْشَعَا وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللَّهِ مُرْجَعُ

پس میں نے دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے والا نہیں ہوں اور نہ گھبراہٹ ظاہر کرنے والا ہوں بلاشبہ میں اللہ ﷻ کی طرف لوٹا یا جا رہا ہوں۔

وَلَسْتُ أَبَا بَلِيٍّ حِينَ أُقْتَلْتُ مُسْلِمًا عَلَى أَيْ شَيْءٍ كَانَ يَلِيهِ مَضْجَعٌ
اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں، اس وقت کچھ پرواہ
نہیں کرتا کہ کس پہلو میرا پچھاڑا جانا ہوتا ہے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا شعر

أَلْجُنُّ تَفْرَعُ يَوْمَ الْحَرْبِ مِنْ فَزَعٍ
إِذَا أَتَيْتُ إِلَى الْهَيْجَاءِ بِلَا جَزَعٍ

جب میں بلا خوف و خطرہ جنگ کی طرف بڑھتا ہوں تو جنات بھی گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت مصدق رضی اللہ عنہ کا شعر

وَسَيَفِي فِي الْوَعَى أَبَدًا صَقِيلٌ
طَلِيقُ الْحَدِي فِي أَهْلِ الضَّلَالِ

میری تلوار لڑائی میں ہمیشہ صیقل اور گراہوں کے لئے برہنہ رہتی ہے۔

حضرت سارین بن یاسر رضی اللہ عنہما کا شعر

أَنَا الْهَمَامُ الْفَارِسُ الْكَرَّازُ
أَفِيئِي بِسَيَفِي عَصْبَةَ الْكُفَّازِ

میں ہی عالی ہمت شہسوار تارو توڑ حملہ کرنے والا ہوں اور اپنی تلوار سے کفار کی
طاقتور جماعت کا فنا کر دینے والا ہوں۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ -

نظر ثانی:

فہرست

● تعارف

۵

● مفہم

۸



● کفارے جہاد کا حکم اس کی فرضیت اُن لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کے مرجائیں

۱۹

فصل

● فرض عین، فرض کفایہ

۳۰

● جہاد اگر فرض عین ہو جائے

۳۴

● دعوت

۳۷

فصل

● اُن لوگوں کیلئے بعض وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں، اس کے پہلو بہتی کریں یا بغیر جہاد کے مرجائیں

۴۰

فصل

● اے مسلمان! تجھے کُن چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟

۴۸

دعوت

۶۶



۲

۷۳

◎ جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کے بیان میں

فصل

◎ ایمان، فرض نماز اور مال باپ کے ساتھ حسن سلوک کے بعد جہاد سب سے

۷۷

افضل ہے

فصل

۷۸

◎ جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے

فصل

۸۰

◎ ایمان، لانا، جہاد کرنا اور حج، دیگر تمام اعمال، افضل ہیں

فصل

۸۱

◎ جہاد اذان دینے سے افضل ہے

فصل

۸۲

◎ خُجّاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے سے بھی جہاد افضل ہے

فصل

۸۳

◎ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے

فصل

۸۷

◎ جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے

فصل

◎ مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے

۸۹

فصل

◎ جہادِ ثقلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے

۹۱

فصل

◎ مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے

۹۵

فصل

◎ مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

۹۷

فصل

◎ روزے، نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا شخص مجاہد کے مقام کے دیوٹ حصے کو بھی

نہیں پاسکتا

۱۰۰

فصل

◎ مجاہد کھیلے جنت کے سودرجات

۱۰۱

فصل

◎ اس اُمت کی رہبانیت اور اس کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے

۱۰۳

◎ جہاد اس اُمت کی رہبانیت کس طرح ہے؟

۱۰۴

فصل

◎ جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بلندی ہے

۱۰۸

فصل

● مجاہد کھیلنے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

۱۱۰

● مجاہد کے مال میں برکت کا عجیب و غریب واقعہ

۱۱۱

فصل

● اللہ تعالیٰ مجاہد کو نصیبیت کی جگہ اکیلا نہیں چھوڑتے

۱۱۲

فصل

● جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل

۱۱۸

● دعوت

۱۲۵

باب ۳

● جہاد کی حج پر فضیلت کا بیان

۱۳۳

● ایک ایمان افروز واقعہ

۱۳۴

● دعوت

۱۳۶

باب ۴

● دعوت جہاد کی فضیلت

۱۴۱

● دعوت

۱۴۷

باب ۵

● جہاد کی طرف سبقت کی فضیلت کا بیان

۱۵۳

● دعوت

۱۵۵

باب ۶

● جہاد میں ایک صبح اور ایک شام اگلانے کی فضیلت کا بیان

۱۵۹

● دعوت

۱۶۳

باب ۷

● اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

۱۶۷

● دعوت

۱۷۲

باب ۸

● بحری جہاد کی افضلیت کا بیان

۱۷۷

فصل

● مجاہد کے نمند کی طرف دیکھنے اور تکبیر کہنے کی فضیلت

۱۸۵

● حکایت

۱۸۵

● حکایت

۱۸۶

● دعوت

۱۸۶

باب ۹

● جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

۱۹۳

فصل

● مجاہد ساقیوں پر خرچ کرنے کے فضائل

۱۹۷

● ایک عبرت آموز واقعہ

۱۹۹



● اللہ تعالیٰ کے راستے پر خرچ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

۲۰۹

فصل

● چہارم میں اپنا تمام مال قربان کرنا

۲۱۳

● دعوت

۲۱۸



● مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھروالوں کی دیکھ بھال کرنے کی فہمیدت کا بیان

۲۲۵

فصل

● اگر خود جہاد میں نہ جاسکے

۲۲۷

فصل

● جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھروالوں کے ساتھ خیانت کی، اس کا انجام آبد

۲۲۸

● دعوت

۲۲۸



● مجاہدین کی مدد و اعانت ان کی خدمت ان کو رخصت کرنے کی فہمیدت کا بیان

۲۳۳

● عجیب واقعہ

۲۳۶

فضل

● مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل (۲۳۸)

● دعوت (۲۴۰)



● جہاد کیلئے گھوڑا باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان (۲۳۵)

● آجر ہی آجر (۲۴۶)

● جہنم سے نجات کا ذریعہ (۲۴۷)

● شہید کا آجر (۲۴۸)

● گھوڑا باندھنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں دن رات مال خرچ کرنے کے برابر (۲۴۸)

● گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنے جیسا ہے (۲۴۸)

● جہادی گھوڑے کے خدمت گاروں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مدد (۲۴۹)

● گھوڑوں کی پیشانی میں خیر و بھلائی (۲۴۹)

● گھوڑے حضور اکرم ﷺ کو محبوب تھے (۲۵۰)

● گھوڑوں کا دُعا کرنا (۲۵۰)

فضل

● ایک شہید تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز وقت (۲۵۱)

● جنت کا گھوڑا (۲۵۲)

● گھوڑا باندھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہیں (۲۵۲)

● گھوڑے والے گھر میں جنات داخل نہیں ہوتے

● گھوڑوں کی دوڑ میں فرشتوں کی غاضری

فصل

● حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

● دعوت

باب ۱۴

● گھوڑے کی خدمت اس کے اکرام کی فضیلت اور گھوڑے کے بارے

میں بعض احکام کا بیان

فصل

● خرابہ چیخ و فریاد

فصل

● اچھے گھوڑے کی علامات

● دعوت

باب ۱۵

● مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت کا بیان

● دعوت

- اسلامی حسروں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل کا بیان (۲۷۵) ←
- رباط دُنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر (۲۷۶) ←
- ایک ماہ کی پہرے دہری ساری زندگی کے روزوں سے افضل (۲۷۷) ←
- قیمت کے دن تک عمل کا جاری رہنا (۲۷۷) ←
- قبر میں منکر نکیر سے حفاظت (۲۷۹) ←
- قیمت کے بڑے خوف سے حفاظت (۲۷۹) ←
- موت کی صورت میں شہادت کا اجر (۲۸۰) ←
- پُل صراط پر ہوا کی طرح سے گزرنا (۲۸۱) ←
- لیلۃ القدر پالینے سے بھی افضل (۲۸۱) ←
- مُرباط اور انعم کے درمیان خندقوں کے فصلے (۲۸۲) ←
- پیچھے رہ جانے والے تمام لوگوں کا اجر (۲۸۲) ←
- ایک ہزار دنوں سے بہتر (۲۸۳) ←
- مُرباط کی عبادت کا اجر (۲۸۵) ←

فصل

- حسروں پر پہرے دہری کے کچھ مزید فضائل (۲۸۷) ←

فصل

- رباط کا نصب چالیس دن ہے (۲۹۱) ←

● اہل شام کی پہرے داری

۲۹۲

● رباط سے متعلق چند مسائل

۲۹۳

● دعوت

۲۹۴



● مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان

۲۹۹

● پہرے داری میں جاگنے والی آنکھیں جہنم سے محفوظ

۳۰۰

● جنت کی گواہی

۳۰۱

● پیچھے رہ جانے والوں کی تعداد برابر نیکیاں

۳۰۳

● خوف کی جگہ پہرے داری شرفِ افضل

۳۰۴

● پہرے داری والی رات ایک ہزار دن کے روزوں اور رات کے قیامِ افضل

۳۰۴

● رحمت کی دعاء

۳۰۵

فصل

● جنت کے سبزہ زار پر چلنے والے

۳۰۶

● دعوت

۳۰۷



● اللہ تعالیٰ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل کا بیان

۳۱۳

● دعوت

۳۱۴

باب ۱۹

● جہاد کی صف اور اس میں کھڑے ہونے کی فضیلت کا بیان

۳۱۹ ←

● دعوت

۳۲۲ ←

باب ۲۰

● جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہ ہونے کا بیان

۳۲۷ ←

● تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم

۳۲۷ ←

● دعوت

۳۲۷ ←

● ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں

۳۲۸ ←

● حضور اکرم ﷺ خود تیر انداز

۳۳۰ ←

● تیر اندازی غم کا علاج

۳۳۱ ←

● تیر اندازی بہترین کھیل

۳۳۱ ←

● تیر اندازی میں فرشتوں کی غاضبی

۳۳۱ ←

● تیر اندازی کھیل مگر حق

۳۳۱ ←

● ہر قدم پر نیکی

۳۳۳ ←

● دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر

۳۳۳ ←

● تیر پہنچے یا نہ پہنچے، صرف اسے چلانا ہی باعثِ اجر ہے

۳۳۳ ←

● تیر دشمن کا لگا یا خطا ہوا، ہر حال میں باعثِ اجر ہے

۳۳۴ ←

● تیر چلانے سے جنت واجب

۳۳۴ ←

● قیمت اے کے دن کا نور

۳۳۴ ←

● فقر و فاقے سے نجات

۳۳۵ ←

● تیر اندازی سیکھنے کا تذکرہ قرآن مجید کی تعلیم اے کے ساتھ

۳۳۵ ←

فصل

● تیر اندازی اے کے کچھ اور فضائل

۳۳۷ ←

فصل

● حضور اکرم ﷺ کی کانیں

۳۴۰ ←

فصل

● تیر اندازی بھلا نے پر سخت وعیدیں

۳۴۱ ←

● دعوت

۳۴۲ ←



● مجاہدین کی تلواروں، نیزوں اور دیگر سامانِ جہاد کی فضیلت کا بیان

۳۴۷ ←

● رِزْوُلُ اللہ ﷺ تلوار دیکر بھیجے اے گئے

۳۴۸ ←

● جَنَّتِ تلواروں کے سائے میں

۳۴۸ ←

● تلواریں جَنَّتِ کی چابیاں

۳۴۹ ←

● تلوار چلانا جَنَّتِ میں داخلے کا سبب

۳۴۹ ←

● دنیا میں تلوار لٹکانے کا بدلہ جَنَّتِ میں

۳۴۹ ←

● آگ اے حفاظت

۳۴۹ ←

۳۵۰

● اللہ تعالیٰ کا فخر کرنا

۳۵۰

● تلوار باندھ کر پرہی جانے والی نماز شکرنا افضل

۳۵۱

● فصل

۳۵۳

● آپ ﷺ کی تلاویں

۳۵۳

● آپ ﷺ کے نیٹے کئے گئے زاور برچھیاں

۳۵۴

● آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

۳۵۴

● آپ ﷺ کے خود

۳۵۴

● آپ ﷺ کی ڈھالیں

۳۵۵

● دعوت



● جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں زخمی ہونے والے

۳۶۱

● بعض حضرات کے واقعت

۳۶۹

● زخموں کیلئے نسخہ

۳۷۰

● دعوت



۳۷۵

● اللہ تعالیٰ کے راستے میں کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کا بیان

۳۷۸

● دعوت

باب ۲۴

○ اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے شکر چرچلہ اس کی

فضیلت اور احکام

۳۸۳ ←

○ چند ایمان افروز واقعت

۳۹۰ ←

فصل

○ اکیلے مجاہد کا پورے شکر چرچلہ آور ہونا

۴۰۴ ←

○ فضل

۴۰۶ ←

○ دعوت

۴۰۶ ←

باب ۲۵

○ میدانِ جہاد سے فرار ہونے کے سخت گناہ ہونے کا بیان

۴۱۱ ←

فصل

○ میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کے احکام

۴۱۳ ←

○ غلبے اور ثابت قدمی کا راز

۴۱۴ ←

○ اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

۴۱۸ ←

○ اے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے!

۴۱۹ ←

○ اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

۴۲۶ ←

○ اے میدانِ جہاد سے بھاگنے والے!

۴۲۸ ←

دعوت

۴۲۹



دست نیت کے بغیر جہاد کا اجر حاصل نہیں ہوتا نیز مختلف نیتوں کا بیان ۴۳۳

جہاد میں مختلف نیتوں کا بیان ۴۴۱

پہلی نیت ۴۴۲

دوسری نیت ۴۴۳

تیسری نیت ۴۴۴

چوتھی نیت ۴۴۸

پانچویں نیت ۴۴۹

چھٹی نیت ۴۴۹

ساتویں نیت ۴۵۵

آٹھویں نیت ۴۵۵

نویں نیت ۴۵۵

دسویں نیت ۴۵۶

مجاہد کیلئے اجرت یا وظیفے کا مسئلہ ۴۵۶

اہم فصل

نیت کے متعلق چند احکامات ۴۵۹

فصل

اخلاص کی اہمیت ۴۶۱

دعوت ۴۶۳

● مجاہدین کی اہم ترین ضرورت

۳۶۳ ←

باب ۲۷

● جہاد میں دردِ سراور بیماری کی فضیلت اور ہر طرح کی موت کے شہادت ہونے کا بیان

۳۶۹ ←

● مسئلہ

۳۷۳ ←

● دعوت

۳۷۴ ←

● فصل

۳۷۵ ←

باب ۲۸

● شوقِ شہادت، شہادت کی دُعا اور بعض شہداء کا تذکرہ

۳۷۹ ←

● دعوت

۳۹۶ ←

باب ۲۹

● شہداءِ کرامؑ کے فضائل کا بیان

۵۰۱ ←

● شہداءِ زندہ ہیں

۵۰۲ ←

فصل

● حیاتِ الشہداء

۵۰۶ ←

● جہنم سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

۵۱۷ ←

● تمام گناہوں کا کفارہ

۵۱۷ ←

● شہداء کے پُروں کا سایہ

۵۱۸ ←

● جہنم میں داخلے کی پکی ضمانت

۵۱۸ ←

● شہداء کی اول جہیز پندوں میں

۵۲۱ ←

- ۵۲۱ ﴿ قبر ؑ کے فتنے اور بقیست ؑ کے دن کی ؑ بے ہوشی سے نجات
- ۵۲۳ ﴿ اپنے گھر والوں میں ؑے ستر کی شفاعت
- ۵۲۳ ﴿ بقیست ؑ کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات
- ۵۲۳ ﴿ خون کا پہلا قطرہ گر ؑے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے
- ۵۲۵ ﴿ خون خشک ہونے ؑے پہلے عورین کی زیارت
- ۵۲۶ ﴿ چوٹی بھرنے جتنا درد اور ککرات الموت سے حفاظت
- ۵۲۷ ﴿ شتر تول کا داخلہ اور سلام
- ۵۲۸ ﴿ اللہ تعالیٰ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس ؑے بعد ناراضی نہیں ہوگی
- ۵۲۹ ﴿ شہادت کی قبولیت کیلئے ماضی میں نیک اعمال شرط نہیں
- ۵۳۱ ﴿ ہشید پر انبیائے کرام کی فضیلت درجہ نبوت کی وجہ سے ہے
- ۵۳۲ ﴿ عورین ؑے شادی

فصل

- ۵۳۲ ﴿ بیداری میں عورین کی زیارت
- ۵۳۳ ﴿ دعوت

باب ۳۰

- ۵۳۹ ﴿ مال غنیمت میں خنیت بہت بڑا گناہ ہے اور اگر خائن مارا جائے تو ہشید نہیں ؑے
- ۵۳۹ ﴿ خنیت والا مال جہنم کی آگ
- ۵۵۲ ﴿ خنیت ایسا ہوا مال گردن کا سوار
- ۵۵۵ ﴿ خائن کی پردہ پوشی کرنے والا بھی ایسی جیسا ہے

● غنیمت آگ ہے ذلّت ہے اور عار ہے تھوڑی تو یا زیادہ

۵۵۵

فصل

● غنیمت کی سزائیں

۵۵۷

● سختی کی سزائیں

۵۵۷

● جہاد میں نکلنے والوں کی قومیں اور مجاہدین کی صفات

۵۵۷

● غنیمت کی دُنیوی سزائیں

۵۵۹

فصل

● خانِ کاکم

۵۶۱

● مسئلہ

۵۶۱

● دعوت

۵۶۲

باب ۳۱

● مسلمان قیدیوں کو دشمن کی قید سے چھڑانے کیلئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیان

۵۶۷

● مسئلہ

۵۷۰

● واقعات

۵۷۱

● دعوت

۵۷۷

باب ۳۲

● حضور اکرم ﷺ کے غزوہ اور سرایا کا مختصر تذکرہ اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر احوال

۵۸۳

● تفسیر لطیف

۵۸۷

فصل

● غزوہ ابی بنی علیہ السلام

۵۸۹

- ۵۹۰ ← غزوہ بدرؓ کے بعض اہم واقعات
 ۵۹۷ ← غزوہ بنی سلیم
 ۵۹۷ ← بنی قینقارؓ
 ۵۹۷ ← غزوہ سبیل
 ۵۹۷ ← غزوہ غطفانؓ
 ۵۹۸ ← غزوہ بنی سلیم
 ۵۹۸ ← غزوہ اخضر
 ۵۹۹ ← غزوہ حمراء الاسد
 ۵۹۹ ← غزوہ بنی لؤیہ
 ۵۹۹ ← غزوہ ذات الرقاع
 ۶۰۰ ← غزوہ بدرِ ثانی
 ۶۰۰ ← غزوہ دومتہ الجندل
 ۶۰۰ ← غزوہ خندق یا احزاب
 ۶۰۳ ← غزوہ بنی قریظہ
 ۶۰۳ ← غزوہ بنی النجہان
 ۶۰۴ ← غزوہ ذی قرد
 ۶۰۴ ← غزوہ بنی مضطلق
 ۶۰۴ ← غزوہ حدیبیہ
 ۶۰۵ ← غزوہ خیبر
 ۶۰۷ ← غزوہ القضاہ

فتح مکہ

۶۰۸

غزوہٴ یحنین

۶۰۸

غزوہٴ طائف

۶۰۸

غزوہٴ تبوک

۶۰۹

فصل

مذکرہٴ سرایا

۶۱۱

فصل

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور اسلاف رحمۃ اللہ علیہم کے جہادی واقعات

۶۱۵

دعوت

۶۳۲



قوت اور شجاعت کی فضیلت، بُزدلی اور کمزوری کی مذمت اور ان کے علاج

کے طریقے اور اُمت کے بعض جہانازوں کے حالات کا بیان

۶۳۹

فصل

مذکرہٴ شجاعت اور بُزدلی کے اسباب و علاج

۶۴۱

امام ابو بکر طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ فاتے ہیں

۶۴۲

فصل

مذکرہٴ شجاعت اُمت و ابطالِ اسلام

۶۴۷

- سید الکونین الثقلینؑ کی شجاعت و بہادری ← ۶۴۷
- خلیفہ رسولؐ، یارِ غارِ رسولؐ، افضل المخلوق بعد الانبیاء علیہ السلامؑ سیدنا ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۰
- عزتِ اسلام، امیر المؤمنینؑ سیدنا عثمانؓ رضی اللہ عنہ خطیب ← ۶۵۱
- مثالِ حیا، ذوالنورینؑ، امیر المؤمنینؑ سیدنا عثمانؓ بن عفانؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۲
- آسۃ اللعالب، امیر شجاعت، امیر المؤمنینؑ سیدنا علی بن ابی طالبؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۳
- مبشر بالنجۃ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۴
- مبشر بالنجۃ حضرت زبیر بن عوامؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۵
- مبشر بالنجۃ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۶
- امیرُ الکرمہ حضرت ابوجبیر عامر بن عبد اللہؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۷
- سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۵۹
- ذوالجنان حضرت جعفر بن ابی طالبؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۰
- لطل اسلام حضرت براء بن مالکؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۰
- لطل اسلام حضرت معاذ بن عمرو بن الجموحؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۰
- لطل اسلام حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۰
- لطل اسلام حضرت ابوطالحہ انصاریؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۱
- سینف اللہ منسول حضرت خالد بن لیدؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۲
- لطل اسلام حضرت سلمہ بن اکوعؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۲
- لطل اسلام حضرت ہشام بن عاصؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۲
- لطل اسلام حضرت عکاشہ بن محضؓ رضی اللہ عنہ ← ۶۶۳

- بطلان اسلام حضرت ثقات بن جبیر رضی اللہ عنہ ← ۶۶۳
- بطلان اسلام حضرت عثمان بن مغدی رضی اللہ عنہ ← ۶۶۳
- بطلان اسلام حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ ← ۶۶۳
- بطلان اسلام حضرت طلحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ ← ۶۶۵
- بطلان اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ← ۶۶۶
- بطلان اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن الجطلب رضی اللہ عنہ ← ۶۶۶
- بطلان اسلام حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ ← ۶۶۷
- بطلان اسلام حضرت ضحاک بن یساف رضی اللہ عنہ ← ۶۶۷
- بطلان اسلام حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ← ۶۶۸
- بطلان اسلام حضرت ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ ← ۶۶۸
- بطلان اسلام حضرت حلینیب رضی اللہ عنہ ← ۶۶۸
- بطلان اسلام حضرت عیسیٰ اللہ بن سعید بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ← ۶۶۹
- بطلان اسلام حضرت قعقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ← ۶۶۹
- بطلان اسلام حضرت حکیم بن جبیر رضی اللہ عنہ ← ۶۶۹
- بطلان اسلام حضرت سہید بن غف رضی اللہ عنہ ← ۶۷۰
- بطلان اسلام حضرت ابو محمد بلال رضی اللہ عنہ ← ۶۷۰
- بطلان اسلام حضرت ابوفادیم رضی اللہ عنہ ← ۶۷۰
- بطلان اسلام حضرت ابن جبر رضی اللہ عنہ ← ۶۷۰

- بطلانِ اسلام حضرت موسیٰ بن نصیبؓ رحمہ اللہ ۶۷۲ ←
- بطلانِ اسلام حضرت مہلبؓ بن ابی صفرةؓ رحمہ اللہ ۶۷۳ ←
- بطلانِ اسلام حضرت ابنِ قحوظؓ رحمہ اللہ ۶۷۳ ←
- بطلانِ اسلام حضرت متصمؓ باللہ رحمہ اللہ ۶۷۴ ←
- بطلانِ اسلام حضرت امیر المؤمنینؓ حادیؓ رحمہ اللہ ۶۷۵ ←
- بطلانِ اسلام حضرت خلیفہؓ امینؓ الرشیدؓ رحمہ اللہ ۶۷۵ ←
- بطلانِ اسلام حضرت احمدؓ بن اسحاقؓ بخاریؓ البزازؓ رحمہ اللہ ۶۷۵ ←
- سات خوش قسمت ترین بہادر مسلمانوں کا واقعہ جو پہلے ڈاکو تھے ۶۷۷ ←
- دعوت ۶۸۶ ←



- خاتمۃ الکتابؓ پہ حصہ ۶۹۲ ←
- خاتمۃ الکتابؓ دوسرا حصہ ۷۰۲ ←
- جہادی آداب عسکری تدابیر اور جنگی چالوں کے بیان میں ۷۰۲ ←
- عجیب واقعہ ۷۰۸ ←
- آخری فصل، دعاء ۷۱۳ ←
- ۷۱۵ ←



- مفہم ۷۲۱ ←
- جہاد کے لغوی معنی، جہاد کے شرعی معنی ۷۲۱ ←
- جہاد کی تعریف فقہی میں ۷۲۱ ←

- جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں ۷۲۱ ←
- جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں ۷۲۲ ←
- جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں ۷۲۲ ←
- جہاد کا حکم ۷۲۲ ←
- جہاد کی اقسام ۷۲۲ ←
- اقدائی جہاد ۷۲۳ ←
- دفاعی جہاد ۷۲۳ ←
- فُش رکن مجید اور جہاد ۷۲۵ ←
- حش رشریف اور جہاد ۷۲۶ ←
- کُتب فقہ میں کُتب الجہاد کے مراجع ۷۲۸ ←
- جہاد کے موضوع مستقل تصانیف ۷۲۸ ←

۴۰ احادیث

- حشہ شریف ① جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں ۷۳۱ ←
- حشہ شریف ② مجاہد سب کے فضیل ۷۳۲ ←
- حشہ شریف ③ مجاہد کے درجات ۷۳۵ ←
- حشہ شریف ④ شہید کا محل ۷۳۶ ←
- حشہ شریف ⑤ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب بہتر ۷۴۲ ←
- حشہ شریف ⑥ سرورِ دو عالم ﷺ کی تمنائے شجاعت ۷۴۵ ←
- حشہ شریف ⑦ زیادہ اجر والا تصورِ عمل ۷۴۸ ←
- حشہ شریف ⑧ فردوسِ اعلیٰ میں ۷۵۰ ←
- حشہ شریف ⑨ جہاد کا مبارک بخند ۷۵۱ ←

- شیخ شریف (۱۰) دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا ۷۵۳ ←
- شیخ شریف (۱۱) جنت کوندتی اور چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں ۷۵۵ ←
- شیخ شریف (۱۲) جہاد کیلئے اولاد کی تمنا ۷۵۷ ←
- شیخ شریف (۱۳) بزدلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ۷۶۰ ←
- شیخ شریف (۱۴) جہاد کی برکت کے دونوں جنت میں ۷۶۳ ←
- شیخ شریف (۱۵) مجاہد کا روزہ ۷۶۵ ←
- شیخ شریف (۱۶) جنت کے ہر دروازے سے بللاوا ۷۶۶ ←
- شیخ شریف (۱۷) مجاہد کو سامان دینے اور اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کا اجر ۷۶۷ ←
- آیت کریمہ کا شان نزول ۷۶۹ ←
- جہاد میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے ۷۶۹ ←
- جہاد بالمال کی ضرورت ۷۷۰ ←
- عظیم الشان اجر ۷۷۱ ←
- شیخ شریف (۱۸) جہاد میں جانوسی کی فضیلت ۷۷۲ ←
- شیخ شریف (۱۹) گھوڑوں کی پیشانی میں قیمت انک کے لئے خیر ۷۷۷ ←
- شیخ شریف (۲۰) جہاد کیلئے گھوڑا پالنے کا اجر ۷۷۷ ←
- شیخ شریف (۲۱) حضور اکرم ﷺ گھوڑے کی ننگی پشت پر گلے میں تلوار لٹکانے ہوئے ۷۷۸ ←
- شیخ شریف (۲۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر غنیمت جنت کی ضمانت ۷۸۱ ←
- شیخ شریف (۲۳) حضور نبی اکرم ﷺ کا ورثہ ۷۸۳ ←
- شیخ شریف (۲۴) قائد جہاد کی پہلے شہر داری ۷۸۳ ←
- شیخ شریف (۲۵) مجاہد کیلئے بشارت ۷۸۵ ←
- شیخ شریف (۲۶) جہاد میں پہلے شہر داری کی فضیلت ۷۸۷ ←
- شیخ شریف (۲۷) آئے بنی امیہ سے عیسیٰ علیہ السلام ۷۹۲ ←
- شیخ شریف (۲۸) تیر زبوا لے سعد امیس کے ماں باپ آپ پر قربان ۷۹۵ ←

- (۱۹) شریفؒ مسجدین نیزہ بازی کی مشق ۸۰۰ ←
- (۲۰) شریفؒ جہاد کس لئے اہل حق کی خریداری ۸۰۱ ←
- (۲۱) شریفؒ جہاد میں جنگی لڑائی کا استعمال ۸۰۲ ←
- (۲۲) شریفؒ جہاد میں زرہ کا استعمال ۸۰۲ ←
- (۲۳) شریفؒ روزی نیزے کے سائے کے نیچے ۸۰۶ ←
- (۲۴) شریفؒ مال غنیمت کے متعلق چند احادیث و روایات ۸۰۹ ←
- (۲۵) شریفؒ مجاہد کھیلنے والے میں برکت کا واقعہ ۸۱۳ ←
- (۲۶) شریفؒ یہودیوں سے قتال کی بشارت ۸۱۵ ←
- (۲۷) شریفؒ جو یہ عرب یہودیوں کے خلاف کئے متعلق چند روایات ۸۲۳ ←
- (۲۸) شریفؒ جہاد میں دشمنوں کو کھیلنے پر دعا کرنا ۸۲۵ ←
- (۲۹) شریفؒ قتال کا حکم ۸۲۷ ←
- (۳۰) شریفؒ موت پر اور میدان سے نہ بھاگنے پر بیعت ۸۳۱ ←
- (۳۱) شریفؒ بیعت علی الجہاد ۸۳۲ ←
- (۳۲) شریفؒ جہاد کس لئے بیعت ۸۳۷ ←
- (۳۳) شریفؒ جہاد میں اطاعت امیر ۸۴۰ ←
- (۳۴) شریفؒ جہاد میں شعر پڑھنا ۸۴۳ ←
- (۳۵) شریفؒ حضرت خندان ؑ کے اشعار ۸۴۷ ←
- (۳۶) شریفؒ حضرت علی ؑ کے جنگی اشعار ۸۴۹ ←
- (۳۷) شریفؒ حضرت سلمہ بن الأكوع ؓ کا شعر ۸۵۰ ←
- (۳۸) شریفؒ شہادت کے وقت حضرت عبید بن جراح ؓ کے اشعار ۸۵۱ ←
- (۳۹) شریفؒ حضرت حنظلہ ؓ کا شعر ۸۵۲ ←
- (۴۰) شریفؒ حضرت معاذ ؓ کا شعر ۸۵۳ ←
- (۴۱) شریفؒ حضرت تمار بن یاسر ؓ کا شعر ۸۵۴ ←

